إنه من سليمان وإنه بسم الله الرحمن الرحيم

خاتم سلیمانی

(یعنی)

سوانح حیات حضرت قبلہ مولانا حاجی قاری شاہ محمد سلیمان

چشتی قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

(مؤلفہ)

حضرت مولانا سید شاہ غلام حسنین صاحب ندوی پھلواروی

(جسے)

ناظم مؤلفات نے دی قومی پریس لمیٹڈ، بانکی پور پٹنہ میں
چھپوا کر خانقاہ سلیمانیہ پھلواری شریف ضلع پٹنہ سے شائع کیا

إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حصّہ اوّل

کتاب خاتم سُلیمانی

مُشتمل بر

سوانح حیات حضرت قبلہ مولانا حاجی قاری سیّد شاہ محمّد سُلیمانؒ
قادری چشتی پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

(مولفہ)

جناب مولانا شاہ غلام حسنین صاحب ندوی پھلواروی

(جنھوں نے)

اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا حاجی قاری سیّد شاہ حسین میاں صاحب قادری چشتی سجادہ نشین مدظلہ
کے حکم سے تالیف فرما کر خانقاہ سلیمانیہ۔ پھلواری شریف ضلع پٹنہ سے شائع کیا۔

مطبع قومی پریس - بانکی پور پٹنہ

دیباچہ

لازم نہ بود قطرہ بہ عمّان بردن ❊ خار و خس صحرا بہ گلستاں بردن
لکن چہ کند عادتِ موران اینست ❊ پائے ملخے نذرِ سلیماں بردن

ایک انسان جس نے ساری عمر اپنے اللہ کے بندوں کی خدمت میں بسر کی ہو، پچاس ساٹھ سال تک جس کی عمر کا ہر ایک دن مذہب و ملت کی خدمت گزاری میں بسر ہوا ہو، اس کی سرگزشت حیات کو مجتمع کرنا اور اس کی خدمات کو گنوانا آدمی کے بس سے باہر کی بات ہے تاہم میں نے ہمت کی کہ اپنے روحانی و جسمانی باپ تاج العلماء فخر العرفا بدیع العصر حضرت قبلہ مولانا حاجی قاری شاہ محمد سلیمان چشتی قادری پھلواروی رح کی سوانح عمری مرتب کروں اور اس کو ملک و قوم کے سامنے پیش کروں، لیکن ذرائع معلومات کی بے مائگی بار بار میری ہمت پست کر دیتی تھی، حضرت نے خود اپنی کوئی خود نوشت، ڈائری یا یادداشت اپنی حیات یا اپنی خدمات کے متعلق نہیں چھوڑی۔ مجھے خود حضرت کی خدمت میں رہنے کا موقع دراصل ۱۹۲۶ء سے یعنی تعلیمی زندگی ختم کرنے کے بعد ملا۔ لیکن یہ زمانہ حضرت کی زندگی کا آخری دور تھا جبکہ ضعیفی کی وجہ سے جسم ناتواں ہو چکا تھا، ہم چار بھائیوں میں جو سب سے بڑے تھے یعنی حضرت مولانا شاہ حسن میاں صاحب رح وہ حضرت کے کاموں میں ساتھ ساتھ رہا کرتے تھے لیکن ان کی وفات کو آج بیس سال سے زیادہ ہو گئے۔ اب ہم بھائیوں میں حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب مدظلہٗ بڑے اور سرپرست خاندان ہیں، وہ مجھ سے چھ سال بڑے ہیں۔ انہیں اپنے زمانہ تحصیل علوم کے ختم ہو جانے کے بعد ایک عرصہ تک حضرت کی صحبت میں رہنے اور ان کے کاموں میں شریک ہونے کا موقع ملا ہے لیکن وہ مدت بھی حضرت کے تمام خدمات قومی و ملی کا علم حاصل کرنے کے لئے بالکل ناکافی تھی۔ حضرت کے ساتھ مل کر کام کرنے والے ابتدائی یاران و احباب تقریباً کُل کے کُل اس دنیا سے تشریف لے جا چکے، اور جو باقی ہیں وہ طول و عرض ہند میں اس طرح منتشر ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس پہنچنا اور ان سے حضرت کی حیات کے لئے مواد حاصل

کرنا دشوار سے بھی دشوار ہے ـــــ حضرت کی سوانح حیات کے لیے جو مواد مجھے حاصل ہو سکے وہ حسب ذیل ہیں: (۱) اکابر قوم کے خطوط جو انہوں نے وقتاً فوقتاً حضرت کو لکھے، حضرت کا معمول تھا کہ اپنے خطوں کو زیر مطالعہ کتابوں کے اوراق میں رکھ دیتے، پھر اس کی کوئی تلاش نہیں کرتے۔ حضرت کے کتب خانہ کی کتابوں کو الٹنے اور ان کی ورق گردانی سے بہت سے اہم خطوط مجھ دستیاب ہوئے، بہت سے اعاظم قوم کے خطوط میرے بڑے بھائی حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب سجادہ نشین مدظلہ نے اپنے زمانہ طالب العلمی میں محض اپنے ذوق سلیم کی بنا پر اکٹھا کیے تھے۔ خطوں کے اس مجموعے نے حضرت کی لائف مرتب کرنے میں بہت کافی مدد بہم پہنچائی۔

(۲) شمس المعارف یعنی حضرت کے مجموعہ مکاتیب نیز حضرت کے ملفوظات سے جسے میں نے حضرت کے آخری زمانہ میں جمع کیا تھا، لائف لکھنے میں معقول مدد ملی ـــــ (۳) حضرت کی وفات پر جرائد اسلامی نے جو مقالات لکھے ان سے بھی میری معلومات میں کافی اضافہ ہوا۔ نیز بہت سے تعزیتی خطوط سے بھی حضرت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے جس سے میں نے فائدہ اٹھایا ـــــ (۴) آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس اور ندوۃ العلماء کی پرانی رودادوں سے بھی بہت کچھ معلومات حاصل ہوئیں ـــــ (۵) حضرت کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بعض مختصر و ناتمام تحریریں آپ کے پرانے مسودات میں ملیں جن سے آپ کے طلب علم و طلب سلوک کے سلسلے میں بیش قیمت معلومات حاصل ہوئیں۔ میری معلومات کے یہی ذرائع تھے اور انہیں سے جو کچھ میں مرتب کر سکا وہ آج آپ کے سامنے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض وقت تو مجھے چند سطروں کے لیے دن دن بھر کاوش کرنی پڑی پھر پرانی رودادوں کے کئی کئی سو صفحے کی سیر کے بعد صرف دو چار جملے اپنے کام کے حاصل ہوئے، میرے ایک دوست نے مجھ سے فرمایا کہ تم غنیمت سمجھو کہ حضرت قبلہ اپنی کوئی ڈائری نہیں چھوڑ گئے، ورنہ ان کی سوانح عمری کبھی مکمل نہیں ہو سکتی۔ تم ان کی کس کس خدمت کا ذکر کرتے اور کس کو نظر انداز کرتے ـــــ میری خواہش تھی کہ حضرت کی لائف کے سلسلے میں جو مجموعہ شائع کیا جائے وہ ایک یادگار مجموعہ ہو۔ اسی خیال سے میں نے اس کتاب کو چار حصوں پر منقسم کر دیا ہے، اور سبھوں کو ملا کر ان کی شیرازہ بندی ایک ہی جلد میں کر دی گئی ہے، یہ چار حصے جو سب کے سب اس مجموعے میں منسلک ہیں حسب ذیل ہیں:-

(۱) **پہلا حصّہ** :- اس میں حضرت کی زندگی کے حالات اور جہاں تک معلوم ہو سکا آپ کی خدمتوں کو اور آپ کی خصوصیات کو مندرج کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے مسلمانوں کی پچاس سالہ قومی زندگی پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

(۲) **دوسرا حصّہ** :- اہم اخبارات اور اہم شخصیتوں کے قلم سے نکلے ہوئے مقالے جو مجھے دستیاب ہو سکے اس حصّہ میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس سے اس امر پر بہت اچھی روشنی پڑتی ہے کہ ملک کی مختلف جماعتوں اور مختلف اداروں نے آپ کا مطالعہ کس نقطۂ نگاہ سے کیا ہے۔

(۳) **تیسرا حصّہ** :- اہم تعزیتی پیغامات پر مشتمل ہے جو ہند و بیرون ہند سے حضرت کے پسماندگان کے نام آئے۔ اس مجموعے سے حضرت کے وسیع تعلقات اور غیر معمولی ہر دلعزیزی پر روشنی پڑنے کے علاوہ آپ کے متعلق اعاظم قوم کی رایوں کا پتہ ملتا ہے، اور آپ کی خدمات قومی کے متعلق بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

(۴) **چوتھا حصّہ** :- آپ کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ اس سے حضرت کے خیالات، مسلک و روش اور آپ کے معاصرین کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ نیز یہ حصّہ بہت سی ایسی اہم تاریخی، علمی اور مذہبی معلومات کا حامل ہے، جن کا علم ایک عمر کی مسلسل کاوشوں کے بعد ہی انسان کو حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ حصّہ روایات مشرقی کا بھی آئینہ ہے۔ قدیم و جدید دونوں خیال کے لوگوں کی دلچسپی کا مواد اس میں موجود ہے۔

میں ان چاروں حصّوں کو ناظرین کے آگے رکھتے ہوئے اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ جو کچھ ان اوراق میں لکھا گیا ہے، وہ حضرت کی خدمات اور ان کے کمالات کے وسیع سمندر کا ایک قطرہ ہے، بلکہ ایک قطرے سے بھی کم۔ بایں ہمہ دل کا تقاضا ہے اور اس تقاضے سے میں مجبور ہوں کہ اپنی ٹوٹی پھوٹی عبارتوں کے اس حقیر مجموعے کو اپنے مرشد طریقت اپنے پدر بزرگوار اور اپنے آقا کی خدمت میں نذر کروں اور پھر اس رباعی کو پڑھوں جو سرنامے پر درج ہے، اور جو حضرت ہی کے لئے لکھی گئی تھی ؎

لازم نبود قطرہ بہ عمّاں بردن ‏ خارخسِ صحرا بہ گلستاں بردن
لکن چہ کند عادتِ موران این است ‏ پائے ملخے نذرِ سلیمان بردن

نوٹ :- [illegible]

[illegible]

اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمَانَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

حالاتِ زندگی حضرت مولانا قاری شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی رح

خاندان ومولد ومسکن

حضرت کے دادیہالی اور نانہالی دونوں خاندانوں نے کم وبیش ڈیڑھ سو برس ہوئے، کہ پھلواری شریف ضلع پٹنہ کو اپنا مسکن ومدفن بنایا۔ حضرت کے والد محترم حضرت مولانا حکیم شاہ محمد داؤد قادری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مخدوم سید تاج فقیہ ہاشمی مطلبی کی اولاد سے تھے، یہ خاندان منیر سے نکل کر چھپرہ ضلع کے ایک قصبہ سارن میں آباد ہوا اور پھر وہاں سے کریم چک، حکیم آباد اور پھر پھلواری آیا۔ حضرت کی والدہ ماجدہ شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر رح کی براہِ راست اولاد سے تھیں۔ یہ خاندان فتح پور سیکری کے خاندان فریدیہ کی شاخ ہے، جو قصبہ دیورہ ضلع پٹنہ سے پھلواری آیا۔ حضرت کے آبائی اور مادری دونوں خاندانوں کے پھلواری آنے کا سبب یہاں کے جعفری زینبی خاندان کے ساتھ رشتہ مصاہرت تھی۔ اس خاندان کے بانی حضرت خواجہ امیر عطاء اللہ ہیں، جو شہنشاہ ہمایون کے دربار میں کوئی اہم حیثیت رکھتے تھے۔ تاریخ کی کتابوں سے آپ کی حیثیت کا کوئی صحیح پتہ ملنا مشکل ہے، لیکن اکبر نامہ[ع] میں ایک جگہ شہنشاہ اکبر کے ہمراہیوں میں جب کہ ہمایون کے انتقال کے بعد وہ لاہور سے دہلی جا رہے تھے، ہم نے خواجہ عطاء اللہ کا نام بھی دیکھا تھا۔ حضرت رح کے بزرگوں کا نانہالی تعلق حضرت امیر عطاء اللہ سے ہوا، جن کی اولاد میں ایک روشن آفتاب حضرت تاج العارفین شاہ مجیب اللہ پھلواروی ہوئے ہیں۔ اسی خاندان میں حضرت کی نشو ونما، ازدواج

ع اکبر نامہ کا یہ قلمی نسخہ کتبخانہ مولوی خدابخش خاں بہادر میں موجود ہے۔

اور بیعت و تعلیم طریقت ہوئی اور اسی مجیبی سلسلہ کے ہمارے حضرت ایسے علمبردار ہوئے، جس نے اس سلسلے کو چاردانگ عالم میں پھیلا دیا اور اپنی عظمت و بزرگی اور غیر فانی شہرت و مقبولیت سے اپنے مولد و مسکن پھلواری شریف کو نہ فقط ہندوستان کے چپہ چپہ میں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تمام دنیائے اسلام میں روشناس کرادیا۔ یہ خاندان جعفری و زینبی حضرت زینب بنت خاتون محشر فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت زینب کی شادی حضرت جعفر طیار بن ابی طالب کے فرزند حضرت عبداللہ سے ہوئی تھی۔ اس لئے یہ خاندان جعفری زینبی کہلاتا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دادی خلیفہ ہارون الرشید عباسی کی براہ راست اولاد سے تھیں۔ نیز حضرت کو اپنے اوپر کی جدات محترمہ کے واسطے سے پیران پیر حضور غوث اعظم اور مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری کی جزئیت بھی پہنچی ہے، نیز آپ کے جد صحیح اور جد الجد دونوں کی ننہال حضرت مخدوم حسام الدین چشتی مانکپوری کے خاندان میں تھی۔

ولادت

حضرت رح کی ولادت شب یازدہم محرم الحرام ۱۲۷۶ھ کو پھلواری شریف میں ہوئی دس سال کی عمر تھی کہ والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ایسے صدمات جانکاہ اکثر یتیموں کے لئے درس عمل ہوا کرتے ہیں، اور ان کو بغیر الفاظ کے ایک سبق دیتے ہیں کہ اس دنیا میں اب تمہیں خود ہی اپنے آپ کو بنانا ہے اور دوسرے پر تکیہ کرنے کے بجائے اپنے ہی عزم و ہمت پر بھروسہ کرنا ہے۔ چنانچہ ہمارے حضرت کی ساری زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کو معلوم ہوگا، کہ جو کچھ مرتبہ اس دنیا میں حضرت کو حاصل ہوا وہ فقط اپنے ہی صفات و اعمال کی بدولت ہوا۔ دنیا نے آپ کو محض آپ کی خدمات کے ذریعہ جانا نہ کہ کسی خاص گھرانے یا کسی خاص گدی کے ذریعہ۔ حضرت کے والد ماجد نے کوئی قابل ذکر جائداد نہیں چھوڑی۔ آپ کی تربیت آپ کی والدہ ماجدہ کے ذمہ ہوئی، جو نہایت عابدہ و زاہدہ تھیں۔

تعلیم

حضرت نے ابتدائی تعلیم اپنے بڑے ماموں مولانا شاہ نعمت مجیبؒ سے حاصل کی
حضرت مولانا نعمت مجیبؒ کا سلسلۂ تلمذ ملا حقانی امیٹھوی کے واسطہ سے اُستاذ الکل ملا نظام الدینؒ تک ملتا ہے۔ خاندان فرنگی محل سے پھلواری کا تعلق اسی وقت سے ہے جب کہ یہ خاندان سہالی میں مقیم تھا۔ حضرت نے بیبذی و ملاحسن تک اپنے وطن میں پڑھا۔ اس کے بعد لکھنو تشریف لے گئے۔ ایک جگہ حضرت خود اس طرح تحریر فرماتے ہیں "پھر میں جناب استاذ الہند تاج العلماء مولانا شیخ عبدالحیٰ انصاری قدس سرہٗ کے حضور میں حاضر ہوا اور جو کچھ حاصل ہوا انہیں کی کفش برداری سے حاصل ہوا ؎

ساز و برگ من از حمایت اوست   آنچہ دارم ہمہ عنایت اوست

اتمام کتب درسیہ کا انہیں کی خدمت میں ہوا۔"

فرنگی محل میں سند فراغت حاصل کرنے کے بعد حسب ارشاد حضرت استاذ الاساتذہ مولانا عبدالحیٰ الانصاریؒ آپ سہارنپور گئے اور حضرت مولانا شیخ احمد علی محدثؒ کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر ابن ماجہ نسائی اور بخاری شریف پڑھی۔ اس کے بعد مولانا سید نذیر حسین عرف میاں صاحبؒ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے، اور بقیہ کتب صحاح ستہ پڑھیں۔ ان اساتین علم حدیث سے حصول سند کے بعد بھی جب سنہ ۱۳۲۳ھ میں آپ نے سفر حج اختیار کیا تو شیوخ حرمین کو بخاری شریف وغیرہ سنا کر سند لی۔ ان میں شیخ عباس بن ادریس۔ شیخ محمد صالح السوانی۔ سید عبداللہ زہاری۔ سید ابن رضوانؒ کے نام ہمیں معلوم ہیں۔ ان کے علاوہ شیخ زمانہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کو بھی بخاری شریف تھوڑی سی سنا کر حضرت نے سند حاصل کی ہے۔ حضرت شاہ ابوالحسن مارہروی اور مدراس کے الحاج مولانا محمد سعید بن صبغۃ اللہ رحمۃ سے بھی حضرت نے مسلسلات کی سند لی ہے۔
حضرت نے اپنے قلم سے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ "شیوخ حدیث ہمارے ساٹھ ستر کے

متجاوز ہوں گے"

حضرت نے طب کی کتابوں میں میزان طب۔ طب اکبر اور نفیسی خود حضرت مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی سے پڑھیں۔ پھر شرح اسباب۔ حمیات قانون وسدیدی وغیرہ جناب حکیم محمد عبدالعزیز صاحب دریابادی اور جناب حکیم مرزا مظہر حسین خاں بن حکیم مسیح الدولہ مرحوم سے پڑھیں۔ ایلوپیتھی کی کتابیں خود دیکھیں، اور ہومیوپیتھی میں ڈاکٹر موہن گھوش سے استفادہ کیا۔

ادب میں مقامات حریری حضرت نے جناب مولانا مظہر صاحب نانوتوی سے اور ظل محمود جناب مفتی محمد عباس لکھنوی مرحوم سے پڑھیں۔ نیز قصیدہ فرزدق مولانا جمیل احمد بلگرامی سے پڑھا۔

اُردو ادب و انشار کے سلسلے میں دو ایک مراثی حضرت نے جناب میر علی حسین مرحوم لکھنوی کو دکھلائے، جو شہید کے شاگرد تھے اور شہید حضرت ناسخ کے تلمیذ تھے۔ اُردو کی چند غزلیں میر فرزند احمد صفیر بلگرامی کو دکھلائی تھیں جو مرزا غالب کے شاگرد تھے۔ فارسی کی غزلیں حضرت نے اپنے خسر اور پیر و مرشد حضرت شاہ علی حبیب نصر پھلواروی اور جناب شاہ وصی احمد پھلواروی قدس سرہٗ کو دکھائیں۔ ان دونوں بزرگوں کا سلسلۂ تلمذ ناصر علی سرہندیؒ سے ملتا ہے حضرت کے عربی قصائد و اشعار کے استاذ علامہ حکیم عبدالحمید عظیم آبادی تھے۔ حضرت نے درسیات کے تھوڑے اسباق جناب مولانا محمد فاروق چریاکوٹی اور جناب مولانا حافظ عبداللہ غازیپوری اور جناب مولانا معین[1] الدین صاحب ساکن کڑا (یوپی) سے پڑھے ہیں۔ حضرت کے اساتذہ کرام کی کوئی فہرست ہم احصا کے ساتھ نہیں پیش کرسکتے، لیکن یہ وہ نام ہیں جن کا ہمیں پورا علم ہوسکا حضرت نے اپنے فاتحہ فراغ کی تاریخ "آج فارغ ہوا" سے نکالی تھی۔ ۱۲۹۷ھ

بیعت و ارشاد | حضرت ۱۶ سال کی عمر میں ۷ ربیع الاول ۱۲۹۱ھ کو مصباح الطالبین حضرت

[1] حضرت مولانا معین الدین رحمۃ اللہ علیہ ہمارے برادر محترم مسٹر حبیب اللہ بیرسٹر ایٹ لا ایم۔ ایل۔ سی اُڑیسہ کے نانا تھے۔

مولانا شاہ علی حبیب نصرؔ پھلواروی کے دستِ مبارک پر سلسلۂ قادریہ پاک میں بیعت ہوئے۔ حضرت نصرؔ اپنی آبائی خانقاہ (مجیبیہ) کے سجادہ نشیں تھے۔ یعنی آپ مرید و جانشیں اپنے والد ماجد حضرت شاہ ابوالحسن فردؒ کے اور وہ اپنے والد حضرت شاہ نعمت اللہ قادریؒ کے اور وہ اپنے والد محترم حضرت المخدوم شاہ مجیب اللہ پھلواروی (بانی سلسلہ و سجادہ مجیبیہ) کے تھے۔ حضرت شاہ علی حبیب، نصرؔ کے بعد آپ کے دو صاحبزادوں تک سجادگی کا یہ سلسلہ آبائی رہا۔

حضرت نصرؔ پہلے رشتوں سے ہمارے حضرت قبلہ کے بھائی ہوتے تھے، لیکن بعد میں خسر ہوئے۔ یعنی حضرت نصرؒ کی چھوٹی صاحبزادی سے حضرت کی شادی ہوئی، اور انہیں سے حضرت کی تمام اولاد ہیں۔

اپنے پیر بیعت کے علاوہ خاندان کے متعدد دوسرے بزرگوں سے بھی حضرت نے تعلیم طریقت اور فیوض روحانی حاصل کئے۔ یعنی آپ نے اپنے حقیقی ماموؤں حضرت مولانا شاہ صفت اللہ و مولانا شاہ اشرف مجیبیؒ سے تعلیم طریقت و اجازت و خلافت پائی۔ نیز مولانا شاہ عبد الرحمٰن صاحب سے جو آپ کی اہلیہ کے حقیقی ماموں تھے، اور مولانا شاہ یحییٰ صاحب سے جو رشتہ میں آپ کے نانا تھے خلافت و تعلیم حاصل ہوئی۔ طریقۂ منعمیہ ابوالعلائیہ کی اجازت آپکو حضرت مولانا شاہ وحید الحقؒ سجادہ نشیں آستانۂ منعمیہ پھلواری شریف سے تھی، جو حضرت نصرؔ قدس سرہٗ کے ہم زلف تھے۔

حضرت کو اپنے خاندان سے جتنے سلسلے ملے۔ اور جن بزرگوں سے تعلیم یا اجازت و خلافت حاصل ہوئی ان کی پوری تفصیل مجموعۂ شجرات میں جو سلسلۃ الذہب کے نام سے کتابی شکل میں تقریباً پندرہ سال ہوئے شائع ہو چکا ہے، موجود ہے۔ مزید تفصیل کے لئے اسی کتاب کو دیکھنا کافی ہوگا ان شجروں میں قادریہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ۔ نقشبندیہ۔ قلندریہ۔ مداریہ اور جلالیہ اامیہ

سلسلوں کے سولہ شجرے ہیں جن میں سے اکثر شجروں کی کئی کئی شاخیں ہیں۔ اور ایک شجرہ حضرت مولانا وارث رسولنما بنارسی کا اویسیہ ہے جو ہمارے حضرت شاہ حبیب اللہ قلندرؒ پھلواروی کے استاذ و مرشد تھے۔

باہر کی دولت

جس طرح تحصیل علوم ظاہری میں حضرت کی پیاس برابر بڑھتی رہی۔ اور ہندوستان کے تمام مشہور سرچشموں سے کام و دہن کو سیراب فرماتے رہے۔ اور اپنے اس تحصیل علم کے سلسلہ کو حجاز مقدس تک جاری رکھا۔ اسی طرح طریقت کا سوز آپ کے سینے میں برابر بھڑکتا اور بڑھتا ہی رہا۔ پیرزادگی کا نشہ خود پسندی آپ کو چھو تک نہیں گیا تھا۔ اطلبوا العلم ولو کان بالصین اور متاع خیر ہر دکاں کہ باشد، آپ کا ہمیشہ نصب العین حیات تھا اور اسی کی تلقین اپنے عزیزوں اور مریدوں کو بھی فرمائی۔ جو سلسلے کہ آپ کے خاندان میں نہ تھے، یا جس چیز کی تعلیم آپ کو گھر پر نہ ہوئی تھی، آپنے اُسے دیگر شیوخ ہند و حرمین سے اخذ کیا۔

بانسہ شریف کا قادریہ رزاقیہ سلسلہ حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق فرنگی محلیؒ اور اپنے استاذ حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ سے حاصل کیا۔ شیخ زمانہ حضرت مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، صحبت میں بیٹھے، بخاری شریف سنائی۔ ثبت حاصل کیا اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے، اور حضرت کے سلسلۂ قادریہ مجددیہ کا اجرا بھی فرماتے رہے۔

حضرت مولانا فضل رحمن رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت کو جو عقیدت تھی اس کا اندازہ حضرت کے حسب ذیل اشعار سے کیا جاسکتا ہے۔ جب نواب سید نور الحسن خاں صاحب آف بھوپال نے حضرت مولاناؒ کے ملفوظات کو مرتب کرکے شائع کیا۔ اس وقت حضرت نے نواب صاحب کو ایک قطعہ تاریخ لکھ کر دیا تھا۔ اسی قطعہ کے یہ اشعار ہیں:—

نباشد درد دلہا ہیچ درماں　　بجز تیر نگاہ فضل رحمنؒ

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۱)

سلسلۂ صابریہ چشتیہ پھلواری شریف کے بزرگوں کو نہیں پہنچا تھا، حضرت نے یہ سلسلہ قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا، آپ نے سفر حج کے موقعہ پر مسلسل چار مہینے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بسر کیے۔ مثنوی شریف حضرت مولانائے روم رح کے درس میں برابر شریک رہے، اذکار و اوراد صابریہ کی تعلیم حاصل کی، حضرت کی توجہات سے مستفیض ہوتے رہے اور اجازت و خلافت پائی، ایک جگہ حضرت قبلہ تحریر فرماتے ہیں" پھر حضرت شیخ المشائخ قطب المکۃ المشرفۃ مولانا الحاج امداد اللہ الچشتی رح کی خدمت میں حاضر ہوا، البتہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰)

(۱) الا شد مستند است رہنما شہ اقلیم عرفان قطب دوران
(۲) فصلی اللہ علی نور کزو شد دل اہل ولا شد نور افشاں

(۳) ازاں نور است ایں نوریکہ دارم ازاں نور است ابو الحسن خان
(۴) ازاں نور است ایں تابانی من کہ ہستم شہرۂ آفاق و دوران

(۵) چو جوئی ذکر آتش بمن بین کہ مور سے بودم و ہستم سلیماں
(۶) منم یک قطرہ زاں بحر محبت کہ موج بیکراں دارم چو عماں

(۷) منم مست مۓ خمخانۂ او خراب بادۂ توحید و عرفاں
(۸) ولے ہوش و خرد دارم بجائے الا ذا الفضل من افضال رحمٰن

(۹) کسے در محو باشد من بہ صحوم کہ سالک را بود ایں ہوشیاراں
(۱۰) فطوبیٰ للذین لہم شعور بذات الحق فی اطوار امکاں

(۱۱) مپرس از من کہ چونی در غم او کہ ایں درد یست کاز ابیست درمان
(۱۲) وَ لَو قُلنا اِلیٰ یَوم القیامہ نباید قصۂ دوری بپایاں

(۱۳) الٰہی باکہ گویم باکہ سازم کہ دارد ایں دلم راز فراواں
(۱۴) مگر با قصۂ محبوب سازم ہما آں مقالات بزرگاں

(۱۵) کہ از لعل لبش ملفوظ باشد باسناد صحیح شیخ ذیشاں
(۱۶) بہم شد جملہ ملفوظ مقدس برائے عاشقان پاکبازاں

(۱۷) روایات صحیح و نقل محفوظ بود نور علیٰ نور درخشاں
(۱۸) بہر سطر از و نور عجیب ہست چہ نور سے ز نور فضل رحمٰن

(۱۹) چہ طورسے طور معراج محمد کہ آنجا لن ترانی نیست شایاں
(۲۰) تلمع یابیش از شجرۂ طور کہ گفت انی انا از نور سبحان

(۲۱) بدلہا مے یابیش از دیدۂ حور سوادش یابیش از زلف خوباں
(۲۲) بہاۓ تحفۂ ... باشد قلوب عاشقان فضل رحمٰن

(۲۳) برایہ سال طبعش طبع من گفت ہمہ نور است از انوار رحمٰن
سنہ ۱۳۰۲ھ

ان سے مجھے بہت بڑا فائدہ پہنچا ؎

منکہ سر بر نہ آورم بدو کون ۔۔۔۔ گردنم زیر بار منت اوست

اور اپنی اجازت خلافت سے بھی مشرف فرمایا، یہ ان کی بندہ نوازی ہے۔ ورنہ میں اس قابل نہیں۔ حضرت قبلہ کی چند روزہ صحبت سے نسبت چشتیہ مجھ پر بہت غالب ہوگئی، اور میں اب تو چشتی ہی چشتی ہوں۔

عاشقان خواجگان چشت را ۔۔۔۔ از قدم تا سر نشانہ دیگر است"

حضرت نے یہ تحریر حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں تحریر فرمائی تھی

اعمال حزب البحر جو حضرت قبلہ کے ذریعہ سارے ہندوستان میں اس قدر ذائع وشائع ہیں۔ انکی اجازت وتلقین ہمارے حضرت کو جناب حضرت حاجی صاحب ہی سے تھی۔ حزب البحر کا اجراء حضرت کی ذات سے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں زور وشور کے ساتھ ہونے لگا تھا، چنانچہ خود حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب گرامی میں حضرت کو تحریر فرمایا ہے کہ حزب البحر ہمارے پاس آپ کی امانت تھی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ایک سر ہے، جدھر سے چاہتا فیض پہنچاتا ہے۔ چنانچہ ہر مشرب اور ہر سلسلہ کے بے شمار لوگوں نے جن میں بڑے بڑے صوفیہ اور مشائخ زادگان بھی شامل ہیں۔ حضرت سے حزب البحر کی تعلیم واجازت پائی، اور بحمد اللہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

پھلواری کا خاندانی شجرۂ نظامیہ حضرت اخی سراج کے واسطے سے ہے۔ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کا سلسلہ حضرت نے ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے ایک بزرگ مولانا شاہ قدرت اللہؒ سے جو حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ کے خلیفہ تھے۔ سہارنپور کے دوران قیام میں حاصل کیا۔

رسائل کتب ستہ کی مکمل تعلیم حضرت کو چھپرہ میں جناب مولانا فیض اللہ صاحب مئوی نقشبندی

سے ہوئی، جناب مولانا اپنے کمالات باطنی کو ایسا مخفی رکھتے تھے کہ بہت کم لوگوں کو آپ کے کمالات باطنی کی خبر ہو سکی۔ آپ نے ہمارے حضرت کو تمام اوراد و اشغال القول الجمیل اور الانتباہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ کو حضرت شاہ محمد یعقوب سے اجازت تھی، اور ان کو اپنے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے۔

"شغل فنا در حقیقت محمدیہ" کی تعلیم حضرت کو مانکپور شریف میں مداریہ سلسلہ کے ایک بہت معمر بزرگ سے ہوئی تھی جن کا نام حضرت نے نہیں بتایا۔ اسی طرح "مراقبہ داخلی کعبہ" کی تعلیم حضرت کو شاہجہاں پور کے ایک نقشبندی بزرگ نے کی تھی۔ حضرت کو حرمین شریفین کی حاضری کے موقع پر طریقۂ شاذلیہ ادریسیہ کی اجازت اپنے شیخ حدیث شیخ محمد صالح بن عبداللہ محدث رح سے اور طریقہ شاذلیہ تجمیہ کی اجازت حضرت سید عبداللہ النہاری الیمنی سے حاصل ہوئی۔

سنہ ۱۹۲۰ء میں حضرت نے بہ نظر زیارت اماکن مقدسہ عراق کا سفر کیا۔ وہاں اعلیٰحضرت نقیب الاشراف السید عبدالرحمن المحض علیہ الرحمۃ سجادہ نشین آستانۂ غوث پاکؓ پیران پیر کے یہاں گئے حضرت نقیب الاشراف اس وقت دولت عراق کے وزیر اعظم تھے۔ بڑے عالم و فاضل اور سن رسیدہ بزرگ تھے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ نے تبرکاً وتیمناً آپ سے آپ کے بندی سلسلۂ قادریہ کی اجازت لی۔ جو حضرت نقیب الاشراف مرحوم مغفور کے دستخطوں کے ساتھ ہمارے پاس محفوظ ہے۔

حضرت ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "نسبت غوثیہ تو اپنے خمیر میں ہے

دل ربود از من جمال شیخ عبدالقادرم   ایں سر ما دخیال شیخ عبدالقادرم"

معاش ایک مختصر سی زمینداری حضرت کو ترکہ میں ملی تھی۔ جب آپ تحصیل علم کے سلسلہ میں وطن گئے تو برابر آپ کے اخراجات کے لیے گھر سے ایک رقم جاتی رہی، آپ غیر مستطیع طالب علم کی حیثیت سے کبھی نہیں رہے۔ اپنے اخراجات کے برابر خود متکفل رہے۔ اپنی فطری صلاحیتوں

کے علاوہ مالی حیثیت سے بھی آپ اکثر طلبہ اور ساتھیوں سے ممتاز رہتے تھے، اس لئے کہ گھر کی
رقم پر انحصار نہ کرکے آپ اکثر ٹیوشن (معلمی) بھی کیا کرتے تھے، دوران قیام لکھنؤ میں ایک عرصہ
تک آپ نے نولکشور پریس میں مصحح کی حیثیت سے کام کیا۔ اودھ اخبار میں (جس کو اُردو صحافت
کا آدم کہنا چاہیئے) کبھی کبھی مضامین بھی لکھتے تھے۔ اسی مضمون نویسی کے سلسلے سے آپکا تعارف
راجہ صاحب محمود آباد (یعنی موجودہ مہاراجہ کے دادا) سے ہوا۔ چونکہ حضرت کے والد ماجد نے
بھی لکھنؤ ہی میں تعلیم پائی تھی¹ اسی قدیم مراسم کی بنا پر تھے، یہ دونو بزرگوار ہمارے حضرت کے
والد ماجد حضرت مولانا حکیم محمد داؤد کے دوست تھے، چنانچہ حضرت ان دونو کو اپنا بزرگ سمجھتے
تھے اور ان سے عزیزانہ ملتے تھے۔ جناب حکیم حسین علی خاں مرحوم کے خاندان سے حضرت کے تعلقات
بھی اسی وجہ سے تھے، چونکہ حضرت کے والد نے طب حکیم صاحب اعلی اللہ مقامہ سے ہی پڑھی تھیں
اور ایک عرصہ تک لکھنؤ فیض آباد میں مطب بھی کیا تھا، کیا تعجب تھا جو یہ خاندان آج اودھ
کا باشندہ ہوتا، اگر ۱۸۵۷ء کا غدر حضرت مولانا حکیم شاہ محمد داؤد کو وطن نہ لاتا۔ آپ
فیض آباد میں تھے، جبکہ سید احمد اللہ شاہ فیض آبادی نے علم جہاد بلند کیا۔ سید احمد اللہ شاہ صاحب
اور ان کے ساتھیوں نے اودھ کے کئی اضلاع فتح کر لئے تھے، لیکن بالآخر انہیں شکست ہوئی
حکیم شاہ محمد داؤد کے احمد اللہ شاہ صاحب سے بھی روابط تھے، چنانچہ انہیں کی حمایت کے
الزام میں آپ کو بھی گرفتار کئے جانے کا حکم ہوا۔ حضرت چھپ کر گورکھپور پہنچے۔ اور وہاں عرصہ
تک چھپے رہے، یہاں تک کہ غدر کا دور دورہ بالکل ختم ہو گیا۔ حضرت پھلواری آئے کچھ عرصہ
گوشہ نشین رہے اور پھر اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے، اور ۷۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔
ہمارے حضرت جب تعلیم سے فارغ ہو کر وطن آئے تو آپ کی شادی ہوئی اور کسب معاش
کے خیال سے آپ نے مطب جاری کیا، حکمت وطبابت آپ کی خاندانی دولت تھی۔ آپکے والد ماجد

۱۔ اس لئے آپکے قدیم تعلقات بھی وہاں کے اکثر عمائد سے تھے۔ حضرت امیر مینائی اور حضرت محسن کاکوروی سے حضرت کے تعلقات

کا حال ابھی سن چکے، آپکے دادا اور پردادا نے بھی مطب کیا تھا، آپ کے پڑدادا حضرت مولانا حکیم شاہ محبوب عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ مرشد آباد میں مجاہد اعظم نواب میر قاسم ناظم بنگالہ کے طبیب خاص تھے۔ یہ حضرات اکابر اہل عرفان میں تھے اور جہاں رہے ان کے روحانی فیوضات منبسط رہے۔ لیکن اس مبارک خاندان نے پیری مریدی کو بطور پیشہ کبھی استعمال نہ کیا۔ ہمارے حضرت نے بھی اپنے ابا کی تقلید میں مطب شروع کیا۔ خاندانی اثرات نے مطب میں بہت تائید کی۔ طب کی کتابوں کا معقول ذخیرہ بھی موجود تھا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد تمام علاقہ میں طبابت کی حیثیت سے شہرت و مقبولیت حاصل کرلی، ہندو اور مسلمان خاندانی رؤسا سے از سرِنو پرانے تعلقات زندہ ہوگئے۔

حضرت کے پاس ایک مختصر سی خاندانی جائداد بھی تھی۔ اور پھر سسرالی جائداد بھی ملی۔ لیکن زمینداری کے کام سے آپ کو قطعی نفرت تھی اور اس لئے زمینداری کو سنبھالنے اسکے صحیح نظم و نسق کرنے اور اس سے منتفع ہونے کی طرف آپ کی کوئی توجہ کبھی نہیں رہی۔ ایسی حالت میں زمینداری کا جو حال ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ حضرت کا معمول تھا کہ غربا اور متوسطین کے یہاں عموماً بے فیس کے جاتے، لیکن رؤسا سے ڈبل فیس وصول کرتے۔ طبابت کے اعتبار سے آپ ایک کامیاب طبیب تھے، لیکن بعد میں مطب خراب ہونے لگا۔ مطب خراب ہونے کا سبب آپ کی قومی مشغولیت ہوئی۔ آپ نے طبعاً ایک نہایت دردمند دل پایا تھا۔ ایک مکتوب میں خود فرماتے ہیں "قوم کی پستی اور جہالت کا تماشہ دیکھا نہیں جاتا۔ اس لئے جو کچھ سمجھ میں آتا ہے ان سے کہہ دیتا ہوں اور جو ہوتا ہے کر دیتا ہوں۔ اس سے زیادہ میری کچھ حقیقت نہیں۔" قومی خدمات کا ذوق آپ کو اوّل اوّل اپنے دورِ طالب العلمی ہی میں پیدا ہوا تھا، جب کہ مطبع نولکشور میں آپ تصحیح کی خدمت انجام دیتے تھے اور اردو اخبار میں کبھی

کبھی مضامین بھی لکھا کرتے تھے' وہی چنگاری تھی جو روز بروز بڑھتی رہی' یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مسلم قوم پدرم سلطان بود کے خواب گراں میں محو تھی اور ان کو چونکانے والے تمام طول وعرض ہند میں اتنے کم لوگ تھے جن کو انگلیوں پر گن جا سکتا تھا۔ قومی درد رکھنے والوں نے آپ کی ہستی کو نہایت مغتنم سمجھا، خاصکر اس لئے کہ پیرزادوں کی جماعت میں آپ کی سب سے پہلی ذات گرامی تھی، جو قومیات کے میدان میں آئی اور عرصۂ دراز تک تنگ نظر مفتیوں کے تیروں کے مقابلہ میں قومی کارکنوں کے لئے سپر بنی رہی، الغرض آپ کی مشغولیتیں بڑھتی ہی رہیں، قوم نہ آپ کو چھوڑ سکتی تھی نہ آپ قوم کو۔ دن رات سیر و سفر کی نوبت آئی۔ یہاں تک کہ پشاور سے رنگون تک کے دورے ہونے لگے۔ مطب ایسی حالت میں قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ مطب ٹوٹ گیا اور حضرت نے اللہ پر توکل کر کے خود کو قوم کے حوالہ کر دیا۔ اور اکثر قومی خدمت گزاروں کو ایسا ہی کرنا پڑتا ہے۔ مسٹر گاندھی ایک کامیاب بیرسٹر تھے۔ قومی کاموں کی بدولت پریکٹس ترک کر دینی پڑی اور ان کی قوم ان کی تمام ضرورتوں کی متکفل ہے۔ اس وقت بہت سے مسلمان اور غیر مسلم قومی کارکن ہیں، جنہوں نے اپنی قوم کیخاطر اپنی پریکٹس یا ملازمت یا تجارتی مشاغل ترک کر دیئے اور اب قوم کے متمول افراد ان کی کفالت کرتے ہیں۔

ہمارے حضرت کے ساتھ بھی ایسی ہی صورت پیش آئی۔ حضرت نے باوجود اپنے کافی اثر و رسوخ کے نہ تو کسی ریاست سے اپنا کوئی وظیفہ مقرر کرایا نہ کسی رئیس کی طرف متوجہ ہوئے نہ کہیں کسی انجمن سے اپنی خدمتوں کے صلہ میں کبھی کوئی رقم اپنے لئے مقرر کرائی، بلکہ ہر زمانہ میں آپ کے ارادتمند حلقہ میں کچھ ذی حیثیت لوگ ایسے رہے جنہوں نے آپ کی ضروریات کا خیال کیا۔ حضرت کے ایک مخلص مرید مسٹر محمد موسیٰ سیٹھ سابق ام۔ ال۔ سی مدراس فرماتے تھے کہ اگر ہم لوگ حضرت کو فکر معاش سے آزاد نہ رکھیں تو کس طرح وہ اپنا سارا وقت قوم کی دینی و دنیوی خدمتوں میں صرف کر سکتے ہیں۔

حضرت کی شاہ خرچی مشہور تھی، اپنی ذات پر یا اپنے بال بچوں پر بہت کم صرف حضرتؒ کا تھا، نہایت سادہ رہائش تھی، لیکن بچاس طرح سے دوسروں کی امداد کرتے تھے، یہ حضرت کی نیک نیتی کا اثر تھا کہ آپ نے عسرت کی زندگی کبھی نہیں گزاری، اور اللہ تعالیٰ نے آپکے ارادوں کو برابر پورا کیا اور مالی دشواریاں مزاحم نہ ہوئیں۔

وعظ گوئی کی ابتداء

حضرت اپنے مطلب کے علاوہ بقیہ وقت زیادہ تر کتب بینی اور اپنے بزرگوں سے مستفیض ہونے میں اور اذکار او راد و اشغال کی مشق اور تعلیم میں گزارتے، ایک وقت مقرر تھا، جبکہ ہر دو تہ اقران و احباب جن میں اکثر حضرت کے بزرگ بھی تھے، آپ کے مکان پر مجتمع ہوتے۔ کچھ دیر بطور تفریح کے مذاکرات علمیہ اور صوفیانہ گفتگو ہوا کرتی۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرتؒ نے حدیث کا ترجمہ بیان کرنے کا دستور شروع کیا، اس طرح کہ صحاح کو علیٰ سبیل التسلسل پڑھتے اور ہر حدیث کو پڑھنے کے بعد اس کا ترجمہ بہت ضروری تشریح کے ساتھ بیان کر دیتے۔ حضرتؒ کی وعظ گوئی کی ابتداء یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ جب آپ حج کو تشریف لے گئے تو حضرت شیخ العالم حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے ارشاد فرمایا کہ آپ وعظ کہنا شروع کریں اور وعظ بیان کیا کریں[ع]۔ حضرت ہندوستان آئے تو وطن آنے سے پہلے ہی وعظ گوئی کی ابتداء ہو چکی تھی۔ غالباً سب سے پہلا وعظ آپ نے کانپور میں کیا تھا اور اسی وعظ کے بعد آپ کو پھر کئی موقعوں پر اہل کانپور

ع حضرتؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے اس ارشاد کے بعد مجھے بہت قلق ہوا اس لئے کہ مجھے ابتداً کچھ بولنا نہ آتا تھا۔ چنانچہ میں کعبۃ اللہ میں جا کر غلاف کعبہ پکڑ کر خوب رویا اور دعا کی کہ خداوندا اتنا بڑا شیخ مجھے تذکیر (وعظ گوئی) کے لئے فرماتا ہے، حالانکہ مجھے اس کا شعور نہیں۔ خداوندا مجھے اثر بیان دے"۔ اللہ جانے وہ کیا وقت تھا کہ یہ دعا اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ مقبول ہو گئی، اور دنیا نے دیکھ لیا کہ اثر بیان حضرتؒ پر ختم ہو گیا۔

نے مدعو کیا۔ حضرت مولانا سید محمد علیؒ کانپوری ثم مونگیری سے اسی سلسلے میں روابط پیدا ہوئے اور تاسیس ندوۃ العلماء میں حضرت کی شمولیت و دلچسپی کی یہیں سے ابتدا ہوتی ہے۔

جب حضرت وطن آئے تو یہاں بھی وعظ کا سلسلہ جاری ہوا۔ پھلواری شریف کی شاہی جامع مسجد کے متولی حضرت مولانا سید شاہ وحید الحق صاحبؒ سجادہ نشین خانقاہ منعمیہ کی تحریک سے آپ نے شاہی جامع مسجد کی امامت و خطابت اپنے ذمہ لی۔ یہاں بعد نماز جمعہ مسلمانوں کی دینی و دنیوی اصلاح کے لئے وعظ فرمایا کرتے، ان وعظوں سے فائدہ اُٹھانے والے بہت سے بوڑھے لوگ اب تک پھلواری میں موجود ہیں، جو بیان کرتے ہیں کہ کس طرح محض ان وعظوں کی برکت سے ان کی زندگی میں مبارک انقلاب پیدا ہوا۔

حضرت کے تعلقات صوبہ کے معزز خاندانوں سے خاندانی اور ذاتی دونوں تھے۔ جب آپ کے مواعظ کی شہرت ہوئی تو ہر جگہ آپ وعظ کے موقعوں پر مدعو کئے جانے لگے، جہاں پہلے فقط طبیب کی حیثیت سے جاتے تھے، وہاں اب واعظ اور مصلح کی حیثیت سے جانے لگے۔

انجمن اسلامیہ پٹنہ

کچھ عرصہ کے بعد پٹنہ (بانکی پور) میں ایک انجمن قائم ہوئی، اگر کہا جائے کہ صوبہ بہار میں مسلمانوں کے لئے قومی زندگی کی معلم اول یہی انجمن ہے تو صحیح ہوگا، اس کی بنا اوّل اوّل در اصل پٹنہ کالج کے طلبہ اور ایک بزرگ ماسٹر نور الحسن مرحوم نے ڈالی۔ اس کی غرض عام مسلمانوں اور بالخصوص انگریزی داں طلبہ کو تعلیمات اسلامی سے مانوس رکھنا اور تعلیم جدید و قدیم کی ترویج کرنا تھا۔ اس انجمن کی جانب سے برابر جلسے ہوا کرتے تھے اور علمائے کرام سے وعظ کرائے جاتے تھے۔ سر سید محمد فخر الدین مرحوم سابق وزیر تعلیم صوبہ بہار اور آنریبل جسٹس خواجہ محمد نور موجودہ وائس چانسلر پٹنہ یونیورسٹی اور مرحوم مولوی سید نور الحسن وکیل اس زمانہ میں کالج میں پڑھتے تھے اور یہ حضرات برابر حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو وعظ کے لئے

پھلواری شریف سے بانکی پور پہنچا یا کرتے تھے، حضرت کا وعظ بہت زیادہ پسند کیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت کو خود اس انجمن سے خاصی دلچسپی پیدا ہو گئی، انجمن کے لئے اپنی خاص زمین حاصل کرنے اور پھر اس کی اپنی عمارت کھڑی کرنے میں حضرت نے بہت تائید فرمائی۔ یہ سب واقعات آنریبل خان بہادر جسٹس خواجہ محمد نور بالقابہ نے خود راقم الحروف سے ایک مرتبہ جبکہ حضرت رح کی حیات میں غریب خانہ پر تشریف لائے تھے بیان فرمائے ہیں۔ نیز سر سید محمد فخر الدین مرحوم نے بھی اپنی صدارتی تقریر میں (جو انجمن اسلامیہ کے جلسہ تعمیر جدید منعقدہ ۱۹۲۹ء میں جناب موصوف نے ارشاد کی تھی) بیان فرمائے تھے اور آنریبل مسٹر سید عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لا حال وزیر تعلیم صوبہ بہار نے جلسہ مذکور کی شرکت کے لئے حضرت کو مدعو کرتے ہوئے اپنے مکتوب میں اس طرح تحریر فرمایا ہے۔ "جس انجمن اسلامیہ کی آپ نے اور آپ کے چند ہمعصر ہمدردان قوم نے بنا ڈالی تھی، اسی انجمن کے جلسہ میں جناب کو شرکت کی دعوت دی گئی ہے"۔ نیز وزیر موصوف نے مسلم اسوسی ایشن پھلواری شریف کے سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ کی صدارت فرماتے ہوئے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ "میں اپنے بزرگ بھائی حضرت شاہ سلیمان صاحب کی تقریروں میں شریک رہا ہوں، جبکہ میں پٹنہ کالجیٹ اسکول کا طالب العلم تھا اور آج تک میرے قلب پر ان تقریروں کا اثر باقی ہے"۔

انجمن اسلامیہ اب صرف ایک ٹاؤن ہال کی حیثیت میں باقی رہ گئی ہے لیکن ماضی میں اس نے متعدد بیش بہا خدمتیں انجام دی ہیں۔ یہ قدیم و جدید خیالات کے مسلمانوں کا مشترکہ پلیٹ فارم رہی ہے اور دونوں طبقات کے باہمی توحش کو دور کرنے میں معین و مددگار ہوئی ہے۔ اس نے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو مذہب اور مذہبی جماعت کی طرف مائل کیا ہے، نیز تعلیم جدید کی اشاعت و مقبولیت کا سبب ہوئی ہے، اور عام مسلمانوں کو قومیات میں شامل ہونا سکھلایا ہے۔

ہمارے حضرت قبلہ کے مواعظ حسنہ آپ کی توجہ وسعی اور آپ کے اثرات ان مقاصد

کے حصول میں بہت زیادہ نمایاں جگہ رکھتے ہیں۔

بہار کے دیگر ادارے

حضرت قبلہؒ کا دائرۂ عمل روز بروز بڑھتا رہا؛ یہاں تک کہ صوبہ بہار کے تمام اسلامی ادارے اور تمام اسلامی تحریکات میں آپ کی تائید و شرکت کو اہم ترین سمجھا جانے لگا۔ کوئی اہم اسلامی مدرسہ یا انجمن ایسی نہ رہی ہوگی جس نے حضرت سے استفادہ نہ کیا ہو اور حضرت نے صدق دل سے اس کی خدمت نہ کی ہو، بہت سے مدرسے اسکول اور ادارے حضرت کی تائید و حمایت سے قائم ہوئے۔ جن میں بہت سے اب تک موجود ہیں، اور بہت سے اپنی حیات پوری کر چکے۔ مدرسہ شمس الہدیٰ جو اب بہار کا سب سے بڑا اور مرکزی مدرسہ ہے۔ اس کے بانی کے ابتدائی مشیروں اور مددگاروں میں سب سے نمایاں ہمارے، حضرت قبلہ کی ذات تھی۔ اس کے اوّل نصاب کی ترتیب میں بڑا ہاتھ حضرت کا تھا۔

اسی طرح صغریٰ پبلک وقف اسٹیٹ اور محمد یحییٰ وقف اسٹیٹ کی حضرت نے ابتدا ہی سے اہم اور بنیادی خدمتیں انجام دیں۔ ان اوقاف کے ماتحت جو مدرسے قائم ہیں ان کی برابر نگرانی اور اصلاح فرماتے رہے۔ صغریٰ وقف اسٹیٹ کے تعلیمی فنڈ سے گروننگ مسلم ہائی اسکول کا قائم کیا جانا بھی بہت بڑی حد تک ہمارے حضرت قبلہ ہی کا مرہون منت ہے۔ لفظ "تعلیم" سے مراد صرف تعلیم دینیات ہی لی جاتی تھی اور علما رمنشا رواقف کے خلاف سمجھتے تھے کہ "تعلیم" سے "تعلیم دین" کے سوا کوئی دوسری تعلیم مراد لی جائے۔ یہ ہمارے حضرت قبلہ کا فتویٰ اور آپ ہی کا اثر و رسوخ تھا جو یہ مرحلہ کامیابی کے ساتھ طے ہوا اور ایک مسلم ہائی انگلش اسکول کی بنیاد پڑی جو اب تک بفضل خدا کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔

مدرسہ امدادیہ دربھنگہ جو بڑے مدرسوں میں اب تک ایک آزاد مدرسہ ہے اسکا افتتاح بھی حضرت قبلہؒ کے میلاد سے ہوا تھا، اور مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ تو گویا حضرت کا اپنا مدرسہ تھا۔ جناب

مولانا ابوالکلام صاحب آزادؒ جبکہ آپ رانچی میں نظر بند تھے، اپنے مدرسہ اسلامیہ کا افتتاح حضرت قبلہؒ ہی کے ہاتھوں سے کرایا تھا، مدرسہ حنفیہ و وحیدیہ آرہ مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام۔ مدرسہ انوار العلوم گیا وغیرہ سے بھی حضرت نے مختلف اوقات میں بہت کافی دلچسپی لی ہے۔

بلوہ شاہ آباد

آرہ رائٹ کے وقت یعنی جب ضلع شاہ آباد آرہ کے دیہاتی علاقوں میں بقرعید کے موقع پر ہندو بلوائیوں نے منظم ہو کر اسلامی آبادیوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا، بہت سے مسلمان قتل کر دیئے گئے، ان کے مکانات اور مسجدوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ اس وقت سب سے پہلے حضرت قبلہ رحنے اسلامیان ہند کو اس حادثہ جانکاہ کی طرف متوجہ کیا اور برادران وطن کی ان چیرہ دستیوں کے خلاف سخت احتجاج بلند کیا۔ لکھنؤ، کانپور اور کلکتہ کے تاجروں کو ریلیف کی طرف متوجہ کیا۔ مصیبت زدہ علاقوں کا خود دورہ کرکے مظلوموں کی دلداری کی اور ان میں امدادی رقوم اور اشیا تقسیم کیں۔ کانپور، کلکتہ اور مختلف جگہوں کی تمام امدادیں جو اس سلسلے میں آئیں، حضرت قبلہ کی وساطت سے صرف ہوئیں۔ سرکار نظام نے ایک لاکھ روپیہ حکومت بہار کی وساطت سے امداد کے لئے بھیجا تھا۔ یہ روپیہ ایک کمیٹی کے ذریعہ تقسیم ہوا۔ حضرت اس کمیٹی کے بھی ایک نمایاں ممبر تھے، اور کمیٹی میں آپ کی ذات بقول سکریٹری کمیٹی مذکور ایک شمع ہدایت تھی۔ اس سلسلے میں ایک اہم قابل ذکر کام یہ ہوا کہ دوران بلوہ میں جتنی مسجدیں شہید ہوئی تھیں ان سبھوں کو حضرت نے خاص اپنے اہتمام سے دوبارہ تعمیر کرایا۔ حضرت کو اس کام میں بہت کافی محنت کرنی پڑی اور آپ ہی کی تنہا سعی سے اس کام کے لئے روپیہ فراہم ہو سکے۔

جمعیۃ العلمائے صوبہ بہار و بزم صوفیہ

جمعیۃ العلمائے صوبہ بہار کی بنیاد جمعیۃ العلمائے ہند سے پہلے ڈالی گئی، اس کا بنیادی جلسہ حضرت قبلہؒ کے ہی زیر صدارت بہار شریف میں ہوا اور بزم صوفیہ صوبہ بہار و اڑیسہ حضرت کے سایہ اور

حضرت ہی کی ذات گرامی کی وجہ سے قائم ہو سکی ۔

ترکِ موالات

حضرت کا معمول تھا کہ سیاسی معاملات میں اپنی رائے پر ضد نہیں فرماتے تھے اور ارباب فہم کسی دوسرے رائے پر اتفاق کر لیتے تو حضرت اپنی رائے پر اصرار نہیں کرتے۔ حضرت کی ساری عمر تعلیم کی خدمت میں صرف ہوئی۔ طول و عرض ہند میں جتنے مدارس اسکول کالج اور تعلیمی اداروں کی حضرت نے خدمت کی ہے، ان کا گنوانا ناممکن ہے۔ جب ترکِ موالات کا دور شروع ہوا تو حضرت کو تعلیمی بائیکاٹ دل سے پسند نہ تھا، لیکن رائے عامہ کا زور جب اسی طرف دیکھا تو پھر اپنی رائے پر مُصر نہ رہے۔ آپ نے دوسروں کو مشورہ دینے سے پہلے خود اپنے دو فرزندوں کو یعنی راقم الحروف کو بی اے کلاس سے اور مولانا قاری شاہ محمد جعفر سلمہٗ کو میٹرکولیشن سے علیحدہ کر لیا۔ اور دونوں کو نیز اپنے نواسے مولانا سید شاہ محمد عز الدین میاں سلمہٗ کو تعلیم دین کی تکمیل کے لئے دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل کرا دیا۔ اسی زمانہ میں گاندھی جی بہار کا دورہ کرتے ہوئے آپ کے دولتخانہ پر پھلواری شریف تشریف لائے۔ گاندھی جی کے ساتھ مولانا ابو الکلام آزاد۔ مولانا شوکت علی۔ مولانا مظہر الحق مرحوم اور شوامی شردھانند بھی تھے۔ حضرت نے اپنے زیر سرپرستی ان لڑکوں کی تعلیم کے لئے جنہوں نے سرکاری یونیورسٹی کے ماتحت تعلیم گاہوں کو خیرباد کہہ دیا تھا، ایک قومی اسکول اپنے ہی جماعت خانہ میں قائم کرنے کا بندوبست کر لیا تھا۔ اس موقع پر حضرت نے مولانا ابو الکلام آزاد کے ہاتھ سے افتتاح کرایا۔ اور گاندھی جی کو یہ کہتے ہوئے مولانا موصوف کے ہاتھ میں کنجی دی کہ رانچی میں اپنے مدرسہ کا افتتاح مولانا ابو الکلام نے میرے ہی ہاتھ سے کرایا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں مرحوم اپنے دورۂ بہار کے موقع پر پھلواری تشریف لائے، اور حضرت قبلہ کی تحریک پر ایک سال تک اپنی جیب خاص سے پچیس روپے ماہوار اس اسکول کو دیتے رہے۔ یہ اسکول تقریبًا تین سال تک قائم رہا، اور

جب طلبہ عام طور پر دوبارہ سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں داخل ہونے لگے اور ان کے داخلہ پر قوم کی جانب سے کوئی تعرض نہ ہونے لگا تو یہ اسکول بھی بند کر دیا گیا۔

حضرت ترک موالات کے زمانہ میں عتبات عالیات کی زیارت کے لئے عراق تشریف لے گئے، اس سفر میں آپ کے ہمرکاب (آپ کے صاحبزادہ) حضرت مولانا حاجی شاہ حسین میاں صاحب مدظلہٗ اور آپ کے نہایت مخلص مرید جناب حاجی ابراہیم ایوب سیٹھ مرحوم رئیس مدراس بھی تھے۔ واپس آکر حضرت کے حکم سے حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب نے اپنا سفرنامہ لکھ کر شائع کیا۔ آپ نے اس سفرنامے میں ایک سیدھے سادے مسلمان کی طرح ان تمام حالات کا بھی ذکر کر دیا جو دوران جنگ عظیم میں وہاں پیش آئے اور عراق کی مذہبی اہمیت کو مذہبی کتابوں سے بھی واضح کیا۔ مسلم اخبارات نے اس سفرنامے کے اقتباسات شائع کر کے مسلمانان ہند کو عراق کے واقعات سے آگاہ کیا۔ اور مرکزی خلافت کمیٹی نے سفرنامے کی تقریباً کل جلدوں کو خرید کر ملک میں شائع کیا۔ اس سفرنامے کو مسلمانوں نے ایک اہم اور بروقت اسلامی خدمت سے تعبیر کیا۔ اب یہ سفرنامہ نایاب ہے۔

حضرت نے ترکی مجاہدین اور بالخصوص مصیبت زدگان انگورہ کی مالی امداد کیلئے عام مسلمانوں کو اور بالخصوص اپنے حلقہ کے متمول لوگوں کو برابر متوجہ کیا اور معقول چندے خلافت کمیٹی کو دلوائے، خود بھی ایک بار مبلغ دو ہزار روپے یکمشت اور سو پچاس کی بہت سی رقمیں مختلف اوقات میں دیں۔

تحریک ترک موالات کے سلسلے میں بھی حضرت کی تعلیمی خدمات جاری ہیں اور اس طرح حضرت کا مخصوص قومی ذوق قائم رہا۔ آپ نے زیادہ توجہ اس طرف کی کہ مسلم طلبہ جنہوں نے انگریزی تعلیم ترک کر دی ہے، وہ دینی عربی مدارس میں داخل ہو جائیں۔ یا اگر انگریزی ہی پڑھنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے آزاد اسکول کھول دیئے جائیں، چنانچہ خود اپنے جماعت خانہ میں بھی اسکول

قائم کرا دیا اور اس کی بقا کے لئے روپے بھی فراہم کرائے تھے۔

پنجاب

اب تک حضرت کی ان خدمتوں کا مختصراً یا اشارۃً ذکر کیا گیا، جن کا تعلق صوبہ بہار سے تھا۔ لیکن ابتدا ہی سے حضرت کی خدمتوں کا سلسلہ اتنا وسیع ہوا کہ صوبہ کو براہ راست حضرت کی خدمات مشکل سے حاصل ہونے لگیں، اور آپ کا تعلق زیادہ تر ایسی مرکزی انجمنوں سے رہنے لگا جن کا تعلق تمام ہندوستان سے تھا۔

پنجاب

جس زمانہ میں پٹنہ میں انجمن اسلامیہ کی بنیاد پڑی وہی زمانہ تھا، جبکہ پنجاب میں انجمن حمایت اسلام لاہور قائم ہوئی، دراصل یہی انجمن ہے جس کے ذریعہ پہلے پہل حضرت کا تعارف پنجاب سے ہوا۔ آپ خاص اہتمام سے اس انجمن میں مدعو کیے جاتے تھے۔ اسلامیہ کالج لاہور کی بنیاد میں بھی آپ شریک تھے۔ آپ کے وعظ کا اس قدر زیادہ اثر ہوتا تھا کہ چندے برسنے لگتے تھے۔ راقم الحروف سے پنجاب کے ایک معمر بزرگ فرماتے تھے کہ جس وقت حضرت کے وعظ کا اعلان ہوتا تھا۔ اس وقت کثرت ہجوم سے آدمی پر آدمی گرتے تھے اور ہر وعظ میں کتنے ہی بنچ اور کتنی کرسیاں ٹوٹ جاتی تھیں۔ یوں تو آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس یا ندوۃ العلماء کے سلسلے میں بہت بار حضرت پنجاب گئے اور پنجاب کا دورہ بھی کیا۔ لیکن خاص پنجاب کی انجمنوں میں بھی کئی ایک قدیم انجمنیں ایسی ہیں۔ جن میں حضرت نے خاصی دلچسپی لی۔ انہیں میں انجمن ترقی تعلیم امرتسر بھی ہے۔ انبالہ مسلم ہائی اسکول کا سنگ بنیاد رکھنے والوں میں حضرت کا ہاتھ بھی تھا۔ نیز مسلم کالج پشاور (صوبہ سرحد) کا سنگ بنیاد رکھنے میں بھی حضرت موجود تھے، جہاں تک ہمیں علم ہے حضرت نے پنجاب کے متعدد دیگر اداروں کی بھی خدمت کی ہے، لیکن یقین کے ساتھ ہم ان کا نام نہیں بتا سکتے۔ آخری مرتبہ جب آل انڈیا بزم صوفیہ کانفرنس لاہور میں ہوئی تھی، تو اس کی صدارت کے لئے اور اسی سلسلے میں انجمن خدام الحرمین کے جلسہ کی شرکت کے لئے پنجاب تشریف لے گئے تھے۔ اس کے بعد ایک بار اور حضرت سنہ ۱۹۳۸ء میں پنجاب

تشریف لے گئے اور یہ جانا انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ کی شرکت کے لئے تھا۔

مرکزی جمعیۃ تبلیغ اسلام انبالہ سے بھی حضرت نے کافی دلچسپی لی اور جب کوئی موقع اس کی تائید کا آیا تو آپ نے اس انجمن کی تائید فرمائی، اس انجمن کے ماتحت حضرت قبلہ کے حکم سے حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب نے تمام پنجاب نیز بمبئی کا دورہ بھی کیا۔ مولانا سید غلام بھیک نیرنگ کے کاموں پر حضرت بہت مطمئن رہتے تھے۔

یوپی

یوپی بالخصوص اودھ سے حضرت کا تعلق پشتہا پشت سے تھا۔ اودھ کو حضرت اپنا وطن سمجھتے تھے۔ اگر حساب کیا جائے تو حضرت کی زندگی کا بیشتر حصہ اودھ میں گزرا۔ حضرت اپنی زبان اور اپنے طور طریقہ میں بہاری سے زیادہ اودھی تھے اور حقیقت حال یہ ہے کہ اودھ کے لوگوں نے بھی آپ کو ہم وطن سے کم نہ سمجھا۔ صوبجات متحدہ عرصہ دراز سے اسلامی تحریکات کا مرکز رہے ہیں۔ اس صوبہ میں حضرت نے کتنی تعلیم گاہوں کتنے یتیم خانوں اور کتنی انجمنوں کی خدمت کی ہے، ان کا بتلانا اور گنوانا ناممکن ہے۔ اور اگر گنوانے کی کوشش کی جائے تو شاید یہی مبحث ایک ضخیم رسالہ بنجائے' اس لئے ہم یہاں پر صرف ان تحریکات کا تذکرہ کریں گے جو یوپی سے اٹھیں لیکن تمام ہندوستان کے لئے اٹھیں اور تمام ہندوستان ان میں شامل ہوا۔

ندوۃ العلماء

حضرت نے جبکہ قومیات میں قدم رکھا تھا، اس وقت قومی کارکن طول و عرض ہند میں اتنے کم تھے، جن کو انگلیوں پر گنا جا سکتا تھا، قوم میں احساس بیداری پیدا کرنا بہت ہی مشکل کام تھا۔ قدامت پسندی لوگوں کا مذہب بن گئی تھی، اصلاح کی ہر کوشش جو قدامت پرستی میں حارج ہو لامذہبی و بددینی سے موسوم کی جاتی تھی۔ علمائے کرام نے تعلیم قدیم اور تعلیم جدید کے درمیان ایک وسیع خلیج کھود رکھا تھا۔ خود علمائے کرام کے اندر باہمی رواداری کا نام نہ تھا۔ "شرک و بدعت" اور "کفر و الحاد" کا ایک دوسرے پر فتویٰ دینا معمولی

کام تھا۔ دین کے دائرے کو وسیع بنانے کے بجائے باہمی تکفیر سے اس کو تنگ تر بنایا جا رہا تھا۔ قوم کی فلاح و بہبود اور ان کی اصلاح کے لئے کوئی عملی پروگرام ان کے سامنے نہ تھا۔ اسوقت سب سے بڑی ضرورت تھی کہ علما و مشائخ کے شیرازے کو مضبوط کیا جائے اور جس حد تک ممکن ہو ان میں اتحاد اور باہمی رواداری پیدا کی جائے۔ ایسے علما پیدا کئے جائیں جو مقتضیات زمانہ سے آگاہ ہوں اور ورثۃ الانبیاء کی یہ جماعت قومی کشتی کی ناخدا ہو۔ ہمارے حضرت کے ذہن میں یہ خیالات موجزن تھے اور جیسا کہ ان صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ حضرت کی قومی زندگی کی ابتدا ہی اسی نہج سے ہوئی تھی۔ حضرت کے علاوہ قومی میدان کے دیگر علماء جو اس وقت تک تعداد میں تو چند ہی تھے۔ قدرتاً انہیں خیالات میں سرشار تھے۔ ایک بار حضرت کانپور حضرت مولانا احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ کے جلسۂ دستاربندی میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے[1]۔ مولانا حکیم[2] رشید النبی مرحوم شہر طبیب بانکی پور (پٹنہ) نے راقم الحروف سے بیان فرمایا تھا کہ اس جلسہ دستاربندی کے بعد صبح کو مولانا سید محمد علی کانپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے حضرت کو چائے پر مدعو کیا۔ جناب حکیم صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت کے ساتھ گیا تھا۔ وہاں چائے پر حضرت مولانا محمد علیؒ نے گفتگو شروع کی مسلم قوم کی خراب و خستہ حالت علماء کا جمود و غفلت ان کا باہمی جنگ و جدل ان کی شیرازہ بندی و اصلاح

---

[1] حضرت اکثر حضرت مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ کے جلسہ و دستاربندی کی شرکت کیلئے کانپور جایا کرتے تھے، چونکہ حضرت مولانا احمد حسنؒ ہمارے حضرت کے ہم مرشد یعنی شیخ دوراں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ تھے، حافظ محمد شفیع مہاجر مکی و جانشین قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت مولانا مفتی عبدالرزاق کانپوری وغیرہ کی دستاربندی اسی مدرسہ میں ہوئی تھی۔ اور دستاربندی کرنے میں ہمارے حضرت قبلہ بھی شریک تھے۔

[2] جناب حکیم صاحبؒ اسی مدرسہ میں پڑھا تھا، آپ کی دستاربندی لاہور میں ہوئی تھی۔ جناب مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کی دستاربندی بھی وہیں ہوئی تھی، اور دونوں کی دستاربندی کرنے والے علماء میں ہمارے حضرت قبلہ بھی تھے۔

کی اہم ترین اور فوری ضرورت پر نہایت موثر الفاظ میں گفتگو کی۔ مولانا حکیم رشید النبی صاحب مرحوم کو بہت سے الفاظ اور جملے یاد تھے۔ حکیم صاحب مرحوم کہتے تھے کہ ہمارے حضرت نے بھی بہت موثر الفاظ میں تمام باتوں کی تائید کی اور مشورہ دیا کہ جتنے علماء دستار بندی میں آئے ہیں ان سبھوں کو بھی مجتمع کر کے سب باتیں ان سے کہی جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور رائے پائی کہ اور وسیع پیمانہ پر ان خیالات کی اشاعت علماء میں بالخصوص قومی مذاق رکھنے والے علماء میں کی جائے اور پھر علماء کی ایک متفقہ انجمن کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے ایک نمائندہ جلسہ کیا جائے۔ یہ جلسہ ۱۳۱۱ھ میں بمقام کانپور حضرت قبلہ کی موجودگی میں ہوا جس میں ندوۃ العلماء کی بنیاد پڑی۔ اس جلسہ کے صدر حضرت مولانا لطف اللہ صاحب علیگڈھی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور اس کا انعقاد محلہ طلاق محل میں ہوا تھا۔ ندوۃ العلماء کی ابتدائی تشکیل اور پھر اس کی بنیاد کے دن سے لیکر اپنے آخری وقت تک حضرت نے اس ادارہ کی خدمت کی۔ حضرت نے ندوہ کے لئے سارے شمالی و جنوبی ہند میں دورے کئے۔ گھر چھوڑ کر برسہا برس لکھنؤ کی اقامت کی۔ معتمد تعلیم رہے۔ اس کی جانب سے رسائل و مضامین کے ذریعہ نشر و اشاعت کا کام کرتے رہے۔ ایک طرف ہز ہائینس نواب بہاولپور، ہز ہائینس نواب رامپور، ہز آنر سر لاٹوش لفٹنٹ گورنر یوپی وغیرہ کے یہاں وفود لے گئے، تو دوسری طرف غریب دیہاتیوں میں اور علماء مشائخ میں دورہ کیا اور ان کے بچوں کو دارالعلوم ندوہ میں داخل کرایا۔

حضرت کی ذات اور ندوۃ العلماء لازم و ملزوم تھے، مولانا عبدالماجد دریا دی نے اخبار صدق میں بالکل صحیح تحریر فرمایا ہے کہ "کانفرنس (آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس) کی کامیابی اور مقبولیت کا ایک بڑا ذریعہ اس وقت مولانا حالی کے وعظ ہی ہوا کرتے تھے۔ یہی حال ندوہ کا تھا، ندوہ اور کانفرنس کے سالانہ جلسے اور مولانا کے وعظ لازم و ملزوم تھے۔"

ندوۃ العلماء (نیز ایجوکیشنل کانفرنس) کا کوئی وفد اور کوئی اجلاس ایسا نہ تھا کہ

جس میں حضرت کی شرکت لازمی اور ضروری نہ سمجھی جاتی ہو۔

علامہ شبلی نعمانی کے مکاتیب (مطبوعہ معارف پریس) کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ کسی وفد کی ترتیب و روانگی کے متعلق کوئی تجویز کسی کے آگے پیش کرتے ہیں تو اس میں حضرت کی شرکت کو ایک لازمی اور طے شدہ حقیقت سمجھتے ہیں، ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت خانگی فروگذاشتوں میں مشغول تھے تو علامہ شبلی نعمانی حضرت کو لینے خود پھلواری شریف پہنچے۔

ایک عظیم الشان اخلاقی تائید

حضرت قبلہ رح کی شرکت ندوہ سے ایک عظیم الشان اخلاقی تائید ندوہ کو ایسی حاصل ہوئی جس کا تذکرہ خاص عنوان سے کئے جانے کے لائق ہے۔ ندوہ کی مخالفت میں ایک مستقل جماعت ایسی پیدا ہو گئی جس نے پرانے طرز کے تمام علما و مشائخ اور عوام میں ندوہ کے خلاف وہابیت اور نیچریت کا پروپگنڈا جاری کر دیا، کچھ لوگ تو غلط فہمی میں مبتلا تھے، اور کچھ لوگ جان بوجھ کر اس قسم کی باتیں مشہور کرتے حالانکہ ندوہ نہایت نیک مقصد کے لئے قائم کیا گیا تھا۔

ہمارے حضرت قبلہ کی ذات اس قسم کے پروپگنڈا کی مجسم تردید ثابت ہوئی اور یہ ہر جگہ سپر بن کر سامنے آئی۔ حضرت اعتزال کے خیالات سے جس قدر متنفر تھے، اس سے دنیا خوب واقف تھی۔ حضرت صاحب وجد و سماع صوفی تھے، آپ کا خاندان قدامت کی یادگار تھا۔ حال قال۔ قل عرس۔ نذر و نیاز وغیرہ مراسم اس خاندان میں علانیہ برتے جاتے ہیں، جب قوم کے سامنے حضرت قبلہ پیش ہو جاتے تھے تو وہابیت اور نیچریت کا سارا الزام غلط ہو جاتا تھا، صرف اسی قدر نہیں بلکہ حضرت کے ذاتی و خاندانی تعلقات کی بنا پر دوسرے قدیم الخیال مشائخ و صوفیہ بھی ندوہ کے اجلاس میں شرکت کرتے تھے۔ حضرت ہی کی تحریک سے بعض مجلس انتظامیہ کے ممبر بنائے گئے۔ بعض کو سرپرست یا مربی لکھا جانے لگا۔ بعضوں نے مجلس استقبالیہ کی صدارت کی۔ بعضوں نے

اپنے فرزندوں کو دار العلوم میں تعلیم کے لیے بھیجا۔ اس طرح مشائخ کرام کو ندوہ کی طرف متوجہ کرکے حضرت نے عوام میں ندوہ کو مقبول رکھا، اور اس کی مخالفت میں جو انجمنیں قائم ہوئیں وہ جلد جلد فنا ہوتی گئیں۔

پانچ مرتبہ صدارت

ترک موالات کی تحریک سے پہلے تک علمائے ہند کی سب سے بڑی بلکہ غالباً اکیلی انجمن یہی ندوہ تھا، قوم اور حکومت دونوں پر اسی کا اثر تھا۔ حضرت قبلہ کی خدمات کی مقبولیت کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے پانچ مرتبہ ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسوں کی صدارت کی اور تنہا آپ ہی کی ذات تھی جس نے اتنی مرتبہ صدارت کی۔ آپ کی آخری صدارت ندوۃ العلماء کے سب سے عظیم الشان اجلاس منعقدہ مدراس میں ہوئی، جبکہ سر عبدالرحیم (اس وقت جسٹس مدراس ہائیکورٹ اور اب پریسیڈنٹ سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی) مجلس استقبالیہ کے چیرمین تھے۔ اس اجلاس کے سلسلے میں حضرت نے مسلسل تین چار مہینے مدراس میں صرف کئے اور آپ کی کوششوں سے ندوۃ العلماء کو علاقہ مدراس سے بہت بڑی مالی امداد بھی حاصل ہوئی۔

آخری یادگار خدمت

حضرت قبلہ پر حسب ضعف قویٰ زیادہ غالب ہوا اور مسلسل دور دور سفر کرنے کے قابل نہ رہے۔ نیز رجحانات عامہ سیاسیات اور دوسری جدید تحریکات کی طرف ہو گئے، اس وقت بھی ہر موقع پر آپ نے ندوۃ العلماء کا مفاد پیش نظر رکھا۔ حضرت لکھنؤ میں رانی قمر زمانی بیگم مرحومہ آف نانپارہ کے یہاں مقیم تھے، جو حضرت کو نہ فقط اپنے مرشد کی طرح، بلکہ باپ کی طرح مانتی تھیں، اور حضرت بھی انہیں اپنی بیٹی سمجھتے تھے۔ رانی صاحبہ کے کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے یہ مسئلہ ان کے زیر تجویز تھا کہ اُن کی جائداد ان کے بعد کس طرح تقسیم ہوگی، وہ اپنی زندگی میں اس کا وثیقہ تکمیل کر دینا چاہتی تھیں۔ حضرت قبلہ نے اپنا پورا اثر و رسوخ صرف کرکے رانی صاحبہ کو اس تجویز کی طرف مائل کیا، کہ اپنی جائداد کا بہت بڑا حصہ

ندوہ کے لئے مخصوص کر دیں۔ حضرت قبلہ کئی مہینے تک وہیں مقیم رہے اور اس وقت تک مکان نہیں آئے جب تک کہ رانی صاحبہ نے ایسا ہی کرنے کا فیصلہ نہ کرلیا۔ وثیقہ لکھا گیا اور بڑے بڑے معززین کی گواہیوں سے مکمل ہوگیا، صرف رانی صاحبہ کا رجسٹرار کے آگے اقرار ہونا باقی تھا کہ رانی صاحبہ نے یکایک مختصر علالت کے بعد انتقال کیا۔ حضرت اس وقت گھر تھے، روز روز کی خبر آتی تھی۔ رانی صاحبہ کے بعد طائفۃ الملوکی ہوگئی، ہر چہار طرف سے ترکہ کے دعویدار اُمنڈ پڑے۔ کوئی فریق بھی ندوہ کا خیرخواہ نہ تھا اور اس بات پر تیار نہ تھا کہ جائداد کا اتنا بڑا حصہ ندوۃ العلما میں چلا جائے، رانی صاحبہ نے جو وثیقہ کیا تھا، اس کا کہیں پتہ نہیں ملتا تھا کہ کیا ہوا۔ ایسے نازک وقت میں حضرت قبلہ نے پھر لکھنؤ کا سفر اختیار کیا۔ اسی کوٹھی میں قیام کیا جہاں اب رانی صاحبہ موجود نہ تھیں، رانی صاحبہ کے معتمدین میں بعض ایسے لوگ تھے جن کو حضرت سے بیعت یا ارشاد تھا۔ اور کوٹھی کے کل لوگوں پر حضرت کا روحانی اقتدار تھا، حضرت کے آنے کی غرض و غایت یہی تھی کہ اپنے اثرات کو استعمال کرکے اصل وثیقہ ان لوگوں سے حاصل کیا جائے، چنانچہ یہ وثیقہ برآمد ہوا اور ذمہ دار اراکین ندوہ کے ہاتھوں میں پہنچا دیا گیا۔ حضرت نے اکثر ورثہ کو مائل کرلیا کہ ندوہ کے حق میں مزاحمت نہ کریں۔ حضرت پھر گھر چلے آئے، خیال تھا کہ اب کوئی مزاحمت نہ ہوگی لیکن بعد میں بہت سی شقیں نکلتی گئیں، یہاں تک کہ ندوہ کو ضروری ہوگیا کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے مقدمہ لائے۔ اس مقدمہ میں حضرت کی گواہی لازمی و لابدی تھی۔ مقدمہ کے تمام فریقوں سے حضرت کے گہرے روابط تھے اور ہر فریق حضرت کو اپنا محترم اور مذہبی پیشوا سمجھتا تھا لیکن حضرت بلاخوف لومۃ لائم گواہی دینے پر آمادہ ہوگئے، حضرت نے ایسے وقت گواہی دی جبکہ عمر اسی برس کے قریب ہوچکی تھی، برابر علیل رہتے تھے، زندگی کا یہ آخری زمانہ تھا۔ صوبہ بہار زلزلۂ عظیم سے تباہ و برباد ہو رہا تھا۔ زلزلہ کے پیہم جھٹکے انسانوں کے ہوش و حواس کو خراب کئے ہوئے تھے۔ خود

حضرت کے مکان کا بیشتر حصہ منہدم یا خستہ وخراب ہو چکا تھا - اور ہر روز اعزّہ و احباب کی تباہی وخرابی کی خبریں لطف زندگی کو برباد کر رہی تھیں، ایسے وقت میں نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ حضرت کمیشن کو پھلواری شریف مدعو کرتے ہیں، دو دن تک مسلسل آٹھ آٹھ اور دس دس گھنٹوں تک جرحوں کا جواب دیتے ہیں، اور اصل حقیقت کو روز روشن کی طرح آشکارا کر دیتے ہیں، حضرت کی یہ گواہی اتنی مؤثر اور طاقتور ثابت ہوتی ہے کہ فریقوں کو بالآخر ندوہ سے خاطر خواہ صلح کر لینے کے سوا چارہ کار نہیں رہا۔ حضرت نے اپنی گواہی کے بعد مارچ ۱۹۳۴ء کے پہلے ہفتہ میں مولانا سید عبد العلی ناظم ندوۃ العلماء کو ایک خط تحریر فرمایا کہ میرا وقت اب آخر ہے اور بحمد اللہ کہ ندوہ کی اس آخری خدمت کو بھی میں نے انجام دیا۔" مولانا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ "ندوہ جناب کے اس احسان عظیم سے کبھی بھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔" پھر تمام معاملات بخوبی طے ہو چکنے کے بعد ناظم صاحب ندوۃ العلماء موصوف اپنے مکتوب مؤرخہ ۱۰ اپریل ۱۹۳۵ء میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

" اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ حضرت کو صحت و توانائی عطا فرمائے اور آپ کا سایہ ہم لوگوں کے سروں پر عرصہ دراز تک قائم رکھے۔

مقدمہ وقف کے حسب خواہ فیصلے سے جس قدر مسرت جناب والا کو ہوئی ہے، وہ اس خلوص اور سچی ہمدردی کے جذبہ کی بنا پر ہے جو جناب والا کو ابتدائے قیام ندوہ سے ابتک ہے، اور یہ خدمت جناب والا کی ندوہ کے ساتھ ایسی ہے جو ہمیشہ یادگار رہے گی اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کار خیر کا ثواب دیتا رہے گا۔" ندوہ کو اس مقدمہ کے ذریعے کم و بیش بیس ہزار روپیہ سالانہ کی جائداد حاصل ہوئی۔

ایجوکیشنل کانفرنس

حضرت ہندوستان کے قدیم علمی خاندانوں میں سب سے پہلے عالم اور جماعت صوفیہ میں سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے سرسید کی تعلیمی تحریک کی تائید کی - حضرت نہ چاہتے تھے کہ جدید انگریزی تعلیم میں مسلمان برادران وطن سے پیچھے پڑ کر اپنی

سیاسی وملکی ترقی کی راہ کو مسدود کریں، حضرت قبلہ نے پہلے پہل محسوس کیا کہ نیا انگریزی تعلیم یافتہ گروہ جو روز بروز مذہب سے بیگانہ اور علمائے دین سے متوحش ہوتا جارہا ہے، اس کا اصلی سبب علما کی خردہ بینی اور ان سے متنفر ہے" آپ نے بڑی ہمدردی کے ساتھ اس جدید تعلیم یافتہ گروہ سے مل کر کام کرنا شروع کیا، اور مذہب کو ہمیشہ ان کے سامنے ایسے پاکیزہ اسلوب سے پیش کیا، جس نے انہیں مذہب سے متوحش ہونے کے بجائے اس سے مانوس کیا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ آپ نے تبلیغ مذہب کے بارے میں سرسید کی پالیسی سے ہمیشہ اختلاف کیا، سرسید احمد خاں مرحوم کا خیال تھا کہ نئی دنیا کے سامنے اسلام کو بھی نئی شکل وصورت میں پیش کرنے کی ضرورت ہے" مگر ہمارے حضرت کا خیال تھا کہ اسلام کے روشن چہرے کو کسی زمانے میں بھی رنگ وروغن کی محتاجی نہیں ہے" نہ اس صاف اور سادے مذہب کو کسی رام موہن رائے اور کیشب چندرسین کی حاجت ہے، البتہ تنگ نظر ملا نے اپنی ناسمجھی سے اسے ہوا بنائے ہوئے ہیں۔ سرسید مرحوم کو اس اختلاف کا پورا علم تھا، اگرچونکہ حضرت سرسید کی تعلیمی وسیاسی پالیسی کے حامی تھے اور مسلمانوں کے جمود وغفلت کو توڑنا چاہتے تھے، اس لئے مرحوم سرسید احمد خاں آپ کی بڑی قدر کرتے تھے۔ ہم ذیل میں پیر قوم سرسید احمد خاں مرحوم کی ایک تحریر درج کرتے ہیں، جس سے ان تمام باتوں پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

تحریر سرسید احمد خاں مرحوم دربارۂ حضرت قبلہ

تہذیب الاخلاق مجریہ یکم محرم الحرام ۱۳۱۳ھ (نمبر ۱)

"ندوۃ العلما"

جناب مولوی محمد سلیمان شاہ صاحب نے جو بہت بڑے عالم اور سجادہ نشین صوفیہ کرام پھلواری ہیں ایک نہایت عمدہ اور مفید لکچر مجلس ندوۃ العلما میں دیا تھا، جس کی نسبت ہم نے سنا ہے

کہ بعض مولویوں نے پورا پڑھنے نہیں دیا، درحقیقت وہ لکچر حسب حال زمانہ ہے، اور اس لیے ہم اس کو جس طرح نجم الاخبار اٹاوہ میں چھپا ہے، اپنے تہذیب الاخلاق میں درج کرتے ہیں، اس لکچر میں جناب مولوی صاحب نے نیچریوں کا بھی نام لیا ہے مگر وہ بھول گئے جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے اس سے تو وہ خود نیچری معلوم ہوتے ہیں۔

وجد و منع بادہ صوفی ایں چہ کافر نعمتی است
منکرِ مے بودن و ہم رنگ مستاں زیستن

بہر حال وہ لکچر یہ ہے۔ (سید احمد)"

سر سید مرحوم نے نیچے اپنے دستخط بھی کر دیئے ہیں اور حضرت کا وہ لکچر نقل فرمایا ہے جو آج سے بیالیس[۴۲] سال پہلے دیا گیا تھا۔ اور لکچر اپنے قومی مرض کی اس وقت شناخت کی تھی جبکہ سرداران قوم۔ علماء، مشائخ، رؤسا خواب جمود میں محو تھے، یہ طویل و بسیط تاریخی لکچر اس لائق ہے کہ دوبارہ شائع کر کے قومی کارکنوں کے آگے پیش کیا جائے۔ افسوس کہ خوف طوالت کی وجہ سے ہم اس خطبہ کو یہاں پر درج نہیں کر سکتے۔

ہم یہ تو نہیں بتا سکتے کہ اوّل اوّل حضرت قبلہ کانفرنس میں کب شامل ہوئے۔ لیکن استاذی المحترم شمس العلما حضرت مولانا حفیظ اللہ[۱] اعظم گڑھی مدظلہ العالی سابق مہتمم ندوۃ العلماء فرماتے تھے کہ جب سر سید مرحوم ایجوکیشنل کانفرنس کا پروپگنڈا کرنے لکھنؤ تشریف لائے تھے، تو اس جلسہ میں حضرت مولانا الاستاذ مدظلہ خود شریک تھے اور ہمارے حضرت قبلہ بھی تھے۔ نواب محسن الملک[۲] کے وقت سے تو

---

[۱] حضرت مولانا مدظلہ ہمارے حضرت قبلہ کے استاذ بھائی اور گھر کے دوستوں میں ہیں اور حضرت استاذ الہند مولانا عبد الحی فرنگی محلی رح کے تنہا شاگرد باقی رہ گئے ہیں، اللہ تعالیٰ اس سایہ کو تا دیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین۔

[۲] نواب محسن الملک مرحوم کے بہت سے خطوط جو انہوں نے حضرت قبلہ کے نام لکھے تھے یہاں موجود تھے، لیکن اس وقت صرف
باقی حاشیہ بر صفحہ ۳۴

حضرت قبلہ کا ایجوکیشنل کانفرنس سے انتہا گہرا تعلق رہا کہ بقول اخبار صدق کانفرنس کے سالانہ جلسے اور ہمارے حضرت قبلہ کے وعظ لازم و ملزوم تھے اور کانفرنس کی کامیابی کا ایک بڑا ذریعہ حضرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳) ایک خط کے سوا جو خاص نواب صاحب مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے کوئی اور خط موجود نہیں۔ مگر نواب محسن الملک اور ہمارے حضرت کے درمیان جو ارتباط و خلوص تھا، اس کی ایک اہم یادگار ہمارے پاس موجود ہے نواب صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور و معروف تصنیف آیات بینات کا اصل مسودہ ہمارے حضرت کو دیدیا تھا۔ یہ پورا مسودہ دو حصّوں میں مجلد اس وقت ہمارے پاس ہے۔ اس پر حضرت قبلہ کا جا بجا حاشیہ ہے۔ کہیں محسن الملک کے استدلال کی تردید کی ہے اور کہیں پر اس کی تائید میں مزید حوالجات نقل کر دیئے ہیں۔

نواب محسن الملک کے بعد نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین صاحب مرحوم ان کے جانشین ہوئے انکے اکثر خطوط ہمارے پاس اس وقت تک موجود ہیں، نواب وقار الملک کے خاندان میں کئی اشخاص ہمارے حضرت کے مرید ہو گئے تھے۔ نواب صاحب کو خود حضرت سے بہت اعتقاد تھا جس کی جھلک نواب صاحب کے خطوط میں بھی ہے۔

نواب وقار الملک کے بعد صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کا دور آیا، حضرت قبلہ کے پرانے خطبوں کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت دوران تقریر میں ان کا حوالہ سب سے زیادہ دیا کرتے تھے، اور ان سے حضرت کو ایک خاص انس تھا، اور صاحبزادہ صاحب مرحوم کے ایک خط سے جو اس وقت ہمارے سامنے ہے، اس امر کا ہمیں علم ہوتا ہے، کہ صاحبزادہ معہ مولانا سر رحیم بخش رح اور فخر الاخوان سر سید علی امام مرحوم ۲۰ر نومبر ۱۹۱۸ء کو حضرت سے ملنے کیلئے پھلواری شریف بھی تشریف لائے تھے۔

ایجوکیشنل کانفرنس کے کئی لکچروں میں جو اس وقت میرے پاس موجود ہیں، حضرت نے اپنے مخصوص تعریفانہ انداز میں صاحبزادہ صاحب مرحوم کو مخاطب کیا ہے۔ ہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے بطور جملۂ معترضہ اُن کو یہاں پر درج کرتے ہیں:۔

امرتسر کی تقریر میں زکوٰۃ کا مصرف بتاتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں۔" مگر حضرات میں اس وقت معذرت

باقی حاشیہ صفحہ ۳۵

کے وعظ ہی ہوا کرتے تھے"۔ ہم ذیل میں حضرتؒ کی اس تقریر کا ابتدائی حصّہ درج کرتے ہیں، جو ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ امرتسر میں حضرت نے ارشاد فرمائی تھی، اس کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو ایجوکیشنل کانفرنس سے کس قدر محبت تھی اور اس میں علماء کی شرکت کو کس درجہ ضروری سمجھتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴) مصیبت میں ہوں، میرے دائیں بائیں دو آفتاب نمودار ہیں۔ ایک طرف مولوی حاجی شمس الدین سکریٹری حمایت اسلام۔ دوسری جانب صاحبزادہ آفتاب احمد خاں جوائنٹ سکریٹری کانفرنس۔ یہ دونوں آفتاب گرم نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے ہیں کہ ان مصارف میں حمایت اسلام اور علیگڈھ کالج کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ واقعی حضرات آپ لوگ میرے اس کشاکش کو دیکھ رہے ہوں گے۔ ؎

اک طرف ہے شمع روشن اک طرف ہے شمع رو
اس دو طرفی آگ میں کیونکر بچے گی آبرو

اس ظرافت کے بعد حضرت نے بیان فرمایا ہے کہ ان اداروں کی کس طرح زکوٰۃ کی آمدنی سے مدد کی جاسکتی ہے پھر رنگون ایجوکیشنل کانفرنس میں فرماتے ہیں:۔ "میرے فخر قوم پریسیڈنٹ اس وقت تشریف نہ لاسکے اور میرے دوست آنریبل مسٹر آفتاب احمد خاں نے مجھی کو صدارت سے بھی نامزد کیا۔ معہذا میں اس بارگراں کو بھی اٹھائے لیتا ہوں ...... "یہ آفت کون لیتا سر پہ گر لیتے تو ہم لیتے"۔

امرتسر میں حضرت کے لئے موضوع تقریر صاحبزادہ صاحب نے "جواہر قرآن" تجویز کیا۔ حضرت دوران تقریر میں فرماتے ہیں "میرے دوست مسٹر آفتاب احمد خاں کچھ کشف و کرامات بھی رکھتے ہیں۔ حضرت کو کشف ہو گیا ہوگا کہ امرتسر میں چندے بہت آئیں گے، روپے بہت برسیں گے۔ خزانہ معمور ہو جائے گا۔ باقی رہے جواہرات وہ قرآنی خزانہ سے ملیں گے۔ اسی لئے میرے لئے جواہر قرآن کا مضمون تجویز کیا"۔

صاحبزادہ صاحب مرحوم کے دور دورہ کے بعد حضرت کو بھی کانفرنس میں شرکت کی نوبت نہ آئی۔

اقتباس تقریر حضرت قبلہؒ

حضرات! قبل اس کے کہ میں کچھ بیان کروں، اتنا عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں، کہ آج میری قومی نماز کی یہ دوسری رکعت ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس مقدس زمین پر پانچ چھ سال کا عرصہ ہوا کہ ندوۃ العلماء کا جلسہ ہوا تھا اور آج کانفرنس کا جلسہ ہے۔ تو حضرات اسی قومی نماز کی ایک رکعت ندوۃ العلماء کے ساتھ ہوئی تھی اور آج ایک رکعت اس کانفرنس کے ساتھ۔ دونوں مل کر اب نماز پوری ہو گئی، اس لئے کہ کم سے کم نماز کی دو ہی رکعتیں ہیں۔ بحمد اللہ آج وہ بھی تمام ہو گئی۔ اور بھی سنیئے یہ قومی نماز فی الحقیقت جنگی نماز ہے۔ مسلمانوں کو اس وقت ایک عظیم الشان جنگ درپیش یعنی جہالت، بے علمی اور تاریکی سے مقابلہ ہے، بظاہر بے سر و سامانی بھاری ہے کہ امید فتح کم اور کامیابی موہوم۔ مگر مسلمان کہتے ہیں هو نعم المولى و نعم النصير اور بے شبہ اگر یہ جنگ سمجھو تو اجنادین و فلسطین و یرموک سے کہیں بڑھ کر ہے اور جو آج ہمت مردانہ کے ساتھ ثابت قدم رہا، وہ تین سو تیرہ اصحاب بدر کا نمونہ ہوگا۔

صاحبو! جنگ کی نماز میں ہمیں یوں تعلیم کی گئی ہے کہ کچھ لوگ مخالفوں کے ساتھ میدان کارزار میں مصروف ہوں اور کچھ لوگ امام کے ساتھ ایک رکعت میں شریک ہوں۔ پھر وہ میدان جائیں اور دوسرے باقی ماندہ آکر دوسری رکعت میں شریک ہوں۔ پس اسی طرح ندوہ اور کانفرنس کے ساتھ میں نے دو رکعت قومی نماز تمام کی ہے، مگر فرق یہ ہے کہ پہلی دفعہ (ندوہ) کی نماز میں میرے مقتدی زیادہ تر وہ لوگ تھے جو جبہ و عمامہ میں دکھائی پڑتے تھے اور آج سلام پھیرتا ہوں، تو بالکل ترکش وار ڈو دکھائی پڑتا ہے۔

یہ لال لال ٹوپیاں اور کالے کالے بوٹ
البانوی ہے طرز تو باقی ہندوستانی سوٹ

حضرات! اگر میں اس سے نہیں گھبراتا۔ دل درست کرو۔ در ویش صفت باش وکلاہ تتری دار۔ میرے خیال میں لباس و پوشاک کچھ نہیں۔ اصل جذبات دلی ہیں، وہی قابل قدر و قیمت ہیں۔ بقول مولوی رومی رحمۃ اللہ علیہ ؎

ما زباں را ننگریم و قال را
ما دروں را بنگریم و حال را

حضرات! ندوہ و کانفرنس دونوں مل کر تم کو بامراد کر سکتے ہیں۔ تنہا کام نہیں چلے گا۔ جو لوگ دین کو دنیا سے علیحدہ کرتے ہیں وہ اسلام کے خانہ برانداز ہیں۔ حقیقت میں مسلمانوں کی دنیا دین سے علیحدہ نہیں اور نہ دنیا بے دین۔ پس اے عزیزو جب اس قومی نماز کی اذان سنو تو حی علی الصلوٰۃ کا مطلب سمجھو کہ اصلاح دین و نیازمندی کے لئے تم طلب کئے جاتے ہو۔ ففرّوا الی الندوۃ یعنی ندوہ کی طرف جاؤ۔ وہ اس کا ذمہ دار ہے اور جب حی علی الفلاح کی صدا سنو تو یہ سمجھو کہ فلاح دنیوی تمہاری اس قومی یونیورسٹی سے وابستہ ہے، جس کی کانفرنس تم کو ہدایت کرتی ہے، ادھر آؤ اور کام میں مشغول ہو جاؤ اور یوں کہو ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاٰخرۃ حسنۃ وّقنا عذاب النار۔

اے عزیزو! اب وہ زمانہ نہیں کہ نیچری کچھری ندوہ سدوہ کی بحث کی جائے۔ اب ان فضول مباحث کو چھوڑو اور کام کرو۔ تمہاری عملی کارروائیاں مخالف کو موافق بنا دیں گی۔ میں ندوہ کا دلدادہ ہوں تو کانفرنس کا بھی شیدائی ہوں۔ نیک نیتی اور اصلاح امت کی غرض سے دونوں جگہوں میں شریک ہوتا ہوں اور حُبِ قومی میں سرشار ہو کر یوں کہتا ہوں ؎

منت گشتم از دو چشم ساقی پیمانہ نوش
الفراق اے ننگ و ناموس الوداع اے صبر و ہوش

برادران! اب وہ وقت نہیں کہ قوم اس حالت زار میں ہو اور ہم لوگ اپنی خانقاہوں میں

بے فکر بیٹھے رہیں۔ سنو ہمارے صوفی صافی بزرگان کیا کہتے ہیں۔ ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح وسجادہ و دلق نیست

انہیں باتوں نے مجھے انگریزی فیشن تعلیم یافتہ حضرات کی طرف متوجہ کر دیا اور میرا یہ خیال ہے کہ واللہ اگر کوئی لڑکا بھی ہمارے کالج کا ملحد، بے دین، بدخلق ہو گیا تو پھر کل قیامت کے دن حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم منہ دکھا نہیں سکتے، اس لئے کہ ہم مذہبی ذمہ دار ہیں، ان کی اصلاح ہم پر فرض ہے اب قوم کی لگام نئے تعلیم یافتوں کے ہاتھ میں ہوگی، ہم دو چار پیر فرتوت کب تک باقی رہیں گے۔ پھر اگر یہ درست نہ ہوئے تو یاد رکھو قوم کی قوم ستیاناس ہو جائیگی۔ ہم انہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اگر یہ ہمیں اولڈ فیشن کہہ کر دو چار ڈنڈے بھی لگا دیں گے تو ہم اسے بھی استقلال کے ساتھ برداشت ہی کر لیں گے اور ہمیں ڈر ہے کہ ہم اگر انہیں چھوڑ دیں تو خشک تعلیم جو مذہبی اخلاق سے بالکل معرا ہے، رفتہ رفتہ ان کو وحشت وجنون کی حد تک نہ پہنچا دے، جیسا کہ آج کل میرے بعض ملکی بھائیوں کی حالت ہے۔"

اس تمہید کے بعد حضرت نے اصلی سبجکٹ یعنی "جواہر قرآن" پر تقریر شروع کی ہے اور ہر ہر قدم پر قومی ضرورتوں کو واضح فرمایا ہے۔ نیز نہایت دلنشیں پیرایہ میں مذہبی تعلیمات کی خوبیوں کو بیان کیا ہے۔ یہاں پر جو حصہ کہ ہم نے نقل کیا ہے، اس سے اس بات کا اندازہ تو پورا لگایا نہیں جا سکتا کہ مذہب کی تلقین اس جدید تعلیم یافتہ گروہ کے آگے حضرت کس نہج سے کرتے تھے، اس کا پورا اندازہ حضرت کے مطبوعہ لکچروں کے پڑھنے سے ہی ہو سکے گا لیکن اس حصہ تقریر کو پڑھ کر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت کس پاک نیت اور بلند خیالات کے ساتھ کانفرنس میں شریک ہوئے تھے اور آپ کی شرکت کس قدر مفید اور ضروری تھی۔

حضرت نے اس راہ میں اپنی جماعت کی جانب سے خوب خوب گالیاں سنیں اور مخالفتیں

برداشت کیں لیکن صبر و استقلال کے ساتھ اپنے مشن میں مصروف رہے۔ ڈھاکہ ایجوکیشنل کانفرنس کا خطبہ اس وقت میرے سامنے ہے حضرت فرماتے ہیں :-

"شاید اس سے پہلے کوئی مولوی صاحب یہاں جلوہ افروز تھے۔ کانفرنس کے مہمانوں اور اُن کی مہمانداری کے لئے یہ مکان خالی کرایا گیا۔ اور مولوی صاحب کسی دوسری جگہ بھیجے گئے۔ مگر جناب مولوی صاحب یا ان کے معتقدین نے در و دیوار پر کانفرنس والوں کے نام گالیاں و صلواتیں لکھ لکھ دیں۔ میں جس کمرے میں ہوں وہاں میرے سرہانے دیوار پر دیکھو تو کانفرنس والوں پر لعنت ہے دائیں دیکھو تو لعنت لکھی ہوئی ہے، داہنے لعنت بائیں لعنت۔ گویا میں لعنت خانہ میں مقیم ہوں۔ مگر یاد رکھو اگر خلوص اور ثابت قدمی نے میرا ساتھ دیا تو یہ لعنت عنقریب رحمت سے بدل جائے گی۔

اور سنو :- مولوی صاحب یا ان کے معتقدین چلتے چلاتے ایک شعر بھی دیوار پر رقم فرما گئے ؎

خدا غارت کرے کونفرنس والے بے وطن کو
نہ نکلے ٹاٹ کا ٹکرا کفن کو

میں نے فن عروض کے رو سے بہتیرا غور کیا کہ اس شعر کا کیا وزن ہے اور یہ کس بحر میں ہے۔ بحر ہزج ہے یا بحر متقارب وغیرہ۔ معلوم ہوا یہ سب کچھ نہیں بلکہ اس بحر کا نام ہے ڈھاکہ پاٹن۔ یہ بحر خاص ڈھاکہ کی ایجاد ہے .... کانفرنس کا انعقاد اس غرض سے ہے کہ مسلمانوں کے قومی اتفاق کے رشتہ کو مضبوط کرے، مشرقی و مغربی مسلمانوں کو ہمخیال بنائے، ان کی دینی تعلیم کی حفاظت کرے۔ دنیوی تعلیم میں ترقی کی کوشش کرے، ان کو اعلیٰ پایہ پر پہنچائے۔ پڑوسی قوموں سے کسی طرح کم رتبہ و حیثیت نہ ہونے دے۔ انصاف شرط ہے، کیا یہی لعنتی کام ہے؟"

حضرت نے اس کے بعد نہایت موثر پیرایہ میں فرمایا ہے، کہ ہمیں ہرگز گالیوں کا جواب گالی سے نہ دینا چاہیے" "نہ ان گالیوں کا کچھ اثر ہی لینا چاہیے پھر فرماتے ہیں کہ" یہ دیوار پر جو گالیاں لکھی ہیں، ان کی ہمیں پرواہ نہ کرنی چاہیے کہ ہم وہ ہیں کہ ؎

بر درو دیوار او از خون من

سالہا نقش و نگارے ماندہ است

حقیقت حال یہی ہے کہ مسلم قومیت کی عمارت جب تک ہندوستان میں قائم ہے اس کی دیواروں پر حضرت قبلہ کی خدمات کا نقش قائم رہے گا۔

علیگڈھ کالج

حضرت قبلہ ایم۔ اے۔ او کالج علیگڈھ کے ٹرسٹیوں میں تھے اور گاہ بگاہ طلبائے کالج کے سامنے آپ کے وعظ بھی ہوا کرتے تھے۔ اپنے وعظوں کے ذریعہ تعلیمی ذوق اور قومی خدمت کا شوق طلبہ میں پیدا کرنے کے علاوہ اُن کو مذہبی پابندی اور پاکیزہ اخلاق رکھنے کی بھی تلقین کی جاتی تھی۔ ان وعظوں کو سننے والے طلبہ آج عظیم الشان اور عظیم المرتبت شخصیتوں کے مالک ہیں، اور ان میں سے بعض آج تمام دنیائے اسلام میں ممتاز ہیں۔ حضرت قبلہ کے وہ مواعظ آج تک ان کے کانوں میں گونج رہے ہیں اور عندالتذکرہ نہایت احترام کے ساتھ حضرت کے ان مواعظ اور خدمتوں کا ذکر فرماتے ہیں۔

مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

جب ایم۔ اے۔ او۔ کالج علیگڈھ کے بجائے مسلم یونیورسٹی قائم کرنے کے لیے ایک عظیم الشان سرمایہ کی ضرورت ہوئی۔ اس وقت ہمارے حضرت کے قبلہ نے زور شور کے ساتھ اس تحریک کی تائید کی۔ اس زمانہ کے بہت سے خطوط ہمارے

؎ اس سفر ڈھاکہ کے موقع پر حضرت کے ساتھ صوبہ بہار سے جناب چودھری اجیرالحق صاحب رئیس ریاست بخیاپور ضلع مونگیر اور جناب بابو سید محمد کمال الدین صاحب رئیس شکی پور مونگیر بھی تھے۔

پیش نظر ہیں، جن کو دیکھ کر حضرتؒ کی مصروفیتوں کا پتہ ملتا ہے، حضرتؒ نے مسلم یونیورسٹی کے لیے بنگال، بہار، یوپی، پنجاب، سندھ، گجرات اور بمبئی کا دورہ کیا، جہاں تک ان خطوط سے پتہ ملتا ہے حضرتؒ نے یوپی کے کئی مقامات کا دورہ ہز ہائینس سر آغا خاں کے ساتھ اور مارچ ۱۹۱۱ء میں لاہور کا سفر بھی غالباً ہز ہائینس کے ساتھ ہی کیا تھا، جیسا کہ نواب وقار الملک مرحوم کے ایک خط سے مترشح ہوتا ہے۔

حضرتؒ پنجاب کے سفر سے واپس ہی آئے تھے کہ نواب وقار الملکؒ اور مرحوم مہاراجہ محمود آباد نے پھر سندھ چلنے کے لیے مدعو کیا۔ اور حضرتؒ کچھ بھی آرام لیے بغیر سندھ کے لیے روانہ ہو گئے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ناظرین کی دلچسپی کے لیے نواب وقار الملک اور مہاراجہ محمود آباد مرحوم کے خطوط یہاں پر نقل کر دیں۔

نقل مکتوب جناب مہاراجہ صاحب بہادر بنام حضرتؒ قبلہ

قیصر باغ لکھنؤ

۱۲ مارچ ۱۹۱۱ء۔

جناب مخدومنا و مولانا تسلیم

میں کل شام کو محمود آباد سے لکھنؤ آیا۔ مجھے گمان تھا کہ جناب لکھنؤ میں تشریف فرما ہونگے، لیکن دریافت سے معلوم ہوا کہ جناب دو تین روز ہوئے کہ وطن مالوف واپس تشریف لے گئے ہیں۔ جناب واقف ہیں کہ ہز ہائینس آغا خاں بہادر کے اصرار سے میں نے اس ڈیپوٹیشن کی شرکت منظور کی ہے، جو کہ مسلم یونیورسٹی کے مقاصد کے واسطے سندھ کو روانہ ہوگا۔

مجھے اس امر میں بہت پس و پیش معلوم ہوتا ہے کہ جناب سے بھی اس مجمع میں شریک

ہونے کے لئے درخواست کروں۔ میں واقف ہوں کہ جناب ابھی بہت طولانی دورہ فرما چکے ہیں اور ایک عرصہ کے بعد وطن تشریف لے گئے ہیں، لیکن جناب کی ذات بابرکات کا ایسا اثر ہے کہ باایں ہمہ مجھ کو گستاخانہ مکرر زحمت دہی کی جرأت ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ حضور کی موجودگی سے ڈیپوٹیشن کو حقیقی کامیابی ہوگی اور اگر جناب رونق افروز نہ ہونگے تو گویا یہ قومی جسم بے روح کا ہوگا۔

میں بمعیت دیگر حضرات کے ۱۶ مارچ کو بوقت چار بجے سہ پہر او۔ آر۔ آر کے پنجاب میل سے روانہ کراچی ہوں گا۔ اور چند پہر لاہور میں ٹھہر کر ۱۸ مارچ کو ۸ بجے صبح کو لاہور سے کراچی کو چلونگا ۱۹ مارچ کو صبح ۸ بجے داخلہ کراچی ہوگا۔

خدا کرے یہ عریضہ جناب کی خدمت میں مناسب وقت پر پہنچ جاوے اور جناب کو روانگی میں کوئی دقت نہ واقع ہو۔

خاکسار

محمد علی محمد (مہاراجہ محمودآباد مرحوم)

نقل مکتوب جناب نواب وقار الملک بہادر بنام حضرت قبلہ

صدر دفتر کمیٹی کمپیل محمڈن یونیورسٹی علیگڈھ
چٹھی نمبر ۶۵۵۵ مورخہ ۱۱ر مارچ ۱۹۱۱ء

مخدوم و معظم و محترم مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لاہور سے جناب والا کے روانہ ہوتے وقت میں حاضر نہ تھا اور اس موقع پر ملاقات نہ ہونے کا اس وقت تک افسوس ہے۔ امید کہ جناب بخیر و عافیت واپس پہنچ گئے ہونگے۔ اور میں ممنون ہوں گا اگر عافیت مزاج

سے مجھے مطلع فرمایا جائے۔

ڈیپوٹیشن بسرکردگی جناب آنریبل راجہ صاحب محمود آباد سندھ روانہ ہونے والا ہے۔ اور حسب خواہش بزرگانِ سندھ راجہ صاحب ممدوح نے ۱۰ مارچ روز اتوار کی صبح کراچی پہنچنا منظور فرما لیا ہے۔ اُمید ہے کہ جناب آنریبل راجہ صاحب ممدوح نے وقت روانگی سے جناب کو بھی مطلع فرما دیا ہوگا، اور ان شاء اللہ آپ بزرگان قوم کی توجہ سے اس ڈیپوٹیشن کو بھی سندھ میں شاندار کامیابی نصیب ہوگی۔

خاکسار

مشتاق حسین آنریری سکریٹری

مسلم یونیورسٹی کے سلسلہ میں حضرت قبلہؒ کی مصروفیت پر روشنی ڈالنے کے لیے ایک اور خط یہاں پر درج کر دینا مناسب ہوگا۔ یہ خط بمبئی سے زعیم الہند مولانا شوکت علی نے لکھا تھا اور وہ حسب ذیل ہے:—

ہوٹل مجسٹک۔ بمبئی

اول ستمبر ۱۹۱۲ء

فوری

قبلہ و کعبہ۔ السلام علیکم

یہ خط میں احباب بمبئی کی طرف سے لکھتا ہوں۔ اُن سب کی خواہش ہے کہ حضور دس دن کیلئے یہاں تشریف لائیں۔ اور مسلم یونیورسٹی اور دیگر اسلامی مسائل پر کچھ وعظ فرمائیں۔ سارا شہر مشتاق ہے۔ مجھ کو یقین کامل ہے کہ یہاں ازحد کامیابی ہوگی۔ اگرچہ ماہِ رمضان ہے اور آپ کو تکلیف ضرور

ــــــــــــــــــــــــــــــ

؎ حضرت قبلہ نے ایک موقع پر راقم الحروف سے فرمایا تھا کہ مسلم یونیورسٹی کے ڈیپوٹیشن میں جب آپ کراچی تشریف لے گئے تھے تو آپ کو اس مکان میں ٹھہرایا گیا تھا۔ جہاں ہز ہائینس سر آغا خاں کی پیدائش ہوئی تھی۔

ہوگی۔ مگر یہی مہینہ ہے، جب کہ سب مسلمان خیرات کے لیے روپیہ نکالتے ہیں۔ حضور کے آنے سے یونیورسٹی فنڈ کو بڑا فائدہ ہوگا۔ بہتر ہوتا حضور دو ایک یہاں تشریف لے آتے۔ اس خط کا جواب حضور فوراً دیجیئے گا .... جواب جلد۔

آپ کا نیازمند

شوکت علی

اس خط کے بعد ۱۰ ستمبر کو نواب وقارالملک نے ایک خط حضرت کو لکھا، جس میں مرقوم ہے کہ "چونکہ اہل بمبئی سے تشریف لانے کا وعدہ فرما چکے ہیں اور شاہجہاں پور کو آپ کی عدم تشریف آوری کی معذرت لکھ چکا ہوں، اس لیے میرے خیال میں مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ بمبئی تشریف لے جائیں۔..

.... آخر میں مریضہ صاحبہ سلمہا کی صحتیابی کے لیے پھر دعا کرتا ہوں۔ والسلام۔

جن مریضہ کا نواب وقارالملک نے ذکر فرمایا ہے وہ حضرت کی بڑی صاحبزادی مرحومہ یعنی مولانا سید شاہ عزالدین میاں ندوی سلمہ اللہ تعالیٰ حال خطیب شاہی مسجد لاہور کی والدہ محترمہ تھیں۔ حضرت ان کو علالت میں چھوڑ کر گئے۔ حضرت کا یہ سفر کافی طویل ہوا، کیونکہ آپ کو انجمن ہلال احمر کے کاموں کے سلسلے میں حیدرآباد (دکن) مدعو کیا گیا۔ جب آپ دکن سے واپس آئے ہیں تو مریضہ کی زندگی کے چند

حیدرآباد [illegible]

حضرت قبلہ کا حیدرآباد میں عظیم الشان استقبال ہوا۔ نواب فضیلت جنگ بہادر حضرت مولانا مولوی انوار اللہ مرحوم استاذ سرکار نظام و صدر الصدور امور مذہبیہ کے علاوہ جو حضرت کے میزبان تھے تمام اعیان سلطنت بالخصوص نواب فخرالدولہ بہادر نے انتہائی گرمجوشی کا اظہار کیا۔ حضرت شاہی مہمان کی حیثیت سے ٹھہرائے گئے۔ اعلیٰ حضرت سرکار نظام سے کئی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ سرکار کی خواہش پر حرم سرا میں مجلس عزا پڑھی۔ ایک پبلک جلسے میں آپ کو ایڈریس دیا گیا۔ کسی نے کیا خوب رباعی پڑھی تھی دہرانا سے

سوتی ہوئی قوم کو جگا دیتے ہیں   بھولے ہوؤں کو راہ بتا دیتے ہیں

باقی حاشیہ صفحہ ۷۵

آخری دن باقی تھے۔ حضرت اس واقعہ کے بعد زیادہ دن تک مکان پر مقیم نہ رہے، بلکہ بنگال اور پورنیہ کے بعض پرانے خطوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنگال تشریف لے گئے اور صوبہ بہار کا بھی دورہ فرمایا۔ پورنیہ اور وہاں کے دیہاتی علاقوں میں بھی گئے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے پورنیہ کے اس سفر میں مولانا منظر الحق مرحوم اور خان بہادر نواب سید محمد اسمٰعیل صاحب آف گذری پٹنہ بھی شریک تھے۔

پٹنہ یونیورسٹی کے دستور العمل میں ایک سب کمیٹی تین ممبروں کی اُمور مذہبی کے لئے قائم کی گئی تھی، اور غالباً اب تک قائم ہے۔ ہمارے حضرت اس کے سرگرم رکن تھے، راقم الحروف کو یاد ہے کہ کئی موقعوں پر یونیورسٹی نے حضرت سے استفتا کیا تھا۔ ایک بار راقم الحروف حضرت کے پاس بیٹھا تھا کہ ڈاک سے ایک مکتوب پہنچا۔ جس میں دریافت کیا گیا تھا کہ جو روپیہ یونیورسٹی کا بنک میں جمع ہے۔ اس کا منافع کس طرح پر صرف کیا جائے۔

(بقیہ صفحہ ۱۲۷) یہ شاد سلیماں ہیں پھلواری کے تقریر کا اک باغ لگا دیتے ہیں

یہاں پر ایک چیز اور قابل ذکر ہے، حضرت کے نام کے ساتھ اکثر بجائے پھلواروی کے لوگ صرف پھلواری لکھتے ہیں۔ جنوبی ہند میں ہم نے بالخصوص ایسا ہی دیکھا، اس لئے بہت لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت کے وطن مالوف کا نام "پھلوار" ہے اور پھلواری کی "ی" یائے نسبتی ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ پہلی مرتبہ جب حیدر آباد میں میں سرکار نظام سے ملا تو سرکار نے پوچھا "یہ پھلوار کدھر کو ہے" اعلیٰحضرت کے استاد مولانا انوار اللہ صاحب ساتھ تھے۔ انہوں نے فوراً فرمایا "جی بنگال میں" حضرت فرماتے تھے کہ بات کو کاٹ کر کسی تصحیح کا وہ محل نہ تھا۔ اس لئے میں خاموش رہا۔

حضرت کے قیام حیدر آباد اور وہاں کے مشاغل کی اطلاع برابر اخبار میں چھپتی رہتی تھی۔ راقم الحروف اس وقت کم سن تھا، لیکن اتنا یاد ہے کہ گھر پر اخبارات پڑھے جاتے تھے تو میں خود سنا کرتا تھا۔ حضرت حیدر آباد ہی میں تھے کہ پھلواری میں صاحبزادی کی حالت مخدوش ہو گئی، تار بھیجا گیا۔ حضرت ایوان شاہی میں کوئی اطلاع بھیجے بغیر فوراً گھر کے لئے روانہ ہو گئے۔ آپ کی تشریف آوری کے چند دنوں کے بعد صاحبزادی کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے جو عظیم الشان خدمت مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کی کی اور آج تک کر رہی ہے، وہ اظہر من الشمس ہے، حضرت پر جب تک ضعف پیری غالب نہ ہوا اور جب تک جسم میں طاقت رہی برابر کانفرنس کی خدمت کرتے رہے اور یونیورسٹی کا بھی پروپگنڈا کرتے رہے۔ حضرت نے آخری مرتبہ کانفرنس کے سالانہ اجلاس کی شرکت غالباً ۱۹۱۰ء میں کی تھی جو سورت میں منعقد ہوا تھا۔ اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت ایک طویل خط کے ساتھ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر) نے بھیجی تھی، جو ہمارے سامنے اس وقت موجود ہے اور گمان غالب ہے کہ حضرت نے اس دعوت کو منظور فرمایا تھا، اس کے بعد ان کو آپریشن کی تحریک شروع ہوئی اور ادھر حضرت قبلہ عراق سے آنے کے بعد سخت علیل ہوئے اور ضعف قویٰ اور بھی زیادہ بڑھ گیا۔ قوم بھی کانفرنس والوں کو لڑ دی۔ رجعت پسند اور نہ جانیں کیا کیا خطاب دینے لگی، مختصر یہ کہ باوجود کئی مرتبہ کے قصد و ارادہ کے حضرت کو پھر کانفرنس کی شرکت کا موقع نہ ملا۔

طبّی کانفرنس یوپی کی مرکزی انجمنوں میں ایک طبی کانفرنس بھی رہی ہے، جس کی بنیاد شفاء الملک حکیم عبدالرشید صاحب[ؒ] مرحوم و مغفور (جھوائی ٹولہ) نے ڈالی

ؒ حضرت نے راقم الحروف سے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ "جناب حکیم عبدالعزیز صاحب مرحوم و مغفور یعنی شفاء الملک حکیم عبدالرشید مرحوم کے والد ماجد سے میرے بہت گہرے مراسم تھے۔ انکے انتقال سے پہلے ایک بار میں ان کی عیادت کو گیا تو انہوں نے اپنے فرزند حکیم عبدالرشید کو بلایا اور میری طرف اشارہ کرکے کہا کہ میرے بعد شاہ صاحب کو اپنا باپ سمجھنا" شفاء الملک نے عمر بھر اس کو نباہا، حضرت سے ان کو بے حد محبت تھی، جب کبھی شفاء الملک کا بہار آنا ہوا تو پھلواری ضرور آئے۔ راقم الحروف کے بڑے بھائی حضرت مولانا حسن میاں مرحوم کی شادی کی شرکت کے لیے لکھنؤ سے تشریف لائے۔ حضرت جب لکھنؤ میں ہوتے تو باوجود اپنی انتہائی مشغولیتوں کے بار بار ملنے کے لیے آتے اور دیر تک بیٹھتے، اللہ ان کی روح پر رحمت نازل فرمائے۔ مقام شکر ہے کہ انکے جانشین و برادرم محترم جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب بالقابہ بھی برابر ان قدیم تعلقات کو قائم رکھا اور حضرت کے بعد بھی وہ تعلقات قائم ہیں۔

تھی جس کی غرض و غایت ہندوستان میں خالص طب یونانی کی اشاعت اور اس طریقۂ علاج کو مقبول کرنا تھا۔ حضرت نے اس انجمن سے بھی برابر کافی دلچسپی لی۔ راقم الحروف پٹنہ سیٹی ہائی اسکول کے غالباً تیسرے درجے میں پڑھتا تھا، جبکہ اس انجمن کا اجلاس پٹنہ میں ہوا تھا خوب یاد ہے کہ حضرت صوبہ بہار سے باہر کسی اہم کام کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے۔ شفاء الملک مرحوم نے آپ کو تار کے ذریعہ اطلاع دی اور حضرت اپنا تمام پروگرام معطل کرکے اس جلسہ کی شرکت کے لئے پٹنہ تشریف لائے تھے۔ حضرت نے ایسی دلچسپ تقریر اس مجلس میں کی تھی، جس کا کئی ہفتہ تک شہر میں چرچا رہا۔

لکھنؤ میں کئی طبی مدارس ہیں اور تقریباً سب کے سالانہ جلسوں میں حضرت کو شرکت کا موقع ملا ہے۔ راقم الحروف کی موجودگی میں ایک بار غالباً ۲۵ء میں حضرت نے جناب مولانا حکیم وہاج الحق صاحب فرنگی محلی کی دعوت پر طبیہ وہاجیہ کالج کے سالانہ جلسہ کی صدارت فرمائی تھی۔

انجمن مؤید اسلام اور مسلم لیگ

یوپی ہی میں دو مرکزی سیاسی انجمنیں بھی قائم ہوئیں جن سے حضرت نے وقتاً فوقتاً دلچسپی لی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا صدر دفتر ایک طویل مدت تک لکھنؤ میں رہا۔ اس کے سکریٹری عرصہ دراز تک مولوی سید ظہور احمد صاحب اڈووکیٹ رہے، جو ندوہ کے بھی ایک قدیم رکن ہیں۔ حضرت صوبہ بہار کی جانب سے آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کے ۱۹۲۵ء تک ممبر رہے۔

انجمن مؤید الاسلام کا صدر دفتر فرنگی محل میں تھا اور اس کی بنا قیام الملت والدین حضرت مولانا عبدالباری الانصاری رحمۃ اللہ علیہ نے ڈالی تھی۔ جب لارڈ مانٹیگو ہندوستان کا دورہ کر رہے تھے اور نیا دستور ملک ہند میں نافذ ہونے والا تھا، اس وقت اس انجمن نے معقول کام کئے تھے۔ ہندوستان میں محکمۂ قضا کے قیام کا سب سے پہلے اسی انجمن نے گورنمنٹ کے سامنے سوال پیش کیا تھا۔ ہمارے حضرت قبلہ بھی اس کے کاموں میں شریک تھے اور اس کے مدد و معاون

تھے۔ اور محکمۂ قضا کے حصول کے لیے تو حضرت اپنی آخر حیات تک برابر کوشش فرماتے رہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے ایک محکمۂ قضا کے حصول کا خیال حضرت کو ہمیشہ بہت زوروں پر رہا۔ حتیٰ کہ حضرت کی آخری سیاسی جد و جہد بھی محکمۂ قضا ہی کے لیے ہوئی اور حضرت نے اس سلسلے میں ایسے وقت سفر کی صعوبتیں برداشت کیں جبکہ قوائے جسمانی کو سیر و سفر کی بالکل صلاحیت نہ تھی

بنگال

کلکتہ یونیورسٹی۔ مدرسہ عالیہ۔ ڈھاکہ یونیورسٹی
تعلیمی کانفرنسیں۔ زنانہ تعلیم اور یتیم خانہ اسلامیہ

حضرت نے مرکزی اداروں کی تحت میں ملک ہندوستان کے تمام صوبوں کی اعلیٰ خدمتیں انجام دی ہیں لیکن پھر بھی مختلف صوبوں میں وہاں کی مقامی یادگار خدمتیں بھی بہت انجام دی ہیں۔ صوبہ بہار عرصہ دراز تک بنگال سے ملحق رہا۔ علیحدہ علیحدہ صوبے بننے کے بعد بھی بنگال و بہار کی یونیورسٹی بہت دنوں تک ایک ہی رہی یعنی کلکتہ یونیورسٹی۔ حضرت کلکتہ یونیورسٹی کے سینٹ میں صیغۂ عربی و فارسی کے ممبر چنے گئے۔ کلکتہ یونیورسٹی تک برابر حضرت کمیٹیوں کی شرکت فرماتے رہے۔ زنانہ مدارس میں پڑھائے جانے کے لیے حضرت نے ہندوستان کا ایک جغرافیہ بھی لکھا تھا یہ کتاب عرصہ تک کلکتہ یونیورسٹی کے نصاب میں داخل رہی۔ پٹنہ یونیورسٹی میں حضرت بوجہ ضعیفی و عدیم الفرصتی کام نہ کر سکے اور جہاں تک ہمیں خیال ہے، اس کی ایک کمیٹی میں بھی شریک نہ ہو سکے۔

مدرسہ عالیہ کلکتہ کا نصاب تیار کرنے میں بھی حضرت نے معقول حصہ لیا تھا۔ حضرت مدرسہ کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ مشرقی بنگال میں جب ڈھاکہ یونیورسٹی قائم ہونے لگی تو حضرت نے اس کے قیام کے سلسلے میں نواب سلیم اللہ بالقابہ آف ڈھاکہ کے ساتھ ساتھ بہت کوشش فرمائی۔ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی اور ہمارے حضرت نے کئی مرتبہ ساتھ ساتھ ڈھاکہ کا سفر کیا۔ دونوں حضرات یونیورسٹی کی گورننگ باڈی کے ممبر بھی تھے۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کمیٹی کی ضخیم سرکاری رپورٹ اس وقت ہمارے پاس موجود ہے۔ ان دو حضرات کا اس میں ذکر خیر ہے۔ ہر دو حضرات نے کورس و نصاب تعلیم بنانے

میں بھی حصہ لیا تھا۔

ان یونیورسٹیز کے علاوہ حضرت نے بنگال کی بہتیری انجمنوں کی خدمت کی ہے جن کا گنوانا اس وقت ہمارے امکان سے باہر ہے لیکن اہم اداروں کے ساتھ حضرت کی وابستگی کا حال ہمیں بعض تحریروں سے معلوم ہوتا ہے۔ تعلیمی کانفرنس صوبۂ بنگال کے جلسوں میں شرکت اور مسلمانوں کو انجمن کے مقاصد کی طرف مائل کرنے کا حال ہمیں معلوم ہے۔ انجمن کے چھٹے سالانہ اجلاس کے موقع پر جو خط حضرت کے پاس آیا تھا وہ اس وقت ہمارے پاس موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔

کلکتہ۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۱۱ء

جناب والا۔ بعد سلام مسنون آنکہ

ملتمس خدمت عالی ہوں کہ اس سال چھٹواں اجلاس تعلیمی کانفرنس صوبۂ بنگالہ کا بتاریخ ۵-۶ اور ۷ اکتوبر کلکتہ میں منعقد ہوگا۔ استقبالی کمیٹی میں جو بصدارت عالی جناب سید شرف الدین صاحب جج ہائیکورٹ کلکتہ قائم ہوئی ہے۔ یہ امر بالاتفاق طے پایا ہے کہ چند مشہور و معروف مذہبی پیشواؤں کو بغرض شرکت جلسہ خاص طور سے مدعو کیا جاوے، لہٰذا مجھے اس بات کی عزت و شرف حاصل ہے کہ میں جمیع مسلمانان کلکتہ کی طرف سے آپ ایسے مقدس رہنماؤں سے درخواست کروں کہ اپنی شرکت سے جو ہماری دلی اور روحی خوشی کا عین باعث ہوگی اعضاء جلسہ کو عزت بخشیں اور لوگوں کو وعظ و نصائح سے داخل حسنات کریں۔

سید امین الدین احمد (بیرسٹر ایٹ لا)
سکریٹری ریسپشن کمیٹی تعلیمی کانفرنس صوبہ بنگالہ کلکتہ

بنگال کا ایک اہم ادارہ کلکتہ کا یتیم خانہ اسلامیہ بھی ہے جس [illegible] ان کا سنگ بنیاد
رکھا گیا تھا، اس میں ہمارے حضرت قبلہ بھی [illegible]

کیفیت حضرت کی وفات کے بعد اپنے ایک معمر پڑوسی سے سنی جو اس وقت وہاں پر موجود تھا۔ حضرت نے ایسا مؤثر وعظ بیان فرمایا تھا کہ تمام حضار دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ حضرت نے پھر چندے کی تحریک کی تو یہ عالم تھا کہ لوگوں نے نہ فقط جیب کی رقمیں بلکہ گھڑی، شال اور کپڑے تک اتار کر دے دیئے اور دولتمندوں نے بڑی بڑی رقمیں اپنے نام پر لکھوائیں۔[۵۱]

[۵۱] حضرت رائٹ آنریبل سید امیر علی مرحوم مغفور کے مہمان تھے جو اس وقت کلکتہ ہائیکورٹ کے جج تھے۔ اس موقع پر جسٹس امیر علی سے مکتوبات صدی حضرت مخدوم الملک کے متعلق جو گفتگو ہوئی تھی، اس کو ہم نے حضرت کے ملفوظات میں لکھ دیا ہے۔ ملفوظات اسی کتاب کے حصہ چہارم میں شائع ہو رہے ہیں۔

حضرت کی ذات بہ حیثیت ایک عالم اور خادم تعلیم کے مسلمانان بنگال نیز حکومت بنگال کے نزدیک جس قدر مستند اور ذمہ دار سمجھی جاتی تھی، اس کا ایک اندازہ مندرجہ ذیل تار سے کیا جا سکتا ہے، یہ تار استاذنا شمس العلماء حضرت مولانا حفیظ اللہ صاحب مدظلہ کے خطاب کے سلسلے میں ہے جو اس وقت ڈھاکہ یونیورسٹی میں پروفیسر تھے، یہ تار نواب شمس الہدیٰ مرحوم کا ہے، جو حکومت بنگال کے اگزیکیٹو ممبر تھے۔ یہ تار دارالسلطنت دارجلنگ سے ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو حضرت کے نام پھلواری شریف بھیجا گیا تھا، تار کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

Do you consider Moulvi Hafizullah to be a learned Arabic Scholar fit to be recognised by a title

Shamshul Huda

ترجمہ:۔ کیا آپ مولوی حفیظ اللہ صاحب کو ایک ایسا جید الاستاذ ماہر علوم عربیہ سمجھتے ہیں کہ ان کو خطاب سے ممتاز کیا جائے:

شمس الہدیٰ

حضرت نے اس تار کا جواب دیا، اس کے کاتب راقم الحروف کے بڑے بھائی مدظلہ تھے۔ حضرت نے لکھا تھا: ذرا الفاظ

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۵۱)

جنوبی ہند شمالی ہند کے علمائے کرام میں غالباً حضرت قبلہ ہی کی ذات تھی جس کو جنوبی ہند میں سب سے زیادہ اثر و رسوخ حاصل ہوا، اور جہاں تک ہم گمان کرتے ہیں سی۔پی کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰ کا) میں اس تجویز کی تائید کی تھی جو حضرت استاذی مدظلہ کے شایاں تھے۔

کئی دن ہوئے اتفاقیہ حضرت کے مسودوں میں ایک جگہ دست خاص سے لکھا ہوا ایک پروگرام ہمیں ملا جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:-

تاریخ	کمیٹی	مقام
۵ رجنوری ۱۹۰۸ء	کمیٹی متعلق زنانہ کانفرنس	بمکان نواب مرزا شجاعت علی بیگ
۷ر " "	سب کمیٹی مدرسہ عالیہ	سکریٹریٹ آفس
۱۲ر " "	ایضاً	بمکان مسٹر چیپ مین صاحب پرنسپل
۱۸ر " "	کمیٹی کانفرنس مدرسہ	سکریٹریٹ آفس
۲۶ر " "	کمیٹی مدرسہ	بمکان چیپ مین صاحب
یکم فروری ۱۹۰۸ء	ایضاً	ایضاً
۲ر " "	ایضاً	ایضاً
۱۶ر " "	ایضاً	مدرسہ لائبریری
۱۸ر " "	ایضاً	ایضاً
۱۹ر " "	ایضاً	ایضاً
۲۲ر فروری	ایضاً	ایضاً

یکم فروری کو کمیٹی متعلق زنانہ کانفرنس بھی ہوئی ۲۷ کی کارروائیوں میں غیر حاضر تھا شمس العلماء مولوی احمد کے ذریعہ ہم غیر حاضروں سے رائے لی گئی۔ (باقی حاشیہ پر صفحہ ۵۲)

متعلق بھی ایسا ہی ہے۔ حضرت کی شہرت ان خطہائے ارض میں بھی اسی طرح ہوئی جس طرح شمالی ہند میں۔ حضرت نے ان جگہوں کے دورے نہ فقط ندوۃ العلماء اور کانفرنس کے سلسلے میں کئے بلکہ خود یہاں کی بہتری مقامی انجمنوں کی دعوت پر بھی ان مقامات کا سفر کیا، جنوبی ہند کے بے شمار جلسوں اور انجمنوں کی رپورٹوں میں آپ حضرت کا ذکر پائیں گے، جماعت صوفیہ کے ایک فرد کو اس طرح قومی کاموں میں سینہ سپر دیکھ کر سارا جنوبی ہند حضرت کا گرویدہ ہوگیا اور حضرت نے یہاں سے اپنے پائدار تعلقات کی یادگار میں اپنے مریدوں کی ایک کثیر جماعت ان علاقوں میں چھوڑی ہے، حضرت نے جنوبی ہند کا آخری سفر ۱۹۲۴ئ میں کیا تھا پھر ضعف قویٰ نے اجازت نہ دی۔

بزم صوفیہ حضرت قبلہ کو شروع سے اس بات کا خیال رہا کہ صوفیہ و مشائخ زادگان دنیا سے کٹے نہ رہیں، حضرت چاہتے تھے کہ ان کا جمود ٹوٹے۔ رفتار زمانہ اور ضروریات عصر سے وہ واقف ہوں، ان کے آپس میں اتحاد و اتفاق ہو، ان کی طاقتیں مجتمع ہو کر مذہب و ملت کے لئے مفید ہوں۔ مشائخ زادگان میں تعلیم کی اشاعت ہو، اور جو رسومات واہیہ کہ کم علم پیرزادوں میں جزو مذہب سمجھی جانے لگی ہیں، ان کی اصلاح کی جائے۔ حضرت کی ایک بڑی غرض یہ بھی تھی کہ صوفیہ اپنی اجتماعی طاقت سے صحیح تصوف اسلام کو دنیا میں پیش کریں، اور مسلمانوں میں اسے مقبول سے مقبول تر بنائیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱ کا) ۔ اسی سفینے میں حضرت کے ہاتھ کا ایک اور پروگرام بھی لکھا ہوا ہے، جس سے حضرت کے مشاغل پر روشنی پڑتی ہے اور وہ یہ ہے:-

جلسہ سالانہ مونگیر	۳ و ۴ ر شعبان ۱۳۱۱ھ
ایضاً بانکی پور	۱۱ ر شعبان ۱۳۱۱ھ
جلسہ ماہانہ بانکی پور	۲۰ ر رجب ۱۳۱۱ھ
〃 الٰہ آباد	۲۷ ر رجب المرجب ۱۳۱۱ھ

حضرت نے اپنی ذات سے تصوف کی اشاعت جس قدر کی اس کا تذکرہ انشاء اللہ بعد میں آئے گا۔ حضرت نے کئی مرتبہ تمام صوفیوں کو منظم کرنے کی بھی کوشش فرمائی۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا اجتماع آج سے تقریباً پینتیس ۳۵ سال پیشتر ردولی شریف میں ہوا تھا جس میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ لینے والوں میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادیؒ، حضرت شاہ سید صوفی جان صاحب میرٹھیؒ، حضرت شاہ التفات احمد صاحب ردولویؒ۔ اور ہمارے حضرت قبلہ تھے۔ صوفیوں کی اس جمعیۃ نے کچھ دنوں تک کام بھی کیا، لیکن اس کے بعض سرگرم اعضاء ارکان کی وفات نے کاموں کو آگے بڑھنے نہ دیا

ایک عرصہ کے بعد اخی محترم حضرت خواجہ حسن نظامی صاحبؒ "حلقۃ المشائخ" قائم کیا جس کا دفتر دہلی میں تھا، حضرتؒ نے اس تحریک کی بھی تہ دل سے تائید فرمائی۔ جناب خواجہ صاحب حلقہ کے مقاصد کی اشاعت اور اس کے کاموں کو آگے بڑھانے کے لئے بہار تشریف لائے۔ حضرت قبلہ کے حکم سے راقم الحروف کے سب سے بڑے بھائی مرحوم یعنی مولانا شاہ حسن[۱] میاںؒ نے خواجہ صاحب کو ساتھ لیکر صوبہ بہار کے مشائخ کرام میں دورہ کیا اور معقول کامیابی حاصل کی، حلقہ کا اہم مقصد مشائخ ہند میں باہمی ارتباط پیدا کرنا اور تصوف کے سلسلہ میں اہم لٹریچر شائع کرتے رہنا تھا، حضرت قبلہ کے زیر ہدایت حضرت مولانا شاہ حسن میاں صاحبؒ نے ایک اہم کتاب یعنی تذکرہ ابوالنجیب عبدالقاہر السہروردیؒ "لکھی"، جو اردو زبان میں تذکرہ کی ایک بلند پایہ تصنیف ہے، جس کی تعریف علامہ سید علی بلگرامیؒ جیسے لوگوں نے کی ہے۔ حلقہ کی جانب سے ایک ماہوار رسالہ "نظام المشائخ" نامی جاری ہوا۔ یہ رسالہ اب تک جاری ہے لیکن حلقۃ المشائخ کے مقاصد اب

---

[۱] حضرت مولانا شاہ حسن میاںؒ نے ۱۳۳۳ھ میں بعمر ۶۲ سال وفات پائی، آپ حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب سجادہ نشین مدظلہ سے چھ برس بڑے تھے، اپنی یادگاریں اپنے فرزند مولوی حسن مثنیٰ سلمہٗ کو چھوڑا ہے جو بفضلہ تعالیٰ امسال ندوہ سے فارغ التحصیل ہوئے ہیں، تصنیفات میں تذکرہ ابوالنجیب کے علاوہ پندرہ بیس چھوٹے بڑے رسائل چھوڑے ہیں۔ برد اللہ مضجعہ الشریف۔

بہت محدود ہو گئے ہیں، اس کی جانب سے مفید کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں اور نظام المشائخ میں صوفیانہ مضامین برابر شائع ہوتے رہتے ہیں، شروع میں مولانا احسن میاں مرحوم اس پرچہ کے زبردست نامہ نگاروں میں تھے اور حضرت قبلہ کے مضامین بھی اس میں چھپتے تھے۔ گو اب پہلا حلقۃ المشائخ باقی نہیں رہا، مگر اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ جماعت صوفیہ کی حمایت میں جناب خواجہ صاحب[لہ] اس وقت سب سے آگے ہیں۔

صوفیہ کو مجتمع و مربوط کرنے، ان کی اندرونی اصلاح کرنے اور ان کے اثرات سے دینی و مذہبی خلا کو پُر کرنے کو انجام دینے کے لئے تیسری کوشش حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کی اور اس مقصد کے لئے "بزم صوفیہ" نامی ایک انجمن کی بنیاد ڈالی، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ علاقہ آگرہ کے مسلمان ملکانوں کو مرتد

لہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کو ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے جو روحانی تعلقات اور قلبی روابط رہے ہیں۔ جناب خواجہ صاحب نے ان کا تذکرہ اپنی آپ بیتی میں اور بہت سی تحریروں میں جو شائع و ذائع ہیں کیا ہے کئی جگہ تحریر فرمایا ہے کہ میں حضرت رح کو اپنے باپ کی جگہ پر سمجھتا ہوں حضرت کی علالت کی اطلاع پاکر ۲۲ اپریل ۱۹۳۵ء کے منادی میں اس طرح تحریر فرمایا۔

تشویشناک اطلاع | پھلواری شریف سے حضرت مولانا سید شاہ سلیمان صاحب قادری چشتی کی سخت علالت کی خبر آئی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں صحت و سلامتی عطا فرمائے وہ میرے محسن اور ہادی اور مسلمانوں کے رہنما ہیں، ان کی خدمات کا نام ہندوستان معترف ہے۔

حضرت کی وفات کے بعد اپنے ایک مکتوب میں راقم الحروف کو تحریر فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ آپ لوگوں کے ساتھ حقیقی بھائی کی طرح رہوں گا حضرت قبلہ کے بہتر مکتوبات بھی حضرت خواجہ صاحب کے نام مطبوعہ وغیر مطبوعہ ہیں، جن میں تصوف کے اہم نکات حل کئے گئے ہیں یا اعمال مروجہ بین الصوفیہ پر بحث کی گئی ہے۔ حضرت محبوب الٰہی رح کی مجذوبیت کی وجہ سے حضرت قبلہ بھی جناب خواجہ صاحب ممدوح کا بہت احترام فرماتے تھے۔ اعمال حزب البحر کی اجازت دیتے ہوئے حضرت نے جناب خواجہ صاحب کو اس طرح تحریر فرمایا ہے سے

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں   گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

کرکے آریوں نے شدھی کی تحریک زوروں پر شروع کردی تھی، حضرت نے بزم صوفیہ کی کافی تائید کی آپ کے زیر اثر صوبۂ بہار میں بزم صوفیہ قائم ہوئی راقم الحروف کی موجودگی میں بزم صوفیہ ہند کا ایک اہم جلسہ اجمیر شریف میں منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا عبدالباری رح نے ایک مدرسۂ تصوف کے قیام کی تحریک کرتے ہوئے حضرت قبلہ سے استدعا کی کہ آپ ہی اس تحریک کو دوبارہ[1] اپنے ہاتھ میں لیں حضرت نے اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے تنہا ذمہ داری لینے سے معذرت کی لیکن اپنی ہر ممکن تائید کا وعدہ فرمایا، افسوس کہ کچھ دنوں کے بعد ہی تفتنۂ نجد وحجاز نے حضرت قبلہ اور مولانا عبدالباری دونوں کی توجہات کو ہمہ تن اپنی طرف منعطف کرلیا اور مدرسہ کی تجویز کامیاب نہ ہوسکی، لیکن بزم صوفیہ ہند عرصہ تک مشائخ زادوں میں ایک تحریک عمل پیدا کرتی رہی۔

خدا کا شکر ہے کہ صوبۂ بہار میں جو بزم صوفیہ قائم ہوئی تھی وہ اب تک قائم ہے، اس کے ذریعہ متعدد موقعوں پر مشائخ بہار کے عظیم الشان اجتماعات ہوئے ہیں، اکثر اہم مواقع پر اس نے صحیح مذہبی نقطۂ

[1] مدرسہ تصوف کے قیام کی تجویز سب سے پہلے مولانا محمد حسین رح الہ آبادی نے ردولی کے جلسہ میں پیش کی تھی یعنی ایک ایسا مدرسہ ہو جس میں علوم ظاہری کے حصول کے بعد طلبہ کو علم تصوف کی اعلیٰ تصنیفیں بطور درسیات کے پڑھائی جائیں اور اس طرح تصوف کے علمی حصے کو فنا ہونے سے بچایا جائے افسوس کہ مولانا محمد حسین رح کی قبل از وقت رحلت نے اس تحریک کو بر سر عمل نہ آنے دیا۔

جب بزم صوفیہ ہند بھی اس کام کو انجام نہ دے سکی تو اب سے ۷، ۸ سال بیشتر جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے ایک مدرسہ قائم کرنے کی کوشش کی اور ان کو امید تھی کہ کسی ریاست کو اس کی جانب متوجہ کرنے میں کامیاب ہوں گے، خواجہ صاحب نے حضرت قبلہ سے برابر اس سلسلے میں خط وکتابت کی، تجویز یہ تھی کہ تین سال کا نصاب مقرر کیا جائے، چند مستعد فارغ التحصیل طلبہ کو معقول وظیفہ کے ساتھ مدرسہ میں داخل کیا جائے اور ایک یا دو صوفی عالم (جو تصوف کی کتابوں پر عبور رکھتے ہوں) کی خدمات حاصل کی جائیں۔

حضرت قبلہ نے تین سال کی تعلیم کے لئے نصاب بھی تیار کردیا تھا جو جناب خواجہ صاحب کے پاس غالباً محفوظ ہوگا۔ افسوس کہ یہ تحریک بھی کامیاب نہ ہوسکی، اس موقع پر جس قحط الرجال کا مشاہدہ ہوا وہ بھی جماعت صوفیہ کے لئے سخت عبرتناک ہے۔ حضرت قبلہ کی وفات پر دنیائے تصوف نے کونسی چیز کھو دی اس کا اندازہ اہل نظر ہی کرسکتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نگاہ سے عوام کو آگاہ کیا ہے، موجودہ مشائخ زادگان کی اندرونی اصلاح اور اعتقادات عامہ کے تحفظ کے سلسلے میں ایک بزم مشاورت سنہ [illegible] میں اس نے منعقد کی تھی، اس مجلس نے جو تجویز پاس کی اس کو تمام جرائد اسلامی نے قدر کی نگاہ سے دیکھا، اخبار زمیندار نے بھی اس کی تعریف میں ایک طویل نوٹ لکھا۔ بزم صوفیہ بہار کے ارکان اپنی اس تجویز کے سلسلہ میں کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں، ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ تجویز مذکور کو اپنے ناظرین کی آگاہی کے لئے ذیل میں درج کر دیں وھو ھذا۔

علما و مشائخ کی یہ بزم مشاورت اُن آرار کی بنا پر جو مختلف حصص صوبہ سے یہاں بھیجی گئی ہیں۔ باہمی تبادلہ خیالات کے بعد حسب ذیل رائے مشائخ و علمار اور دیگر دیندار مسلمانوں کے سامنے پیش کرتی ہے۔

(۱) بحالت موجودہ "انسداد الحاد" کے نام سے کسی مستقل انجمن قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مگر ضرورت ہے کہ حضرات سجادہ نشیں و دیگر مشائخ و علمار کی عملی زندگی میں کچھ تغیر پیدا کیا جائے۔

(۲) ایسے کل حضرات کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے اپنے مقام پر عوام کے مذہبی حالات و خیالات کا بغور مطالعہ کرتے رہیں اور تا بمقدور اپنا احتساب ان پر اس عنوان سے قائم کریں کہ کوئی مادہ ضد اور حقارت کا ان کے دل میں پیدا ہونے کے بجائے مذہب کی باتوں پر غور و توجہ کرنے کا میلان پیدا ہو۔

(۳) اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خود داعیان مذہب کیلئے ضروری ہے کہ اپنی اخلاقی زندگی کے معیار کو بلند کریں، اور اُسے اس حد تک پہنچائیں کہ ان کی زندگی مذہب کا کم از کم ایک ایسا نمونہ بنے جس سے وحشت و تنفر کے بجائے موانست پیدا ہو، جیسا کہ داعیان سلف کا دستور رہا ہے۔

(۴) یہ امر باور کرتے ہوئے کہ موجودہ بے حسی پر قائم رہ کر مشائخ نہ اب خود زندہ رہ سکتے ہیں نہ مذہب کو بچا سکتے ہیں، ضرورت ہے کہ صوفیائے کرام بے ضرورت تصنعات و رسمیات کو کم کر کے ان اُمور کی طرف توجہ کریں، جن کی اس وقت ضرورت ہے، نیز انہیں ضرورت ہے کہ خود میں عظمت پیدا کرنے کے بجائے پبلک کے ساتھ

اس طرح مل جل کر رہیں، جس طرح ان کا کوئی خادم ان میں رہ سکتا ہے۔

(۵) یہ امر اہم ہے کہ قوم کو ایسے مصنوعی پیروں سے نجات ملنی چاہیئے، جو دور دراز دیہاتوں میں جا کر بجائے کسی دینی خدمت کے عوام کو توہم پرستی اور فاسد عقیدوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، ضرورت ہے کہ ایسے پیروں کو کسی دینی روزگار پر لگا دینے کی کوشش کی جائے۔

(۶) حضرات مشائخ کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ان کی خانقاہ میں فرائض و سنن کی پوری نگہداشت کی جائے اور ان کے حلقۂ تولیت سے ان تبارکو خارج کیا جائے جو مسلمہ منہیات شرعی میں ہوں۔

(۷) ایک مختصر وفد روشن خیال علماء و مشائخ کا ان تمام خانقاہوں میں دورہ کرے جو صوبہ کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی ہیں اور حضرات سجادہ نشینان و دیگر مشائخ و علماء کو مندرجہ بالا امور پر متوجہ کرے، انہیں حالات حاضرہ سے آگاہ کرے، اور کوشش کرے کہ ان کی عملی زندگی میں معقول تغیر پیدا ہو۔

(خدا کا شکر ہے کہ بزم صوفیہ بہار برابر اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ کرتی رہتی ہے)

انجمن خدام الحرمین

جب شریف حسین مرحوم نے انگریزوں سے ان مواعید و معاہدہ کے ایفا کا مطالبہ کیا، جو دوران جنگ عظیم میں ان سے کیے گئے تھے، تو عین اسی موقع پر نجد کے حاکم ابن سعود نے جو ۱۹۱۶ء سے انگریزوں کا وفادار اور وظیفہ خوار تھا۔ ارض مقدس حجاز پر حملہ کر دیا، ابن سعود نے اپنے داخلۂ حجاز کے ساتھ اپنی روایات قدیمہ کے مطابق نبش قبور و انہدام مساجد و قباب و آثار متبرکہ بھی شروع کر دیا، حتیٰ کہ مولد نبوی صلعم کو مزبلۂ بول و براز بنا دیا، مسلمانان عالم ان حادثات پر کانپ اٹھے۔ شریف حسین سے چونکہ دنیائے اسلام سخت بیزار تھی، اس لئے ہندوستان کے مسلمانوں کی ایک جماعت عظیمہ شریف حسین کے نکل جانے کو غنیمت سمجھ کر ابن سعود کی ہمدرد ہو گئی۔ کسی نے محض حسن ظن کی بنا پر اور کسی نے جان بوجھ کر ابن سعود کے معائب کی پردہ پوشی کی،[1] یہ صورت حالات ارض

[1] دیکھو خطبۂ صدارت مولانا محمد علی مرحوم در خلافت کانفرنس منعقدہ کراچی۔

مُقدس حجاز کی آزادی اور اماکن مقدسہ و روضۂ نبوی زادہا اللہ شرفاً کی حرمت کے لیے سخت خطرناک تھی۔ ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ہندوستان بھر میں سب سے پہلے پانچ معزز شخصیتیں سامنے آئیں اور سب سے پہلا احتجاجی اعلان انہیں پانچ بزرگوں کے دستخط سے ہندوستان اور بیرون ہندوستان میں شائع ہوا۔ یہ پانچ شخصیتیں یہ تھیں :- ہمارے حضرت قبلہؒ۔ حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی، جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد، مولانا حسرت موہانی اور شیخ مشیر حسین قدوائی، اس اعلان کے چند ہی دنوں کے بعد سب سے پہلا احتجاجی جلسہ ہمارے حضرت قبلہ کے زیر صدارت لکھنؤ میں منعقد ہوا جس نے تمام ہندوستان میں ایک تہلکہ پیدا کر دیا، پھر حضرت ہی کی تائید سے انجمن خدام الحرمین کی بنیاد پڑی۔ حضرت نے باوجود ضعف پیری و ناتوانی بہار، یوپی، پنجاب اور بمبئی کا دورہ کیا۔ اس سلسلے میں حضرت کو اتنی مخالفتیں برداشت کرنی پڑیں، جتنی کہ ایجوکیشنل کانفرنس اور ندوہ کے سلسلے میں بھی نہ کرنی پڑی تھیں[1]۔ لیکن جوں جوں اصلی حالات کا لوگوں پر انکشاف ہوتا گیا، لوگ حضرت کے ہمخیال ہوتے گئے اور اب تو ایک انگریز کمپنی کی ارض حجاز میں اجارہ داری قائم ہو جانے

[1] اس زمانہ میں ایک وفد بشمول حضرت قبلہؒ ہز اکسلنسی لارڈ اردن وائسرائے ہند سے ملا تھا جس میں مہاراجہ محمود آباد اور سر علی امام مرحوم بھی شریک تھے، اس کے متعلق اکثر لوگوں نے عوام میں عمداً غلط فہمیاں پیدا کر دی تھیں، حضرت اور انکے رفقائے کار کا خیال تھا کہ سلطان ابن سعود پر، چونکہ حکومت برطانیہ کے زیر اثر ہیں اس لئے ان کے ہاتھوں ارض مقدس میں جو یہ ناگوار واقعات ظہور پذیر ہو رہے ہیں، ان سے حکومت برطانیہ کو بالکل بری الذمہ نہیں قرار دیا جا سکتا، اس حکومت پر پوری طرح واضح کر دینا چاہیئے کہ حجاز میں یہ جو کچھ ہو رہا ہے اس سے مسلمان قطعی بیزار ہیں۔ اور اس لیئے وہ ابن سعود کی ہر مخالفت میں بالکل آزاد ہیں، حضرت چاہتے تھے کہ ارض مقدس و اماکن مطہرہ کی حفاظت و صیانت کے سلسلے میں مسلمان جو سیاسی مخالفت حکومت سعودیہ کی کرنی چاہیں اس میں کوئی مزاحمت نہ ہو، چونکہ یہ مذہب کا معاملہ ہے، اس لئے حکومت سعودیہ کی مخالفت ہر ایسے قانون کی زد سے باہر ہے جو معاہد حکومتوں کے خلاف رعایا کی کارروائیوں کے سلسلے میں وضع کیا گیا ہو۔ یہ وفد اسی سلسلے میں گیا تھا اور اس کی غرض و غایت حکومت کو صرف متنبہ کر دینا تھی۔ سر علی امام مرحوم نے جو سلجھی ہوئی تقریر اس

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۵۹)

کہ انگلستان نے جو پوزیشن سلطان ابن سعود کی مسلمانان عالم کی نظروں میں بنا رکھی ہے ۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔

جمعیۃ مرکزیہ علمائے ہند اور مسلم کانفرنس

ہم نے ان اوراق میں ذکر کیا ہے کہ جمعیۃ علماء صوبہ بہار کی بنیاد حضرت قبلہ کے زیر صدارت بہار شریف میں ڈالی گئی، اس کے کئی سال بعد جمعیۃ علمائے ہند کی بنیاد پڑی جس کا صدر دفتر دہلی میں رکھا گیا۔ حضرت قبلہ اس جماعت کے بھی رکن ہوئے۔ نہرو رپورٹ کی تصنیف کے بعد سے اس جماعت میں اختلافات پیدا ہونے لگے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مسلم قوم من حیث الجماعت کانگریس سے علیحدہ ہوگئی تھی، مسلم قوم اگر کچھ دنوں اور اس یکجہتی پر قائم رہتی تو یقینی کانگریس مسلمانوں کے ساتھ تصفیہ حقوق پر مائل ہو جاتی۔ مسلمانوں کے کچھ افراد پہلے سے غیر مشروط طور پر کانگریس کے ساتھ موجود تھے، جمعیۃ علماء کے اکزیکیٹو کا میلان بھی اسی طرف ہوگیا۔ اس وقت یہ محسوس کیا گیا کہ اگر علمائے ہند کے نام اور اس طرح ان کے مذہبی اثرات کو غلط طریقے پر استعمال کیا گیا تو اس سے ایک طرف تو مسلم یکجہتی کو صدمہ پہنچے گا، دوسری طرف نہرو رپورٹ یا شاید اس سے بھی کوئی بدتر دستور زبردستی مسلمانوں کے سر تھوپ دیا جائے گا، اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے کوشش کی گئی کہ جمعیۃ کے نظام میں ایسی اصلاح کی جائے کہ اس کی ایک نمائندہ حیثیت ہو جائے اور مخصوص افراد اس کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال نہ کیا کریں۔ رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم اور امام العلماء مولانا عبدالماجد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں بہت سعی کی، لیکن جب انہیں کامیابی نہ ہوئی تو ہر دو حضرات جمعیۃ سے مستعفی ہوگئے اور آپ کے ساتھ ساتھ سید الاحرار مولانا حسرت موہانی

(بقیہ صفحہ ۵۸ کا)۔ اس سلسلے میں جناب والا نے آگے کی تھی وہ وفد کے مقصد کو اور بھی واضح کر دیتی ہے ارکان وفد پہلے مہاراجہ محمود آباد کی کوٹھی واقع دہلی میں مقیم ہوئے، وہیں باہمی مشاورت ہوئی اور محضر تیار ہوا۔ جہاں مولانا محمد علی مرحوم اور مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی بھی مشورہ میں شریک تھے۔

حضرت مولانا قطب الدین عبدالوالی، مولانا شوکت علی، مولانا نثار احمدؒ، مولانا شفیع داؤدی، مولینا خواجہ حسن نظامی، مولانا محمد فاخرؒ، مولانا عبدالکافی کانپوری، مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی، مولانا نذیر احمد خجندی، مولانا مظہر الدین، مولانا غلام بھیک نیرنگ، مولانا عبدالعلیم صدیقی وغیرہم یعنی علماء و زعماء کی ایک بڑی تعداد جمعیۃ سے مستعفی ہو گئی، ہمارے حضرت نے بھی استعفا دیدیا۔ ان زعمائے ملت کی رائے ہوئی کہ مسلم قوم کی یکجہتی کو قائم رکھنے کے لئے ایک وسیع نظام کے ماتحت علما کی ایک نمائندہ حیثیت رکھنے والی جمعیۃ قائم کیجائے جس میں تمام طبقات کے علماء شامل ہوں، چنانچہ ایک علماء کانفرنس اسی غرض سے کانپور میں منعقد ہوئی۔ جس میں مولانا حسرت موہانیؒ، مولانا محمد علی، مولانا عبدالماجد بدایونیؒ، مولانا قطب الدین عبدالوالی اور ہر خیال کے تمام علماء نے جو وہاں موجود تھے متفق اللفظ ہو کر حضرت قبلہ کو اس جدید جمعیۃ کا صدر منتخب کیا حضرت جلسہ میں موجود نہ تھے، بلکہ اجمیر شریف میں تھے، وہیں تمام حالات سے آگاہی ہوئی۔ پھر جب اجمیر شریف سے واپسی میں کانپور پہنچے۔ تو زعمائے ملت و علمائے کرام و مشائخ عظام کا ایک وفد حضرت کے پاس آیا اور پوری کیفیت سے آگاہ کیا اور کانفرنس کی تجویز پیش کی اور واضح کیا کہ پیری و ناتوانی و خرابی صحت کے باوجود اس بار کو سنبھالنا ہی ہوگا۔ حضرت نے صدارت قبول فرمالی۔ جمعیۃ کی صدارت سے حضرت کے تین اہم مقاصد تھے:۔

اول یہ کہ مسلم قوم یکم جنوری ۱۹۲۱ء کی تجویز پر راسخ رہے اور ٹولی ٹولی بن کر نت نئے فارمولوں سے اُس "مسلم میگنا کارٹا" کو تباہ نہ کردے۔

دوسری غرض یہ تھی کہ جغرافیائی وطنیت و قومیت کا طلسم سامری جو مغربی تہذیب کا سب سے زیادہ دلفریب تحفہ ہے، مسلمانوں کے فکر اسلامی اور اسلام کی ہمہ گیر اخوت عامہ کو مغلوب نہ کردے۔

تیسرا مقصد جو حضرت کے پیش نظر رہا وہ مسلمانان ہند کے لئے ایک با اختیار شرعی محکمۂ قضا کا حصول تھا۔

یہ تینوں مقاصد ہندوستان میں مسلمانوں کی انفرادی ملی ہستی کو قائم و برقرار رکھنے کے لیے بلاشبہ از بس ضروری تھے۔ حضرت کے پیش نظر برابر رہا کہ جمعیۃ علماء کے ذریعہ ان ہر سہ مقاصد کی نشر و اشاعت ہوتی رہے۔ پیری و ضعف قویٰ نے جہاں تک اجازت دی حضرت نے اس راہ میں برابر کوشش کی، حضرت کی بعض آخری تحریریں، جو اس مجموعہ کے ساتھ شائع ہو رہی ہیں اس کی شاہد ہیں، اس زمانہ میں مذہب اور انفرادی ملی حیثیت کا نام لینا نئے آزاد خیالوں میں رجعت پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ وطنیت و قومیت کے مغربی اور تنگ نظرانہ تخییل کو ہی حریت سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت نے اس جماعت کے طعن و تشنیع کی بھی کچھ پروا نہ کی اور قوم کی مناسب ہدایت فرماتے رہے۔

حضرت کی کوششیں کس حد تک بارآور ہوئیں، ان پر بحث کرنا یہاں پر طول کلام سے خالی نہ ہوگا، سب حالات اخبار بین حضرات کے پیش نظر ہیں، البتہ چند کلمہ محکمۂ قضا کے متعلق کہ دینا نسب ہے، اسے دستور ہند کی بنیاد اساسی میں کوئی جگہ نہیں ملی، لیکن یہ بالکل ظاہر ہے کہ مسئلہ اب اس جگہ پر نہیں ہے جس جگہ پر انجمن مؤید الاسلام فرنگی محل کی تجویز کے وقت تھا۔ اب محکمۂ قضا کی ضرورت و اہمیت کا بہت کافی پروپگنڈا ہو چکا ہے، عوام بھی سمجھ چکے ہیں کہ قاضی کس کو کہتے ہیں اس کی کیا تعریف ہے اور کیوں اس کی ضرورت ہے، اور کیوں مفتیوں کا فتویٰ حکومت ماذنی نہ ہونے کی وجہ سے قضائے قاضی کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا۔ انگریزی تعلیم یافتہ اور لیڈروں کی جماعت بھی سمجھنے لگی کہ یہ صرف مولویوں کا مطالبہ نہیں بلکہ عام اسلامی مطالبہ ہے، اور اس کا قیام کس قدر ضروری ہے، حکومت بھی اب ناواقف نہیں ہے، اور اس کے کانوں تک بھی مسلسل آوازیں پہنچ رہی ہیں، مولانا سید غلام بھیک نیرنگ ایم۔ ایل۔ اے نائب صدر جمعیۃ مرکزیہ علمائے ہند نے اسمبلی میں طلاق و فسخ نکاح کے متعلق ایک بل پیش کر دیا ہے، چند صوبجاتی کونسلوں میں بھی شریعت بل یا اسی قسم کے مسودات قانون در پیش ہیں، یا ان کی تیاریاں ہو رہی ہیں، الغرض یہ مسئلہ تیز رفتاری کے ساتھ آگے ہی بڑھ رہا ہے اور یہ مسئلہ اسلامیان

ہند کا متفقہ مسئلہ ہو چکا ہے فالحمد للہ علی ذلک۔

جمیعۃ علما مساجد فنڈ گزشتہ زلزلۂ عظیم میں صوبہ بہار کی بے شمار مسجدیں شہید ہو گئیں ان کی مرمت کے لیے اراکین جمیعۃ علمار اور اراکین مسلم کانفرنس نے دہلی میں مل کر ایک فنڈ جمیعۃ علمار مساجد فنڈ کے نام سے قائم کیا، اس کام کے لیے ایک کمیٹی بنادی گئی اور اس کا صدر حضرت قبلہ کو منتخب کیا گیا۔ اس موقع پر ایک اپیل اعاظم ہند کی جانب سے شائع ہوئی کہ آئندہ واسطے عید اضحی کے موقع پر تمام ہندوستان کے مسلمان "یوم مساجد" منائیں اور صوبہ بہار کی زلزلہ زدہ مساجد کی تعمیر کے لیے روپے جمع کرکے (حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی کے زیر سرپرستی قائم شدہ) جمیعۃ علما مساجد فنڈ کے لیے روانہ کریں اور تمام کارروائیوں کی اطلاع حضرت شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواری شریف ضلع پٹنہ کے پتہ پر دیتے رہیں۔ اس اپیل پر دستخط کرنے والوں میں حسب ذیل حضرات تھے۔

آنریبل سر عبدالرحیم[1] ام ال اے احال پریسیڈنٹ لیجسلیٹو اسمبلی، مسٹر عبدالمتین چودھری (سابق ڈپٹی پریسیڈنٹ لیجسلیٹو اسمبلی) سر محمد یعقوب ام ال اے۔ آنریبل سید محمود پادشاہ (مدراس) ممبر کونسل آف اسٹیٹ۔ مولانا سید مرتضیٰ صاحب بہادر ام ال اے (مدراس) خانبہادر حافظ ولایت اللہ ام ال اے (سی پی)، مسٹر فضل حق پراچہ ام ال اے (پنجاب)، آنریبل سید حسین امام ممبر کونسل آف

[1] سر عبدالرحیم پٹنہ کے مشہور و معروف وکیل و رئیس جناب مولوی سید محمد یحییٰ مرحوم کے حقیقی داماد ہیں، جناب مولوی صاحب موصوف اور ہمارے حضرت قبلہ کے درمیان گہرے دوستانہ مراسم کے علاوہ قرابت بھی تھی۔ اسی وجہ سے سر عبدالرحیم حضرت قبلہ سے برابر عزیزانہ ملتے رہے، جناب مولوی محمد یحییٰ صاحب مرحوم کے پوتے جناب ڈاکٹر غلام امام صاحب متولی بی بی محمد بیجان وقف اسٹیٹ کو حضرت قبلہ جب دیکھتے تو نہایت محبت سے پوتا پوتا کہہ کر پکارتے۔ ہمیں نہایت مسرت ہے کہ اس خاندان کے اور ہمارے خاندان کے درمیان ہنوز مراسم برادرانہ پوری طور پر قائم ہیں۔

اسٹیٹ۔ کنور حاجی اسمٰعیل علی ام-ال-اے (بنگال) ڈاکٹر ضیاء الدین احمد ام-ال-اے (حال پرو وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)، مسٹر عبدالحلیم غزنوی ام-ال-اے کلکتہ - علامہ سر عبداللہ المامون سہروردی (مرحوم) ام-ال-اے کلکتہ - آنریبل سر محمد حیات خاں نون ممبر کونسل آف اسٹیٹ۔ آنریبل سر سلیمان حاجی قاسم مٹھا ممبر کونسل آف اسٹیٹ (بمبئی) مسٹر محمد یامین خاں ام-ال-اے میرٹھ مسٹر کوٹل اُپی قطب الدین عرف بہادر ام ال اے (مدراس) نواب لفٹنٹ محمد ابراہیم علیخاں ام-ال-اے کرنال - آنریبل علی بخش محمد حسین ممبر کونسل آف اسٹیٹ (از سندھ) آنریبل نواب سر محمد اکبر آف ہوتی مردان ممبر کونسل آف اسٹیٹ (از صوبہ سرحد) مسٹر محمد معظم صاحب بہادر ام-ال-اے (مدراس) - مولانا محمد شفیع داؤدی ام-ال-اے۔ خان بہادر حاجی وجیہ الدین ام-ال-اے (میرٹھ) آنریبل نواب سر سید محمد مہر شاہ ممبر کونسل آف اسٹیٹ (پنجاب) آنریبل چودھری محمد دین، وینو منسٹر بیتھ پور ممبر کونسل آف اسٹیٹ - حاجی چودھری محمد اسمٰعیل خاں ام-ال-اے (بنگال) مسٹر رحمت اللہ ایم چھائے ام-ال-اے (بمبئی) - سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون ام-ال-اے (سندھ) آنریبل خانبہادر سید عبدالحفیظ ممبر کونسل آف اسٹیٹ -

ان عظیم الشان شخصیتوں کے نام پڑھنے کے بعد ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ سارا مسلم انڈیا حضرت قبلہ کی ذات پر کیسا اعتماد رکھتا تھا، اور محض آپ کی اخلاقی سرپرستی کسی قومی ادارے کو تمام ذمہ دار شخصیتوں کی نظروں میں کتنا وقیع بنادے سکتی تھی، افسوس کہ بعض جدید حالات ایسے پیدا ہوگئے کہ جمعیۃ علماء مساجد فنڈ کو اپنا کام بند کردینا پڑا اور یوم مساجد منایا گیا اور دو ہزار کی رقم جو اس کے پاس آسکی تھی اس رقم کو کمیٹی نے ایک دوسری مسجد کمیٹی کے حوالہ کر دیا جس کا اکثر کمیٹی مراد پور پٹنہ کے مسلمان تاجروں پر مشتمل تھا - علامہ ابوالکلام آزاد اور آنریبل مسٹر سید عبدالعزیز وزیر تعلیم بہار کے مخلصانہ مشورے اس تغیر کے باعث ہوئے۔ یہ کمیٹی ابتک قائم ہے اور راقم الحروف

بھی اس کا ممبر ہے۔

بیان سیرت نبوی کی بنا

اس طرف چند برسوں سے بحمد اللہ عام طور پر مسلمانوں کے دل میں جوش پیدا ہو گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے اور جلسوں و تقریروں کے ذریعہ سیرت پاک پر روشنی ڈالی جائے اس کام کے لئے جابجا سیرت کمیٹیاں بھی قائم ہیں اور سال میں ایک بار خاصکر ربیع الاول کے مہینہ میں طول و عرض ہند میں یوم النبی منایا جاتا ہے۔ سچی بات بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہی سب سے بہتر طور پر اسلام کو غیر مسلموں کے لئے دلکش بنا سکتا ہے۔ اسی سے ہر سمجھدار سمجھ سکتا ہے کہ سیرۃ مبارکہ کی اشاعت مسلمانوں کے لئے کس قدر اہم چیز ہے۔

اس نکتہ کا احساس ہمارے حضرت قبلہ کو آج سے ٹھیک باون سال پیشتر یعنی سنہ ۱۳۲۰ھ ہجری میں ہوا یعنی اوّل اوّل جس وقت حضرت نے قومیات میں قدم رکھا ہے اسی وقت آپ نے اس کی ضرورت محسوس کی، آپ نے سنہ ۱۳۲۰ھ ہجری میں پھلواری شریف میں بیان سیرت کی تقریب قائم کی۔ ہر سال ربیع الاوّل کے ابتدائی بارہ دنوں میں ہر روز سیرت کی مجلس منعقد کرتے۔ ابتداءً حضرت مجلس اس طرح پڑھتے کہ صحاح و سنن کی کتابیں سامنے رکھ کر سیرت سے متعلق حدیثوں کو پڑھتے اور ان کا ترجمہ اردو میں کر دیتے۔ لیکن اس طرح پر تسلسل کے ساتھ تمام واقعات تفصیلی طور پر نہیں بیان کیے جا سکتے تھے، اس لئے حضرت نے یہ طریقہ شروع کیا کہ احادیث کے علاوہ سیر و مغازی کی کتابیں بھی دیکھتے اور ہر مجلس کے لئے ایک نوٹ تیار کر لیتے، اور اسی کے مطابق بیان فرماتے، پھر حضرت نوٹ سامنے رکھے بغیر زبانی بیان فرمانے لگے۔ سیرت کے متعلق جتنا اسلامی لٹریچر کہ عربی یا فارسی زبان میں موجود ہے، اس میں شاید کوئی کتاب ایسی نہ ہوگی جس کا بامعان حضرت نے مطالعہ نہ فرمایا ہو، اسی سلسلے میں رجال کی کتابیں بھی حضرت نے بہت زیادہ دیکھیں، آخر وقت تک معمول رہا کہ حضرت رات کو بیان فرماتے، اور دن بھر دیکھی ہوئی کتابوں کو

نئے سرے سے دیکھتے، ربیع الاول کے زمانے میں حضرتؒ کے اردگرد زاد المعاد، استیعاب، اسدالغابہ، اصابہ، تہذیب التہذیب، ماثبت بالسنۃ، مغازی ابن اسحاق طبری اور احادیث و تاریخ کی مشہور و متداول کتابیں رکھی رہتیں اور یہ زندہ کتبخانہ ان کی سیر میں مشغول رہتا۔

حضرتؒ کو بیان سیرت سے جو الفت تھی اس کو ظاہر کرنے کے لئے ہم حضرتؒ کا ایک مکتوب درج کرتے ہیں جو رسالہ الایمان دہلی کے میلاد نمبر مجریہ ماہ ربیع الاول سنہ ۵۳ھ میں شائع ہوا تھا اور وہ یہ ہے۔

"مجھے یہ معلوم کر کے بیحد مسرت ہوئی کہ آپ الایمان کا میلاد نمبر شائع کر رہے ہیں، علمی و اردو سے میلاد نمبر (رسائل و اخبارات) کا نکلنا قوم و مذہب کے لئے از حد مفید چیز ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح پاک پر مختلف پہلو سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ مختلف طرز تحریر مختلف جماعتوں میں پسند ہوتا ہے اور ذریعۂ تبلیغ بنتا ہے۔ میلاد نمبر سے ناظرین اور خریداروں کو بہت ٹھوس فائدہ پہنچتا ہے، اور اس ذریعہ سے اسلامی لٹریچر میں بہت معقول اور کارآمد اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ان میلاد نمبروں کے علاوہ ایک اور اہم چیز ہے جس کی طرف الایمان کے ذریعہ آپ بھی لوگوں میں جوش پیدا کریں تو عند اللہ ماجور ہونگے اور وہ بیان سیرت کی مجلسوں کا قیام ہے۔ میں آپ کے پرچہ کے ذریعہ اپنی خاص جماعت یعنی مشائخ زادگان کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ ربیع الاول شریف کے مہینہ میں تقریباً تمام خانقاہوں میں عرس کی تقریب ہوتی ہے لیکن عام طور پر صرف قل اور سماع کی مجالس اور فاتحہ خوانی وغیرہ پر اکتفا کی جاتی ہے۔ اگر ان اعراس کے موقع پر مریدین و معتقدین کے اجتماعات کو حضور سرور کائنات کی سیرت کا بیان سنایا جائے اور سیرت پاک کے اہم واقعات بار بار ان کے ذہن نشین کرائے جائیں۔ تو زائرین حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ پاک سے بہترین سبق حاصل کریں، اور بہت ٹھوس دینی و دنیوی فائدہ لیکر اپنے گھروں کو واپس جائیں، اس سلسلہ میں ایک امر اور خاص طور پر قابل ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ بیان سیرت کے ذریعہ ذوق و شوق اور جذبۂ عشق نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا

کرنے کی کوشش ہونی چاہیئے اور خیال رکھنا چاہیئے کہ سیرۃ کا بیان روحانیت اور نسبت کو بھی قوی و قوی تر بنائے۔

بحمد اللہ کہ آج سے پچاس برس پہلے میں نے بیان سیرۃ کی اہمیت و ضرورت کو محسوس کر کے اس کی بنیاد دربیع الاوّل شریف کے موقع پر پھلواری شریف میں ڈالی تھی، فقیر خانہ میں چاند رات سے بیان سیرت شروع ہو جاتا ہے اور بارہ شبوں میں ولادت باسعادت سے لیکر وفات تک کے واقعات تسلسل کے ساتھ بیان کیے جاتے ہیں، فقیر خانہ کا اصل عرس یہی ہے اور یہ فقیر آج پچاس سال سے حضور سرور کائنات کی سیرۃ بیان کر رہا ہے، بحمد اللہ کہ ہمارے حلقے کے لوگ جو نزدیک و دور سے اس عرس کی شرکت کے لئے آتے ہیں وہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ پاک کے کم از کم اہم واقعات سے بخوبی واقف ہیں اور سیرۃ پاک کے برکات سے متمتع ہیں، خدا کا شکر ہے کہ کچھ عرصہ سے اب عام طور پر اس بات کا احساس کیا جا رہا ہے کہ بیان سیرت کو جہاں تک زیادہ ہو سکے عام اور رائج کیا جائے، جو لوگ اس میں کوشاں ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، میں اُن کے مشن کو خاص اپنا مشن سمجھتا ہوں لیکن خاکسار نے جس بیان سیرت کی بنا ڈالی اور موجودہ جو تحریک چلی ہے اُن میں تھوڑا سا فرق ہے، سیرۃ کے جو جلسے آج کل ہو رہے ہیں، ان میں عام طور پر صرف حضور صلعم کی سوانح حیات پر تبصرہ کیا جاتا ہے اور اسکی دلچسپی گویا صرف تعلیم یافتہ طبقہ تک محدود ہوتی ہے، میں اپنے یہاں سیرت کے واقعات ٹھیٹھ اور عام فہم لفظوں میں بارہ شبوں میں علی سبیل التسلسل بیان کرتا ہوں، کیونکہ آنحضرت کے سوانح حیات گھنٹے دو گھنٹے کے جلسوں میں بیان نہیں کیے جا سکتے، عوام جب تک سیرۃ سے واقف نہ ہوں، محض تبصروں کو نہیں سمجھ سکتے، میں چاہتا ہوں کہ موجودہ جلسہائے سیرۃ کے ساتھ ساتھ کم از کم ہندوستان کی تمام خانقاہوں میں عرس ربیع الاول کے موقع پر اصل توجہ بیان سیرۃ کی طرف مبذول کی جائے اور پہلی بارہ تاریخوں میں تسلسل کے ساتھ بیان سیرۃ کا اہتمام کیا جائے اور عام مقامی پبلک خانقاہوں

کی اس کام میں پوری مدد کرے۔

دوسری چیز جو بہت زیادہ سیرت کے موجودہ لکچروں میں قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ حضور سرورکائنات صلعم کو اعلیٰ ترین ریفارمر بہترین مقنن محسن نوع انسانی وغیرہ بتلاتے ہوئے ہر مسلم مقرر کے ذہن و نیت میں اس یقین کا ہونا بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ خداوند قدوس کے محبوب کی توصیف کر رہا ہے جو اس کے تقرب اور خدا و رسول کی خوشنودی کا سبب ہوگا اور اس کے ذریعہ وہ اپنے ہادی و رہبر اپنے حبیب و مطلوب اور اپنے ماویٰ و ملجا سے قریب تر ہو رہا ہے، جو اس کی حیات کا اصل مقصد ہے، نیز سیرت کے جلسوں کو درود و سلام سے یکسر خالی نہ ہونا چاہیے، اُمید ہے کہ آپ اپنے رسائل و اخبارات کے ذریعہ اس چیز کی طرف خاص توجہ کریں گے کہ سیرت پاک کے جلسے روحانیت سے معرا نہ ہوں۔ والسّلام

محمد سلیمان قادری چشتی

میلاد و رباعی بیان کرنے کا رواج

اب تک بہت سی جگہوں میں اور کچھ عرصہ پہلے تک عام طور پر میلاد شریف کی محفل قوالی یا سوزخوانی کی محفلوں کی طرح سے ایک محفل ہوتی تھی، تین چار آدمی تال سُر ملا کر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اشعار گاتے اور درمیان میں ایک صاحب اپنی بیاض یا کتاب میں سے کچھ روایتیں پڑھتے، جن کی عبارت نہایت مغلق لیکن مقفیٰ و مسجع ہوتی اور روایات کی صحت و سقم کے بجائے اصل غرض حاضرین کی سامعہ نوازی ہوتی، عوام اوّل تو کتابی مغلق عبارتوں کو سمجھتے نہیں، دوسرے روایات اغلاط سے بھری ہوتیں، اور بعض روایتیں تو ایسی ہوتیں کہ غیر قوموں کے آگے اسلام کو مضحکہ خیز بنا دیتیں۔

حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اپنے محب و مخلص خان بہادر مولوی خدابخش خاں وکیل مرحوم[1] کے ساتھ میلاد کی ایک تقریب میں شریک ہوا، میلاد خواں صاحب نے ایک روایت پڑھی کہ

---

[1] بانی اورینٹل لائبریری پٹنہ

"ملک سرندیپ میں حضرت آدم علیہ السلام کی قبر پر ایک درخت ہے جس کے ہر پتے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے، جتنے پتے کہ ہر روز ٹوٹ کر قبر پر گرتے ہیں، انہیں سرندیپ کا حاکم احتیاط کے ساتھ بٹور کر دفن کرا دیتا ہے" اس روایت کو سن کر مولوی خدا بخش خاں صاحب نے میری طرف دیکھا اور میں نے ان کو دیکھا اور اسی وقت سے میں نے تہیہ کر لیا کہ میلاد خوانی کے موجودہ طریقے میں قطعی اصلاح کرنی چاہیئے۔

حضرت نے اس کے بعد میلاد خوانی شروع کی اور اس طرح پر کہ سیرت پاک حضور سرور کائنات کے اہم واقعات زبانی بیان فرماتے اور جو سبق ان واقعات سے ملتا ان کی تشریح کرتے۔ ذات نبوی کے ساتھ عشق و محبت کے فضائل کا ذکر کرتے، اگلے صوفیہ کرام و اکابر امت کا حال بیان کرتے، اور جا بجا اپنے مخصوص انداز میں مولانائے رومؒ کی مثنوی شریف کے ابیات پڑھ کر حاضرین کے دلوں میں سوز و گداز پیدا کرتے۔ قرأۃ کلام پاک اور درود و سلام سے حضار کے لئے حلاوۃ روحانی کا سامان کرتے۔ آخر میں ولادت باسعادت کا بھی ذکر کرتے اور تمام حاضرین کے ساتھ مل کر ذوق و شوق کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھتے۔

جہاں تک ہمیں خیال آتا ہے حضرت فرماتے تھے کہ ہم نے اس نئے طریقہ سے میلاد کا زبانی بیان سب سے پہلے مولوی خدا بخش صاحب ہی کے یہاں کیا۔ یہ طریقہ روز بروز زیادہ سے زیادہ پسند کیا جانے لگا حضرت کی میلاد خوانی تمام ہندوستان میں مقبول ہونے لگی، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آیا کہ غالبًا غلط نہ ہوگا، اگر ہم یہ کہیں کہ میلاد شریف کی محفل جب کسی کے ذہن میں آئی تو ہمارے حضرت بھی اسکے ذہن میں آجاتے۔ حضرت گو بظاہر اب اس دنیا میں نہیں ہے لیکن ہزاروں میلاد خواں پیدا کر گئے۔ آج تمام اہل علم حضرات میلاد زبانی ہی بیان کرتے ہیں، اور ہر خوش لحن مقرر حضرت قبلہ کی طرح مثنوی پڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔

حضرت کی مثنوی خوانی

مجلہ فاران (بجنور) کے فاضل مدیر نے اپنے نوٹ میں صحیح لکھا ہے کہ حضرت مثنوی کے آدم تھے، یعنی مروجہ طرز لحن سے مثنوی کا مواعظ میں پڑھا جانا حضرت ہی کا ایجاد ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ "مثنوی میں جس لحن سے پڑھتا ہوں وہ خود بخود مجھ پر القا ہوا، میں پہلے دوسرے لحن میں پڑھتا تھا، میں نے اپنے موجودہ لحن میں مثنوی سب سے پہلے پھلواری شریف کی شاہی جامع مسجد میں بعد از نماز جمعہ دوران وعظ میں پڑھی، بہت کچھ بزرگ بیٹھے تھے، جن پر رقت طاری ہوئی، میں خود بھی بہت متاثر ہوا اور اسی لحن میں برابر پڑھنے لگا، یہ طرز ایسا مقبول ہوا کہ ہر واعظ اسی لحن میں مثنوی پڑھنے لگا" حضرت کے وعظ میں مثنوی سننے کا مشتاق ہر طبقہ یکساں رہتا تھا، جس طرح ایک حجرہ نشین صوفی اس سے ذوق لیتا تھا، اسی طرح علیگڈھ کالج کا ایک جنٹلمین بھی لطف لیتا تھا، حضرت نے عوام و خواص میں مثنوی کا ذوق پیدا کر دیا، انگریزی خواں اور نئے فیشن کے لوگوں کے دلوں پر مثنوی کی عظمت بٹھا دی، ہزاروں پڑھے لکھے انسانوں میں مثنوی شریف کے مطالعہ کا شوق پیدا کر دیا، اور مثنوی شریف کے مطالعہ نے کتنوں کی زندگی میں مبارک انقلاب پیدا کر دیا۔

سنہ ۱۹۲۰ء میں ایک بار راقم الحروف حضرت کی معیت میں ردولی شریف سے لکھنؤ جا رہا تھا اگلے اسٹیشن پر مولانا عبدالماجد دریابادی بھی ہمارے ڈبہ میں آ گئے، دوران گفتگو میں انہوں نے حضرت سے فرمایا کہ میں ایام طالب علمی سے برابر آپ کے وعظوں میں مثنوی سنا کرتا تھا اور اس نے میرے دل میں مثنوی کے مطالعہ کا شوق پیدا کر دیا، چنانچہ میں نے مثنوی کا مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تمام اسلامی لٹریچر میں یہ ایک بہترین کتاب ہے۔

پر از روحانیت تقریر اور بعض خصوصیتیں

علامہ سید سلیمان ندوی نے راقم الحروف سے ایک بار بتایا میں اور مولانا عز الدین سلمہ سے

ندوہ میں فرمایا تھا کہ "شاہ صاحب اور دوسرے مقرروں میں فرق یہ ہے کہ شاہ صاحب کی تقریر میں روحانیت ہوتی ہے، جو دلوں پر اثر کرتی ہے"۔۔۔ حقیقت ایسا ہی ہے، حضرت قبلہ کے ہمعصروں میں اور بھی بہت سے زبردست مقرر تھے، ہر کا رنگ جدا جدا تھا اور اس وقت بھی بڑے بڑے جادو بیان مقررین موجود ہیں لیکن ہمارے حضرت کی تقریر کو خاص امتیاز حاصل تھا وہ یہ کہ آپ کی تقریر روحانیت سے مملو اور قلب پر اثر کرنے والی ہوتی تھی، پر از روحانیت تقریر کرنے والے قومی کارکن پہلے بھی عنقا تھے اور اب بھی ہیں، قومی جلسوں میں ایسی تقریر کرنے والے جو قومی ضرورتوں کو بتلاتے ہوئے قلوب پر روحانی تاثیرات بھی پیدا کریں کہاں تھے اور کہاں ہیں؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خدمت کے لئے حضرت کو چن لیا تھا کہ نئے فیشن اور نئے خیال والوں کو اپنی تقریروں کے ذریعہ روحانیت کی حلاوت سے مانوس کریں۔

حضرت کا وعظ ہر خاص و عام کے لئے ایک طور پر پُر اثر ہوتا تھا، ہر ہر لفظ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دل میں دھنسا جاتا ہے، ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ حضرت کا وعظ سُن کر بعض لوگوں پر اتنا اثر ہوا کہ وہ کئی کئی دن تک روتے رہے ہیں۔

حضرت اپنی تقریروں میں اکثر نہایت لطیف چٹکلے ایسے بیان فرماتے تھے کہ سامعین ہنس پڑیں، لیکن مجمع کا رنگ بدل دینے میں آپ کو ایسی قدرت حاصل تھی کہ عین اس وقت جب کہ سارا مجمع کسی باریک نکتہ کی لطافت کو سمجھ کر ہنس رہا ہے، آپ اپنا رُخ اور کلام کا لب و لہجہ بدل دیتے اور ایک ہی جملہ ایسا کہہ دیتے یا ایک ہی شعر ایسا پڑھ دیتے کہ سارا مجمع چشم پُر آب ہو جاتا، لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے، اور ان پر گریہ طاری ہو جاتا، گویا کہ ابھی کڑی دھوپ تھی اور ابھی گھنگھور گھٹا چھا گئی، اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔

سر عبدالرحیم کا تبصرہ

فخر قوم دی آنریبل سر عبدالرحیم پریسیڈنٹ آل انڈیا لیجسلیٹو اسمبلی اپنی

ایک تقریر میں حضرت قبلہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :۔

ہمارے اجلاس کے صدر مولانا قاری شاہ سلیمان صاحب باوجود پیرانہ سالی جلاس سے دو تین ماہ قبل بنگلور تشریف لائے، اور برابر ندوے کا کام کرتے رہے، شاہ صاحب کے متعلق زیادہ کہنے کی حاجت نہیں، تمام اصحاب ان سے واقف ہیں۔ میں نے بہت خوش بیان واعظ و خطیب دیکھے، لیکن ایسا نہیں دیکھا، ان کا بیان عجب پرتاثیر ہوتا ہے، ان کو ہنسانے و رلانے دونوں میں کمال ہے، ہم مولانا کے شکرگزار ہیں کہ ہم نے ان کے مفید نصائح سے فائدہ اٹھایا۔

(ملاحظہ ہو روداد اجلاس شانزدہم ندوۃ العلما منعقدہ مدراس صفحہ ۱۰)

مسلم قوم کو دولت حاصل کرنے کی ترغیب

واعظین عموماً لوگوں کو ترک دنیا کا وعظ سنایا کرتے ہیں، حضرت بھی ترک دنیا کا وعظ کہتے تھے، لیکن ترک دنیا سے حضرت کی مراد ترک معاصی تھا۔

حضرت بیکاری و بے روزگاری کو بہت برا سمجھتے تھے اور قوم کو اپنے متوسلین و معتقدین کو راہ محنت و مشقت کی تلقین فرماتے تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ مسلم قوم دولت مند ہو جائے حضرت برابر جائز وسائل سے دولت حاصل کرنے کی لوگوں کو ترغیب دیتے تھے، اس سلسلے میں ایک واقعہ پنجاب کے مشہور و معروف لیڈر سر شیخ عبدالقادر بالقابہ نے مدراس میں بیان فرمایا تھا، جس کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں :۔

سنہ ۱۹۱۸ء میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی صدارت کے لئے سر عبدالقادر مدراس تشریف لے گئے۔ کانفرنس کے بعد وہاں کے مشہور و دولتمند مسلمان تاجر ساہوکار سی عبدالحکیم نے آپ کے اعزاز میں ایک پارٹی دی۔ پارٹی کے بعد تقریر کرتے ہوئے سر شیخ عبدالقادر نے فرمایا :۔

"لاہور میں ایک بار ہم حضرت قاری شاہ سلیمان صاحب پھلواروی کے پاس ملنے گئے، ہم اس وقت جوان تھے، پلنگ پر لیٹے رہے، میری زیادہ تعظیم نہیں کی اور باتیں کرتے رہے، تھوڑی دیر کے بعد ایک امیر کبیر شخص شاہ صاحب سے ملنے آیا۔ وہ سر و قد اس کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے اور بہت اخلاق کیا۔ پھر مجھ سے ہنس کر فرمایا کہ تم کو تعجب ہوگا کہ میں نے ان کے ساتھ بہت اخلاق کیا، سو اس کی وجہ سن لیجئے میں جب کسی اچھے دولتمند مسلمان کو دیکھتا ہوں تو مجھے بہت تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان اور دولتمند؟ کیا تعجب ہے؟ پھر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے کہ یہ مسلمان فضول خرچ اور مصرف نہیں اور بُرے کاموں میں دولت لٹانے والا نہیں معلوم ہوتا ہے، پس میں اس کی بہت تعظیم کرتا ہوں۔

پس اے حضرات! میں بھی شاہ صاحب کے اس مقولہ کو یاد کر کے اس وقت ساہوکار سی عبدالحکیم صاحب کی بڑی قدر کرتا ہوں، جو باوجود مسلمان ہونے کے مدراس کے بہترین دولتمندوں میں سے ہیں۔"

تصوف کا علم

شیخ گجرات حضرت مولانا شاہ غلام محی الدین دیرم کامی نے کلکتہ میں جبکہ وہاں مسلم کانفرنس اور جمعیۃ علماء کے جلسے ہو رہے تھے، راقم الحروف سے فرمایا تھا کہ "تمہارے باپ ہندوستان میں تصوف کے ایک علم اور نشان رہ گئے ہیں، ان کی قدر کرو" حضرت مولانا نے جو کچھ فرمایا وہ اپنی باطنی آنکھوں سے دیکھ کر فرمایا، ہمارا عقیدہ ہے کہ بزرگان دین کو ایک دوسرے کے حالات و مقامات کی واقفیت ہوتی ہے اور جو اشارات وہ ارشاد فرماتے ہیں، وہ ہماری ظاہری آنکھوں کے لئے شمع ہدایت ہوتے ہیں۔

تصوف کے دو حصے ہیں ایک علمی اور دوسرا عملی، علمی وہ حصہ ہے جس میں تصوف کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے، اور اکابر صوفیہ نے ثابت کیا ہے کہ کس طرح ان کا مسلک نہ فقط کتاب و سنت سے مستنبط ہے، بلکہ کتاب و سنت کی اصلی روح ہے۔ اکابر نے بہت بڑا علمی ذخیرہ چھوڑا ہے، اور بیشمار

بلند پایہ تصنیفیں علم تصوف پر لکھی گئی ہیں، اور یہی ذخیرہ تصوف کا علمی حصّہ ہے، جس کا عملی حصہ وہ اعمال و اوراد و اشغال ہیں اور ریاضت کے وہ طریقے ہیں، جن کی شیخ اپنے مرید کو تعلیم کرتا ہے تصوف کا عملی حصّہ فی الجملہ ہنوز باقی ہے، اکثر خانقاہوں میں ہنوز ذکر و فکر کا کچھ نہ کچھ سلسلہ باقی ہے جو بہت کچھ باعثِ خیر و برکت ہے، لیکن پھر بھی یہ عملی حصّہ فقط آدھا تصوف ہے اور نصف آخر یعنی علمی حصّہ کے بغیر بعض اوقات کبھی غیر نافع اور کبھی مضر بھی ہو جاتا ہے۔

تصوف کے علمی حصّے سے روز بروز جماعت صوفیہ بیگانہ ہوتی جا رہی ہے، مشائخ زادگانِ زمانہ میں علوم تصوف پر نگاہ غائر رکھنے والے اور کتب تصوف پر عبور رکھنے والے حضرات اور دقیق مسائل تصوف کو سمجھنے والے افراد عنقا صفت ہو رہے ہیں۔ مشائخ زادگان اب علی العلوم علم ظاہری سے ہی بیگانہ ہوتے جا رہے ہیں، جن کے بغیر علوم تصوف پر دسترس ناممکن ہے۔ ایسے دور قحط الرجال میں جب ہم حضرت قبلہؒ کی ذات گرامی کو دیکھتے ہیں تو حضرت مولانا غلام محی الدین دیرم گامی کے ارشاد کی صداقت منکشف ہو جاتی ہے کہ "تمہارے باپ تصوف کے ایک نشان ہیں" تصوف کے علمی حصّے پر حضرت کو جیسا عبور حاصل تھا، اس کی مثال اب دنیائے اسلام میں مشکل سے ملے گی۔ تمام علمی ہندوستان حضرت قبلہ کو تصوف میں ایک سند تسلیم کرتا تھا، تصوف کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہوتی تو لوگ حضرت کی طرف رجوع کرتے۔ علماء و مشائخ و اکابر کے بہت سے خطوط حضرت قبلہ کے نام کے اس وقت ہمارے پاس موجود ہیں، جن کے ذریعہ لوگوں نے تصوف کے کسی نہ کسی مسئلہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے حضرت کی طرف رجوع کیا ہے۔ ہم ناظرین کی دلچسپی کے لیے چند خطوط ذیل میں درج کرتے ہیں۔ علامہ اقبال کو انگلستان میں مسئلہ وحدۃ وجود کے متعلق معلومات درکار ہوتی ہیں، وہ برِّ اعظم ہندوستان پر نظر دوڑاتے ہیں، تو حضرت قبلہ ہی ان کے سامنے ہوتے ہیں، وہ اپنے مخلص حضرت خواجہ حسن نظامی کو خط لکھتے ہیں اور ان کے ذریعہ حضرت قبلہ تک اپنا پیغام پہنچاتے ہیں، ہم اس خط کو بجنسہٖ ذیل میں نقل کرتے ہیں:-

نقل مکتوب علامہ سر محمد اقبال

از کیمبرج۔ ٹرینٹی کالج۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء

اسرار قدیم سید حسن نظامی۔

ایک خط اس سے پہلے ارسال کر چکا ہوں، اُمید کہ پہنچ کر ملاحظۂ عالی سے گزرا ہوگا۔
اس خط کے جواب کا انتظار ہے اور بڑی شدت کے ساتھ، اب ایک اور تکلیف دیتا ہوں اور وہ یہ کہ قرآن شریف میں جس قدر آیات صریحاً تصوف کے متعلق ہوں ان کا پتہ دیجئے۔ سپارہ اور رکوع کا پتہ لکھئے۔ اس بارہ میں آپ قاری شاہ سلیمان صاحب یا کسی اور سے مشورہ کر کے مجھے بہت جلد مفصل جواب دیں اس مضمون کی سخت ضرورت ہے اور یہ گویا آپ کا کام ہے۔

قاری شاہ سلیمان صاحب کی خدمت میں میرا یہی خط بھیج دیجئے، اور بعد التماس دعا عرض کیجئے کہ میرے لئے یہ زحمت گوارا کریں، اور مہربانی کر کے مطلوبہ قرآنی آیات کا پتہ دیویں۔ اگر قاری صاحب موصوف کو یہ بات ثابت کرنا ہو کہ مسئلہ وحدۃ الوجود یعنی تصوف کا اصل مسئلہ قرآن کی آیات سے نکلتا ہے تو وہ کون کون سی آیات پیش کر سکتے ہیں اور ان کی کیا تفسیر کرتے ہیں۔

کیا وہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ تاریخی طور پر اسلام کو تصوف سے تعلق ہے، کیا حضرت علی مرتضیٰ کو کوئی خاص پوشیدہ تعلیم دی گئی تھی؟ غرضکہ اس امر کا جواب معقولی اور منقولی اور تاریخی طور پر مفصل چاہتا ہوں۔ میرے پاس کچھ ذخیرہ اس امر کے متعلق موجود ہے، مگر آپ سے اور قاری صاحب سے استصواب ضروری ہے۔ آپ اپنے کسی اور صوفی دوست سے بھی مشورہ کر سکتے ہیں۔ مگر جواب جلد آئے۔ باقی سب خیریت ہے۔

اقبال

علامہ سر محمد اقبال کے ہاتھ کے لکھے ہوئے چند خطوط اور بھی ہیں جو علامہ موصوف نے راہ رہت حضرت کو لکھے تھے، ایک خط ۲۴ فروری ۱۹۱۶ء کا لکھا ہوا ہے۔ علامہ نے شیخ محی الدین ابن عربی کے مسلک پر اعتراض کیا ہے اور شیخ کی ایک عبارت پیش کی ہے، علامہ لکھتے ہیں کہ "ممکن ہے کہ میں نے شیخ علیہ الرحمۃ کا مفہوم غلط سمجھا ہے" پھر فرماتے ہیں کہ "گو اب میں سمجھتا ہوں کہ میں ایک قطعی نتیجے تک پہنچ چکا ہوں، لیکن اس وقت بھی مجھے اپنے خیال کے لئے کوئی ضد نہیں ہے اس لئے بذریعہ عریضہ ہذا آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ آپ ازراہ عنایت و مکرمت چند اشارات تسطیر فرما دیں۔ میں ان اشارات کی روشنی میں فصوص اور فتوحات کو پھر دیکھوں گا، اور اپنے علم و رائے میں مناسب ترمیم کرلوں گا۔

تجلی ذاتی کا ذکر کرتے ہوئے شیخ اکبر فرماتے ہیں:۔

وما بعد هذا التجلی الا العدم المحض فلا تطمع ولا تتعب فان ترقی من هذه الدرجة من التجلی الذاتی" اس میں شیخؒ نے تجلی ذاتی کو انتہائی مقام قرار دیا ہے اور اس کے بعد عدم محض۔ حضرت مجددؒ نے یہ فقرہ ایک مکتوب میں نقل کیا ہے۔ میری کتابیں اس وقت لاہور میں موجود نہیں ہیں کہ صفحہ و مقام کا پتہ دے سکتا ــــــ"

اس خط کے ساتھ ساتھ علامہ اقبال نے اپنی مثنوی اسرار خودی بھی حضرت کے پاس بھیجی تھی جس کا خط میں ذکر ہے، حضرت نے اس خط کا کیا جواب لکھا وہ ہمارے پاس موجود نہیں ہے، لیکن ایک اور خط ۹ مارچ ۱۹۱۶ء کا علامہ اقبال کے ہاتھ کا لکھا ہوا حضرت قبلہ کے نام کا ہمارے پاس موجود ہے۔ جس کو ہم ذیل میں بجنسہ نقل کر دیتے ہیں:۔

علامہ اقبال کا ایک اور مکتوب بنام حضرت قبلہ

لاہور ۹ مارچ ۱۹۱۶ء

مخدوم و مکرم حضرت قبلہ مولانا۔ السلام علیکم

جناب کا والا نامہ مل گیا ہے جس کو پڑھ کر مجھے بہت اطمینان ہوا۔

مجھے اس کا یقین تھا کہ آپ کو مثنوی پر کوئی اعتراض نہ ہوگا، کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کمال روحانی کے ساتھ علم و فضل سے آراستہ کیا ہے، میں نے خواجہ حسن نظامی صاحب کو بھی لکھا تھا کہ مثنوی سے اختلاف نہ کیجئے۔ دیباچے میں جو بحث ہے اس پر لکھئے، مگر افسوس ہے کہ انہوں نے آج تک ایک حرف بھی اس کے متعلق نہیں لکھا۔

آپ کی تحریر سے مجھے یقیناً فائدہ ہوگا، مگر میری استدعا ہے کہ مثنوی کے متعلق بھی جو خیال آپ نے خط میں ظاہر فرمایا ہے، اس مضمون میں ظاہر فرمایئے کہ جو غلط فہمی خواجہ حسن نظامی کے مضامین سے پیدا ہو گئی ہے وہ دور ہو جائے، دیباچے کی بحث ایک علیحدہ بحث ہے اور وحدۃ الوجود کا مسئلہ اسمیں ضمناً آگیا ہے، اس مسئلے کے متعلق جو کچھ میرا خیال ہے وہ میں نے پہلے خط میں عرض کر دیا تھا، فارسی شعرا نے جو تعبیر اس مسئلہ کی کی ہے اور جو جو نتائج اس سے پیدا کئے ہیں، ان پر مجھے سخت اعتراض ہے، یہ تعبیر مجھے نہ صرف عقائد اسلامیہ کے مخالف معلوم ہوتی ہے بلکہ عام اخلاقی اعتبار سے بھی اقوام اسلامیہ کے لئے مضر ہے، یہی تصوف عوام کا ہے اور شیخ علی حزیں نے بھی اس کو مدنظر رکھ کر کہا تھا، کہ تصوف برائے شعر گفتن خوب است۔ لیکن حقیقی اسلامی تصوف کا میں کیونکر مخالف ہو سکتا ہوں کہ خود سلسلۂ عالیہ قادریہ سے تعلق رکھتا ہوں، میں نے تصوف کا لٹریچر کرات سے دیکھا ہے بعض لوگوں نے ضرور غیر اسلامی عناصر اس میں داخل کر دیئے ہیں، جو شخص غیر اسلامی عناصر کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہو، وہ تصوف کا

خیر خواہ ہے نہ مخالف، انہیں غیر اسلامی عناصر کی وجہ سے ہی مغربی محققین نے تمام تصوف کو غیر اسلامی قرار دیدیا ہے اور یہ حملہ انہوں نے حقیقت میں مذہب اسلام پر کیا ہے، ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ تصوف اسلامیہ کی ایک تاریخ لکھی جائے، جس سے معاملہ صاف ہو جائے اور غیر اسلامی عناصر سے تقطیع ہو جائے۔ سلاسل تصوف کی تاریخی تنقید بھی ضروری ہے اور زمانۂ حال کا علم النفس جو مسائل تصوف پر حملہ کرنے کے لئے تیار کر رہا ہے اس کا پیشتر سے ہی علاج ہونا ضروری ہے، میں نے اس پر کچھ لکھنا شروع کیا ہے مگر میری بساط کچھ نہیں، یہ کام اصل میں کسی اور کے بس کا ہے، میں صرف اس قدر کام کرسکوں گا کہ جدید مذاق کے مطابق تنقید کی راہ دکھلا دوں۔ زیادہ تحقیق و تدقیق مجھ سے زیادہ واقف کار لوگوں کا کام ہے۔

آپ کے مکتوب نہایت دلچسپ ہیں اور حفاظت سے رکھنے کے قابل نہ ردی کی ٹوکری میں ڈالنے کے قابل، جیسا کہ آپ نے لکھا ہے۔ میں نے ان کو خود پڑھا ہے اور بیوی کو بھی پڑھنے کے لیے دیا ہے، یہ اعتراف ضرور کرتا ہوں کہ بعض بعض مقامات سے مجھے اختلاف ہے۔ اور یہ سب مقامات وحدت وجود سے تعلق رکھتے ہیں، جب آپ اپنے مضمون میں زیادہ تشریح سے کام لیں گے، تو ممکن ہے مجھے کوئی اختلاف نہ رہے۔ کیونکہ مکتوبات میں ایک آدھ جگہ مسئلہ مذکور کی ایک ایسی تعبیر بھی ہے، جس سے مجھ کو مطلق اختلاف نہیں اور نہ کسی مسلمان کو ہو سکتا ہے، اُمید کہ جناب کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسّلام

آپ کا خادم محمد اقبال۔ لاہور

مکاتیب حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفہ قادیان بنام حضرت قبلہ

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اسی سلسلے میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خلیفۂ اوّل اور قادیانیوں کی ہر جماعت کے متفقہ مقتدا جناب حکیم نورالدین صاحب کے چند مکاتیب بھی یہاں پر درج کر دیں جو کئی حیثیتوں سے مسلمانوں کی دلچسپی کا باعث ہوں گے :۔ ۱۰۹۹۷

مکتوب اوّل

حضرت مولانا الملکرم المعظم   السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

اس خاکسار کو تفہیمات الٰہیہ شاہ ولی اللہ دہلوی کا شوق ہے اور مختلف اکمنہ سے اس کے اجزاء مجھے میسّر آئے والحمد للہ رب العالمین۔ سید محمد حسین وزیر اعظم پٹیالہ۔ مولوی عبد العزیز ساکن کوم لُدھیانہ۔ سید احمد ولی اللٰہی دہلوی سے ۔ مگر پھر بھی کتاب پوری نہ ہوئی، خاکسار نے سید نورالحسن خاں[1] بالقابہٗ کو عریضہ لکھا اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا الاستاذ شاہ سلیمان پھلواروی کے پاس کامل نسخہ ہے، اسلئے یہ عریضہ پیش خدمت کر کے اُمیدوار ہوں، کتاب کو کسی طرح کامل کروں، یا حضرت کے خدام میں کوئی کاتب ہو اور وہ لکھ دے یا حضور مجھ پیچمیرز پر اعتماد فرماویں، مجھے ہزاروں سے زیادہ لاکھوں تو ضرور جانتے ہیں اور ہر طرح اطمینان دلانے کو حاضر ہوں۔ میرا نام نورالدین ہے اور اس وقت قادیان میں مرزا قادیانی[2] کے مریدوں کا مرجع ہوں۔ یا کوئی اور تدبیر حضور کریں والاجر من اللہ الکریم۔ نیز انسان کامل عبدالکریم الجیلی کی کوئی بسیط یا وسیط شرح حضور کے مکتبہ میں ہو تو اس کا شوق ہے۔

۱۸/ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء   اُمیدوار جواب نورالدین از قادیان ضلع گورداسپور، پنجاب۔

---

[1] نواب سید نورالحسن خاں مرحوم ابن اعلیٰحضرت نواب سید صدیق حسن خاں والی بھوپال۔ نواب سید نورالحسن خانصاحب کو کئی کمال و داعیہ کی بارے حضرت سے اجازت بھی تھی جس کو انہوں نے شائع کر دیا تھا۔

[2] مرزا غلام احمد صاحب کے درجہ کے متعلق قادیانیوں میں حکیم نورالدین صاحب کے بعد اختلاف ہو گیا، ایک گروہ ان کو نبی غیر تشریعی سمجھتا ہے اور دوسرا گروہ انہیں صرف مجدد کہتا ہے۔ گروہ اوّل کا ایک آرگن "الحکم" نامی قادیان سے شائع ہوتا ہے۔ ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۳۴ء کا "الحکم" اس وقت میرے سامنے ہے، اس کے صفحہ اوّل پر قادیان کے خلیفۂ حال مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا ایک مکتوب درج ہے جس کے آخر میں وہ تحریر فرماتے ہیں "الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائی ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے۔ نبی

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۶۹)

مکتوب دوم حکیم نورالدین صاحب (بنام مولانا شاہ حسن میاںؒ فرزند اکبر حضرت قبلہؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم مع التسلیم

امّا بعد

مکرم معظم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مکرمت نامہ پڑھا اور معًا سجدہ میں گر گیا۔ فالحمد للہ رب العالمین۔ تفہیمات کو رجسٹرڈ یا بیرنگ روانہ فرمادیں۔ کچھ حصّہ کتاب کا میرے پاس لکھا موجود ہے، نیز کاتب میرے پاس موجود ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین ثم الحمد والشکر والمنہ والاحسان ولہ الفضل۔

بحضور حضرت والد ماجد مکرم و معظم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ بادب گزارش فرما کر مجھ خاکسار کی طرف سے شکریہ ادا ہو۔

اب مجھے کتب تصوف میں حلیہ ابو نعیم اصفہانی اور شرح انسان کامل کا شوق باقی ہے۔ خیر کثیر شاہ ولی اللہ کا شوق تھا، مگر کسی نے مجھے رد یا میں کہا خیر کثیر ہندوستان میں نہیں۔ ہندوستان کا لفظ علم رد یا میں وسیع معنی رکھتا ہے وعندہ علم الکتاب۔ پھر ممکن ہے کہ خیر کثیر معنی وسیع ہوں۔

نیز بادب عرض ہے کہ حضرت فتوحات مکیہ کے بعض مقامات مجھ خاکسار کے فہم سے بالاتر ہیں۔ کیا اس کتاب کے ایسے مقامات پر کسی مقدس و مطہر انسان نے کچھ یادداشتیں لکھی ہیں؟ چشتیہ خواجگان پنجاب کے عمائد و اراکین میں ایک دعا رکبیر مروج ہے، اس کے اکثر الفاظ سنسکرت اور سریانی و عبری اور پرانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸ کا) اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے"۔

ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد جناب مرزا صاحب کا کیا درجہ سمجھتے تھے، اس پر خلیفہ اول حکیم نورالدین صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ سے خوب ...

فارسی کے ہیں کیا اس پر کسی نے ان بلاد میں کچھ لکھا ہے۔ دعا گو خاکسار

نورالدین ۲۸ اگست ۱۹۳۰ء

حضرت قبلہ کے نام مشہور علماء و مشائخ کے اور بھی بہت سے خطوط ہیں جن میں تصوف کے اکثر مسائل دریافت کئے گئے ہیں، مندرجہ بالا چند خطوط یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں کہ حضرتؒ کی ذات علوم تصوف میں بطور سند کے مانی جاتی تھی، اور اس سلسلہ میں ہندوستان کی نہایت اہم شخصیتیں حضرت کی جانب رجوع فرماتی تھیں۔

دنیائے اسلام

حضرت کا نام اسلامی ممالک میں ایک بلند پایہ صوفی کی حیثیت سے متعارف تھا۔ حضرت کے ایک مخلص مرید فوجی افسر لفٹنٹ کرنل ڈاکٹر افضل الدین او بی ای جو آج کل سرحد میں ہیں، دوران جنگ عظیم میں اور اس کے بعد ایک عرصہ تک یمن میں برطانوی نمائندے کی حیثیت سے تھے، اُن کے ذریعہ اعلیٰحضرت امام یحییٰ سے حضرت قبلہ کا تعارف تھا۔ اور دونوں بزرگوں کا باہمی سلام سنت اسلام ایک دوسرے کو پہنچتا تھا، حجاز میں شیخ احمد شمس اور شیخ عبدالحمید رحمہم اللہ سے جو سب بڑے شیوخ اپنے وقت کے تھے حضرت کے تعلقات تھے۔ حکومت نجد و حجاز میں آپکا تعارف ایک مخالف کی حیثیت سے تھا چونکہ آپ خدام الحرمین کے لیڈروں میں تھے اور پہلا احتجاجی جلسہ آپ ہی کے زیر صدارت لکھنؤ میں ہوا تھا۔ عراق میں آپ اپنی سیاحت کے موقع پر وزیر اعظم یعنی حضرت نقیب الاشراف سید عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کے مہمان تھے۔ نقیب الاشراف صاحب سے کئی مرتبہ حضرت کے علمی مذاکرات ہوئے۔ حضرت نقیب صاحبؒ دنیائے جدید الاستعداد عالم تھے، وہ حضرت سے گفتگو کے بعد اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ نے فرمایا "آج ساٹھ برس سے ایسا جید عالم عراق میں کوئی نہیں آیا تھا"۔ نقیب صاحبؒ نے حضرت کے اعزاز میں ایک دعوت بھی دی تھی جس میں اعظمیہ اور بغداد کے مشہور علماء و مشائخ شریک تھے، عراق میں حضرت سے لوگوں نے بیعت طریقت بھی کی جن میں زیادہ ہندی مقیمین عراق تھے، حضرت نے ندوہ کے مقدمہ متعلق جائداد وانی فرمانی حرم

آف نانپارہ میں شہادت دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ "رانی صاحبہ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں عراق میں اپنے لوگوں کو خط لکھ دوں کہ ان کی ماں اور بہن کو جو وہاں زیارت کے لئے گئی ہوئی ہیں تکلیف نہ ہو۔ چنانچہ میں نے نجف اور بصرہ وغیرہ میں لوگوں کو خطوط لکھ دیئے تھے اور ان لوگوں نے انہیں آرام پہنچایا۔"

فلسطین کی مجلس الاعلی الاسلامی اور جامعہ ازہر مصر سے موتمر اسلامی یا دیگر اہم مواقع پر جب عالم اسلامی کے نام خطوط جاری ہوئے تو ہر ایسے موقع پر حضرت قبلہؒ کے نام بھی خطوط آیا کئے، ان میں سے بعض خطوط محفوظ ہیں۔

افغانستان میں جب علامہ سید سلیمان ندوی اپنے سفر کے موقع پر حضرت حبیب شور بازار سے ملنے گئے، تو نام کی مناسبت سے انہوں نے ہمارے حضرت کو دریافت فرمایا، جس کو علامہ موصوف اپنے معارف مجریہ جنوری ۱۹۳۴ء میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

"مجھ سے پوچھا کہ وطن بہار ہے؟ میں نے کہا جی ہاں، وہ ہندوستان کے اکثر علماء مشائخ سے واقف تھے۔ میرے نام کی مناسبت سے مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی کو دریافت کیا، میں نے ان کی خدمت میں اپنی خصوصیات خاندانی کا ذکر کیا۔"

ملایا۔ ٹرینڈاد اور جنوبی افریقہ میں حضرت کے حلقہ کے لوگ موجود ہیں، نٹال میں حضرت مولانا شاہ احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی عرصہ دراز سے مقیم ہیں، ان کو اپنی خاندانی نعمتوں کے علاوہ ہمارے حضرت قبلہؒ سے بھی اجازت وخلافت ہے۔ حضرت قبلہ کی وفات کے بعد ڈربن میں تعزیتی جلسہ ہوا اور مدرسہ نوریہ اسلامیہ میں قرآن پاک کے ختم کئے گئے۔ حضرت قبلہ کو بہت سے ایرانی مجتہدین سے بھی تعلقات تھے، ان میں چند ایسے تھے جن سے دوران قیام ممبئی ولکھنؤ میں حضرت سے ملاقات ہوئی تھی اور بعضوں سے سفر عراق کے موقع پر بعض مجتہدین کا خط بنام حضرت قبلہ یا اس کا مضمون ہمارے پاس اب تک موجود ہے۔

ہندوستان کے طول وعرض میں شاید ہی کوئی پڑھا لکھا مسلمان ایسا ہو جو حضرت کی شخصیت

عظمت سے واقف نہ ہو۔ راقم الحروف کے اکثر دور دراز سفر کے موقع پر محض حضرت کے نام کی وجہ سے غیر مانوس اور اجنبی لوگ بہتر رفیق سفر بن گئے ہیں۔ حضرت کی مقبولیت و شہرت کا اندازہ ایک بار یہیں ایک جزیرہ منوڑہ نامی میں ہوا جو کراچی سے کچھ فاصلے پر بحیرۂ عرب میں واقع ہے، ایک شام کراچی سے کشتی میں سوار ہو کر چند مدراسی احباب کے ساتھ راقم الحروف اس مختصر خوشنما جزیرے میں پہنچا جس کے چاروں طرف سمندر موجیں مارتا دکھائی دے رہا تھا۔ سیر کرنے والوں کے لئے ایک ہوٹل کھلا ہوا تھا، جہاں ہم لوگ پہنچے۔ ہم نئے آنے والوں کو ہوٹل کے مالکوں نے کچھ سندھی اور کچھ اردو زبان میں پوچھا۔ میرے ساتھیوں نے اپنے تعارف کے بعد میرا تعارف بھی کرایا۔ کہ یہ حضرت شاہ سلیمان پھلواروی کے صاحبزادے ہیں۔ ہوٹل والوں نے کہا کہ ہم اُن سے واقف ہیں، پھر میرے ساتھ بہت اخلاق سے ملے، میں نے چائے کی قیمت پیش کی تو انہوں نے لینے سے انکار کیا اور نہ لیا۔

مشائخ ہند

یوں تو حضرت قبلہ کی ذات ہر جماعت میں محبوب تھی، لیکن سب سے زیادہ گرویدگی جس جماعت کو حضرت قبلہ کے ساتھ تھی، وہ مشائخ کرام کی جماعت تھی۔ اس کی چند در چند وجہیں تھیں۔ حضرت کی ذات "جامع سلاسل" تھی۔ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، قلندریہ، مداریہ اور جتنے سلسلے اس وقت رائج ہیں، حضرت کو سبھوں سے گہرا تعلق تھا۔ ہر سلسلے کے بڑے بڑے شیوخ سے حضرت نے فیض حاصل کیا، سب سلسلوں میں نہ فقط "مجاز" تھے بلکہ اُن کے اوراد و اشغال مخصوصہ پر بھی عبور تھا۔ اور سب سلسلوں کی روایات خصوصی سے آگاہ تھے ہر ارادتمند کے قلبی رجحان کو حضرت خوب تاڑ لیتے تھے۔ اس کی بیعت اور تعلیم اُسی طریقہ میں کرتے، جس کی طرف اس کا میلان پاتے، یا جس کی صلاحیت زیادہ اُس میں دیکھتے، یہی وجہ تھی کہ قادری آپ کو اپنے سلسلے کا ایک بڑا شیخ سمجھتے۔ سہروردی اپنے سلسلے کا، چشتی اپنے سلسلے کا، قلندری اپنے سلسلے کا اور نقشبندی اپنے سلسلے کا۔ اور یہی حال دیگر سلسلے کے لوگوں کا تھا، ہر سلسلے اور ہر جماعت کے

لوگ آپ کو "اپنا" سمجھتے تھے اور آپ ہر سلسلے کے لوگوں کو "اپنا" سمجھتے۔ نیز مختلف سلسلے والوں کے درمیان ایک حرفِ عطف تھے۔ بیگانگی و مغائرت آپ کے یہاں کوئی چیز نہ تھی، حضرت تمام سلسلوں کے علمبردار تھے اور سمجھے جاتے تھے، اور ہر سلسلے کی اشاعت فرماتے تھے۔ گویا حضرت کی ذات ایک ایسا خمخانۂ وحدت تھی جس سے بادہ نوشانِ طریقت اپنے اپنے ظرف و صلاحیت کے مطابق سیراب ہوتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی اسی جامعیت کو سامنے رکھ کر مرزا غالب مرحوم نے کہا تھا ؎

دل حسرت زدہ تھا مائدۂ لذتِ درد
کام یاروں کا بقدرِ لب و دنداں نکلا

یہی وجہ تھی کہ پیرزادوں کی ایک کثیر جماعت نے آپ کی طرف رجوع کیا اور جو جس خاندان سے تعلق رکھتا تھا، اُسی کی جدی سلسلے میں اس کی بیعت لی۔ حضرت کے مرشدوں کی فہرست دیکھنے سے جس کو ہم نے اس کتاب کے شروع میں درج کر دیا ہے۔ معلوم ہوگا کہ یہ سب حضرات اپنے وقت کے اساتین تصوف تھے اور زیادہ تر انہیں کے سلسلے اس وقت ہندوستان میں رائج ہیں، ان تمام شیوخ عظام کے اہل حلقہ کو حضرت کی ذات کے ساتھ یکساں گرویدگی تھی

حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر شفقت و التفات بھی حضرت پر برابر رہی۔ آپ نے بھی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشدوں سے کم نہ سمجھا، اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی ذات کو ساتھ تمام وارثیوں کو بھی ہی محبت و یگانگت رہی جیسی کسی وارثی کے ساتھ ہو سکتی تھی۔ وارثیوں کے مجمع میں آپ کبھی غیر وارثی نہیں سمجھے گئے۔ حضرت حافظ پیاری شاہ صاحبؒ اور ہمارے حضرت قبلہ کے درمیان جو قلبی ربط اور دلی محبت تھی اس کا انعکاس ہمارے قلوب پر پڑتا تھا۔ ابھی حال میں نواب سید حسن امام شاہ صاحب وارثی رئیس گیا نے ایک واقعہ راقم الحروف سے بیان کیا جس کا تذکرہ اس سلسلے میں خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

وہ فرماتے ہیں کہ سنہ ۱۹۲۸ء کا واقعہ ہے کہ حضرت قبلہ آستانۂ دیوہ شریف پر حاضر ہوئے، منشی نند کیشور لال وارثی آف مبارک پور، ڈاکخانہ خدائی باغ، ضلع چھپرہ بھی حاضر تھے، حضرت جب فاتحہ پڑھکر باہر نکلے تو منشی صاحب دوڑ کر بے اختیارانہ لپٹ گئے اور رونے لگے۔ سید حسن امام صاحب وارثی، اور دوسرے لوگوں نے جب پوچھا کہ آج یہ غیر معمولی جوش وخروش مولانا سے ملتے وقت آپ سے کیوں ظاہر ہوا، تو کہنے لگے بھئی ہم نے مولانا کو بارہا دیکھا اور بارہا ملاقات کی لیکن آج ایک عجیب ہی رنگ دیکھا یہ سرکارؒ کے مزار پر کھڑے فاتحہ پڑھ رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ یہ اپنی شکل میں نہیں بلکہ ہو بہو سرکار ہی کی شکل وصورت میں ہیں، مجھے ایسا معلوم ہوا کہ خود سرکار (حضرت حاجی صاحبؒ) بنفس نفیس کھڑے ہیں۔

اس طرح کے واقعات اہل طریقت کے نزدیک بہت زیادہ غیر معمولی نہیں ہیں، خود حضرت کے متعدد واقعات اس قسم کے ہمیں معلوم ہیں۔ ان اوراق میں چونکہ کشف وکرامات کا ذکر مقصود نہیں ہے[۱] اس لیے ان کا تذکرہ کرنا غیر ضروری ہے، اس ایک واقعہ سے ہمیں یہ ظاہر کرنا ہے کہ حضرت کو ہر سلسلے کے بزرگوں سے کیسی مناسبت تھی اور الاولیاء کنفس واحدۃ پر آپ کو کتنا اتفاق تھا۔ حضرت اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

زہر درہ کہ خواہم خدا را ببینم
بر آں در رخ مصطفیٰ را ببینم

آج کل مشائخ زادوں میں عام دستور ہو گیا ہے کہ اپنے بزرگوں کو تو بہت بڑھاتے ہیں لیکن ان کے مقابلے میں دوسرے خاندان کے بزرگوں کو گھٹا کر دکھلاتے ہیں۔ حضرت قبلہ اس روش سے سخت متنفر تھے اور سبھوں کو یکساں بڑھاتے تھے۔ اور ہر خاندان کے بزرگوں کی ایک طرح توقیر وعزت کرتے تھے

---

[۱] راقم الحروف کشف وکرامات اولیا کا قائل ہے اور اپنے حضرت قبلہ سے بھی کشف وکرامات کا صدور ہوتے دیکھا ہے لیکن چونکہ اب لوگ ان باتوں سے دلچسپی نہیں لیتے، اس لیے ہم ان کا ذکر اس مجموعہ میں نہ کریں گے۔

اور تمام پیرزادوں کو اس کی تلقین کرتے تھے۔ یہ ادا اللہ تعالیٰ کو پسند آئی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ ہر خاندان کے مشائخ زادگان بھی آپ کی یکساں توقیر کرتے تھے اور مشائخ کرام کے اجتماع میں آپ کی ذات خود بخود مرکز بنجاتی تھی۔

جب آل انڈیا بزم صوفیہ کا جلسہ ہوا تو اس وقت بھی صدارت کے لئے لوگوں کی نظر انتخاب آپ ہی کی جانب اٹھی اور جیسا کہ حضرت مولانا غلام محی الدین دیرگامی نے ۲۳ دسمبر ۱۹۳۲ء کو کلکتہ میں ارشاد فرمایا تھا آپ کی ذات تمام ہندوستان میں تصوف کا ایک علم اور نشان سمجھی جاتی تھی

تمام اسلامی جماعتوں سے آپ کے روابط

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ دیگر اسلامی جماعتوں سے آپ کے روابط خوشگوار نہ تھے، بلکہ آپ کو ایک عجیب جامعیت حاصل تھی، آپ حضرت میاں[1] صاحب مولانا نذیر حسین محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے

---

[1] حضرت میاں صاحب مولانا سید نذیر حسین کے دست خاص کا لکھا ہوا ایک پر از معارف مکتوب جو مولانا نے ہمارے حضرت قبلہ کے نام لکھا تھا، اس وقت ہمارے پاس موجود ہے۔ ہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے اس کو بجنسہ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

هُوَ الْمَوْلَى الْهَادِي إِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ

اے عزیز از محاسبہ وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ اندیشہ کن، وہم أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ مخلوط نفسانی مباش، وسر در مراقبہ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ فرو بر، ودیدہ دل در مشاہدہ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ بکشائے ونظارہ کن، وسکہ طلب استقامت خود در بوتہ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا بنہ، وآتش مَيَّزَ اللَّهُ لِنَفْسِهِ بگداز و خالص کن تا شایان مہر لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا گردد و در بازار إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ادراراشدہ باشد و بداں سرمایہ تواں کرد بضاعت دین خالص أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ حاصل کن، شاید رمزے از اسرار وَالْمُسْلِمُونَ عَلَىٰ خَطَرٍ عَظِيمٍ بر تو کشایند، واز لوازم افادہ فَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ

اسی لیے ساری اہلحدیث جماعت آپ کا احترام کرتی تھی، جناب مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کی وفات کے بعد جو تعزیت نامہ ارسال فرمایا ہے وہ اندوہ و ملال سے مملو ہے اور آخر میں مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ "اب پھلواری سے میرا کیا تعلق رہا۔"

حضرت اپنے مسلک و معتقدات میں نہایت راسخ تھے اور سختی کے ساتھ اپنے مسلک کی حمایت و تائید کرتے تھے، لیکن عام اسلامی و قومی معاملات و ضروریات میں آپ سب کے ساتھ اتحاد عمل کرتے تھے باہمی منافرت و مغائرت اور باہمی تکفیر بازی کو بہت بری نظر سے دیکھتے تھے، آپ کے اسلامی اخلاق کا ایک نمونہ انہیں اوراق میں آپ پڑھ چکے کہ جب حکیم نور الدین صاحب قادیانی نے آپ سے کتاب تفہیمات الٰہیہ طلب کی تو آپ نے بلا تامل ان کے پاس کتاب مذکور روانہ کر دی۔

آپ چاہتے ہیں کیا؟

ایک بار کا واقعہ ہے کہ حضرت لکھنؤ میں رضی الدولہ نواب سید نور الحسن خاں صاحب مرحوم کے ہاں مقیم تھے۔ نواب صاحب کو تصوف کا ذوق تھا اور تصوف ہی کا ذکر اکثر حضرت سے کیا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت سے ملنے کچھ علماء آئے۔ حضرت اُن سے علمی مذاکرات کرتے رہے نیز نصاب اور اصلاح نصاب کے متعلق بھی باتیں اور تبادلۂ خیالات کیے، جب یہ علماء جا چکے تو چند حضرات جو علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی یا ارکان تھے تشریف لائے، حضرت ان سے ایجوکیشنل کانفرنس کے متعلق۔ کالج

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۵) فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ شدہ ہے پرتو آید، تا از حضیض قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ پائے ہمت بیرون نہی و بر اوج وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى عبور کنی و مبشر اقبال ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ چنیں در رساند اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ و رضوان جنات نعیم رضی اللہ عنہم ندا در دہد كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓــًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. زیادہ والسلام خیر الختام

الراقم العاجز

محمد نذیر حسین

کے انتظامات اور قومی ضرورتوں کے متعلق باتیں کرتے رہے، اس کے بعد حکیم شفاء الملک آگئے اور ان سے حضرت طب اور معالجات کے متعلق گفتگو فرمانے لگے، نواب نورالحسن خاں صاحب یہ سب تماشا دیکھ رہے تھے، جب وہ جا چکے تو نواب صاحب نے حضرت سے کہا کہ جب کوئی نہ آیا تھا تو آپ مجھ سے تصوف کی گفتگو کر رہے تھے اور میں سمجھ رہا تھا کہ آپ ایک پکے صوفی ہیں، مگر جب مولوی لوگ آئے تو اُن سے آپ ایسی باتیں کرنے لگے کہ میں سمجھا آپ اہل حدیث ہیں یا خشک ملا ہیں، لیکن جب علی گڑھ کالج والے آئے تو آپ بھی اُن کے ساتھ بالکل نیچری ہو گئے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ "آپ آخر ہیں کیا؟" حضرت نے فی البدیہہ جواب دیا کہ "واللہ! ابھی تو سمجھ میں نہیں آیا کہ ہم ہیں کیا؟" — اسی ایک جملے نے حضرت کے اصلی رنگ کو واضح کر دیا اور نواب صاحب اس جواب کو سن کر وجد میں آگئے۔

ملفوظات حضرت قبلہ کی عادت تھی کہ جس مذاق کا ہوتا اس سے اسی فن اور مذاق کی گفتگو کرتے مثلاً کوئی ادیب آتا تو اُس سے ادب و انشاء ہی کی گفتگو ہوتی۔ اگر اس کو عربی علم ادب کا ذوق ہے تو عربی ہی شعراء اور عربی ہی شعر و شاعری کا ذکر ہوتا۔ اگر فارسی ادب کا ذوق ہے تو فارسی شاعری پر گفتگو ہوتی اور اگر وہ اُردو یا ہندی شعر و شاعری سے دلچسپی رکھتا ہے تو اسی پر بحث ہوتی۔ یہی حال ہمارے روزمرہ کے مشاہدے میں آتا تھا۔ حضرت کی ہستی ایک ایسی جامع علوم تھی کہ ہر فن کے ماہرین مذاکرات علمیہ میں آپ سے یکساں مسرور ہوتے تھے، یہ آپ کی کمال جامعیت تھی کہ تفسیر، حدیث، رجال، تاریخ، ادب، طب، ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی، سیاسیات، فقہ، کلام، مناظرہ، امورِ عامہ و تصوف وغیرہ کل فنون پر آپ کی گہری نظر تھی، اور ہر فن کے ماہر سے اسی فن کے متعلق گفتگو فرماتے تھے، بعض اوقات لوگوں کو حیرت ہوتی تھی۔ ایک بار شمس العلماء مولانا سید ناصر حسین قبلہ مجتہد لکھنؤ نے گفتگو کرتے کرتے حضرت قبلہ سے فرمایا کہ "حضرت شیعہ مذہب کی کتابوں پر آپ کی ایسی وسیع نظر ہے کہ شیعہ علماء کو بھی کم ہوا کرتی ہے۔"

مولانا عزالدین کہتے تھے کہ ایک بار مولانا سید سلیمان ندوی پروفیسر عبدالعزیز میمنی کو لے کر حضرت قبلہ سے ملنے رانی قمر زمانی مرحومہ کی کوٹھی واقع قیصر باغ لکھنؤ میں آئے۔ پروفیسر صاحب اس زمانہ میں ابوالعلاء المعری کے کلام و حیات کے بے حد متجسس تھے، حضرت قبلہ نے ان سے ابوالعلاء المعری ہی کے متعلق گفتگو شروع کی اور اس سلسلے میں ادبیات عربی پر تبصرے ہوتے رہے، پروفیسر صاحب جب رخصت ہوئے تو اس ملاقات سے بے حد مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور مولانا سید سلیمان ندوی نے ان سے فرمایا کہ "آپ نے دیکھا "بانیان ندوہ" میں کیسے کیسے لوگ ہیں"؟ ص

ایک دلچسپ واقعہ راقم الحروف کو اس وقت یاد آیا۔ حضرت اپنی پارٹی کے ساتھ اماکن مقدسہ کی زیارت کے لئے عراق تشریف لے جاتے ہوئے بمبئی میں اپنے چہیتے مرید مسٹر محمد ابراہیم سیٹھ ملیگ کے مکان واقع بھواری محلہ میں مقیم تھے، حلقے کے بہت سے لوگ حضرت کو رخصت کرنے وہاں آئے ہوئے تھے اور راقم الحروف بھی تھا۔ وہاں بمبئی کے ایک مقتدر پارسی ڈاکٹر جو اسسٹنٹ سرجن تھے اس لئے بلائے گئے کہ حضرت اور دیگر عازمین سفر کا معائنہ کرنے کے بعد ایسی دوائیں تجویز کریں کہ جو اس بحری سفر میں ساتھ رکھ لی جائیں، جب ڈاکٹر تشریف لائے تو اُن کے سامنے حضرت نے اس طرح تقریر کی کہ "ہمارا اور ہمارے ساتھیوں کا مزاج ایسا ایسا واقع ہوا ہے، ہم لوگوں کی ہسٹری طبی نقطۂ نظر سے یہ ہے، فلاں فلاں موقع پر سفر کی حالت میں ہم میں سے فلاں فلاں کی طبیعت پر ایسا ایسا اثر پڑ سکتا ہے اور ان مواقع کے لئے فلاں فلاں کو فلاں فلاں دوائیں مفید ہوں گی"! ڈاکٹر نے پھر اپنے طور پر سب کا معائنہ کیا اور سب کی وہی دوائیں لکھیں جو حضرت قبلہ کہہ چکے تھے، وہ سخت متحیر تھے، کہ ہم ایک پیر فقیر کو دیکھنے آئے ہیں، یا کسی بڑے ڈاکٹر کو۔ ڈاکٹر صاحب حضرت کے کمرے سے باہر آئے تو اپنی ٹوٹی پھوٹی اُردو میں ہم لوگوں سے حیرت سے کہا کہ "اوہ، یہ پیر بڑا ڈاکٹر معلوم ہوتا ہے"۔

(حاشیہ بر صـ۸۹)

[illegible]

راقم الحروف نے حضرت کے کچھ ملفوظات کچھ عرصہ صحبت میں بیٹھ کر اکٹھا کیے ہیں جن کو اس کتاب کے چوتھے حصّے میں شائع کیا جا رہا ہے، راقم الحروف کو جن روایات و معلومات کے حاصل کرنے کا شوق زیادہ ہے، انہیں کے متعلق استفسارات کیے، نیز حضرت نے خود بھی مجھے مخاطب فرما کر ایسے اشارات ارشاد فرمائے، جن کے متعلق میرے تفحص کا حضرت کو علم تھا، ان ارشادات کے ذریعے بہتیری ایسی باتوں کا بھی علم ہوا، جن کا علم انسان کو ایک عمر کی تحقیق و تدقیق کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ ان ملفوظات کا لطف انسان کو تمام و کمال پڑھنے کے بعد ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ ادھورا پڑھنے کی چیز نہیں۔

آپ کی ذات سے تصوف کی اشاعت

علاوہ اس کے کہ آپ کی ذات سے ہزاروں کیا لاکھوں کی تعداد میں لوگ سلسلۂ تصوف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸) تھا آخری مرتبہ جب علیل ہوئے تو علاج کے لئے ڈاکٹر سید محمد عثمان صاحب پرپرائٹر بانکی پور فارمیسی کو بلوایا اور فرمایا کہ میں نے اپنی حالت کا پورا اندازہ کر لیا ہے اگر کوئی غیر معمولی بات بیچ میں پیدا نہ ہو گئی تو اب میں ڈھائی تین مہینے تک اور زندہ رہوں گا، میری تمام طاقتیں ختم ہو رہی ہیں اور اس کی وجہ سے ایک خاص شکایت قلاع باطنی کی پیدا ہو گئی ہے جو آخر تک رہے گی۔ مرنا میرا یقینی ہے، میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ آپ ایسی دوا اور اس طرح کی تدبیر اختیار کریں کہ آخری ایام میں مجھے اذیت و تکلیف کم پہنچے۔" ڈاکٹر صاحب علاج فرماتے رہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا تھا حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اندازاً اب اتنے دن اور ہمارے باقی رہ گئے ہیں۔ حضرت ایسا ٹھیک اندازہ کرتے تھے کہ خطا نہ ہوا، جیسا کہا ویسا ہی ہوا۔ ایک بار میں نے عرض کیا کہ دوسرے ڈاکٹروں کو بھی بلا لوں، شاید وہ کوئی دوسری تشخیص کریں تو فرمایا ہرگز نہیں، بجز سید عثمان کے اور کسی کی دوا میں نہ کھاؤں گا۔ ڈاکٹر عثمان صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ساری عمر میں کسی ایسے مریض کو نہیں دیکھا جو اپنی جسمانی حالت کا ایسا صحیح اندازہ کئے ہوئے ہو اور اس کے باوجود اس کا قلب اتنا مطمئن اور بے فکر ہو"۔۔۔ حضرت نے اپنی رحلت کی آخری اطلاع پائی گھنٹے پہلے استغراق سے صحو میں آ کر فرمائی تھی اور جیسا کہ آگے بیان ہو گا، یہ اطلاع آپ نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی روح پاک سے پا کر ہم لوگوں کو دی تھی۔

میں داخل ہوئے، آپ نے تصوّف کی آواز کروڑوں کے کان تک پہنچائی، حضرت نے پچاس برس تک ہندوستان کے گوشے گوشے میں وعظ فرمایا اور شاید ہی کوئی وعظ ہوگا جس میں تصوف یا کیا صوفیہ کرام کا ذکر خیر نہ ہو۔ ایجوکیشنل کانفرنس اور علی گڑھ کے لکچروں کو اُٹھا کر دیکھئے تو ان میں بھی کہیں محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کی زندگی کا نمونہ پیش کیا ہے، کہیں حضرت شبلی کا، کہیں رابعہ بصریہ کا اور کہیں کسی بزرگ کا، اور ان بزرگوں کے حالات سے لوگوں کو پاک اخلاق اور محبّت الٰہی کا سبق دیا ہے، مثنوی شریف پڑھ کر اور اس کی شرحیں بیان کر کے قلوب میں سوز وگداز اور حرارت پیدا کی ہے اور تصوف کی چاشنی سے لوگوں کو مانوس کیا ہے، زمانہ حال کے صوفیہ اور مشائخ زادوں میں جمود وغفلت مفرت رساں گوشہ نشینی، قومی ضرورتوں سے بے خبری، ملی تنزل پر بے حسی، بے عملی اور عدم وسعت نظری عام طور پر پائی جاتی تھی، اور اسی سبب سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس جماعت سے سخت بیزار رہتا۔ لیکن حضرت قبلہ کا وجود جب سامنے آیا تو آپ کی قومی وملی زندگی نے اس توحش کو ان کے دماغوں سے دور کیا۔ اور مشائخ زادوں کی جماعت سے آپ ایک بہتر نمونہ بن کر اُن کے سامنے آئے، اور خود پیرزادوں کی جماعت کے لئے ایک نمونہ بنے، اور اس میں شک نہیں کہ بہت سے عزلت گزیں صوفیہ ومشائخ زادوں کو قومی میدان میں لانے کا سبب ہوئے، اور اس طرح حضرت کی زندگی ہندوستان میں صوفیوں کا بھرم اور رہے سہے تصوف کو باقی رکھنے میں سب سے زیادہ معین ومددگار رہی۔

مزاج وعادات اور سادہ بے تصنع زندگی

عام طور پر گدی نشینوں یا مشائخ زادوں میں جس طرح ایک ایک یونیفارم لباس و پوشاک میں ہوا کرتا ہے، ہمارے حضرت قبلہ کو کچھ نہ تھا، وہ عام متعارف لباس پہنا کرتے تھے، عام طور پر موٹے کپڑے کا کرتہ پائجامہ، ڈھیلی سی شیروانی پہنتے تھے، پیر میں زیادہ تر سلیپر ہوتی، صرف عمامے کا سبز رنگ ہوتا تھا، چونکہ مولانا فضل رحمٰن نے اسی رنگ کا ایک عمامہ دے کر اپنے سامنے باندھنے کی تاکید

فرمائی تھی، سبز یہ رنگ آنحضرت صلعم کو محبوب بھی تھا۔ اور عرصہ تک سادات بنی ہاشم کا نشان رہا ہے پگڑی معمولی سبز رنگ کی ہوتی تھی، جس کو باہر جانے کے وقت نہایت بے تکلفی سے سر پر لپیٹ لیتے تھے۔ جو کسی وقت خوشنما بندھ جاتی تھی اور کسی وقت بھدی، کبھی سبز پگڑی موجود نہ رہی تو ایسا بھی ہوا کہ دوسرے رنگ کی پگڑی باندھ لی جب ضعیف ہوئے تو ہاتھ میں ایک لکڑی ٹیکنے کے لیے رکھ لیتے تھے، خواہ کسی طرح کی ہو لیکن وہ بالکل معمولی اور سادی ہوتی تھی، تسبیح پڑھنے کے وقت ہاتھ میں رکھتے تھے اور کبھی نہیں رکھتے تھے۔ جیب میں گھڑی نہیں رکھتے تھے، رومال جیب میں رکھنے کے بجائے اکثر کندھے پر رکھ لیتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کے وقت عینک لگاتے تھے، کہیں جاتے تو چشمے کا خول جیب میں رکھ لیتے۔ پان کے عادی تھے۔ لیکن پانوں کی ڈبیہ جیب میں کہیں نہیں لے جاتے تھے، روپیہ پیسہ پاس میں بہت کم رکھتے تھے، لیکن جب رکھتے تھے تو کرتے کے جیب میں۔ مگر جب تک خرچ نہ ہو جائے بیقرار رہتے۔ روپے پیسے کو گنتے نہ تھے۔ ایک اندازہ کر لیتے تھے۔ اسی طرح خرچ کا بھی محض ایک اندازہ کر لیتے تھے۔ حساب آمد و خرچ کبھی نہیں لکھا۔

کہیں ملنے کے لئے جانا ہوتا تو تنہا اُٹھ کے چلے جاتے، یا ضعیفی کی وجہ سے کبھی کسی عزیز کو کہتے کہ ساتھ چلو۔ "ہٹو بڑھو" کو بہت ناپسند کرتے، لباس پوشاک ملنے جلنے آنے جانے رہنے سہنے میں یا کسی کام میں کوئی بناوٹ نہ تھی، ظاہر و باطن ایک تھا، دل کی بات ایچ پیچ کے بجائے صاف صاف ظاہر کر دیتے تھے، حق بات کہنے میں لومۃ لائم کی بالکل پروا نہیں کرتے، بات سبھوں سے بالکل بے تکلفی کے ساتھ کرتے، باتوں میں بذلہ سنجی بھی فرماتے، کسی سے تعظیم کی توقع نہیں کرتے، ہر شخص جس طرح اس کو آرام ہوتا مجلس میں بیٹھتا، بہت زیادہ القاب کوئی آپ کو لکھتا تو آپ ناپسند کرتے، لڑائی جھگڑے کے خیال سے بھی بھاگتے، اپنے حقوق بڑی آسانی اور خندہ پیشانی کے ساتھ چھوڑ دیتے، مقدمہ بازی سے بے حد و بے پایاں نفرت تھی، زمینداری کے کاموں سے بھی سخت نفرت تھی، اس لئے کہ مقدمہ بازی کے بغیر

زمینداری نہیں کی جاسکتی، دشمنی کا کبھی بدلہ نہیں لیتے، کوئی سخت سُست کہہ دیتا یا بے ادبی کرتا تو خموشی سے سنکر ٹال دیتے اور اس کے ساتھ اپنے حسن سلوک کو علیٰ حالہ جاری رکھتے۔ مکان و عمارت بنوانے کا شوق نہ تھا، نہ زمین حاصل کرنے کا کچھ شوق تھا، خود ایک چھوٹی سی خلوت میں رہتے، جہاں معمولی سی دری بچھی رہتی، امیر و غریب وہیں آکر ساتھ بیٹھتے، سر علی امام صاحب بھی آتے تو اسی پر بیٹھ جاتے اور کوئی کباڑی آتا تو وہ بھی وہیں پر بیٹھ جاتا[۱]۔ آپ ہر شخص سے بہت اخلاق اور خندہ پیشانی سے ملتے، بالخصوص صوفیہ و مشائخ زادگان سے بہت جھک کر ملتے اور ان کے بزرگوں کی نسبت کا بہت احترام کرتے۔

حضرت جب حیدرآباد تشریف لے گئے تھے[۲]، اسی زمانہ میں حضرت پیر سید ابراہیم صاحب بغدادی بھی وہاں تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت قبلہ نے اس موقع پر کسی طالب کی بیعت طریقت خود نہیں لی، بلکہ جو آئے اُن کو حضرت پیر صاحب کی خدمت میں بھیج دیا، اور فرمایا کہ حضور غوث پاکؒ کی نسبت کا احترام مانع ہے کہ میں فرزند و جانشین غوث پاک کی موجودگی میں خود شیخ بن کر مسند ارشاد بچھاؤں۔ حضرت قبلہ کے بعض گھر سے عقیدتمندوں نے اس موقع پر کسی سے بیعت نہ کی اور بعد میں کسی دوسرے موقع پر حضرت سے بیعت ہوئے[۳]۔

---

[۱] ۲۷ردسمبر ۱۹۲۱ء کو جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کلکتہ سے واپس ہوتے ہوئے پھلواری شریف تشریف لائے، اور آپ نے یہاں کا پورا نقشہ اپنے روزنامچہ میں تحریر فرمادیا۔ خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ ہز ہائینس نواب چترال بھی میرے ساتھ حضرت سے ملنے پھلواری آرہے تھے۔ میں نے سر علی امام کو تار دیدیا تھا کہ قیام ان کی کوٹھی پر ہوگا، لیکن دہلی سے تار آجانے پر ہز ہائینس کو پروگرام بدلنا پڑا۔ [۲] حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے ۲۹ر جولائی ۱۹۳۲ء کو غریب خانہ پر پھلواری شریف میں عنہ التذکرہ بیان فرمایا کہ سرکار نظام کو حضرت قبلہ کا حیدرآباد جانا اب تک خوب اچھی طرح یاد ہے۔ اور حضور نظام سے کئی مرتبہ حضرت کا ذکر آیا ہے۔ [۳] جناب مولانا محمد اکرام الحق صاحب نے بھی ایک عرصہ کے بعد اجمیر شریف میں حاضر ہوکر حضرت قبلہ سے بیعت حاصل کی۔

حضرت کو جلال اکثر جلد آجاتا تھا، لیکن اس جلال کی حیات نقش بر آب سے زیادہ نہیں ہوتی۔ انتہائی خفگی بھی کسی پر فرماتے تو دو چار منٹ کے اندر اندر سارا غصہ ختم ہو جاتا، گویا خفگی کی ہی نہیں تھی۔ کسی خفگی کو دل میں رکھے رہنے کی آپ میں صلاحیت ہی نہ تھی۔

کتب بینی کا بے حد ذوق تھا، پیری و ضعف و نقاہت کے باوجود ایک مستعد طالب العلم کی طرح جو کسی امتحان کی تیاری کر رہا ہو آپ کتب بینی میں مشغول رہتے، کتابوں پر جا بجا حاشیہ لکھ دیتے۔ کتابوں کی عبارتیں اپنے سفینوں پر کبھی کاغذ کے پرزوں پر نقل کر لیتے۔ کوئی خاص بحث اگر پیش نظر ہوتا تو حوالجات کو اس طرح اکٹھا کرتے، کہ صرف حوالجات سے خاصہ رسالہ تیار ہو جاتا، لیکن ان ساری کاوشوں کو منضبط و محفوظ بہت کم کرتے۔ کبھی مستفسرین کو خطوط میں نقل کرا کر بھیج دیتے۔ کبھی پورا مسودہ ہی کسی کو دیدیتے، کبھی مسودے بے احتیاطی کی وجہ سے ضائع ہو جاتے۔ ایک طرح کا کام آپکے سامنے نہ تھا، نہ ایک جگہ مسلسل قیام نصیب ہوتا تھا۔ بے پایاں قومی مشاغل، ذکر و فکر و عبادت و مراقبہ، مریدوں کی تعلیم و تلقین، استفتاء و استفسارات کے روزانہ جوابات یہ سب کام ہر وقت آپ کے سامنے تھے۔ ایسی حالت میں مسودات کی بے ترتیبی کا ہونا لازمی تھا، حضرت کا خانگی کام ہمیشہ خراب ہوتا رہا۔ آپ نے گھر بار کی طرف اور رسمی خانقاہ داری کی طرف کبھی توجہ نہیں کی، قوم کو اپنی اولاد سمجھا، اور جو کچھ کیا قوم ہی کے لئے کیا۔ جس طرح آپ چاہتے تھے کہ قوم اپنی قوت عمل سے زندہ رہے۔ اسی طرح اپنی اولاد کے متعلق بھی چاہا کہ اپنی اپنی قوت عمل سے دنیا میں باقی رہے۔ آپ نے کبھی خیال تک نہ کیا کہ نذر و نذرات کی آمدنی کو جمع کر کے جائداد خرید لیں، یا ایک بڑی لمبی چوڑی خانقاہ بنا کر مریدوں کا اجتماع کیا کریں، میلے لگائیں، جھاڑ کونڈی سے خانقاہ کو سجا دیں، یا کسی طرح تصنعات و تکلفات میں خود کو یا اپنی اولاد کو مبتلا کریں، حضرت کے وقت میں جو عمارتیں تھوڑی بہت تھیں وہ رہائش کی ضرورتوں کو محسوس کر کے بنیں اور ابھی بھی حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب مدظلہٗ کی

توجہ کو زیادہ دخل تھا۔

حضرت نے جو کچھ کیا، محض قوم کے لئے کیا، اپنی ذات کے لئے کچھ نہ کیا، حضرت نے اپنے ایک فرزند کو خط میں تحریر فرمایا ہے کہ مجھے جو کچھ حاصل ہوا وہ خود بخود حاصل ہو گیا، میں نے کوئی کوشش اس کے لئے نہیں کی۔

حضرت خاص پیری مریدی کے لئے کبھی دورہ نہیں فرماتے نہ اپنے نائبین کو اس کام پر مقرر کرتے۔ حضرت قومی ضرورتوں سے جہاں جاتے، وہیں طالبان ارادت آکر داخل سلسلہ ہوتے۔ شمالی و جنوبی ہند کا شاید ہی کوئی بدقسمت ضلع ایسا ہو، جہاں کچھ نہ کچھ مرید آپ کے نہ ہوں، بہت سے اضلاع ایسے ہیں، جہاں ایک ایک سفر میں ہزاروں انسان آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، لیکن حلقے کو منظم کرنے کا کوئی بند و بست کہیں نہیں کیا، جس نے تعلقات از خود رکھے یا تعلیم طریقت کی طرف راجع ہوا اس سے ربط باقی رہا۔ باقی لوگ منتشر رہے۔

حضرت نے مریدوں کی کوئی فہرست کبھی نہیں لکھی جیسا کہ عام طور پر لوگوں کے یہاں دستور ہے، نہ کبھی اس کے لئے بہی کھاتہ رجسٹر وغیرہ رکھا۔ ایک بار دیہات سے ایک جماعت آکر مرید ہوئی، راقم الحروف نے ان کے نام اور پتے لکھنا شروع کئے۔ حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا کہ "یہ کس بکھیڑے میں تم پڑ رہے ہو"

حضرت کی پنجاہ سالہ سیر و سفر کی مشغول زندگی میں لاکھوں انسان آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ایسا بہت ہوا کہ ایک ایک مجلس وعظ کے بعد سیکڑوں مسلمان بیک وقت مرید ہوئے اور سبھوں کی تلقین ایک ساتھ کرائی گئی، لیکن کسی فہرست کے نہ ہونے کی وجہ سے ہم کوئی تعداد حضرت کے مریدوں کی نہیں بتلا سکتے، نہ یقین کے ساتھ کوئی تخمینہ ہی کر سکتے ہیں، حضرت فرماتے تھے کہ آج کل جو بیعت ہوتی ہے، وہ عام طور پر در اصل صرف بیعت توبہ ہے۔ وقتی جوش ہوتا ہے، توبہ کرتے ہیں اور برکت کے خیال سے کسی سلسلے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ میرے خیال میں بیعت طریقت تو اصل وہی ہے

جو تعلیم طریقت کے لئے حاصل کی جاوے۔ اور اس بیعت کے حاصل کرنے والے بہت کم لوگ ہیں، ایسے لوگ پیر سے ربط و نسبت کو ہر وقت باقی رکھتے ہیں۔ (بس ان کے لئے فہرست قائم کرنا تحصیل حاصل ہے)۔

حضرتؒ اپنے وعظ میں دوسرے مذاہب پر کسی طرح کا کوئی حملہ نہیں کرتے تھے۔ پریم اور محبّت کی باتیں سب کو سناتے تھے اور مذہب اسلام کی سچی روحانیت دنیا کے سامنے پیش فرماتے تھے تجربے نے بتلایا ہے کہ یہی طریقۂ تبلیغ اسلام کے لئے سب سے زیادہ مؤثر ثابت ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ اشاعتِ اسلام صوفیائے کرام ہی کے ذریعے دنیا میں ہوئی ہے، ہمارے حضرت قبلہ کے ہاتھ پر بھی سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ہندو اور عیسائی مشرف باسلام ہوئے۔

آپ مناظرہ بالکل نہیں کرتے تھے لیکن آپ کی روحانیت و اخلاق سے متاثر ہو کر مختلف فرقِ اسلامی کے لوگ بھی اپنے پہلے عقیدے سے تائب ہو کر حضرتؒ کے حلقۂ طریقت میں داخل ہو جاتے تھے۔

ے ضلع دیناجپور بنگال میں جمال پور نامی ایک اسٹیٹ ہے یہاں سے پانچ چھ میل دور ایک میلا لگا کرتا ہے، جس کا نام نیک مرد کا میلہ ہے۔ یہاں کا ایک واقعہ اس موقع پر قابل درج ہے: اب سے کم و بیش بیس سال ہوئے اس مقام پر غیر مقلد جماعت کا ایک تبلیغی کمپ کئی ہفتے سے مقیم تھا اور بہت سے مقامی لوگ ان کے مسلک میں شامل ہو گئے تھے، اسی درمیان میں کچھ لوگوں نے گیارہویں شریف کے سلسلے میں ایک بزم میلاد منعقد کی اور حضرتؒ کو وعظ میلاد کے لئے خاص طور پر بڑے اصرار سے مدعو کیا، حضرت قبلہ جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں دو کیمپ ہیں، بہرکیف حضرت قبلہ کا جب بیان میلاد شروع ہوا تو دوسرے کمپ کے کل حاضرین سمٹ کر اسی کمپ میں چلے آئے، حضرتؒ کا وعظ ایسا مؤثر، پر از رقت اور دل میں گھر کرنے والا تھا جس نے رنگ ہی بدل دیا، لوگ ڈھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، وعظ کے بعد یہ نتیجہ ہوا کہ سارے حاضرین جن کی تعداد پانچ چھ سو تھی، اور جن میں دو ڈھائی سو افراد غیر مقلد تھے، سب کے سب تائب ہو کر قادریہ سلسلہ میں مرید ہو گئے۔ حضرتؒ نے اپنا عمامہ پھیلا دیا، اور اسی کو پکڑ کر ایک ایک گروہ مرید ہوتا رہا۔ حضرتؒ کے اس عمامے کو حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب مدظلہ نے محفوظ کر دیا تھا اور وہ اب تک راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے۔ جمال پور اسٹیٹ کے متولی جناب چودھری بدیع الزماں (باقی حاشیہ برصفحہ ۹۶)

دریا دلی

اور حضرت کا جود وسخا ان تمام لوگوں میں ضرب المثل ہے، جو آپ کی روزمرہ کی زندگی سے واقف ہیں۔ حضرت اگر دولت جمع کرنا چاہتے تو اپنی حیات میں ایک بڑے تعلقے کے مالک ہوتے تمام اسلامی ریاستوں پر آپ کا اثر تھا۔ اعلیٰ انگریز حکام سے بھی آپ کے روابط تھے، بڑے بڑے رؤسا آپ کے عقیدت مند تھے۔ حکومت پر بھی کافی اثر تھا، لیکن آپ نے اپنا سارا اثر و رسوخ قومی تعلیمگاہوں اور پبلک اداروں کے حق میں صرف فرمایا، آپ چاہتے تو بہیں طرح سے اپنے اثر و رسوخ کو اپنی ذات یا اپنی آل و اولاد کیلئے استعمال کرتے لیکن آپنے نہ اپنا کوئی مدرسہ الگ قائم کیا نہ کوئی لق و دق خانقاہ بنوائی، نہ اوقاف وجاگیر حاصل کی، نہ اپنی اولاد کو بڑی بڑی نوکریاں دلوائیں، یا ان کے لئے وظائف مقرر کروائے آپ کے مریدوں نے مختلف کاموں کے لئے مختلف جائدادیں وقف کی ہیں، ایسے موقعے آئے کہ آپ سے متولی بننے کی خواہش ظاہر کی گئی، لیکن آپ نے صاف انکار فرمایا، دل آپ نے ایسا غنی پایا تھا کہ اپنی بے شمار خدمات ملی کے صلے میں اپنی کوئی نمود کبھی نہیں چاہی، بلکہ اپنی خدمات کا مخفی رکھا جانا زیادہ پسند کیا، ایک بار کا واقعہ محض عبرت کے لئے ہم ندوۃ العلماء کی پرانی روداد سے یہاں پر نقل کرتے ہیں۔ اجلاس شانزدہم ندوۃ العلماء منعقدہ اپریل ۱۹۱۵ء بمقام مدراس کی روداد کے صفحہ ۹۶ - ۹۷ میں اجلاس کی کارروائیوں کو جو حضرت قبلہ کے زیر صدارت جاری تھیں، لکھتے ہوئے ایک واقعہ اس طرح درج کیا گیا ہے :-

اس کے بعد مولوی عبد الغفور صاحب تاجر چرم بنگلور نے حسب ذیل الفاظ میں تجویز نمبر ۹ پیش کی :-

"یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی قادری کی خدمات کے اعتراف میں وظائف سلیمانی کے نام سے ایک فنڈ قائم کیا جائے، جس سے غیر مستطیع طلبہ کو دار العلوم میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے وظائف دیئے جائیں۔" مولوی غلام محمد صاحب شملوی نے نہایت پر اثر طریقہ سے اس تجویز

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۵) احمد صاحب ہمارے حضرت قبلہ کے بڑے مخلص مرید ہیں، اور بڑے دیندار آدمی ہیں۔

کی تائید کی۔

تحریک و تائید کے بعد خود مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب استادہ ہوئے اور آپ نے یہ ترمیم پیش کی کہ اس فنڈ کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کے انتساب سے وظائف محمدیہ رکھا جائے' اس موقع پر جناب ممدوح نے محبت رسول کریم اور اسلام کی اخلاقی و روحانی تعلیم پر ایسی پُراثر و دلگداز تقریر کی کہ ہر شخص کا دل فرط جوش سے تڑپ اٹھا اور تمام مجلس ماتم کدہ بن گئی۔ ہر شخص کی آنکھ سے بے اختیار آنسو جاری تھے، اور تمام مجمع پر ایک عجیب عالم بے خودی چھایا ہوا تھا۔ مولانا کی یہ تقریر مدراس میں ہمیشہ یاد رہے گی۔ افسوس کہ اس تقریر کی روانی و سلاست و سحرکاری نے اس عالم جوش و خروش میں کسی کو اس کے لکھنے کا موقع نہیں دیا، اسی لیے ہم اسکو ناظرین تک پہنچانے سے معذور ہیں اس تقریر کے بعد وظائف محمدیہ کے مختلف عطیات کا اعلان کیا گیا بعض اصحاب نے مستقل سالانہ اعانت اس فنڈ کے لئے منظور کی، اور اس تجویز کے محرک مولوی عبدالغفور صاحب نے پانچسو روپیہ نقد اور سو روپیہ سالانہ کا اعلان کیا۔ اس کارروائی کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ عالی جناب نواب سر غلام محمد علی خاں صاحب بہادر پرنس آف ارکاٹ جلسہ میں تشریف لائے صدر و دانشور اعیان مدراس اور والنٹیروں کی جماعت نے آپ کا خیر مقدم کیا۔"

وظائف محمدیہ کا یہ واقعہ حضرت کی طبیعت اور مزاج کو اچھی طرح واضح کر دیتا ہے کہ حضرت اپنی خدمات کا اس دنیا میں کوئی صلہ نہ چاہتے تھے، بلکہ آپ کا مطمح نظر ان اجری الا علی اللہ تھا، حضرت نے اپنی پوری قومی زندگی میں کبھی پارٹی سازی نہیں کی' اور اسی لئے ہر پارٹی میں محبوب رہے، کبھی کوئی اپنی غرض نہیں رکھی، جیسا کہ ان اوراق میں لکھا جاچکا ہے' حضرت نے معاش کے خیال سے ابتدا میں مطب جاری کیا تھا۔ اس وقت امیروں سے ڈبل فیس لیتے اور غریبوں متوسطوں سے کچھ نہ لیتے۔ یہی مشق اس وقت بھی رہی جب کہ قومی خدمات کے ہجوم میں مطب ٹوٹ گیا۔ آپ کے حلقہ کے رؤسا و مخصوص حضرات نے برابر خیال کیا کہ فکر معاش سے آپ کو آزاد رکھا جائے۔ آپ کا ہمیشہ یہ اصول رہا کہ امیروں سے لیا اور

غریبوں پر صرف فرما دیا۔ عام طور پر مشائخ کرام کے یہاں کچھ ایسی فضا پیدا رہتی ہے کہ ہر امیر و غریب مرید مخصوص اجتماعات کی شرکت اور نذر پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے، لیکن حضرت قبلہ کے یہاں اس طرح کا ماحول کبھی پیدا نہ ہوا، حضرت کے بے شمار مریدوں کے ذہن میں بھی یہ بات نہ تھی کہ پیر کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت اپنے غریب اور اکثر متوسط مریدوں کی بھی مالی مدد کیا کرتے تھے۔ حضرت کو کنبہ پروری کا بڑا خیال تھا۔ اپنے غیر، دوست، دشمن، سبھوں کی یکساں خدمت اور مالی امداد کرتے تھے۔ حضرت جنکو کی خفیہ امداد کرتے تھے، اس کی اطلاع آپ کے فرزندوں کو بھی نہیں ہوتی۔ حضرت کی وفات کے بعد آپ کے روضے والوں سے بعض خفیہ مستقل امدادوں کا حال سن کر ہم ششدر رہ گئے، حضرت کے پاس جب تک روپے موجود رہتے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ روپے آپ کو کاٹ رہے ہیں۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ مدراس سے گھر واپس آئے، آپ کے پاس بہت سی اشرفیاں تھیں۔ آپ بیٹھے تھے کہ چار قوال ملنے کے لئے آئے آپ نے کہا کہ آؤ مصافحہ کرو، سب ایک ایک کر کے آئے آپ نے مصافحہ کرتے وقت ایک ایک گنی ان کے ہاتھ میں دے کر ان کی مٹھی بند کر دی، سبھوں نے سمجھا کہ اٹھنی ہے، جب واپس ہوتے ہوئے پھاٹک سے باہر نکلے تو دیکھا کہ سب کے پاس ایک ایک اشرفی ہے۔ اسی طرح جب کل اشرفیاں لوگوں میں تقسیم کر دیں تو چین لیا۔

آپ کے پاس بے شمار دولت آئی لیکن آپ نے سب راہ خدا میں صرف کر دی، ایک پائی کی بھی جائداد نہیں خریدی، اکثر فرماتے تھے کہ یہ روپے کار خیر کے ہیں۔ اور کار خیر پر ان کو صرف ہونا چاہیئے۔ ایک بار اجمیر شریف میں حضرت نے اپنی جیب سے انیس ہزار روپے کے نوٹ نکال کر مجھے رکھنے کے لئے دیئے، کم ہی عرصہ میں وہ سب روپے خرچ ہو گئے، اور ایسا بہت ہوا کہ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا آج خرچ کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے، کہیں سے ایک روپے کا بندوبست کرو۔ اور جب روپیہ حاضر کیا گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت کو اپنا کوئی کام نہ تھا بلکہ کسی حاجتمند کو دینا تھا۔ حضرت کی امداد کا کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا سو پچاس کی رقمیں لوگوں کو خموشی کے ساتھ اکثر دے دیا کرتے تھے، ہمیں علم ہے کہ تین سو اور چھ سو تک کی

رقم تک آپ نے اُٹھا کر دیدی اور محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دی اور خموشی سے دی، جس کا علم تک دنیا کو نہ ہوا۔

مہمان نوازی اور لوگوں کو کھانا کھلانے کا بے حد شوق تھا، طرح طرح کے کھانے اپنے سامنے پکواتے اور لوگوں کو اپنے سامنے کھلاتے۔ خود تو بوجہ ضعف معدہ بواسیر و نواسیر وغیرہ کھا نہیں سکتے لیکن فرماتے کہ میرے لنگر میں جتنے لوگ شریک ہوتے ہیں ان کے کھانے سے مجھے بھی ویسا ہی مزہ ملتا ہے، جیسا اُن کو، اور میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ سب کھانا میرے پیٹ میں جا رہا ہے، آخری علالت میں حضرت سے عرض کیا گیا کہ مہمانوں کو کھانا کھلانے کی اور لنگر داری کی فکر اب آپ نہ کریں، تو فرمانے لگے کہ میں مرتے دم تک اس کو نہیں چھوڑوں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، آخری گھڑی میں بھی حضرت نے پوچھا کہ مہمانوں نے کھانا کھا لیا؟۔

ہر روز صبح کو آپ کے یہاں چائے کا لنگر ہوتا، حضرت اپنے ہاتھوں سے سب کو ناشتہ تقسیم کرتے چائے یا کھانے میں عام اجازت تھی کہ جس کا جی چاہے آئے۔ جس قدر زیادہ لوگ آتے تھے اسی قدر آپ خوش ہوتے تھے۔

چار تقریبیں حضرت فرماتے تھے کہ بھائی وضع داری ایک عجیب چیز ہے، انسان جو وضع اُٹھائے آخر تک اسی پر قائم رہے، حضرت اپنے اہتمام سے چار تقریبیں کرتے تھے، جن کے اہتمام میں حضرت کے روحانی خشوع و خضوع کا کوئی اندازہ نہ ہوتا تھا۔

پہلی تقریب بیان سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریب ہے، جس کا بیان ان اوراق میں "بیان سیرت نبوی کی بنا" کے عنوان سے کیا جا چکا ہے۔

دوسری تقریب ذکر شہادت کی مجالس ہیں، محرم الحرام کی آخری پانچ تاریخوں میں آپ ذکر فضائل و مصائب اہلبیت فرمایا کرتے تھے۔ یہ بیان آپ "جماعت خانہ" میں فرمایا کرتے تھے۔

یہ جماعت خانہ (پھلواری شریف) وہ مقام ہے جہاں صدیوں سے ماہ عزا میں ذاکرین و محبین اہلبیت کا اجتماع ہوتا چلا آرہا ہے۔ حضرت نے اپنے وقت میں ایک عمارت اس کے گرد نئی بنوادی ہے۔ حضرت کا معمول تھا کہ جب مجلس عزا پڑھتے اور مصائب و فضائل کا جو کچھ ذکر فرماتے اس کا حوالہ احادیث و سیر کی کتابوں سے دیتے جاتے۔ راقم الحروف نے ایک سال ان بیانوں میں کچھ حصہ بطور ملفوظات جمع کرلیا تھا جو اس کتاب کے چوتھے حصے میں درج ہے۔

تیسری

تقریب رمضان شریف کا لنگر ہے۔ یوں تو ہر روز ہی لنگر ہوتا تھا، لیکن رمضان شریف کی پہلی تاریخ سے غرۂ عیدین کامل ایک مہینہ بڑے پیمانہ پر لنگر کا اہتمام فرماتے اور دعوت عام تھی جس کا جی چاہے لنگر میں شریک ہو، اس کے علاوہ کچھ لوگوں کو خاص کر ہر روز مدعو بھی کرتے۔

چوتھی

تقریب اجمیر شریف میں کرتے جس کی شرکت کیلئے ہر سال حتی الامکان آپ کے گھر کے کل مرد اجمیر شریف حاضر ہوتے۔ حضرت جس ذوق و شوق اور جذبہ روحانی کے ساتھ اور جس پابندی کے ساتھ ہر سال اجمیر شریف حاضر ہوتے تھے، اس کا اندازہ زائرین خواجہؒ ہی کرسکتے ہیں۔ ایک سال حضرت پر فالج کا ہلکا سا حملہ ہوا، اس قدر ضعیف و کمزور ہوگئے، کہ آٹھ مہینے تک پھلواری سے باہر نہیں نکلے۔ اجمیر شریف کے عرس کا زمانہ آیا، نہ معلوم کہاں سے بجلی کی طاقت بدن میں آگئی۔ کہ یکایک اٹھے اور آٹھ سو میل کا طویل سفر طے کرکے اجمیر شریف پہنچ گئے، لوگ دیکھ کر ششدر رہ گئے حضرت متولی صاحب آستانۂ پاک راقم الحروف سے فرماتے تھے کہ اس زمانے میں کرامت یہی ہے۔

خدا پر بھروسہ

آپ کو اس قدر تھا کہ جس کام کا تہیہ فرماتے اس کا بلا تکلف اعلان کردیتے اور کچھ خیال نہ کرتے کہ اس کے لئے سامان کہاں سے فراہم ہوگا۔ آپ کو یقین رہتا کہ اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سبب ضرور پیدا کردے گا۔ رمضان شریف کے لنگر اور اجمیر شریف[۱] کی

۱؎ اجمیر شریف میں حضرت نے ایک مکان ہی خرید لیا تھا، جو بفضل خدا اب تک موجود ہے۔ حضرت یہاں اپنی جانب سے (باقی بر صفحہ ۱۰۶)

حاضری اور عرس کے موقع پر ہم نے اس کا بارہا مشاہدہ کیا ہے۔ رمضان شریف میں ہم نے دیکھا، کہ حضرت کا ہاتھ خالی ہو گیا، اور لنگر کے لئے اجناس وسامان کی ضرورت ہے، آپ نے مولوی محمد عمر صاحب[۵۳] کو بلایا اور کہا کہ فلاں بنیئے کے یہاں جائیے اور کہیئے کہ سب چیزیں دیدو، فلاں تاریخ کو کل روپیہ میں دیدوں گا" ہم لوگ متفکر ہو جاتے کہ کہیں سے روپئے آنے کی کوئی اطلاع بھی نہیں ہے، دیکھئے کیا ہوتا ہے، کہیں خدانخواستہ سبکی نہ ہو جائے، لیکن جب روپئے ادا کرنے کا موعودہ وقت آتا تو کہیں نہ کہیں سے حضرت کے پاس روپئے آجاتے اور آپ وعدہ پورا کر دیتے۔

اجمیر شریف کے سفر میں حضرت کا بہت بڑا صرفہ ہوا کرتا تھا، ہم نے بارہا دیکھا کہ حضرت کی تحویل میں دوچار روپے بھی نہیں ہیں اور آپ نے پروگرام متعین کر دیا کہ فلاں دن فلاں ٹرین سے روانہ ہو جائیں گے، حتیٰ کہ کانپور تار دیدیا کہ ہم فلاں وقت پہنچتے ہیں، وہاں کچھ آرام کر کے دو ایک دن کے بعد اجمیر شریف روانہ ہوں گے، ہم لوگوں کو بھی دیکھتے دیکھتے یقین ہو گیا تھا کہ کوئی نہ کوئی

(بقیہ حاشیہ ص۱۰۰) الگ بھی عرس کیا کرتے تھے، اور لنگر جاری رہتا تھا، حلقے کے سینکڑوں حضرات ہر سال یہاں حاضر ہو کر اسی مکان میں قیام کرتے تھے، امیر رضا خاں قوال بہاری مع اپنی چوکی کے ہر سال موجود رہتے تھے۔ بحمد اللہ کہ یہ سارا نظام ہنوز جاری ہے، حضرت کی قائم کردہ چاروں تقریبیں علیٰ حالہٖ حضرت کے جانشیں حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب مدظلہ کے زیر سیادت انجام پا رہی ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب تقریبوں کو قائم رکھے، اب ان تقریبوں میں ایک تقریب کا اور اضافہ ہو گیا۔ یعنی حضرت قبلہ کا عرس جو ربیع الاوّل کی ۹-۱۰ کو انجام پاتا ہے۔ یہ عرس پھلواری شریف میں ہوتا ہے اور نہیں تاریخوں میں اجمیر شریف میں بھی آستانۂ پاک میں ہوتا ہے جس کو درگاہ شریف کے سالانہ عرسوں کی فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے، خواجۂ خواجگان کی ذات میں حضرت قبلہ کی غایت فنائیت کا یہ ایک ثبوت ہے۔

۵۳ جو رشتے میں آپ کے ماموں زاد بھائی ہوتے ہیں، اور زیادہ تر خدمت میں رہا کرتے تھے، اور اب حضرت سجادہ نشیں صاحب مدظلہ کے ساتھ رہتے ہیں۔

سامان ہو ہی جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا کہ اکثر عین وقت پر اور اکثر کچھ پہلے ہی کوئی نہ کوئی منی آرڈر معمولی یا تار پر کہیں سے پہنچ جاتا تھا۔ اجمیر شریف کے سلسلے میں جتنی نذریں حضور کے پاس پہنچتیں آپ سب کو اجمیر شریف میں صرف فرما دیتے، اگر کام انجام دینے کے بعد بھی کچھ رقم آپ کے پاس بچ رہتی تو اس کو قوالوں میں تقسیم کر دیتے، فرماتے کہ یہ ساری رقم خواجہ کی نذر ہے۔ سب یہیں صرف ہو جانی چاہیئے۔ محرم، ربیع الاوّل اور رمضان کی تقریبوں میں بھی یہی کرتے، ان مواقع پر جو رقم آپ کے پاس آتی، اس میں سے بچا کر کچھ نہیں رکھتے نہ اس کو کسی دوسرے مد میں صرف فرماتے۔

مساوات اسلامی

کہ حضرت زبردست حامی تھے۔ ریاست کی شان آپ میں بالکل نہ تھی، آپ فرماتے تھے کہ اسلام میں نیچ قوم کوئی نہیں ہے۔ انسان اپنے صفات حسنہ سے معزز ہوتا ہے اور عادات رذیلہ سے بے عزت ہوتا ہے۔ پس کیوں نہیں ایسے طبقہ کو جن کی حالت پست ہے بہتر صحبت مہیا کی جائے "تاکہ ان میں صفات حسنہ پیدا ہوں اور تعلیم و روشن خیالی کی "روشنی" ان میں پہنچے، ان سے قطع تعلق کیے رہنا گویا ان کی دوامی پستی کا طلبگار رہنا ہے۔ پس حضرت ان سبھی قوموں سے اُسی طرح ملتے، جیسا کہ مساوات اسلامی کی تعلیم ہے۔ بستی کی اکثر ریاست پسند طبیعتوں کو یہ طرزِ عمل ناگوار گزرتا تھا، لیکن وہ سب رفتہ رفتہ سمجھتی گئیں کہ حضرت کا طرزِ عمل کتنا حکیمانہ تھا۔ پھلواری شریف سے ایک ماہوار رسالہ مساوات[1] شائع ہوتا ہے،

---

[1] اس رسالے کے روح رواں مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب ہیں جو تحریک جمعیۃ المومنین کے نہایت سرگرم کارکن ہیں۔ آپ کے والد ماجد جناب حاجی امین اللہ صاحب (جو ہمارے حضرت قبلہ کے نہایت مخلص مریدوں میں ہیں) بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے دیہات کی اقامت ترک کر کے پھلواری شریف میں جو مکان بنا لیا اور یہیں کی مستقل اقامت اختیار کر لی اس کا سبب محض حضرت کا پُر از محبت برتاؤ اور عملی تعلیم مساوات تھی۔

کمال استغنا

حضرت کی حیات میں بہت سے مواقع ایسے آئے کہ اگر آپ چاہتے تو دنیا کی دولت آپ کے قدموں سے لگ جاتی، لیکن آپ کو اس کا وہم و گمان بھی نہ ہوا۔ انہیں اوراق میں آپ نے دیکھا کہ حضرت کس شان سے حیدرآباد گئے تھے، اسی زمانہ میں حضرت پیر ابراہیم صاحب بغدادی بھی تشریف لے گئے تھے، جن کے لئے آٹھ سو روپیہ ماہوار وظیفے کی منظوری ہوئی، یہ وہ وقت تھا کہ جبکہ وظائف طلبوں کی یہ ریل پیل نہ تھی، میر عثمان علی خاں نظام کی تخت نشینی کا ابتدائی دور تھا، اعیان حیدرآباد وظیفہ کی تحریک کے لئے مستعد و خواہشمند تھے، لیکن آپ کی منشاء ہوئی حتیٰ کہ آپ حیدرآباد سے خموشی کے ساتھ یک بیک روانہ ہوگئے اور ایوان شاہی تک واپسی کی اطلاع بھی نہ بھیجی۔

عجب

ہر ہائی نس بیگم صاحبہ بھوپال مرحومہ کے بڑے صاحبزادے کرنل حافظ عبیداللہ مرحوم نے انتقال کیا تو آپ اپنے دوسرے صاحبزادے پرنس حمیداللہ (حال ہز ہائینس نواب بھوپال بالقابہ) کو اپنا ولیعہد بنانا چاہتی تھیں اور حکومت ہند کا رجحان بڑے شہزادے مرحوم کے صاحبزادے کی طرف تھا۔ بیگم صاحبہ مرحومہ نے ہوم گورنمنٹ کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے لندن کا سفر اختیار کیا۔ وہ بڑی خوش عقیدہ تھیں، یورپ جانے سے پہلے اجمیر شریف حاضر ہوئیں، حضرت قبلہ بھی اجمیر شریف ہی میں تھے۔ بیگم صاحبہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے ایڈی کانگ کو حضرت کے مکان پر بھیجا کہ میں آستانہ شریف پر آپ کے ساتھ جانا چاہتی ہوں، میں پہلے آپ کے مکان پر آؤں گی، وہاں سے آپ کو ساتھ لے کر آستانہ شریف پر حاضر ہوں گی، حضرت نے کہلا بھیجا کہ میرا مکان جس گلی میں واقع ہے وہ بہت گندی ہے اور مکان بھی صاف نہیں ہے، آپ یہاں تشریف نہ لائیں، میں درگاہ شریف ہی میں آکر ملوں گا، جب بیگم صاحبہ درگاہ شریف کے لئے روانہ ہوگئیں تو پھر حضرت کو لینے آدمی آیا۔ بیگم صاحبہ درگاہ بازار سے گزر کر نظام دروازہ کے پاس حضرت کی

منتظر رہیں۔ حضرت آگئے تو ساتھ ساتھ "فیہ" اندر میں داخل ہوئیں' چاروں طرف حکومت کی طرف سے پولیس کا پہرہ تھا' تبرشریف کے اندر بھی ان دو حضرات کے سوا کوئی نہ تھا، دروازہ بھیڑ دیا گیا تھا۔ یہاں حضرت نے بیگم صاحبہ کے مقصد سفر میں کامیابی کے لیے دعا فرمائی' پھر دونوں باہر آئے۔ بیگم صاحبہ بہت متاثر تھیں حضرت سے اپنی جائے قیام تک تشریف لے چلنے کی استدعا کی' حضرت ساتھ تشریف لے گئے' وہاں بیگم صاحبہ نے اپنے ورد و وظائف کا سفینہ دکھلایا، اس میں ایک ورد حضرت کا خاص خاندانی بھی تھا حضرت نے پوچھا کہ یہ کہاں سے آپ کو ملا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ "لوسن[1]" کی کتاب سے نقل کیا ہے، حضرت نے مختلف وظائف پڑھنے کے لیے بتلائے اور بہت سے وظائف کے متعلق کہا کہ ان کو آپ نہ پڑھیں' بلکہ ان کے بدلے تلاوت کلام پاک کیا کریں۔ بیگم صاحبہ نے بیعت کی خواہش ظاہر کی، حضرت قبلہ کو علم تھا کہ وہ پہلے کسی شیخ کی مرید ہو چکی ہیں' حضرت کسی دوسرے کے مرید کو بغیر کسی وجہ جائز کے جو اصول طریقت کے رو سے ثابت ہو' دوبارہ مرید نہیں کرتے تھے، اور ایسا موقع شاذ و نادر ہی کہیں آتا تھا، حضرت اپنے اصول کے ایسے پابند تھے کہ ہر ہائی نس جیسی عظیم شخصیت کے مقابلہ میں بھی اس کو توڑنا گوارا نہ کیا' فرمایا کہ بیعت لینے سے میں معذور رہوں' لیکن ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں' بیگم صاحبہ بے حد متاثر ہوئیں، انہوں نے بار بار اور باصرار حضرت کو بھوپال آنے کی دعوت دی اور بہت اصرار سے کہا کہ جب میں ولایت سے واپس آؤں تو آپ ضرور تشریف لائیں' اور اپنے صاحبزادوں کو بھی ساتھ لائیں —— بیگم صاحبہ ولایت سے شاندار کامیابی ساتھ لیکر آئیں، ان کے سکریٹری صاحب نے ایک تار بھی شکریہ کا بھیجا، لیکن حضرت نے بھوپال کی طرف رخ بھی نہ کیا۔

ایک بار محرم شریف کے موقع پر خانبہادر شمس العلما حضرت مولانا شاہ ابوالخیر صاحب غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے (جو حضرت کے نہایت گہرے دوستوں میں تھے) حضرت سے فرمایا کہ گوالیار

[1] یعنی ہر ہائی نس کے بھائی نواب نورالحسن خاں صاحب لکھنؤ کی کتاب سے۔ نواب صاحب کو حضرت سے اس ورد کی اجازت تھی۔

تشریف لے چلیے' مہاراجہ کو آپ کی تشریف آوری سے بڑی مسرت ہوگی' حضرت نے فرمایا کہ میرے بزرگوں کا معمول تھا کہ دو بھائی اگر اہل حلقہ ہوتے تو ایک کے حلقہ میں دوسرا کبھی نہیں جاتا' پس گویا ریاست خاص آپ کا حلقہ ہے اور مہاراجہ پر آپ ہی کا اثر رہنا چاہیے' میں نہ جاؤں گا' جعفر میاں اس وقت کمسن تھے اور پاس ہی بیٹھے تھے' مولانا نے فرمایا' میں آپ کو اس بچے کی قسم دیتا ہوں تشریف لے چلیے' حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نہ جاؤں گا' مولانا چپ ہو گئے۔

رانی قمر زمانی

بیگم مرحومہ آف نانپارہ کو حضرت سے جو عقیدت تھی، اس کا ذکر ندوۃ العلماء کے سلسلے میں ہم نے کیا ہے' انہوں نے جعفر میاں کو اپنا بھائی بنا کر ان کی شادی خاص اپنے اہتمام سے لکھنؤ میں کی تھی، اور بہن بن کر سب تقریبیں انجام دی تھیں، حضرت قبلہ نے جعفر میاں کی لکھنؤ میں موجودگی کے باوجود ان کی طرف رُخ نہ کرکے رانی صاحبہ سے ان کی جائداد ندوے میں وقف کرادی لوگ اس بات کے شاہد موجود ہیں کہ رانی صاحبہ جعفر میاں کے لیے بھی کچھ لکھنا چاہتی تھیں' لیکن حضرت کی منشاء پاکر آپ نے اس ارادے کو ترک کر دیا، حضرت نے ایک قومی ادارے کو اپنے فرزند پر فوقیت دی ۔ ورنہ اس موقع پر آپ کی ادنیٰ سی خواہش آپ کے فرزند کو صاحب جاگیر بنا دیتی ۔

رانی صاحبہ کا عقد ثانی منشی ابوالحسن صاحب مرحوم سے ہوا تھا ۔ اور حضرت قبلہ نے عقد پڑھایا ۔ لیکن اس کے بعد رانی صاحبہ زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہیں' جب رانی صاحبہ بغیر کسی اولاد کے اس دنیائے فانی سے چل بسیں تو ان کے اعزہ نے اس عقد سے انکار کرا چاہا، منشی ابوالحسن صاحب نے اپنے حق زوجیت کا دعویٰ دائر کیا ۔ اور بیان کیا کہ ہمارا نکاح حضرت شاہ سلیمان صاحبؒ پڑھایا تھا ۔ معاملہ حضرت کی گواہی پر آٹھہرا ۔ حضرت کی ایک "ہاں" منشی ابوالحسن صاحب کو ایک اسٹیٹ کا مالک کر دیتی تھی اور ایک "نہیں" ساری ملنے والی ریاست کو خواب بے تعبیر کر دے سکتی تھی، معاملہ نہایت نازک تھا، حضرت سے جب شہادت طلب کی گئی' تو حکم خدا اور رسول کے مطابق آپ فوراً تیار ہو گئے' ایک دن اتفاقیہ ملک وکیل احمد گیا دی سوداگر[۱]

(حاشیہ بر صفحہ ۱۰۶)

چرم کانپور نے کانپور ہی میں حضرت قبلہ سے دبی زبان میں یہ کہنا چاہا، کہ حضرت جعفر میاں کے حق میں منشی ابوالحسن صاحب سے کچھ سفارش کر دیں، حضرت نے پوری بات بھی نہ سنی تھی کہ غصّے میں لال ہو گئے، اور بہت زور سے فرمایا، کہ "ہم اپنی انتہائی بدبختی سمجھتے ہیں کہ گواہی دیں اور اس کی قیمت وصول کریں"۔

حضرت نے گواہی دی اور منشی صاحب مرحوم ایک بڑے تعلقے کے مالک ہو گئے، رانی صاحبہ کی حیات میں منشی صاحب عرس اعراس کے موقعہ پر حضرت کی خدمت میں کبھی کبھی کچھ نذر پیش کیا کرتے تھے، لیکن اس واقعہ کے بعد سے حضرت نے اس سلسلے کو بھی ایک دم منقطع کر دیا۔

حضرت دوسروں کی خدمت کرتے تھے اور اُن کے آڑے وقت میں کام آتے تھے اور اس خدمت کے بعد جو روحانی لذّت و مسرت حضرت کو حاصل ہوتی تھی۔ اُسی کو اپنی تمام خدمات کا صلہ سمجھتے تھے، اور اس کے مقابلے میں تمام دنیوی انعامات کم قیمت اور ہیچ جانتے تھے۔

ان چند واقعات کو محض بطور مثال پیش کر دیا گیا ہے، ناظرین انہیں چند واقعات سے حضرت کے استغنا اور وسعت قلب کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

دیہاتوں کی اصلاح

آج کل دیہاتوں کی اصلاح کا عام طور پر ہمارے قومی رہنماؤں کو خیال پیدا ہو گیا ہے، لیکن آج ایجوکیشنل کانفرنس کی ایک پرانی رپوٹ پڑھتے ہوئے ہمیں حضرت قبلہ کی ایک تقریر ملی، جس میں آج سے چھبیس سال پہلے حضرت نے قومی رہنماؤں کو نہایت زبردست الفاظ میں اس کی جانب متوجہ کیا تھا۔ اس وقت آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس (منعقدہ ۲۷-۲۸-۲۹ دسمبر سنہ۱۹۱۰ء بمقام ناگپور) کی رپورٹ مرتبہ صاحبزادہ سر آفتاب احمد خاں مرحوم[۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ۱۰۰)
جو عرصہ دراز تک حضرت کی خدمت میں رہے اور سفر حضر میں ساتھ رہے اور جن کو ہم لوگ اپنے گھر کا ایک رکن سمجھتے ہیں۔ مالک صاحب نے حاشاوکلاّ ہم لوگوں کے کہنے سے یہ تحریک نہیں کی تھی۔

[۱] سر آفتاب احمد خاں مرحوم نے حضرت قبلہ کی اس تقریر کو بہ تمام و کمال اس رپورٹ میں درج کر دیا ہے اور اسکا پر
(باقی حاشیہ پر صفحہ۱۰۱)

ومغفور ہمارے سامنے ہے۔ حضرت تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :۔

اور اندرونی حصّہ دیہاتی و قصباتی کے حالات جہالت اگر تفصیل وار آپ لوگوں کو بتاؤں تو آپ اور بھی سخت متحیر ہوں گے۔ میرے معزز مہربان آنریبل مسٹر آفتاب احمد خاں صاحب مجھے معاف فرمائینگے میں برملا کہتا ہوں کہ آپ لوگ فقط میونسپلٹی کی سڑکوں کی درستگی کی فکر میں رہتے ہیں، جدھر صاحب لوگوں کا گزر ہو اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے ویلیج روڈ سے جو زیادہ تر گزرگاہ اور شارع عام ہے اس سے بالکل بے خبر، یعنی شہری مسلمانوں کی تعلیم کے لئے کوشش اور بیچارے دیہاتی مسلمانوں سے بے توجہی۔ دیہاتوں کی پوری کیفیت بھی تو آپ صاحبوں کو نہیں معلوم، آپ کی اطلاع کا معیار فقط سررشتۂ تعلیم کی رپورٹ ہے حضرت! پہلے ضلعوں کے اندر خود کبھی دورہ کیجئے، تو ان کی جہالت کے اسباب و علامات اور پھر اس کے دفیعہ و علاج کی تدبیروں پر غور کیجئے ع

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

فقیر مشرقی بنگال کے اندرونی حصوں میں کئی بار دورہ کر چکا ہے، اور وہاں کے مسلمانوں کی جہالت سے وہ خوفناک سین میرے پاس پیش نظر ہے، جسے میں ہی جانتا ہوں، میرے مخلص دوست آنریبل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۶) اپنی طرف سے ایک نوٹ سپرد قلم فرمایا ہے، جس سے ناظرین کو اندازہ ہوگا کہ حضرت کی ذات اور آپکے مواعظ حسنہ کو ہر خاص و عام میں کیسی مقبولیت حاصل تھی، وہ نوٹ حسب ذیل ہے :۔

اس کے بعد حضرت مولانا مولوی قاری شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی قادری چشتی کے وعظ کا وقت مقرر تھا۔ اور آپکی مشہور سحر بیانی اور مواعظ حسنہ کے سننے اور پند و نصائح سے مستفید ہونے کے اشتیاق میں ہر طبقہ اور ہر درجہ، ہر خیال اور ہر مشرب کے لوگ جوق در جوق اس اجلاس میں آکر شریک ہونے لگے تھے اور وعظ شروع ہونے کے قبل مشتاقوں کا ایک انبوہ کثیر جمع ہوگیا تھا، یہ وعظ حضرت قبلہ کا بہت طولانی تھا اور سامعین دلی دلچسپی اور خاموشی کے ساتھ ایک ایک لفظ کو غور اور توجہ سے سنکر مسرور و محظوظ ہو رہے تھے۔ بغرض استفادہ اس وعظ کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (صفحہ ۲۹ رپورٹ مذکور)

سید شمس الہدیٰ صاحب وکیل ہائیکورٹ کلکتہ چاہے نہ مانیں مگر میں یقین کرکے کہتا ہوں کہ اگر آپ لوگوں نے کچھ نہ کیا تو ۲۵ برس میں بجز قلی و مزدور مسلمان کے کبھی کوئی ذی وجاہت وہاں مسلمان نہ ملے گا۔ میرے بنگالی مسلمان بھائی نمازی ہیں، مسئلہ مسائل کا بہت شوق رکھتے ہیں مگر تعلیم سے بالکل معرّا۔ ایک بات یہ کہ وہ ایسے مولویوں کے قبضے میں رہے، جنہوں نے تعلیم کا ان کو سبق ہی نہیں دیا۔

صاحبو! میں ابھی ضلع دیناجپور سے جو مشرقی بنگال کا مغربی و شمالی حصّہ ہے، آتا ہوں۔ ریل سے ۴۵ میل کے فاصلہ پر تھا، وہاں جال پور ایک تولیت اسٹیٹ ہے، جہاں یہ مسئلہ پیش تھا کہ مدِ زکوٰۃ اور آمدنیِ وقف سے اسکول کے طلبہ کی مدد جائز ہے یا ناجائز۔؟ کچھ خاندانی افراد ادھر مائل کچھ اُدھر۔ مگر بالآخر اس فقیر کی بات کو سب نے تسلیم کیا اور طلبہ کی مدد کیا۔ کہ عنقریب وہ لوگ خود اپنا ایک اسکول بھی تیار کرنے کو موجود ہو گئے، چونکہ اس خاندان کے اکثر افراد میرے مرید ہیں اس لیے یہ مسئلہ نافذ ہو گیا، ورنہ مجھے زیادہ کاوش کی ضرورت پڑتی۔ اس سفر میں اس پیرانہ سالی میں میں نے جو تکلیفیں اُٹھائی ہیں اس کا ذکر اس وقت بے موقع ہے اور خود نمائی ہے، اشاعتِ تعلیم کے متعلق جو میرا سفر ہوتا ہے اور مکاتب و مدارس و اسکول جو اس فقیر کے ذریعہ قائم ہوتے رہتے ہیں، برابر اس کی خبر دفترِ کانفرنس میں کرتا رہتا ہوں، مگر بہر خدا عزیزان! اس پیر فرتوت سے کیا کام لوگے؟ مولوی و مفتی بھی ہیں، شاہ صاحب اور پیر میاں بھی ہیں، واعظ و لکچرر بھی ہیں، اب ٹیچر و ماسٹر و گرو بھی ہیں، اور قاصد و ڈاکیہ و پیادہ بھی ہیں، یہ کیا انصاف ہے؟ اُٹھو! اُٹھو! میز و کرسی لگا کر منبلا کا چرٹ ہاتھ میں لیے کب تک بیٹھے رہو گے! ذرا اضلاع کے اندر دورہ کرو اور مقامی اصلاح مقامات کی دیکھ بھال کے بعد کرو، کاغذی گھوڑے کب تک دوڑایا کرو گے؟ میں یہ نہیں کہتا کہ تم کچھ کام نہیں کرتے، ہاں ضرور کرتے ہو مگر بحمداللہ اگر ضرورت سے بہت کم۔ اب ضرورتوں کو پورا کرو، اور خدا سے ڈرتے رہو۔" (رپورٹ مذکور صفحہ ۹۶ — ۳۹۶)

درس و تدریس | ایسے مشغول انسان کے لیے جیسے حضرت قبلہ تھے درس و تدریس کا مشغلہ رکھنا ناممکن

تھا۔ ابتدائی ایام میں جبکہ آپ مطب کرتے تھے، درس کا مشغلہ رکھتے تھے، لیکن طبابت میں بھی ایک جگہ برابر قیام نہیں رہا کرتا، اس لئے اُس وقت بھی یہ سلسلہ مستقلاً جاری نہ تھا۔ ندوہ میں جب آپ معتمد تعلیم تھے تو اس وقت بھی کچھ درس دیتے تھے، اس کے علاوہ مشق تقریر کے لئے طلبہ کے جو جلسے ہوا کرتے تھے، حضرت اکثر خود اس کی صدارت فرما کر تقریر و وعظ گوئی کی مشق کراتے تھے۔

جس طرح حضرت کے مریدوں کی تعداد ہم نہیں بتا سکتے۔ اسی طرح آپ کے شاگردوں کی بھی کوئی فہرست ہم نہیں پیش کر سکتے، مختلف زمانہ میں مختلف لوگوں نے مختلف کتابیں اور مختلف اسباق آپ سے پڑھے، لیکن ایسے شاگردوں میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں، جن کی ذات پر ہندوستان بجا طور پر فخر کر سکتا ہے انہیں میں نواب مؤید الملک[۱] سر سید علی امام مرحوم کے سی ایس آئی سی آئی ای اور فخر الاخوان مولانا سید سلیمان ندوی بھی ہیں[۲]۔

حدیث کا ثبت بھی حضرت سے اکثر علماء نے لیا، لیکن حضرت کے یہاں فہرست لکھنے کا تو کوئی دستور تھا نہیں جو ہم نام گنائیں، مولانا شاہ حسن میاں مرحوم کے نام کا ثبت ہمارے پاس موجود ہے۔ نیز حضرت کے موجودہ سہ فرزند و نواسہ (مولانا سید شاہ محمد عز الدین) و برادرزادہ یعنی مولانا شاہ محمد عزیز صاحب فریدی، نیز آپ کے خلیفہ اجل مولانا صوفی وصی الدین کے پاس حضرت کا ثبت موجود ہے حضرت نے اپنی وفات سے کم و بیش ایک سال پیشتر مولانا عبد الرحمٰن کاشغری ادیب اول دار العلوم ندوۃ العلماء کو بھی اپنا ثبت عنایت فرمایا تھا۔

تصنیف و تالیف اچھے کتب خانوں کی حضرت کو ہر جگہ تلاش رہتی تھی، جب کسی شہر میں جاتے اور

---

[۱] سر علی امام مرحوم نے شرح جامی تک عربی پڑھی تھی، اور فارسی میں بھی آپ کو مہارت کاملہ حاصل تھی حضرت قبلہ رشتہ میں ان کے پھوپھا ہوتے تھے۔

[۲] مولانا سید دیانت حسین مدرس مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ بھی حضرت قبلہ کے شاگرد ہیں۔

معلوم ہوتا کہ وہاں کوئی کتب خانہ ہے تو تمام کاموں سے وقت نکال کر کتب خانہ کی سیر ضرور کرتے نایاب کتابوں کو ضرور دیکھتے۔ اور ان میں سے نوٹ بھی لے لیا کرتے۔ حضرت نے ہزاروں روپے کی کتابیں خود خریدیں بھی[1]، حضرت کے اپنے کتب خانے کی سیکڑوں کتابوں پر جابجا حضرت کے بنائے ہوئے نشانات اور دست خاص کے لکھے ہوئے حواشی موجود ہیں، اس طرح کے نوٹ اور حواشی کا ایک بڑا ذخیرہ اس وقت بھی موجود ہے، حضرت کے بہت سے مسودات چوری گئے یا سڑ گل گئے، ایسا بھی اکثر ہوا ہے کہ حضرت کے مسودات و اقتباسات و حوالجات کو حاصل کر کے لوگوں نے اپنی طرف سے رسالے لکھ ڈالے۔ کوئی مؤلف یا مصنف آپ سے معلومات و ہدایت حاصل کرنے کے لئے آتا تو آپ اس کے لئے پوری عرق ریزی و دماغ سوزی کرتے، روپے پیسے کی فیاضی آسان ہے لیکن کوئی مصنف اپنی دماغی کاوش کسی دوسرے کو اس فیاضی کے ساتھ کبھی نہیں دیتا، حضرت کا معمول تھا کہ اپنے کسی معاصر سے کسی مسئلہ میں دوستانہ مباحثہ بھی ہوتا تو اپنی تائید میں ایک رسالہ ہی لکھ ڈالتے۔ اور لکھ کر اُس کے پاس بھیج دیتے، یہ ضرور نہ تھا کہ یہ رسالے چھپیں یا ان کو محفوظ کیا جائے، حضرت نے اس طرح کے علمی رسالے کم از کم ساٹھ ستر لکھے ہوں گے جنہیں سے اکثر چھپ بھی گئے تھے۔ اِن رسالوں میں سے جن رسالوں کا حال ہمیں حضرت قبلہ کی بعض تحریروں سے معلوم ہوا۔ نیز جن میں سے بعض بعض اس وقت ہمارے پاس موجود ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:-

(١) حواشی بر شرح ملا جامی۔ تین جزو۔ یہ ایام طالب العلمی کی کاوش تھی۔

(٢) تعلیقات بر میبذی - یہ بھی اسی زمانہ کی چیز ہے۔

(٣) رسالہ منظوریہ - چند اعتراضات نحویہ کا جواب۔

(٤) مجموعۂ ابیات عربی

---

[1] لیکن ان کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں فرماتے تھے، اسی لئے کتابیں بہت ضائع ہوئیں۔ پھر بھی بحمد اللہ ایک اچھا کتب خانہ اپنے بعد چھوڑا۔

(۵) سفینۂ نجات مطبوعہ عظیم آباد } ہر دو رسالے مناقب اہل بیت میں لکھے گئے
(۶) وسیلۃ النجات مطبوعہ لکھنؤ }

(۷) صیانۃ الاحباب عن اہانۃ الاصحاب۔ اس رسالے میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ امیر معاویہؓ کی خطا اجتہادی تھی، لیکن اس کے بعد حضرت نے اس خیال سے رجوع کیا، جیسا کہ خود ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں "مگر یہ زمانۂ طالب العلمی کی سنہ ۱۲۹۰ھ کی تالیف ہے۔ میں نے اس مسلک سے رجوع کیا اور اب میری تحقیق یہ ہے کہ ان کی خطا منکر تھی، پھر میں نے اس مادہ میں دوسرا رسالہ بزبان فارسی موسوم دوام ستہ لکھا"

(۸) اس دوسرے رسالے کا کیا نام تھا معلوم نہیں۔

(۹) کتاب المراثی۔ عربی مرثیوں کا مجموعہ

(۱۰) رسالہ فیوریہ - اس میں بخار کے اسباب و علامات و معالجات ہیں۔

(۱۱) طب یونانی و ڈاکٹری۔ ناتمام

(۱۲) مجربات سلیمانی۔ نسخجات یونانی اور ڈاکٹری کا ایک مجموعہ

(۱۳) رسالہ ایصال ثواب بزبان اُردو۔ مطبوعہ عظیم آباد

(۱۴) درود و سلام بزبان فارسی مطبوعہ عظیم آباد

(۱۵) رسالہ درود بزبان اُردو۔ مطبوعہ کانپور

(۱۶) رسالہ حضوری۔ تصوف میں۔ بزبان اُردو۔ مطبوعہ لکھنؤ

(۱۷) نصرۃ الصوفیہ (عربی و فارسی میں) مسائل تصوف کے اثبات میں

(۱۸) مجموعہ کلام فارسی

(۱۹) عربی قصائد و غزلیات

(۲۰) شرح شجرۂ قادریہ

(۲۱) شجرۃ السعادت وسلسلۃ الکرامۃ۔ سلاسل پیران میں۔ ایک اور رسالہ سلسلۃ الذہب کے نام سے چھپا ہوا اس وقت موجود ہے، جو حضرت سے استفادہ کرکے جناب مولوی حاجی شاہ شریف اعظم صاحب نے چھپوایا ہے۔

(۲۲) شرح قصیدۂ غوثیہ۔

(۲۳) کتاب الاشغال والاوراد (ناتمام)

(۲۴) تذکرہ بزرگان پھلواری

(۲۵) برکات الحرمین و فلاح الدارین

(۲۶) رسالہ تقبیل و علم سینہ

(۲۷) شرح حدیث مسلسل بالاولیہ

(۲۸) غزلیات اُردو

(۲۹) عین التوحید۔ تصوف میں وحدۃ الوجود ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے اور اب اس مسئلہ پر عبور رکھنے والے علماء مفقود نظر آتے ہیں۔ حضرت نے اسی مبحث پر یہ رسالہ بزبان عربی تحریر فرمایا تھا۔ ایک جگہ حضرت قبلہ نے اس رسالے کا ذکر یوں فرمایا ہے۔ "اور اس مادہ میں عین التوحید نامی پانچ جزو کا ایک عربی رسالہ بھی ہم نے لکھا ہے اور صاف کردہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ کے حضور میں ارسال کیا۔ مسودہ فقیر کے کتب خانے میں موجود ہے۔"[1]

(۳۰) شمس المعارف۔ یہ حضرت کے صوفیانہ مکاتیب کا مجموعہ ہے، دو جلدوں میں ہے اور ہر ایک جلد کافی ضخیم ہے، یہ دونوں جلدیں راقم الحروف کے سامنے چھپیں، اور قوم میں بے حد مقبول

[1] یہ تحریر بیس تیس سال پہلے کی ہے۔ حضرت کے وقت ہی میں یہ رسالہ غائب ہو گیا۔

ہوئیں۔ اب ان کی صرف آفس کاپی ہمارے پاس موجود ہے اور فرمائشیں برابر آتی رہتی ہیں، اُردو زبان میں صوفیانہ مکاتیب کی جن کے ذریعہ ارادتمندوں کی تعلیم کی گئی ہو، غالباً یہ پہلی قابل ذکر کتاب ہے، اس کے ذریعہ حضرت کے خیالات ومعتقدات وطرز تعلیم پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ شمس المعارف کی پہلی جلد جس وقت چھپی تھی، میں اس وقت اسکول میں پڑھتا تھا اور مولانا شاہ حسین میاں کالج میں۔

حضرت اکبر الہ آبادی[1] علیہ الرحمہ نے اس کتاب کا مطالعہ فرمانے کے بعد ایک قطعہ لکھ کر حضرت قبلہ کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ حضرت قبلہ نے حسب معمول اس خط کو بھی کسی کتاب کی جلد میں رکھ دیا تھا، پھر نہ جانے وہ کیا ہوا، اس قطعہ کا ایک شعر اور دو آخر کے مصرعے مجھے اب تک یاد ہیں اور وہ یہ ہیں:۔ شعر

بدن کو کچھ سمجھ سکتے ہو "فلسفہ" اور "شعاعوں" سے
مگر آساں نہیں تشریح استعداد روحانی

دو شعر کے دو آخری مصرعے حسب ذیل ہیں کہ اگر دونوں کو اکٹھا کر دیا جائے تو بہت اچھا مطلع بن جاتا ہے:۔

مسخر اس سے ہو جائے نہ کیونکر دیو نفسانی
کہ اس کا ہر ورق درِ اصل ہے نقشِ سلیمانی

شمس المعارف کی تیسری جلد بھی حضرت کی حیات میں مرتب ہو چکی ہے، لیکن وہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے، اللہ تعالیٰ موقع و توفیق دے تو انشاء اللہ یہ تینوں جلدیں نئے سرے سے جلد شائع کی جائیں گی۔

(۳۱) جواہر خمسہ۔ حضرت کے پانچ مواعظ حسنہ کا مجموعہ ہے، جسے ہمارے ایک پیر بھائی مولوی ایم محمد اسحٰق اڈیٹر العرفان نے بنگلور سے شائع کیا تھا، حضرت کے چند اہم لکچر نواب محسن الملک نے

---

[1] حضرت اکبر الہ آبادی سے جو دراصل بہاری الاصل تھے اور آپ کے والد ماجد الہ آباد میں مقیم ہو گئے تھے، ہمارے حضرت قبلہ کے نہایت پر از خلوص تعلقات تھے۔ حضرت کے پاس مرحوم کے تیز نواب مرزا داغ۔ حضرت امیر مینائی و حضرت محسن کاکوری کے متعدد خطوط تھے، لیکن سب حضرت ہی کے وقت میں ضائع ہو گئے۔

ایجوکیشنل کانفرنس کی طرف سے شائع کیے گئے تھے اور متعدد وعظ رسالوں کی صورت میں ندوۃ العلما کی جانب سے شائع کیے گئے تھے، دونوں اداروں کی رودادوں میں تو بہت سے مبسوط و طویل طویل وعظ بتمام و کمال درج ہیں اور متعدد ایسی رودادیں اس وقت ہمارے پاس موجود ہیں

(۳۲) ہدیۃ الواعظین۔ اس رسالے میں حضرت نے وعظ کہنے کے طریقے اور اس کے ادب سے بحث کی ہے واعظوں کے لیے ایک گائڈ ہے، اس کو بھی ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ نے شائع کیا تھا۔

(۳۳) علم ظاہر و باطن۔ اس رسالے میں حضرت نے ثابت کیا ہے کہ علم باطن حاصل کرنے کے لیے پہلے علم ظاہر کا حاصل کرنا ضروری ہے، علوم ظاہری کے حصول کے بعد علوم باطنی یا تصوف کا علم انسان حاصل کر سکتا ہے، جہالت کے ساتھ تصوف نہیں حاصل ہو سکتا۔

(۳۴) مجموعہ قطعات تاریخ۔ غیر مطبوعہ۔ حضرت کو تاریخ گوئی کا خاص ذوق تھا۔

(۳۵) رسالہ سماع۔ حضرت نے یہ رسالہ جو کافی ضخیم ہے غنائے صوفیہ و مزامیر کے جواز میں لکھا ہے۔ اس خاص مبحث پر ایسا مدلل و مبرہن رسالہ اب تک کسی زبان میں ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ اس رسالہ کو حضرت نے شائع نہیں فرمایا، لیکن بہت سے علماء نے جن کو اس چیز کا ذوق ہے اس رسالے کا مطالعہ کیا ہے۔ اور اپنی معلومات میں اضافہ کیا ہے اور اس سے نوٹ بھی لیے ہیں، حضرت خود صاحب وجد و سماع تھے اور جو کچھ کرتے تھے اس کے جواز کا پورا ثبوت آپ کے پاس تھا۔ لیکن جو صوفیہ غنا و مزامیر کو مختلف فیہ سمجھ کر اس سے احتیاط کرتے تھے، اُن کی قدر کرتے تھے، نیز جو لوگ غنا و مزامیر کو قطعی حرام سمجھ کر ان چیزوں سے بچتے تھے، ان کے اس پرہیز سے بھی تعرض نہیں کرتے تھے، صرف ان کے اعتراضات کے جوابات میں نیز یہ ثابت کرنے کے لیے کہ مختلف فیہ مسئلے میں نکیر نہیں کی جا سکتی۔ حضرت نے یہ رسالہ لکھا ہے اور نہایت عالمانہ شان سے لکھا ہے۔ یہ رسالہ اس وقت راقم الحروف کے پاس موجود ہے، حضرت عام لوگوں کے لیے سماع کو پسند نہیں سمجھتے تھے اور اس کی کثرت کو بھی پسند نہیں

فرماتے تھے،

(۳۶) امارت و طاقت تنفیذی۔ ایک بار جناب مولانا حکیم عبدالرؤف صاحب داناپوری سے اور حضرت سے اس بارے میں گفتگو ہوئی، حضرت کا خیال تھا کہ امیر یا امام بغیر تنفیذی و مادّی طاقت کے نہیں ہو سکتا مولانا کا خیال تھا کہ امیر کے لیے طاقت و حکومت کی کوئی ضرورت نہیں، بغیر طاقت تنفیذی کے امیر ہو سکتا ہے۔ حضرت قبلہ نے اپنے خیالات کی تائید میں ایک مختصر رسالہ بزبان عربی لکھ ڈالا اور اس کو صاف کرا کے مولانا کے پاس کلکتہ بھیج دیا، لیکن حضرت کی عادت تھی کہ اپنی ہر تالیف پر اضافہ کرتے رہتے تھے، اس رسالے کے مسودہ پر بھی حواشی بڑھاتے رہے، یہاں تک کہ اپنے بحث پر عربی زبان میں یہ ایک ضخیم رسالہ ہو گیا۔ یہ رسالہ علمی نقطۂ نگاہ سے مخالف و موافق سبھوں کے دیکھنے کے لائق تھا۔ لیکن نہایت افسوس ہے کہ اس رسالے کو حضرت کے پاس سے کسی نے چرا لیا۔

(۳۷) زکوٰۃ اموال ظاہرہ و باطنہ۔ اس رسالے میں فقہی و تاریخی حوالجات سے ثابت کیا گیا ہے کہ اموال باطنہ کی زکوٰۃ پر امام کا حق نہیں ہے بلکہ مزکی خود اس کا منتظم ہے، لیکن اموال ظاہرہ پر امام کا حق ہے۔ اور وہ اس لئے کہ الجبایۃ بالحمایۃ یعنی چونکہ وہ فوج پولیس اور قانون کے ذریعے اموال ظاہرہ کی حفاظت کرتا ہے، اگر وہ اپنے اس فرض کو ادا نہ کرے تو اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ بھی وصول کرنے کا مستحق نہیں ہے۔

(۳۸) خطبۂ بنت ابی جہل۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کے متعلق امام بخاری نے مسور بن مخرمہ سے روایت کی ہے کہ سیدہ خاتون جنت کی موجودگی میں آپ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کے خواہشمند ہوئے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے علی الاعلان فرمایا کہ رسول اللہ کی بیٹی اور عدوّ اللہ کی بیٹی ساتھ نہیں رہ سکتیں، علی اگر ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو میری بیٹی فاطمہ کو طلاق دیدیں، جب کہ علی علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی کا

حال معلوم ہوا تو آپ نے ارادہ ترک کر دیا۔ یہ رسالہ بھی چھپا نہیں ہے۔

حضرت نے اس روایت پر بڑی فاضلانہ جرح کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ایسا واقعہ ہی کبھی نہیں ہوا۔

(۳۹) حضرت نے ایک مختصر سا رسالہ اس بارے میں بھی لکھا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے قبلِ حرمت بھی کبھی شراب نہیں پی۔ اس سلسلے میں ترمذی کی ایک حدیث پر آپ نے سخت جرح کی ہے۔ اس رسالے کا خلاصہ ایک مضمون کی شکل میں جعفر میاں کے قلم سے اخبار منادی میں چھپا تھا۔

(۴۰) تطہیر اہل بیت۔ یہ حضرت کا سب سے آخری رسالہ ہے جو حضرت نے اپنی وفات سے کچھ دنوں پہلے لکھا تھا۔ اور جو اب تک مسودہ کی شکل میں ہے۔ اس رسالے میں حضرت نے نہایت فاضلانہ بحث کی ہے۔ کہ آیتِ تطہیر کا مورد علی فاطمہ حسن وحسین علیہم السلام ہیں اور اہل بیت سے وہی مراد ہیں۔

جیسا کہ اس فہرست سے معلوم ہوا ہوگا، حضرت کی بہت سی تصنیفیں یا تو اب تک چھپی ہی نہیں یا کسی زمانہ میں چھپی تھیں، لیکن اب نایاب ہیں اور بعض رسالے اب تک محض مسودے کی حالت میں ہیں۔ ضرورت تھی کہ یہ سب کتابیں ملک میں ضائع ونشائع ہوتیں، لیکن اس کے لیے کافی وقت محنت اور سرمایہ کی ضرورت ہے بلکہ دراصل اس کام کے لیے ایک مستقل اکاڈیمی کی ضرورت ہے، ان کتابوں کے علاوہ وہ رسالے بھی ہیں جن کا خاندان کے اوراد و وظائف سے تعلق ہے اور وہ حضرت قبلہ ہی کے زیرِ ہدایت لکھ کر شائع کیے گئے۔

مثلاً کبریتِ احمر عرف حزب البحر کلاں۔ حزب البحر جیبی تقطیع، قصیدہ غوثیہ، رحمتِ رحمن، تکبیرِ عاشقان، سلسلۃ الذہب، دعائے حیدری وغیرہ۔ نیز حضرت مولانا شاہ حسن میاںؒ کے چھوٹے بڑے پندرہ بیس رسالے ہیں، جن میں تذکرہ ابوالنجیبؒ، غم حسین، شہادتِ حسین، العشق، ترجمہ سفرنامہ جاپان علماء وغیرہ۔ میلاد الرسول، ذکرِ رسول، گریہ دلگا، مشکل کشا۔ سارع موتی وغیرہ سے ملک اچھی طرح روشناس ہے مولانا جعفر میاں صاحب کی کتاب باطل شکن و اثباتِ حق، نیز چند رسائل مولانا شاہ حسین میاں صاحب اور

خاکسار راقم الحروف کے دوبارہ طباعت کے طالب ہیں۔ حضرت قبلہ اپنی ذات سے ایک مستقل انسٹی ٹیوشن تھے اس وقت ہم ان کی سوانح حیات قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔

مسلک اور طریقۂ تعلیم

حضرت کی تالیف و تصنیفات کی جو فہرست ہم نے اوپر درج کی ہے اسی کے دیکھنے سے ناظرین کو آسانی معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت کا عقیدہ و مسلک کیا تھا اور رہا کی کچھ اور تفصیل حضرت کے ملفوظات کو دیکھنے سے معلوم ہو گی جو اس مجموعہ کا حصّہ چہارم ہے۔ حضرت حنفی صوفی اور صاحب سماع تھے، آپ کا مسلک وہی تھا جو علمائے پھلواری و علمائے فرنگی محل کا رہا ہے، تاہم دو باتیں آپ کے مسلک میں بہت نمایاں تھیں، ایک تو یہ کہ محبت اہل بیت علیہم السّلام میں غایت غلو تھا، دوسرے یہ کہ آپ اہلی توحید انکشاف وحدت وجود کو کہتے تھے، آپ فرماتے تھے کہ قرآن شریف سے بنص قطعی الدلالت فقط وحدت معبود ثابت ہے، اور مدار نجات اسی پر ہے۔ وحدت وجود اور وحدت شہود جس کے صوفیہ اسلامیہ قائل ہیں وہ اشارۃ النص سے ثابت ہوتی ہے اور یہ دونوں ہرگز وحدت معبود کے مخالف نہیں، لیکن براہمہ واشراقیین جس وحدت وجود کو ثابت کرتے ہیں وہ الحاد و زندقہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں خدا کا وجود مثل کلی طبعی کے رہ جاتا ہے بمعنی وجود اشتخاصہٖ فی الخارج۔

حضرت قبلہ جس وحدت وجود کے قائل تھے اس کو آپ نے اپنے ایک مکتوب میں اس طرح سمجھایا ہے:۔

حضرت کا مکتوب جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کے نام

جناب خواجہ صاحب! السّلام علیکم

اما بعد آپ کو میرے مختصر خط سے تعجب و حیرت کے ساتھ اجمال نویسی کی شکایت ہوگی، مگر مخدوما! جیسا سوال ویسا جواب، اگر آپ سوالات و شبہات کو تفصیلی طور سے لکھتے تو جواب میں بھی شرح و بسط کا خیال کیا جاتا، معہذا اتنا ضرور کہوں گا کہ مسئلہ وحدت وجود اور وحدت شہود ہمارے حضرات صوفیہ رضوان اللہ علیہم

اجمعین کا وجدان وکشف ہے، اور وہ لوگ اس کی تمہید میں مختلف العبارات والالفاظ ہیں۔ مگر جہال مشائخ وپیرزادگان کی سمجھ سے یہ مسئلہ بہت دور ہے اور وہ جس طور سے تمہید کرتے ہیں، محض الحاد و زندقہ ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ کے لئے اُمور عامہ والٰہیات کی دانست کے ساتھ ریاضتہ ومراقبات وحدت کی ضرورت ہے، ورنہ معقولات ومشاہدات کی تطبیق نہ ہوسکے گی، اور ایک نہ ایک پہلو اس کا ہمیشہ کمزور ثابت ہوگا۔

اب ذرا آپ توجہ تام کے ساتھ ادھر متوجہ ہوجیے۔ مخدوما! یہ مسئلہ ربط الحادث بالقدیم کا ہے یعنی محدثات وممکنات اور مخلوقات کو حضرت خالق واجب الوجود قدیم بالذات سے کیا نسبت وتعلق ہے

متکلمین ارباب ظواہر کہتے ہیں کہ فقط نسبت صدور دخلق ہے کہ اُس نے ہمیں پیدا کیا اور بنایا۔ جس طرح نجار کو اس کے بنائے ہوئے تخت سے تعلق ہے، یعنی دونوں کی حقیقت میں مغایرت تامہ ہے اور وہ علت ہے اور یہ معلول ہے، وہ خالق ہے اور یہ مخلوق ہے۔ پس اسی قدر باہمی نسبت وتعلق ہے، یا یوں سمجھیے کہ کاتب یعنی لکھنے والے کو جو نسبت وتعلق حروف ونقوش کے ساتھ ہے یعنی حروف ونقوش سب کاتب کے دست وقلم کا نتیجہ ہے، مگر حروف ونقوش اور شئے ہیں اور کاتب اور شئے ہے

اور حکمار اور براہمہ وجوگیہ کی تحقیق یہ ہے کہ باہم نسبت عینیت و وحدت محضہ ہے یعنی وہ ذات واحد پہلے اجمال میں تھا اب اس کی تفصیل ہوگئی۔ اب اس کی ذات ہی عالم ہے، ہمارا وجود بھی اسکا وجود ہے اور ظاہر ہے کہ جب ظہور ہوا اخفا جاتا رہا، اور جب تفصیل ہوئی تو پھر اجمال نہ رہا اسکی مثال یہ لوگ تخم و درخت سے دیتے ہیں کہ درخت کی اصل تخم ہے۔ اسی سے تنہ ٹہنیاں، پھل، پھول، پتے، سب کچھ ہوئے، سبکے نام علٰحدہ علٰحدہ ہیں، مگر حقیقت ایک ہے، یعنی وہی تخم مگر اب وہ تخم بحالت تخمی اپنی جگہ پر باقی نہیں وہ تمام وکمال صورت شجریہ میں ظاہر ہوگیا۔

اور صوفیہ اسلامیہ فرماتے ہیں کہ حادث وقدیم کے درمیان نسبت ظہور کی ہے۔ یعنی ذات جناب باری تعالٰی المستقل بالذات ہے، مگر تمام اشیاء وکائنات اسی ذات کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ اگر اس

اگر اس ذات سے ہم قطع نظر کریں تو تمام اشیاء معدوم ہیں، پس یہ امتیاز اشیاء بالخود اور نیز اس ذات مستقل جناب باری عز اسمہ سے بوجوہ تشخصات ہیں جن کو وجودات خاصہ کہتے ہیں، اور اس کی مثال یوں دیتے ہیں کہ جیسے سیاہی اور حروف ونقوش یعنی اصل تمام حروف ونقوش کی وہی سیاہی ہے، مگر وہ عین سیاہی نہیں، بلکہ اسی سیاہی سے پیدا ہوئے ہیں، پس باعتبار حقیقت ہستی فی الجملہ عینیت ہے۔ اور باعتبار ظہور وہی نسبت صدور ومغائرت ہے، پس مذہب حکماء وملاحدہ سے ان کی تحقیق کو کوئی واسطہ نہیں، وہاں عینیت محضہ ہے، یہاں وجودات خاصہ بھی ہیں، وہاں مستقل وجود حضرت باری اب باقی نہیں، اس لئے کہ وجود کلی طبعی بمعنی وجود اشخاصہ فی الخارج ہے اور یہاں اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ مولوی جامی کیا خوب فرماتے ہیں رحمۃ اللہ علیہ ؎

آن کان حسن بود نبود از جہاں نشاں — اَلْاٰنَ اِنْ عَرَفْتَ عَلٰی مَا عَلَیْہِ کَان

اعداد کون و کثرت صورت نمائش است — فَالْکُلُّ وَاحِدٌ یَتَجَلّٰی بِکُلِّ شَان

اَلْاٰنَ اِنْ عَرَفْتَ پر خوب غور فرمائیے کہ اس عالم ظہور سے اس پاک وجود کو اپنی ہستی کے بعینہ بقاء وکمال میں کوئی تفاوت نہیں، پس اس نظر کر ان العالم اعراضٌ مجتمعۃٌ فی عین واحد۔ اور وہ عین احد وہی ذات وجود منبسط ہے۔

اور شعر ثانی کے دوسرے مصرعہ پر بھی نگاہ غور ڈالئے فالکل واحد الخ "ایک" مستقل ابتدائے عدد ہے، پھر اس سے "دو" اور "تین" اور "چار" اور "پانچ" سب ہیں، مگر سب میں وہ ایک شامل ہے اور پھر ان سے علیحدہ اک وجود مستقل بھی اس "ایک" کا ہے، اسی طرح وہ وجود تمام کائنات میں ہے، اور پھر فی نفسہ موجود مستقل ہے، اس میں کوئی نقص و زیادت نہیں۔ رباعی

آثار تعینات چوں یافت حکے — کثرت ہمہ وحدت است بے ہیچ شکے

چوں صورت صفر شد نہاں از رقمت — بنگر کہ دہ و صد و ہزار است یکے

اسی طرح نقطہ اور خطوط کی مثالیں ہیں، مگر یہ سب کہہ کر یہ بھی کہتے ہیں کہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْئٌ (شوریٰ) ۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (نحل) ۔ وَلَنَا مُشَاهَدَاتٌ وَمُکَاشَفَاتٌ (نقد النصوص)

ع ۔ در عقل نمی گنجی در فہم نمی آئی — هذا الطور وراء طور العقول المتوسطه (ملا محسن وغیرہ)

اب رہی یہ بات کہ صوفیوں کو اس مسئلہ کی تحقیق اور اس میں لب کشائی کی کیا ضرورت ہوئی، جیسا کہ متکلمین اور عامہ مومنین وحدت معبود کے قائل تھے اور صرف نسبت صدور کو تسلیم کرتے آئے یہ بھی اسی حد تک رہتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صوفیہ کہتے ہیں کہ شریعت فقط قیل و قال کا نام نہیں ہے، بلکہ عملی حصے سے فائدہ اٹھانے کا نام ہے، اور ہم نے جب خلوص عمل کیا تو انوار و تجلیات جیسا صحابہ کرامؓ پر بھی منکشف ہونے لگے، ہم نے بفرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اِنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ نماز میں رویت خداوندی کا مراقبہ کیا، اور گویا چشم حقیقت سے اسے دیکھا اور کبھی اسکو اپنا دیکھنے والا پایا۔ اب تجلیات و مشاہدات نے مجھے اپنی نسبت کے دریافت کی طرف متوجہ کیا، اور اس کے کلام کی طرف توجہ کی۔ هُوَ خَلَقَكُمْ اور وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ پر غور کیا۔ پس اپنی نسبت صدور اور اس کی معبودیت کو موجب نجات سمجھا۔ مگر تجلیات عرفانی نے میرا قدم ذرا آگے بڑھا دیا تو پھر ان آیات ربانی پر غور کیا۔ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ (حدید) ۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (سورۂ ذاریات) ۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۔ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ (حٰم سجدہ) ۔ الا انهم فی مریة من لقاء ربهم الا انه بكل شیء محیط ۔ وما رمیت اذ رمیت ولكن الله رمى ۔ وان الذین یبایعونك انما یبایعون الله ید الله فوق ایدیهم (سورۂ فتح) الله نور السمٰوٰت والارض ۔ وهو الذی فی السماء الٰهٌ وفی الارض اله ۔

[illegible]

اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ان آیات پر غور و فکر کے بعد میرے مکاشفات و مشاہدات نے وحدت وجود یا وحدت شہود کے اعتقاد حقہ پر مجبور کیا اور یہ سمجھا کہ شریعت کا اصلی عرفان یہی ہے، اور اسی عرفان سے صحابہ و تابعین اور اولیائے متقدمین رضوان اللہ علیہم اجمعین مدارج علیا کو پہنچے، مگر وہاں تمہید و تقریر کی ضرورت نہ تھی۔ محض سینہ بہ سینہ تھا، اب ہمیں یہاں بوجہ بُعد زمانہ اور قلت فہم عامہ افہام و تفہیم کی زیادہ ضرورت تھی مجبوراً اس اپنے مشاہدے کی تمہید کرنا پڑی۔ اور وہ تمہید مذہب متکلمین کے ضد اور منافی نہیں ہے اور عبارت النص قرآنیہ سے مخالف نہیں، بلکہ اشارات النص بکثرت اس کے مویدات ہیں، لیکن اصل دارومدار ہمارا مشاہدہ اور مکاشفہ پر ہے، اس لئے ہم ہمیشہ کہتے آئے کہ ؏

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

پس بلا مشاہدہ تجلیات ہمارے مسلک کی توجیہ و تمہید محض خوش عقیدگی ہے اور لا یسمن ولا یغنی من جوع۔ بلکہ الحاد و زندقہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔

مخدوما! یہ ہمارے حضرات کی تقریر ہے۔ اسے بغور و انصاف دیکھنا چاہئے۔ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے اس مسئلہ کو بسط و بسیط کیا ہے، ورنہ ان سے قبل بھی علمائے صوفیہ لکھتے آئے ہیں، حضرت امام غزالی کیمیائے سعادت اور اربعین اور احیاء العلوم میں اسے ذکر فرماتے ہیں اور ملتقطہ احیاء میں یوں ہے۔ اِعلم ان التوحید علی اربع مراتب۔ الاولیٰ ان یقول لا الٰہ الا اللہ باللسان وقلبہ غافل عنہ او منکر لہ کتوحید المنافق۔ والثانیۃ ان یصدق بمعنی اللفظ قلبہ کما یصدق بہ عموم المسلمین وھو اعتقادہ۔ والثالثۃ ان یشاھد ذالک بطریق الکشف بواسطۃ نور الحق وھو مقام المقربین وھو ان یری اشیاء کثیرۃ لکن یریھا صادرۃ من الوحدۃ والرابعۃ لا یری فی الوجود الا واحدا وھو مشاھدۃ الصدیقین۔ اس توحید کے مدارج کو حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہ نے بسط تمام و کمال لکھا ہے اور ماخذ اس کا بھی

ملتقط احیاء اور اربعین ہے۔ ذرا اسے بھی دیکھئے گا۔ تیسری صورت الواحد فی الکثرۃ ہے جو مقام مقربین ہے۔ اور چوتھی صورت میں کمال مشاہدہ نے کثرت کو مٹا دیا ہے۔ پھر ایک ہستی کے سوا کچھ نہیں پاتا۔ رباعی

مجموعۂ کون را بقانون سبق　　کردیم تصفح ورقاً بعد ورق
حقا کہ ندیدیم و نہ خواندیم درو　　جز ذات حق و شیون ذاتیہ حق

اے برادران! سالک طالب بالخصوص وہ اگر اہل علم بھی ہو، جب اس راہ میں آتا ہے اور مجاہدات میں پڑتا ہے۔ تو مسلک متکلمین اور اعتقاد جامد نسبت صدور اس کو بڑھنے سے روکتا ہے اور اُدھر تجلیات وحدت اس کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

الغرض وہ عجیب عجیب کشاکشی میں ہوتا ہے، پھر جب استغراق نے اُسے پکڑا تو بیڑا پار ہے، ورنہ بے خوابی اور بے چینی میں جانیں کیا کچھ بول جاتا ہے، کبھی کہتا ہے انا الحق کبھی کہتا ہے سُبْحَانِی مَا اَعْظَمَ شَانِی۔ پھر جب اپنے اصلی مرکز پر آتا ہے تو نقطۂ مشاہدہ کی لذت ہے وہ گرچہ اپنے قول پر ندامت اور اپنی فضول گوئی سے خجل ہے۔ ہمارے ایک بزرگ تھے حضرت جدی مولانا احمدی قدس سرہٗ علم ظاہری میں شیخ الکل بالخصوص امور رہامہ میں بحر ذخار اور حضرت مخدومی وجدی شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کے خلیفہ اجل۔ وہ بزرگ جب سب مراحل طے کر چکے تو یہ رباعی فرمائی۔ ؎

یک چند تراز خود جدا دانستم　　چندے ہمہ خویشتن ترا دانستم
از نعمت شیخ رفتہ رفتہ آخر　　بندہ بندہ خدا خدا دانستم

ابتدا و توسط و کمال ہر زمانہ کا حال وہ بتاتے ہیں اور شیخ کی ضرورت کو بھی سمجھاتے ہیں، اب رہی یہ بات کہ وہ توسط کا زمانہ جس میں آپ خدائی کی بڑ مارتے تھے، یہ کیسا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ غلبہ حال و سطوت نور شہود نے جو چاہا کہلایا، تو انصاف یہ ہے کہ حالت سُکر قابل معافی تھی نہ دار و گیر کا باعث۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار کیا خوب فرماتے ہیں ؎

چوں زند دیوانۂ ایں شیوہ لاف　　　تو ز سر کوری مکن با او مصاف

تو زبان از شیوۂ او دور دار　　　عاشق دیوانہ را معذور دار

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ ست　　　بیدلاں را عشق تشریف آمدہ ست

لاجرم دیوانہ را گرچہ خطا است　　　ہرچہ میگوید بگستاخی روا است

حالت سکر سے مرکز استقامت پر لانا شیخ کا کام ہے۔ اور ہمیشہ سکر میں پڑے رہنا نقص مدارج ہے۔ اسی لئے حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منصور حلاج کی کسی نے دستگیری نہ کی، میں ہوتا تو ایک درجہ اُسے آگے بڑھا دیتا۔

اب رہی یہ بات کہ شیخ مرید کو حالت سکر میں کیوں ڈالتا ہے۔ سکر میں تو نقصان ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب کوئی بھاری آپریشن کرنا ہوتا ہے تو ڈاکٹر کلوروفارم سے مریض کو بے ہوش کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ مگر پھر وہ اُسے ہوش میں بھی لاتا ہے، پس شیخ بھی ایسا ہی کرتا ہے، مگر ہمیشہ اسی حال پر نہیں چھوڑتا ہے، جو موجب نقص ہو، اس کی نظیر کتاب و سنت میں بھی پائے گا، حضرت سیدنا موسیٰؑ کے واقعات کوہ طور کو یاد فرمایئے۔ ارنی کی درخواست ادھر سے لن ترانی کا جواب پھر تجلی اور حضرت موسیٰ کی بے ہوشی اور پھر ہوش میں آنا۔ یہ کیا ہے مگر کمال ادب کی وجہ سے ہم اُسے سکر کر کے تعبیر نہیں کرتے، مگر کم سے کم حالت وجد تو ضرور رکھتے ہیں۔ ستر بنی اسرائیل کی موت یا بے ہوشی پر موسیٰ علیہ السلام بول اُٹھے اتھلکنا بما فعل السفہاء منا ان ھی الا فتنتک الخ۔ یہ الزام دینا وہی حالت (وجد یا سکر یہ) ہے اور رادب پیغمبری کے بظاہر خلاف لیکن عشق پیغمبری میں جائز ہے اور خلاف ادب نہیں، بقول مولوی رومی قدس سرہٗ مثنوی

گفتگوئے عاشقاں در فعل رب　　　جوشش عشق است نے ترک ادب

ہر کہ کرد از جام حق یک جرعہ نوش　　　نی ادب ماند درو نی عقل و ہوش
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

اسی طرح حضرت ابراہیم اور بعض دیگر انبیاء کی حالت میں بھی ایسی مواجید پائے گا۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ دنوں وحی کی آمد بند ہو گئی تو جذباتِ عشق نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ پر چڑھا کر گرانا چاہا اور بارہا ایسا قصد فرمایا گیا، مگر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو جب دیکھتے تو قلب پر نزولِ سکینہ ہوتا اور اس ارادہ سے باز رہتے۔ عامہ کتب احادیث و سیر میں ہے وجعل یعدو الی راس الجبل لیتردی منہا فکلما اوفی بذروۃ جبلٍ تبدی لہ جبرئیل فیقول انک رسول اللہ حقا فیسکن لذالک جاشہ وترجع نفسہ اور اس حدیث کو مولانائے رومی اپنے الفاظ میں یوں ادا کرتے ہیں۔ ؎

مصطفیٰ را ہجر چوں افراختے — خویش را از کوہ می انداختے
تا بگفتے جبرئیلش ہیں مکن — کہ ترا بس دولت ست از امر کن

اور صحابہ کرام کی کیفیات وجدیہ وسکریہ تو بے شمار ہیں اور صحاح و سنن و مسانید و آثار میں منقول ہیں، اگر اسے لکھوں تو دفتر کا دفتر چاہیئے، مگر ہمیشہ وہ لوگ عالم سکر میں نہیں رہتے تھے، بلکہ عالم صحو میں ہو کر نظم دینی و دنیوی میں معروف رہتے۔ اور یہی کمال تھا۔ والسلام

یہ مکتوب ہم نے پورا نقل کر دیا تاکہ حضرت کے طریقۂ تعلیم کو سمجھنے میں آسانی ہو، اب ہم ذیل میں حضرتؒ کا ایک غیر مطبوعہ مکتوب نقل کرتے ہیں، جس میں آپ نے اپنے ایک مرید کو ذکر ھو الحق کی تعلیم دی ہے۔

نقل مکتوب حضرت قبلہؒ

نورچشم من کان اللہ لک ۔ بعد سلام مسنون و دعا خیر معلوم ہو کہ پہلے خط میں میں نے تم کو لکھا ہے کہ ھو الحق کا ذکر طالبین کو القا کرو۔ غالباً آپ نے ان لوگوں کو بتا دیا ہوگا اور وہ مصروف ہو گئے ہوں گے، مگر اتنا کہنا مجھے اس وقت نہایت ضروری ہے کہ ہر ذکر کے ساتھ اس کا ملاحظہ بتلانا بھی ضرور چاہیئے، ورنہ مطلب نہ سمجھنے سے اصل مقصود فوت ہو جائے گا۔ ہاں رقت قلبیہ پیدا ہو گی مگر وہ کس کام کی

ڈنڈ پیلنے سے بھی حرکتِ قلب پیدا ہو جاتی ہے، مگر اس سے فائدہ کیا ہے۔ اشراقِ نورانی اور محویت بغیر ملاحظۂ معانی نہیں ہو سکتا ہے۔ آپ تو مولوی ہیں اور وہ بھی منطقی ھوالحق کے معنی خوب سمجھا ہوگا، اور اعلیٰ و ارفع خیال آپ کا ہوگا، مگر طالب کے بتلانے میں اس کے استعدادِ فہم و زمانۂ سیر و سلوک کا خیال مقدم ہے، وہ لوگ بھی تو فی الجملہ اہلِ علم ہیں ان کو یوں بتلایئے گا کہ الحق عندنا الذات والعالم کلہ ظہور الصفات پس ھوالحق یعنی یہ صفات عینِ ذات ہیں ۔ یا مختصر یوں کہئے کہ یہ تفصیل (یعنی ظہورِ صفات) عینِ اجمال (یعنی عینِ ذات) ہے ؎

حقا کہ ہمو نست کہ او پردہ نشیں بود در حجلۂ غیب

با صورتِ زیبا زنہانخانہ برآمد در عینِ عیاں شد

یا یوں کہو کہ ھو سے اشارہ ھویت کی جانب اور الحق سے جمعیت کی طرف۔ اور مبتدی محض کو فقط اسی قدر خیال کرنا چاہیئے کہ ھوالحق یعنی اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ پس ھو سے مراد ذات ہوئی اور حق سے ضد باطل۔ پس یہ ذکر گویا ؏ الا کل شیٔ ماخلا اللہ باطل کا لب لباب ہے۔"

خاندان

کے علاوہ باہرسے جو ذکر و اشغال حضرت نے حاصل کئے ان کو حضرت نے اپنے مکتوبات اور اور دوسری تحریروں میں نقل فرمایا ہے اور بعضوں کی زبانی تعلیم لوگوں کو دیدی ہے

خاندانی

اذکار و اشغال و اوراد و مراقبات سب دو کتابوں میں یہاں مجتمع ہیں۔ ایک تو ملفوظات حضرت مولانا وارث رسولنما میں جسے تاج العارفین حضرت شاہ مجیب اللہ پھلواروی نے جمع فرمایا تھا۔ اور دوسرے انوار الطریقت میں جس کے جامع حضرت تاج العارفین کے نبیرۂ اعظم مولانا شاہ نور الحق تپاں پھلواروی ؒ۔ ان دو کتابوں کی متعدد نقلیں اس وقت خاندان میں موجود ہیں، ملفوظات شریفہ کا جو نسخہ ہمارے پاس ہے وہ خاص حضرت تاج العارفین کے دستِ خاص کا تحریر فرمودہ ہے۔

یہاں پر حضرت کے طریقۂ تعلیم کے متعلق دو باتوں کا اور بھی ذکر کر دینا ضروری ہے۔ حضرت درود وظائف و اعمال میں ادعیہ ماثورہ کا بڑا خیال رکھتے تھے اور سب سے زیادہ اسی کو اہمیت دیتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ جو کچھ کرتے تھے اس کا ثبوت اور ماخذ بھی ہر متجسس کو بتلا دیتے تھے، ان دونوں باتوں کو ظاہر کرنے کے لئے ذیل میں ہم حضرت کے دو مکتوب نقل کر دیتے ہیں:-

مکتوب بنام مولوی محمد اسحٰق صاحب (چھوٹی بلیا)

عزیزم مولوی محمد اسحٰق سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون و دعائے خیر

مدعا یہ ہے کہ آپ کے پاس وقت بہت فاضل ہے، مگر آپ اس کی قدر نہیں کرتے، تلاوت قرآن شریف اور درود شریف بہترین وظائف ہیں، مگر انہی پر قصر نہ کیجئے بلکہ تہجد و اوابین و اشراق پر بھی دوام کیجئے۔ عصر کی سنت حتی المقدور ناغہ نہ کیجئے۔ صلوٰۃ الاوابین کے متعلق میں نے آپ سے مکرر کہا ہے اور سنن ترمذی میں اس نماز کی فضیلت بھی آپ نے پڑھی ہوگی اب پھر کہتا ہوں کہ ہمارے حضرات مشائخ کرام برابر اس کی تاکید کرتے آئے ہیں حضرت سلطان المشائخ برابر مسترشدین کو اس مقدس نماز کے لئے وصیت فرماتے تھے۔ میں نے مانا کہ مغرب کے بعد اور بھی وظائف ہیں، مگر یہ آٹھ رکعت نماز اس سے باز نہیں رکھ سکتی ہے بلکہ ان وظائف کے انوار کو اور بھی زیادہ منجلی کر دے گی۔ اس لئے کہ وظائف و اوراد جو نمازہائے مسنونہ و ماثورہ کے انوار کو مشائخین کے مقرر کردہ وظائف کبھی نہیں پا سکتے ہیں۔ سنو ضلع ہردوئی کی ایک مسجد میں ادائے نماز مغرب کو میں گیا مرحوم حسن میاں نے امامت کی۔ نماز میں بہت ہی عمدہ کیفیت رہی، پھر دو رکعت سنت کے بعد ایک شخص نے حزب البحر کا ورد شروع کیا اور ایک مقدس مولوی صاحب نے صلوٰۃ الاوابین شروع کی۔ اے عزیز اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صلوٰۃ الاوابین کے انوار تمام مسجد کو محیط ہیں اور حزب البحر کے انوار بالکل اس میں ڈھک گئے۔ میں نے مرحوم حسن میاں سے کہا کہ دیکھو ماثورہ اور غیر ماثورہ کا یہ فرق ہے اور صلوٰۃ الاوابین کی

یہ برکت ہے، مرحوم اس زمانہ سے صلوٰۃ الاوابین کا بہت خیال رکھتے تھے، اور ادعیہ ماثورہ کے تو وہ عاشق تھے، دس برس تک وہ روزانہ حصن حصین پڑھا کئے اور پھر اس کی دعائیں اس کے اوقات پر علیحدہ پڑھا کرتے تھے، حصن حصین روزانہ تلاوت کرنے سے بھی انوار سنت و برکت کا حصول ہوتا ہے، مگر جس وقت کی دعائیں ہیں اس وقت اس کو پڑھنا نور علیٰ نور اور اصل ثواب و موجب برکت ہے۔ حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن قدس سرہٗ بھی اسی کی تاکید فرماتے تھے اور اس فقیر کو حصن حصین کی اجازت اُس جناب قدس سرہٗ سے بھی ہے۔ تم کو بھی میں اجازت دیتا ہوں۔ برابر پڑھا کرو۔ والسّلام۔

محمد سلیمان قادری چشتی

مکتوب دیگر

بنام رضی الدولہ نواب سید نور الحسن خانصاحب مرحوم خلف اکبر اعلیٰحضرت نواب والا جاہ سید صدیق حسن خانصاحب والی بھوپال

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

حبیب مخلص! السّلام علیکم۔ اما بعد آپ کے مجموعۂ رسائل سے مسائل تصوف پر کافی روشنی پڑتی ہے، جو شخص قرآن و حدیث کا ماہر ہے وہ ادنیٰ اشارہ سے اُس کی اصل اور ماخذ سے آگاہ ہو جاتا ہے، اور سخن انصاف بھی یہی ہے کہ صوفیوں کے قدیم مراسم و آداب سب مشکوٰۃ نبوت سے مستنیر ہیں بلا منافی سنّت کوئی جدید روش انہوں نے اختیار نہیں کی ہے، جسے فہم و فراست ہے وہ اس کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اور جو ہر مسئلہ میں عبارۃ النص کے طالب ہیں، وہ البتہ اس ورک لطیف سے محروم رہتے ہیں۔ جب مسائل فقہیہ میں ہر جگہ عبارۃ النص نہیں چلتی اور دلالت و اشارت و قیاس سے کام نکالا جاتا ہے، تو مسائل تصوف میں ہر جگہ عبارۃ النص کہاں سے آسکتی ہے۔ انصاف شرط ہے۔

بیعت و شجرہ و حلق سر دمو ئے تراشی سب کی اصل موجود ہے، نام بیعت اور اس کے مختلف انداز

سب صحاح و سنن میں موجود ہیں، مگر ان تمام بیعتوں میں نہایت ہی مہتم بالشان اور پرجوش بیعت وہ ہے جو بمقام حدیبیہ ایک شجرہ کے نیچے ہوئی تھی، جس پر اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے ساتھ نزول سکینہ سے مبایعین کو مشرف فرمایا رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم وانزل السکینۃ علیھم اور یہ بیعت شجرہ کس امر پر تھی صحیح بخاری میں ہے۔ کہ لوگوں نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ عَلٰی اَیِّ شَیْئٍ کُنْتُمْ تُبَایِعُوْنَ یَوْمَئِذٍ؟ انہوں نے جواب دیا علی الموت یعنی جب تک زندگی ہے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے منہ نہ موڑیں گے۔ پس صوفیہ اسی بیعت کو بیعت ارادت کہتے ہیں اور مرید اسی کا معاہدہ اپنے امام یعنی شیخ سے کرتا ہے۔ اور اگر باب افعال کی خاصیت سلب یہاں لی جائے تو مرید کے معنی یہاں تارک الارادہ ہوتا ہے۔ یعنی اس نے اپنے تمام ارادات و خواہشات کو خدا اور رسول کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اب جو کچھ کرے گا وہ خدا اور رسول ہی کے ارادہ سے کرے گا۔ اب وہ اپنے نفس کا مالک نہیں اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ۔

اور یہ بیعت ارادت چونکہ بہ حالت احرام عمرہ ہوئی تھی اور اس میں مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَھُمْ اَوْ مُقَصِّرِیْنَ وارد ہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود محلوق ہوئے اور حکم حلق و قصر کا فرمایا۔ اس لئے فی الجملہ مناسبت سے بعض اکابر صوفیہ نے اس بیعت ارادت کے ساتھ محلوق ہونا اور موئے تراشی کرنا اپنے معمولات سے قرار دیا تاکہ وہ واقعہ ہمیشہ پیش نظر رہے۔ کما قیل؎

یہ جو صورت ہے تری صورت جاناں ہے یہی
یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے ساماں ہے یہی

اور چونکہ یہ بیعت زیر شجرہ ہوئی تھی، اسی لئے صوفیہ فی الجملہ مناسبت کے لحاظ سے اس بیعت کی سند جو دیتے ہیں اس کو شجرہ کہتے ہیں۔ اور جیسے شجرہ یعنی درخت کی شاخیں بہت ہوتی ہیں

اور اصل تنہ ایک ہوتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی قادریہ ونقشبندیہ وسہروردیہ وغیرہا بہتیری شاخیں ہیں، مگر سب اپنے اصل اصول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ملجاتی ہیں۔ اصل شیخ الشیوخ وہی ہیں۔ ۵

شیخ من وسید عالی نسب　　　پیر طریق من و امی لقب

عکس تحریر حضرت قبلہؒ

اللہم صل علی محمد وآلہ وبعد فاجزت الفاضل الادیب البارع المولوی
عبد الرحمن الحاسنوی بجمیع ما فی ہذا الثبت وبجمیع ما یجوز لی من مسموعاتی
فی المعقول والمنقول لاسیما فی کتب الاحادیث الاربعۃ السنن والمسانید
والمعاجم فلہ ان یمعن النظر فیہا ویدرس ویعلم الطلبۃ باخلاص النیۃ
وطلب الرضا من اللہ الکریم سواء ان نشر العلوم الدینیۃ من جارۃ
والتواضع والخشیۃ دینا ودنیا والاسانید منضبطۃ
فی ثبتی فلہ ان یلحقہا بہا
وانا العبد الحقیر محمد سلیمان
القادری الچشتی الہاشمی البہلواری
سنۃ [illegible]

اہلبیت اطہارؓ کے ساتھ آپ کو جو عشق تھا اُس کا اظہار حضرت کے ہر وعظ سے ہوتا تھا۔ ذیل میں حضرت کی ایک تحریر ہم درج کرتے ہیں، جس سے حضرت کے اس عشق اہلبیت پر بہت صاف روشنی پڑتی ہے، حضرت لکھتے ہیں:۔

"...... اور رفع ماسکر امام ابو حنیفہ کا میں مقلد کیوں ہوں، اس کو آپ میری اوپر کی تقریر سے سمجھ سکتے ہوں گے...... مجھے اہلبیت کی طرف زیادہ میلان ہے اور امام کے اکثر شیوخ حضرات اہلبیت علیہم السلام ہیں مثل سیدنا امام جعفر صادق و حضرت زید شہید و سیدنا امام محمد باقر و حضرت عبداللہ محض و ابراہیم و محمد وغیرہم علیہم السلام اور سلسلہ فقہی و حدیثی بھی امام کا حضرت امیر المومنین سے جا ملتا ہے وکفیٰ بہ شرفا و علوا۔ معہذا اگر کوئی حدیث بسند صحیح اہلبیت سے منقول ہوتی ہے تو روایت فقہیہ و حدیثیہ سب پر میں ترجیح دیتا ہوں اور اہل البیت ادری بما فیہ کا خیال کر کے بے تکلف اس پر عمل کر لیتا ہوں، یہی وجہ ہے کہ میں قنوت وتر میں امام حسن علیہ السلام کی روایت پر عمل کرتا ہوں اور اس کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پر ترجیح دیتا ہوں وغیر ذالک"

حضرت کا یہ مسلک در بارۂ اہلبیت اور در بارۂ وحدت وجود آپ کی غزلوں اور نظموں میں نیز ادبی تحریروں میں بھی خوب جھلکتا ہے، ذیل میں ہم اس کا کچھ نمونہ پیش کرتے ہیں:-

جب پیرزادہ سید محمد صادق عرف بھیا سنولیا مرحوم کو ایک قاتل نے شہید کر دیا تو آپ نے ان کی رحلت پر ایک قطعہ تاریخ لکھ کر جناب خواجہ حسن نظامی صاحب سے مرحوم کی تعزیت کی۔ وھو ھذا

حامدًا و مصلیًا

قتل شد سیدے بجور و جفا — شد نصیبش جنان و حسن مآب
بود ذاتش پناہ خورد و کلاں — ملجا ہر صبی و شیخ و شاب
بود ممتاز در عشیرۂ خود — بصفا و صداقت و آداب
نام او صادق محمد بود — ہم سنولیا بعرف در القاب
باادب بود آں شہید مدام — چوں بزرگان پی ذوی الاحساب

سال تاریخ او ادیبے گفت

رفت صادق بجنت از آداب

قاتلش بود یک شقی لعین	ثانی شمر و خولی مرتاب
در گلیمش نفاق پنہاں بود	ہمچو مار سیاہ زہر لعاب
آخرش دیگ کیں بجوش آمد	شد برون از کمین کشادہ نقاب
ضربتہ زد بہ پہلوئے سید	آں مرید شقی خانہ خراب
رفت سید زصدمہ اش بجناں	نزد آل رسول قدس مآب
آں شہ کربلا بگفت اورا	نزد ما آ عزیز من بشتاب
کہ منم اے عزیز ذبح عظیم	تشنہ و گرسنہ بروئے آب
سینہ ام بود زیر پائے شمر براو	نالہا بود زینب بیتاب
ایں گلو بود و خنجر خونے	ذبح کردند چوں بزو قصاب
پیکر من بود ہدف نوک سناں	تن من بود پایمال دواب
بود زنجیر در پائے عابد من	طوق در گردنش بپیچ و تاب
خیمہ ام بود شعلہ آتش	نہب اموال بے حساب و کتاب
ایں ہمہ داستان کرب و بلا	عبرۃ فیہ یا اولی الالباب
اے سنو لیا محب صادق من	شکر کن بر عطائے حسن ثواب
خدمتے بودہ بدار فنا	وز شہادت شدی کامیاب
بہر تاریخ باز کردم فکر	کہ چنیں قتل ہست امر عجاب
باسر جہد نو شہید بگفت	کز شہادت شدم در نایاب

۱۳۱ھ ۴۶

بازنود آں سعید شہید   سید پاک زبدهٔ اطیاب

رکات شہادت احیداد   راو لیائم شود شہید خطاب

۱۳۴۶ھ یادکن مقتل حسین و حسن   ہم علیؔ و لیؔ عرش جناب ۱۳۴۶ھ

زین عباد و باقر و جعفر   کاظم و ہم رضا، ذوی الفقاب

ہم محمد تقیؔ علی تقیؔ   حسن عسکری ذوی الالقاب

ہمہ ہا کشتۂ جفا بودند   کس بہ شمشیر و کس بزہر ناب

لعن اللہ قاتلی السادات

فلھم فی الجحیم سوءِ عذاب

بشنو اے خواجہ ام علیؔ حسن   شاہ تبلیغ دین و شرع و کتاب

ایں شہود دنمود ما خو لیے ست   ہست ایں کائنات ہیچ سراب

بیکرانست بحر وحدتِ حق   ہستیٔ ما درو ست موج و حباب

نیست جز لا الہ الا اللہ   در حیات و ممات و یقظہ و خواب

چوں محقق شدہ ھو معکم   پس کجا میروید اے احباب

غور کن در کلام فی انفس   خویشتن را بجو شتن دریاب

تا کجا ایں ہمہ خمار دوئی   مست شو از شرابِ وحدت ناب

صورتِ سرمد زخود بخود بشنو   تا کجے ایں سرود و چنگ و رباب

چوں جلال و جمال شد مشہود   ہست از دوست ایں ثواب عذاب

شرک محض است دعوائے من و تو

فاتقوا اللہ یا اولی الالباب

دشمن اہلبیت مومن نیست　　گرچہ عوعو کند مثال کلاب

قاتل یزید ست بے شبہہ　　ثانی ابن ملجم کذاب

بازآں یزید کہ از قتلش　　قد دعا قد سما من الاسحاب

گفت جامی بقرب خاص رسول

ہست تاریخ با سرا داب

باد الطاف خاص ہر شہید　　بادل جاں بگوئید اے صحاب

مستم از بادۂ محبت دوست　　نے ز شرب مدام آتش ناب

قصر جنت نعیم خلد بریں　　حور عین و کواعب اتراب

ہم شراب طہور و ماء معین　　در اباریق و کاسہ و اکواب

لحم طیر و طلح منضود　　ثمرات النخیل والاعناب

ہمہ موجود لیکن ایں چشم　　محو دیدار خالق الارباب

کہ بچشمان ول نبیں جز دوست

نیک زمود ماہر وے شہاب

ہرچہ بینی بداں کہ مظہر اوست　　ایں زمین و زمان و چرخ و سحاب

ویں شیون و تعینات ہمہ　　نیست بر نور او مگر جلباب

لیس فی الکائنات الا ہو　　وہو الحق ما علیہ حجاب

حور و غلمان و کوثر و تسنیم　　انجم و ماہ و مہر عالمتاب

بخدا نیست غیر نور خدا　　نور عرفاں اگر بود دریاب

نیک زمود عارف جامی　　مقتدائے زمان دریں باب

اب درگل گلست و درگل آب

عینا آب ایں دقیقہ را دریاب

ایک بار مولانا السید علی نقی النقوی مجتہد لکھنؤ نے حضرت کے پاس اپنا ایک رسالہ ارسال کیا، جو اہل خروج کے عقائد باطلہ کی تردید میں تھا، آپ اس کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوئے کہ اسی دن ایک خط لکھا یہ خط فارسی میں ہے اور اس میں حضرت نے یہ کمال کیا ہے کہ پوری عبارت بالکل بے نقطہ ہے، یعنی پورے خط میں کوئی ایسا حرف نہیں آیا ہے جس میں نقطہ ہو وہو ہذا[1]

الحمد للہ اھل الحلم والکرم

وملھم العلم والاسرار والحکم

اُسوۂ اہل کمال، مُکمّلُ الامال، اکمل دہر، اوحد عصر، اَدَامَکُمُ اللہ الصّمد

اوراد سلام عاطر اکُمام، حوالہ سطح طروس کردہ، گوہر مرام را در درکہ سطور، و مداد محصور در آوردم، ومدعا را املا کردم۔

رسالہ مرسلہ دررد آل حرورا، وممد و مددگار ہمہ علماء محررہ کلک گہر سلک، کہ دردہا را دوا، و دلہا را سرور، موسومہ دعا، کو حاصل طاہر دل آوردہ، مسرورم کرد

اللہ اللہ! کہ ہر سطر او سواد کحل حور، وہر اداد سواد کوہ طور۔ سطح طروس، مدارج مُسَطّر

---

[1] عربی زبان میں بھی حضرت کے بعض خطوط و اشعار اس صنعت میں ہیں۔ صنعت واسع الشفتین میں بھی آپ خوب لکھتے تھے، آپ کا ایک مطلع اس صنعت میں یہ ہے :-

حاذقا طوطئ خوش الحانئ ‏‏‏ ‏ خوش سراید در گلستانئ

حاذق حضرت کا تخلص تھا۔ صنعت واسع الشفتین اس کو کہتے ہیں کہ پڑھنے میں لب سے لب نہ ملے۔ آپ کے فارسی و اردو اشعار میں عربی مصرعے خوب خوب چسپاں ہوتے تھے اور تاریخ خوب لکھتے تھے۔

ودہ ازادعاہر محرر۔ ہر عالم در مدح او داد دادہ ہر کس در املاء او آمادہ۔ ہر کہ او را مطالعہ کرد، ملال دل دور کردہ، راح سرور در کاسہ دل آوردہ۔ داور دادار، بواسطہ آل رسول اللہ و اولاد اسداللہ کرار سلام اللہ علیہم، مہر علم و عمل را طالع و ساطع داراد۔ اسم دعاگو

محمد ولد داؤد صارا اللہ لہ

ادبی ذوق

حضرت کو ذوق ادب و شاعری کے متعلق ایک الگ کتاب شائع کرنے کی ضرورت ہے جس میں آپ کے عربی، فارسی اور اُردو کلام کافی طور سے مندرج ہوں اور پھر ان پر تبصرہ کیا جائے، یہ مجموعہ خاتم سلیمانی بہت کافی طور پر ضخیم ہو چکا ہے اور اس کی اشاعت میں بھی کافی دیر ہو چکی ہے۔ اس کی اشاعت میں مزید تعویق اور ضخامت میں مزید اضافہ اب موزوں نہیں ہے اللہ توفیق دے تو انشاء اللہ کوئی الگ کتاب اس باب میں شائع کی جائے گی۔

لیکن پھر بھی حضرت کے ادبی ذوق کا کافی نمونہ دوسرے عنوانات کے ضمن میں ہم اس کتاب میں درج کر چکے ہیں، حضرت کی شاعرانہ طبیعت اور آپ کے کلام کا انداز اور فنون ادبیہ میں آپ کی مہارت کو ان نمونوں سے پرکھا جا سکتا ہے۔

آخری حالات

حضرت کی وفات ۲۰ صفر روز جمعہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۳۵ء کو بوقت صبح ۶ بجکر ۵ منٹ پر ہوئی۔ آخری علالت اور وفات کے وقت کے اور اس کے بعد کے حالات برابر اخبارات میں چھپتے رہتے تھے اور اس مجموعے کے دوسرے حصے میں بھی بعض ضروری حالات درج ہیں[۱]

کچھ مزید حالات کا یہاں پر درج کر دینا مناسب ہے، حضرت آخری مرتبہ رجب ۱۳۵۳ھ میں اجمیر شریف شرکت عرس کے لیے تشریف لے گئے، جب واپس کے وقت آستانہ پاک پر رخصت ہونے کے لیے گئے

[۱] ملاحظہ ہو خاتم سلیمانی حصہ دوم صفحہ [illegible] و صفحہ [illegible]

توحسب معمول فاتحہ کے بعد دعا فرمائی، یہ دعا اس قدر پُرتاثیر اور پُرازرقت تھی کہ سارے حاضرین فرط گریہ سے بے قرار ہو گئے، حضرت نے اسی درمیان میں ایسے جملے بھی ارشاد فرمائے، جس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اب پھر یہاں کی حاضری اس حیات میں حضرت کو نہ ہوگی، حضرت دعا کرتے کرتے خلاف معمول پیچھے مڑے اور فرمایا کہ حسین میاں کدھر ہیں؟ وہ سامنے آئے تو فرمایا کہ آستانہ بوسی کرو۔ آستانہ بوسی کے بعد جب وہ اُٹھے تو حضرت نے ان کا ہاتھ پکڑا اور مرقد مطہر کی جانب پیش کرتے ہوئے جوش وگریہ سے لبریز ہو کر باآواز بلند کہا کہ "اب اس کو حضور کے سپرد کرتا ہوں" اس پر اکثر حاضرین چیخیں مار کر رونے لگے۔

حضرت اجمیر شریف سے رخصت ہو کر کانپور آئے، وہاں بیمار پڑ گئے اور علالت کے سبب ایک مہینے سے زیادہ وہیں مقیم رہے۔ دوسری رمضان کو پھلواری پہنچے تو نہایت نحیف و لاغر تھے۔ عید کی نماز پڑھنے جامع مسجد تک کرسی پر لے جائے گئے۔ مسجد چونکہ مکان سے کچھ دور پر واقع ہے، اس لئے جمعہ کا جمعہ اس طرح مسجد جاتے تھے، لیکن پھر زیادہ دیر بیٹھنے کی بھی جسم میں صلاحیت باقی نہ رہی تو جمعہ کا جانا بھی موقوف ہو گیا۔ فرض نماز کسی طرح کھڑے ہو کر ادا فرماتے تھے۔ بقیہ کل نمازیں بیٹھ کر۔ پھر کچھ دنوں کے بعد فرض نماز بھی بیٹھ کر پڑھنے لگے۔ اس درمیان میں جناب مولوی حکیم سید محمد شعیب صاحب پھلواروی کے بتلائے ہوئے خمیر جات اور دوائیں استعمال کرتے رہے تھے اور انہیں کے طبی مشورے سے غذا وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد جناب مولوی حکیم سید غلام شرف الدین صاحب منیری ساکن پھلواری شریف سے علاج کرنے کے لئے کہا اور وہ خدمت کرنے لگے، حضرت اپنی ہر علالت میں ان کو ضرور شریک علاج رکھا کرتے تھے۔ اور جناب حکیم صاحب بھی ہمیشہ علالت کے موقع پر حضرت کی ہر خدمت کیا کرتے تھے، پھر حکیم صاحب ہی کی رائے سے حضرت نے ان کے حقیقی بھانجے ڈاکٹر محمد عثمان صاحب کو بانکی پور سے بلوایا۔ اور آخر وقت تک انہیں سے علاج کراتے رہے، جیسا کہ اس کتاب کے ص ۔۔۔ کے فٹ نوٹ میں درج ہے، بہت سے معزز اور تجربہ کار ڈاکٹر اور اطبا برابر عیادت کو آیا کرتے تھے، لیکن حضرت نے علاج نہیں

بدلا۔ یہی دونوں آدمی یعنی حکیم[1] سید غلام شرف الدین صاحب اور ڈاکٹر سید محمد عثمان صاحب آخر وقت تک حضرت کی اسی طرح خدمت کرتے رہے، جیسے گھر کے سب لوگ کر رہے تھے، اور ان کی یہ خدمتیں ہمیشہ یاد کی جائیں گی، جو نسخے حضرت کے لئے لکھے گئے تھے، ان کو بطور یادگار ہم نے محفوظ کر دیا ہے اور خوف طوالت نہ ہوتا تو سبھوں کو ہم اس کتاب کے ساتھ شائع کر دیتے۔

المختصر حضرت نے جیسا پہلے فرما دیا تھا آپ روز بروز زیادہ ضعیف و کمزور ہوتے گئے۔ نماز جب بیٹھ کر بھی نہ ادا فرما سکتے تو لیٹے لیٹے پڑھتے اور پھر محض اشارے سے پڑھنے لگے۔ حضرت کو بہت فکر تھی کہ کوئی دین آپ پر نہ رہ جائے، چنانچہ وفات سے پہلے خود ہی کُل دین ادا کر دیا۔ آپ نے ۱۰ من گیہوں کا انتظام کر کے ہمارے حوالہ کیا کہ شاید اگر بےہوشی یا ذہول کی وجہ سے میری نمازیں قضا ہو جائیں تو یہ گیہوں فدیہ میں دیدینا۔ حضرت کو آخری وقت تک نماز سے غفلت نہیں ہوئی۔ نزع سے کچھ پہلے تک لوگوں کو بھی نماز کی تلقین فرماتے رہے۔

بہرحال یہ گیہوں وفات کے بعد حضرت کی جانب سے خیرات کر دی گئی۔ حضرت نے راقم الحروف سے فرمایا کہ میں نے کل قرض ادا کر دیئے ہیں، لیکن فلاں شخص کے ڈھائی یا تین روپے میں نے قصداً ادا نہیں کئے ہیں، تاکہ میرے ورثا اس کو ادا کریں۔ یہ دین تم لوگوں کے لئے چھوڑ جاتا ہوں، چنانچہ حضرت کی وفات کے فوراً ہی بعد ہم نے یہ رقم ادا کر دی۔

حضرت نے وفات سے کئی دن پہلے کھانا پینا سب چھوڑ دیا تھا، صرف زمزم شریف پانی میں ملا کر دیا جاتا تھا۔ جب پانی دیا جاتا تو آیۂ کریمہ وجعلنا من الماء کل شیء حی پڑھ کر اس کو نوش کرتے اور پھر پڑھتے، اکثر پانی منگوا کر دونوں ہاتھوں میں لیتے اور اس کو منہ اور سر پر بہ طریق مسنون ڈالتے، وفات کی

[1] حکیم صاحب کے والد ماجد حضرت حکیم سید محمد ارشد حسن صاحب علیہ الرحمہ حضرت قبلہ کے مرشد بھائی تھے، اور دونوں میں نہایت گہرے تعلقات و روابط تھے۔

شب بعد عشا مولانا شاہ حسین میاں صاحب سے دریافت کیا کہ مہمان کھانا کھا چکے۔ انہوں نے عرض کی "جی ہاں"۔ فرمایا "اور ہم کیا کھائیں"۔ عرض کیا گیا کہ دودھ لایا جائے۔ فرمانے لگے "لاؤ"۔ دودھ لایا گیا۔ حضرت نے پی لیا۔ حضرت دن کو فرما چکے تھے کہ آج شب کو یا کل صبح کو میرا انتقال ہو جائیگا۔ اس واقعہ سے اور بھی یقین ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ میری قبر مسلمان مزدور کھودیں۔ ہم نے راج کو بلا کر کہہ دیا کہ سب مزدوروں کو قبر کھودنے کے لئے تیار رکھو۔ وقت آگیا۔ حضرت کی آنکھ بند تھی۔ اکثر عزیزوں اور خادموں[۱] کو پکار کر کچھ کہتے۔ رات کا آخری حصہ تھا کہ حضرت نے کچھ آہٹ پاکر پوچھا کہ "کون آیا"۔ مولانا شاہ حسین میاں صاحب نے عرض کی کہ "میں ہوں حسین"۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ "جاؤ[۲] عزا کرو"۔ آپ کی جملہ آل و اولاد آپ کے گرد موجود تھی۔ آپ اپنے بڑے پوتے مولوی حسن مثنیٰ سلمہٗ کو جنہوں نے دوران علالت میں بے حد خدمت کی تھی بار بار پکار کر پوچھتے کہ کے بجے ہیں؟ جب صبح قریب ہوئی تو اپنے نواسے مولانا عزالدین میاں سلمہٗ سے فرمایا کہ "جاؤ[۳] شبنم میں سو رہو۔ اب ہم بھی سوتے ہیں"۔ نماز کا وقت ہوا تو لوگوں کو کہا کہ جاؤ نماز پڑھ لو۔

راقم الحروف قریب ہی میں نماز پڑھ کر سورۂ مریم شریف کی تلاوت کر رہا تھا کہ حضرت نے پکار کر فرمایا "گلو[۴] آج رات کو کیا کروگے؟ آج رات کو کیا کروگے"۔ راقم الحروف مبہوت تھا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دے۔ پھر حضرت آہستہ آہستہ اللہ اللہ کا ورد کرنے لگے۔ تھوڑی

۱ـ انہیں میں میاں ولی محمد خادم بھی تھے جو رمضان میں کانپور سے حضرت کے ساتھ آئے تھے۔ انہوں نے حضرت کی بہت بہت خدمت کی۔ اُس آخری شب کو حضرت نے کئی بار اُن کو "ولی بھائی" کہکر پکارا۔

۲ـ حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ہر تردد و تفکر کے وقت حضرت کا یہ جملہ یاد آکر تسلی و تسکین کا باعث ہوتا ہے اور روشن مستقبل کا یقین دلاتا ہے۔

۳ـ یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ ۴ـ حضرت پیار سے راقم الحروف کو گلو کہکر پکارتے تھے۔

دیر کے بعد صوفی مبارک علی شاہ صاحب (جو حضرت قبلہ کے نہایت قدیم اور مخلص ترین مریدوں میں ہیں) فیروز پور (پنجاب) سے تشریف لائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو صرف ان کے آنے کا انتظار تھا۔ اِن کے پہونچنے کے ساتھ ہی حضرت کو سکرات شروع ہوگئی یہ متحیر و مبہوت حضرت کے بائیں کھڑے ہوگئے اور نہ جانیں کس دل سے اور کس عالم میں یکٹکی باندھے حضرت کے چہرے کو اپنی آنسو بہانیوالی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ تمام اعزہ و اقارب چارپائی کے گرد کھڑے تھے۔ حضرت آنکھ بند کئے لمبی لمبی سانس لے رہے تھے۔ حافظ علیم الدین صاحب سوداگر مچھلی بازار کانپور باآواز بلند سورۂ یٰسین پڑھتے جاتے تھے اور جب کوئی بے تاب ہو کر رونا چاہتا تو روکتے اور تھمے رہنے کی تلقین کرتے۔ زنانے مکان کے دروازے پر عورتیں کھڑی اللہ کو یاد کر رہی تھیں۔ اُن کے سسکنے اور رونے کی باہر تک آواز آجاتی تھی۔ کچھ دیر کے لئے پردہ کردیا گیا "تاکہ عورتیں آکر آخری زیارت کرلیں۔ حضرت کی چھوٹی ہمشیرہ کو سہارا دیکر لایا گیا وہ سرہانے آکر بیٹھ رہیں۔ اُن کے مُنہ سے کوئی آواز نہ نکلی۔ ایک چمچے میں زمزم شریف کا پانی لیکر حضرت کے مُنہ میں ڈالا۔ پھر سب عورتیں چلی گئیں۔ اور مرد چاروں طرف جمع ہوگئے۔ اور وقت کا انتظار کرنے لگے۔ سارا جسم بالکل امن و سکون کی حالت میں تھا۔ سانس تیز تیز چل رہی تھی جس سے شکم مبارک پر تموج تھا۔ بیس ۲۰ پچیس ۲۵ منٹ تک یہ کیفیت رہی۔ آخر میں ایک سانس بہت زور سے آئی اور روح لطیف نفس عنصری کو چھوڑ کر اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کرگئی۔[۱] انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب اور حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب دونوں گلے ملکر گریہ کرنے لگے۔ اور ساری فضا ایک ماتم کدہ بنگئی۔

---

[۱] ۵ صبح ۶ بجکر ۵۵ منٹ۔ روز جمعہ۔ ۲۷ رصفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ رمئی ۱۹۳۵ء

حضرت نے فرمایا تھا کہ آپ کی قبر مسنون طریقہ پر لغلی بنائی جائے۔ کفن بھی مسنون طور پر دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ شجرہ پیران میرے سینے میں منقوش ہے۔ میرے ساتھ قبر میں کوئی چیز نہ رکھی جائے۔ صرف غلاف کعبہ اور غلاف روضۂ نبوی صلعم میرے سینے سے لپیٹ دیا جائے۔ نیز تجہیز و تکفین میں جلدی کیجائے۔ چنانچہ ایسا ہی عمل کیا گیا۔ قبر کھودنے میں پہلا پھاوڑا خود راقم الحروف نے چلایا۔ قبر چونکہ جمعہ سے پہلے تیار نہ ہوسکی اسلئے تدفین جمعہ کے بعد ہوئی۔ حضرت کو غسل دینے میں حضرت کی اولاد کے علاوہ اخص اقربا میں جناب مولانا شاہ محمد محی الدین[1] سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری۔ جناب شاہ محمد نعمت اللہ[2] سجادہ نشین خانقاہ فریدی پھلواری۔ شاہ محمد موسیٰ[3] و شاہ محمد ہارون و مولانا نورالحسن[4] صاحب و شاہ محمد عزیز فریدی[5] شاہ محمد عزیز صاحب منعمی[6] شریک تھے۔

جنازہ بعد نماز جمعہ اٹھایا گیا اور جامع مسجد سے متصل میدان میں رکھا گیا جہاں جناب مولانا شاہ حسین میاں صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں پھلواری کے سب حضرات کے علاوہ پٹنہ سے مولانا حافظ شاہ حبیب الحق[7] صاحب سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ۔ ڈاکٹر سید غلام امام صاحب متولی بی محمد بیجان وقف اسٹیٹ۔ مولوی سید محمد حفیظ صاحب ایم ایل سی۔ مولانا محمد شفیع داؤدی ایم ال اے۔ مولوی شاہ مسعود احمد صاحب ناریش سابق ایم ال اے مولوی سید منظر علی ندوی اڈیٹر مسلم و مسٹر انیس الرحمٰن و مولوی ابوالفرح کے علاوہ بانکی پور۔ پٹنہ سیٹی۔ دانا پور۔ اور آس پاس کے دیہاتوں سے مشائخ و علما و روسا اور عام مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت پہونچ گئی تھی۔

---

[1] حضرت قبلہ آپکے حقیقی خالو تھے۔ [2] آپ حضرت قبلہ کے بڑے ماموں حضرت مولانا شاہ نعمت مجیب رح کے پوتے ہیں [3] آپ نیز شاہ محمد ہارون صاحب دونوں حضرت قبلہ کے منجھلے ماموں حضرت مولانا شاہ صفت اللہ رح کے صاحبزادے ہیں [4] حضرت قبلہ آپکے خلیرے خالو تھے [5] آپ حضرت قبلہ کے چھوٹے بھائی مولانا شاہ محمد ایوب رح کے اکلوتے صاحبزادے ہیں [6] آپ حضرت قبلہ کے بہت قریبی نواسے ہوتے ہیں۔ نیز مولانا شاہ حسین میاں صاحب کے بڑے فرزند سید علی اکبر سلمہ کے حقیقی ماموں ہیں۔ [7] آپ حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ پھلواری کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ عبدالحق رح پھلواری کی اولاد سے ہیں اور حضرت تاج العارفین کے پیر بیعت حضرت خواجہ عمادالدین قلندر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ پر ہیں۔

تدفین

حضرت قبلہ نے اپنا مدفن اپنی وفات سے آٹھ دس سال پہلے خود ہی منتخب کیا تھا یعنی شاہی مسجد کے شرقی دروازے کے قریب جہاں پر اس وقت قبر شریف ہے۔ جیسا کہ ان اوراق میں پہلے لکھا جا چکا ہے حضرت نے اپنے بزرگ جدی حضرت مولانا سید شاہ وحید الحق صاحبؒ کے ارشاد کے بموجب اس مسجد کی خطابت و امامت شروع کی تھی اور تقریبًا چالیس پچاس برس تک اس مسجد کی خدمت فرماتے رہے۔ حضرت کو اس مسجد سے اسقدر محبت ہوگئی تھی کہ مرنے کے بعد بھی اسی مسجد کے حلقے میں رہنا پسند کیا۔ [1]

قبر کے اندر حضرت کے ہر سہ فرزند اترے اور اوپر سے مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب و مولانا حافظ شاہ حافظ حبیب الحق صاحبؒ شاہ محمد ہارون صاحب و مولانا تمنا صاحبؒ مولانا نور الحسن صاحب و مولانا شاہ رشید الحق صاحب وغیرہم نے نعش مبارک کو نیچے اتارا۔ جب قبر تیار ہو چکی تو سب لوگ

---

[1] لیکن حضرت اس مسجد کے متولی نہ تھے اسلئے اس کے متولی مولانا سید شاہ رشید الحق صاحب قبلہ منعمی پھلواروی سے اس کی اجازت بھی لے لی تھی اور اپنی وفات سے کئی برس پہلے ہم لوگوں کو اسکی اطلاع دیدی تھی۔ پھر جب حضرت کی آخری علالت میں جناب موصوف عیادت کے لئے ایک دن تشریف لائے تو دوبارہ اسکی تجدید فرمائی۔ اس واقعہ کے چند ہی دنوں کے بعد جناب اموسے محترم سید شاہ محمد رشید الحق صاحب قبلہ نے یک بیک از خود بلا کسی تحریک کے اس مسجد کی تولیت باضابطہ بذریعہ رجسٹری خاکسار راقم الحروف بندہ غلام حسنین کو تفویض کر دی۔ اور اس طرح اُس شفقت و عنایات بے پایاں کا اظہار فرمایا جو ہمیشہ سے حضرت ممدوح مجھ ناچیز پر فرماتے رہے ہیں۔ یہ کام حضرت قبلہ کی وفات سے چند دن پہلے ہوا۔ حضرت کو علم ہوا تو آپ نے مسرت و شکر کا اظہار فرمایا اور اپنی قبر کے متعلق پھر وصیت فرمائی۔ الغرض حضرت قبلہ کو آپ کی وصیت کے مطابق اسی مسجد کے احاطہ میں مشرقی دروازے سے متصل جانب جنوب دفن کیا گیا۔

دعا وفاتحہ کے بعد بادل مغموم ومحزون اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

فاتحہ چہارم ورسم جانشینی

حضرت کی تدفین کے بعد ہی مسجد میں اعلان کر دیا گیا تھا کہ چوتھے دن یعنی ۳۰ صفر ۱۳۵۴ھ روز سمبار کو اسی مسجد میں ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن ہوگا۔

چنانچہ اسی مقام پر فاتحہ چہارم ہوا اور رسم جانشینی بھی اسی موقع پر انجام پائی جس کی اطلاع مشائخ کرام کو پہلے سے دی جا چکی تھی۔ اس رسم جانشینی کی کیفیت کتاب خاتم سلیمانی کے حصہ دوم میں صفحہ ۶ تا ۹ پر مذکور ہے۔ ہم یہاں پر بطور یادگار حضرات مشائخ کرام و علماء واہم حاضرین کے نام درج کرتے ہیں۔

جن حضرات نے اپنی اپنی خانقاہوں کی جانب سے دستاریں پیش کیں

(۱) حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الحق صاحب سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ (پٹنہ)

(۲) حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری

(۳) حضرت مولانا شاہ محمد رشید الحق صاحب آستانہ منعمیہ پھلواری شریف

(۴) 〃 〃 قاضی مظاہر امام صاحب آبگلا (گیا)

(۵) 〃 〃 محمد ابوالحسنات صاحب خانقاہ بہار شریف

(۶) 〃 〃 فخر عالم صاحب سجادہ نشین خلیفہ باغ بھاگلپور

(۷) 〃 〃 محمد نعمت اللہ صاحب سجادہ نشین خانقاہ فریدی پھلواری

(۸) 〃 〃 تقی الدین حسین سجادہ نشین خانقاہ منعمیہ گھاٹ پٹنہ

(۹) 〃 〃 فدا حسین صاحب سجادہ نشین خانقاہ سملی پٹنہ

(۱۰) حضرت مولانا شاہ واعظ الدین حسین صاحب داناپور

(۱۱) 〃 〃 محمود حسین برادر اصغر حضرت سجادہ نشین صاحب درگاہ حضرت شاہ ارزاں دیوان محلہ پٹنہ

(۱۲) 〃 〃 محمد تقی حسن صاحب بلخی خلف اکبر حضرت سجادہ نشین صاحب فتوحہ

(۱۳) 〃 〃 محمد یعقوب صاحب خانقاہ سہروردیہ انبیر بہار شریف

(۱۴) 〃 〃 محمد منعم صاحب فردوسی خانقاہ انصاری محلہ بہار شریف

(۱۵) 〃 〃 حکیم غلام شرف الدین صاحب امام بڑی درگاہ منیر شریف

(۱۶) 〃 〃 محمد جلیل صاحب جانشین حضرت شاہ ابوالبرکات صاحب فردوسی رحمۃ اللہ علیہ داناپور

(۱۷) 〃 〃 محمد ولی صاحب سجادہ نشین چھوٹا لزادہ

(۱۸) 〃 〃 محمد قائم صاحب قتیل سجادہ نشین آستانہ چشتیہ نظامیہ داناپور

(۱۹) 〃 〃 محمد عالم صاحب صوفی و رئیس لودیکٹرہ پٹنہ

(۲۰) 〃 محمد معین صاحب داناپور

(۲۱) 〃 〃 محمد حلیم صاحب سجادہ نشین نور پور پھنا کھ

ان حضرات کے علاوہ مندرجۂ ذیل حضرات اپنی علالت کے باعث یا کسی اور سخت مجبوری کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے لیکن ان کی جانب سے ان کے معتقدین دستار اور نذر لیکر اس موقع پر تشریف لائے تھے :-

---

؎ مندرجۂ بالا فہرست میں حضرت قاضی مظاہر امام صاحب قبلہ۔ جناب شاہ محمد جلیل صاحب جناب شاہ محمد قائم صاحب اور جناب شاہ محمد حلیم صاحب نے دستار کے ساتھ نذر بھی دی تھی۔ جناب حکیم شاہ محمد کفیل صاحب کے فرزند اکبر عزیزی حکیم شاہ محمد جمیل صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بھی نذر پیش کی تھی۔ مولانا شاہ فخر عالم صاحب نے ایک تسبیح بھی پیش کی تھی۔ اور غالباً کچھ اور حضرات نے بھی اپنے آستانوں کے دستور کے مطابق اس موقع پر دستار کے ساتھ نذر بھی پیش کی تھی لیکن افسوس ہے کہ کثرت ازدحام کی وجہ سے سب کے نام نوٹ نہ کئے جا سکے۔

(۱) خان بہادر نواب سید شاہ واجد حسین صاحب سجادہ نشین خسرو پور

(۲) جناب صوفی سید شاہ احمد حسین صاحب چشتی رئیس پٹنہ

(۳) جناب سید شاہ فیض الرحمٰن صاحب دہلوی خلف حضرت مولانا شاہ جمیل الرحمٰن صاحب چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ۔

مندرجۂ بالا مشائخ کرام کے علاوہ حسب ذیل علما و مشائخ و اعیان ملت اس تقریب سعید میں شریک تھے :۔

مولانا شفیع داؤدی ایم ایل اے۔ مولانا شاہ ظفر الدین صاحب قادری مدرس مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ۔ مولانا سید عبد الرشید صاحب مولانا سید محمد قاسم صاحب مدرسین مدرسہ مذکورہ۔ مولانا شاہ نور الحسن صاحب پھلواری۔ مولانا شاہ صبیح الحق صاحب عمادی۔ مسٹر ملک محمود بیرسٹر ایٹ لا و چیرمین صدر لوکل بورڈ پٹنہ۔ ڈاکٹر سید شاہ محمد ہاشم صاحب خسرو پور جناب شاہ موسیٰ رضا صاحب پھلواروی۔ حکیم سید شاہ محمد کفیل صاحب داناپور۔ مولانا سید شاہ نظام الدین صاحب پھلواروی۔ مولانا حافظ سید شاہ شہاب الدین صاحب پھلواروی۔ مولوی شاہ شریف اعظم صاحب لکھنیہ۔ مولوی حکیم سید شاہ بدر الدین صاحب داناپور۔ مولانا شاہ محمد عزیر صاحب منعمی پھلواروی۔ ڈاکٹر سید محمد عثمان صاحب پٹنہ۔ مسٹر سید معین اللہ صاحب ایڈووکیٹ پٹنہ سٹی مولانا شاہ محمد عزیر صاحب فریدی پھلواروی۔ خاں صاحب مولوی ابوالخیر صاحب سپرنٹنڈنٹ سی آئی ڈی۔ ڈاکٹر سید غلام امام پٹنہ۔ مولانا شاہ وارث امام صاحب پھلواروی۔ مولوی سید امتیاز کریم صاحب ایڈووکیٹ پٹنہ۔ مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب پھلواروی بانی مسلم اکاڈمی۔ مولانا شاہ محمد موسیٰ صاحب فریدی پھلواروی۔ خواجہ حکیم سید محمد حسن مضطر پٹنہ مولانا صوفی وصی الدین صاحب لکھنیہ۔ سید شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب داناپور۔ چودھری

مولوی ابوالخیر صاحب

محمد عبد الحمید صاحب ہڈ ماسٹر حلیم ہائی اسکول کانپور۔ مولانا سید محمد بہاء الدین صاحب پھلواری۔
نواب سید مبارک علی شاہ صاحب پنجاب۔ جناب حافظ سید شاہ ضیاء الدین صاحب داناپوری۔
مولوی سید محمد اسحاق صاحب (مرحوم) رئیس پھلواری۔ مولوی سید شاہ محمود الحق صاحب
قادری رئیس اعظم پھلواری۔ سید شاہ نجم الحق صاحب پھلواری۔ سید شاہ محمد عیسیٰ صاحب
فریدی پھلواری۔ مولوی سید احمد منیر صاحب رئیس پھلواری۔ جناب مولوی سید نور الحسن
صاحب قبلہ پھلواری ریٹائرڈ پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ۔ مولوی سید نذر الحسن صاحب
رئیس خواجہ پورہ۔ ڈاکٹر سید انوار کریم پھلواروی و سید شاہ محمد یوسف بلخی فتوحہ وغیرہم۔

حضرت خواجہ شاہ حمید الدین صاحب سجادہ نشین تکیہ شریف پٹنہ تشریف لانے کے لیے ہمہ تن
تیار تھے کہ وقت پر انہیں ایک سخت مانع پیش آگیا اور آپ نے اپنی سخت معذوری کہلا بھیجی۔
آپ پھر حضرت قبلہ کے عرس کے موقع پر تشریف لائے۔

بہت سے زعمائے ملت جو کسی نہ کسی وجہ سے تجہیز و تکفین یا فاتحہ چہارم و رسم جانشینی کی شرکت
نہ فرما سکے وہ پہلی فرصت میں تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ ان میں اکثر کے اسماء گرامی جن کو ہم
یاد رکھ سکے حسب ذیل ہیں:۔

آنریبل مسٹر سید عبد العزیز وزیر تعلیم صوبہ بہار۔ آنریبل بابو راجندر دھاری سنگھ
پریسیڈنٹ بہار لجسلیٹو کاؤنسل۔ آنریبل جسٹس خواجہ محمد نور وائس چانسلر پٹنہ یونیورسٹی۔
خان بہادر مولانا مبارک کریم سپرنٹنڈنٹ اسلامک اسٹڈیز صوبہ بہار۔ مولانا حاجی معین الدین صاحب
پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ۔ حضرت مولانا سید شاہ اسرار احمد صاحب نائب متولی آستانۂ پاک
اجمیر شریف۔ حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی۔ ڈاکٹر سید محمود جنرل سکریٹری آل انڈیا
کانگریس کمیٹی۔ نواب سید مبارک علی سابق ایم ایل سی پٹنہ۔ مولانا ریاض حسن خاں صاحب رئیس

رسولپور۔ مولوی سید حسن جان صاحب ایم ایل سی ایڈوکیٹ پٹنہ۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ایڈوکیٹ پٹنہ۔ خان بہادر مولانا سید اولاد حیدر فوق بلگرامی رئیس کواتھ۔ خان بہادر ڈاکٹر ولی احمد اسسٹنٹ سرجن پٹنہ۔ خان بہادر مولوی سید احمد حسین صدر اس ڈی او پٹنہ۔ آنریبل مسٹر سید حسین امام ممبر کونسل آف اسٹیٹ۔ مولوی سید حسن صاحب ایڈوکیٹ چیرمین پٹنہ ڈسٹرکٹ بورڈ۔ مسٹر محمد جمال بیرسٹر ایٹ لا پٹنہ۔ مسٹر سید محمد صاحب بیرسٹر ایٹ لا پٹنہ۔ ڈاکٹر عبدالغفور پروپرائٹر گرین میڈیکل ہال پٹنہ۔ مولوی حافظ سید علی مظہر صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر و رئیس پٹنہ۔ مولوی عزیز الحق فخرالدین اڈوکیٹ فرزند سر سید فخرالدین مرحوم۔ چودھری اجیرالحق صاحب رئیس بختیار پور اسٹیٹ مونگیر۔ مولانا عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ امدادیہ دربھنگہ۔ مولانا قمرالدین صاحب قمر مہتمم مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ مولانا اصغر حسین صاحب نائب پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ۔ مولانا عبدالودود صاحب مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ۔ مولانا محمد الیاس صاحب مدرس مدرسہ حمیدیہ۔ جناب سید شاہ مجتبیٰ احسن صاحب سجادہ نشین دائرہ بہار شریف۔ جناب سید شاہ محمد محسن صاحب سجادہ نشین خانقاہ ابوالعلائی اکبری داناپور۔ جناب سید شاہ محمد یٰسین صاحب مناٰ محل پر بہار شریف۔ مولانا سید عبدالغفور صاحب مددگار ناظم ندوۃ العلما لکھنؤ۔ مولانا سید مقبول احمد صاحب مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ۔ مسٹر علی احمد صاحب رئیس میرداد بہار شریف مولانا محمد یٰسین صاحب وغیرہم۔

برادران طریقت جو دور و دراز سے عیادت و تعزیت کیلئے آئے

ہمارے بہت سے برادران طریقت اس حادثہ عظیم کے موقع پر دور و دراز کا سفر طے کرکے اپنے

کاروبار کا نقصان کر کے اور مختلف اہم موانعات پر قابو پا کر حضرت کے آخری وقت میں عیادت کیلئے یا وفات کے بعد ہی خاص بغرض تعزیت تشریف لائے۔ اُن کے خلوص و محبت اور اعتقاد راسخ کی ہمارے دل میں بے حد قدر ہوئی اور ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ بطور یادگار اُن حضرات کے نام یہاں پر درج کر دیں جو مختلف قسموں کی دقتوں کے باوجود پیر کی آخری خدمت کے لئے یہاں پر حاضر ہوئے :-

از کانپور :- حافظ علیم الدین صاحب سوداگر مچھلی بازار۔ چودھری محمد ابراہیم صاحب زمیندار چمن گنج۔ میاں نور الٰہی صاحب مالک نور الٰہی مہر الٰہی کمپنی۔ محمد اصغر صاحب سوداگر سازوزین چودھری عبدالحمید صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر حلیم ہائی اسکول۔ مسٹر انوار حسین بی اے و مسٹر آفتاب صاحب بی اے مدرسین حلیم ہائی اسکول۔ خان صاحب ڈاکٹر سید مسعود علی اسسٹنٹ سرجن۔ صاحبزادہ حافظ محمد ولی صاحب پیرزادہ کوڑہ جہان آباد۔ ملک وکیل احمد گیاوی تاجر چرم کانپور۔ مولوی محمد شبیر صاحب و ماسٹر اعظم بخش صاحب آف ہمیرپور۔

لکھنؤ :- مسٹر محمد ابراہیم صاحب ٹکٹ کلکٹر۔

ضلع جالون علاقہ بندیلکھنڈ :- مولوی عبدالرشید خاں صاحب۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب مولوی روح الامین صاحب۔ مولوی علی محمد صاحب کونچ۔

گورکھپور و بلیا :- مولانا منظور الحق کلیم۔ مولوی عبدالجبار صاحب بلیا۔ مولوی محمد عاقل صاحب بی بی پور۔ مولوی عبدالرحیم صاحب۔ مولوی محمد حسین صاحب۔ ہمشیرہ صاحبہ حافظ سید مسعود مختار و وائس چیرمین بلیا۔

ناگپور :- مولوی عبدالغفور صاحب ناچیز و اہلیہ ایشاں۔ ملا محمد علی صاحب امام مسجد۔ مستری عبدالحق صاحب۔

کلکتہ :- مولانا محمد عثمان صاحب کڑایہ۔ مولوی عبدالمجید خاں صاحب مہر علی روڈ۔

لکھنیا و بلیا ضلع مونگیر :- مولوی حاجی شاہ شریف اعظم صاحب۔ مولانا صوفی وصی الدین صاحب۔ حکیم نظیر صاحب۔ حکیم عبدالمغنی صاحب۔ چودھری محمد یعقوب صاحب مدرس۔ جناب شاہ سلیمان صاحب۔ جناب شاہ ظہیر الحسن صاحب۔ حکیم ستو صاحب۔

بریلی :- صوفی وزیر حسن خاں صاحب

پورنیہ :- حاجی محمد اصغر علی صاحب پنشکار، پورنیہ۔ حاجی میر صغیر الدین صاحب و میر اغط الدین صاحب رئیسان ڈھٹی۔

علاقہ آرہ سہسرام :- مولوی محمد نقی صاحب ساکن موتھا۔ محمد عیسیٰ صاحب و محمد رسول صاحب۔

نوٹ :- ہمیں افسوس ہے کہ کوئی مکمل فہرست باہر سے آنے والوں کی ہم نہیں پیش کر سکتے۔ یہ نام خاص طور پر ان کی حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمیں یاد رہے۔ محمد رسول موصوف کو جس وقت حضرت کی خطرناک حالت کی اطلاع ہوئی تو اُن کے پاس کرایہ آنے کے لئے نہ تھا۔ اپنی ٹوٹی ہوئی بائسکل پر پچاس ساٹھ میل کی مسافت مسلسل تیز دھوپ اور لو کی حالت میں طے کر کے پہونچے۔

دیگھا سے محمد امجد حسین مستری و علی جان مستری و بخشو مستری و دیگر برادران طریقت کارکمپنی میں نہایت کڑی ڈیوٹی کے باوجود دیر دیر شب کو اپنی نیند خراب کر کے پھلواری پہونچتے تھے۔

صوفی یار محمد خاں صاحب

اسی سلسلے میں عاشق پیر جناب صوفی یار محمد خاں صاحب رئیس و سوداگر جہلم (پنجاب) کا ذکر

کر دینا بھی ضرور ہے جو کچھ عرصہ پہلے حضرت کی زیارت کے لئے پھلواری شریف آئے تھے۔ حضرت نے اپنے دست مبارک سے آخری مکتوب انہیں کے نام لکھا ہے۔ حضرت آخر وقت تک اپنے صلبی فرزندوں کی طرح اِن سے محبت کرتے رہے۔ حضرتؒ کے بعد جب یہ پھلواری آئے تو مزار شریف کی پٹکھٹ پکڑ کر زمین پر لوٹ گئے اور لوٹ لوٹ کر رونے لگے۔

نمازی خاں

اب سے چالیس پینتالیس سال قبل حضرت سے مُرید ہوئے تھے۔ پھلواری سے سات آٹھ میل دور ایک دیہات میں رہتے ہیں۔ بے پڑھے لکھے غریب سیدھے سادے دیہاتی ہیں۔ انہوں نے تین بجے شب کے وقت حضرت قبلہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ "میرا انتقال ہوگیا ہے جلدی آؤ۔" یہ اُسی وقت اُٹھے اور فوراً وہاں سے پیدل روانہ ہو گئے اور نماز جنازہ سے پہلے پھلواری پہونچ گئے۔

حضرت کی اولاد حضرت نے صرف ایک شادی کی۔ اہلیہ مکرمہ کا ۱۹۰۵ء میں انتقال ہو گیا۔ حضرت تیس برس تک اور بقید حیات رہے لیکن پھر شادی نہیں کی۔ حضرت کے کُل سات اولاد ہوئی۔ تین بیٹیاں اور چار بیٹے۔ دو بیٹیاں کنوار پنے میں فوت ہوئیں۔ سب سے پہلی اولاد ایک صاحبزادی تھیں جن کے اکلوتے فرزند مولانا سید شاہ محمد عزالدین میاں صاحب پھلواروی (موجودہ امام مسجد شاہی لاہور) ہیں۔ اِن کو بیعت و تعلیم اپنے نانا سے حاصل ہے۔ اِن کی شادی جناب مولانا سید شاہ محی الدین سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ ابھی وقت ایک بچی دو ڈھائی سال کی ہے۔ عزالدین میاں بہت کمسن تھے کہ اِن کے والد اور والدہ دونوں نے انتقال کیا۔

حضرت قبلہ کے صاحبزادوں میں سب سے بڑے حضرت مولانا شاہ حسن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کا ذکر خیر اِن اوراق میں کئی جگہ پر آچکا ہے۔ آج سے بیس سال ہوئے کہ

پچیس سال کی عمر میں انہوں نے انتقال کیا۔ اپنی یادگار میں بہت سی تصنیفیں اور اپنے اکلوتے فرزند مولوی شاہ حسن مثنیٰ سلمہٗ کو چھوڑا جو امسال ندوۃ العلمائے سے فارغ ہوئے ہیں۔ لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل حدیث کا امتحان بھی پاس کیا ہے۔ حضرت قبلہ کی علالت کے زمانے میں انہوں نے اپنے دادا کی خوب خدمت کی۔ حضرت پیار سے انہیں مُثنّا مُثنّا کہکر پکارتے تھے۔ حضرت کے دوسرے فرزند جو اب سجادہ نشیں اور سرپرست خاندان ہیں حضرت مولانا شاہ حُسین میاں صاحب مدظلہٗ ہیں۔ آپ کے اسوقت تین صاحبزادے ہیں جنمیں شاہ علی اکبر سلمہٗ سب سے بڑے ہیں۔

حضرت کا تیسرا فرزند کمترین راقم الحروف غلام حسنین ہے۔ راقم الحروف کے اسوقت دو لڑکیاں اور ایک لڑکا محمد سلمان نامی ہے۔ حضرت کے چوتھے فرزند مولانا قاری شاہ محمد جعفر میاں صاحب ہیں جو آجکل شاہی مسجد ریاست کپورتھلہ پنجاب کے امام و خطیب ہیں۔ ان کے اسوقت تین لڑکیاں ہیں سلمہم اللہ تعالیٰ

چھوٹے بچوں پر شفقت

حضرت قبلہ چھوٹے بچوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ سب سے خوب کھیلتے تھے۔ نہ فقط گھر کے بلکہ برادری اور محلے کے سب بچے آپ سے خوب ہلے ملے رہتے تھے۔ صبح چائے کے وقت بالخصوص سب بچے آپ کے گرد جمع ہوکر ایک شور بپا کیے رہتے۔ کوئی آپ کے کندھے پر چڑھ جاتا۔ کوئی زانو پر بیٹھ رہتا۔ کوئی ہاتھ پکڑکر کھینچتا۔ کوئی گاؤتکیہ کو گھوڑا بناکر بیٹھ جاتا۔ حضرت سب سے کھیلتے اور حدیث شریف پڑھتے کہ مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا۔ بچوں کو کھانے مٹھائیاں اور پیسے دیا کرتے۔ اور جب ان بچوں کے والدین کسی قصور پر ان کی تنبیہ کرتے تو وہ فوراً جاکر دادا سے شکایت کرتے۔

حضرت کے خلفا و مجازین جس طرح حضرت نے مریدوں و شاگردوں کی کوئی فہرست کبھی نہیں رکھی اسی طرح اپنے خلفا کی بھی کوئی فہرست نہیں لکھی۔ اسلئے ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم کوئی مکمل فہرست نہیں پیش کر سکتے ہیں۔ پہلے ہم اُن لوگوں کے اسماء درج کرتے ہیں جن کو بیعت و خلافت دونوں حضرت سے ہے اور وہ یہ ہیں :۔

(۱) حضرت الحاج مولانا شاہ حسین میاں صاحب مدظلہ سجادہ نشین۔
(۲) جناب مولانا تجاری شاہ محمد جعفر صاحب پھلواروی
(۳) جناب مولانا سید شاہ محمد عزالدین میاں صاحب پھلواروی
(۴) جناب الحاج مولوی شاہ شریف اعظم صاحب لکھمنیہ ضلع مونگیر
(۵) جناب الحاج مولانا صوفی وصی الدین صاحب حسامی لکھمنیہ ضلع مونگیر
(۶) جناب الحاج صوفی وزیر حسن خاں صاحب۔ بریلی
(۷) جناب پیر سید احمد شاہ صاحب حقانی سرینگر کشمیر
(۸) جناب قاضی باقی شاہ صاحب رئیس وزیر آباد پنجاب
(۹) جناب مولوی مودی عبدالغفور صاحب رئیس بنگلور
(۱۰) جناب مولانا شاہ منظورالحق صاحب کلیم۔ بی بی پور ضلع اعظم گڈھ
(۱۱) جناب مولانا حکیم منیر احمد صاحب سرجی۔ رنگون۔
(۱۲) جناب بھیا شیخ کریم احمد صاحب۔ کانپور۔
(۱۳) جناب مولانا قاری شاہ سراج علا صاحب سلون شریف
(۱۴) جناب صوفی یار محمد خاں صاحب سوداگر چوب جہلم پنجاب
(۱۵) خاکسار بندہ غلام حسنین ندوی

(۱۶) جناب مولانا محمد عثمان صاحب کلکتہ }
(۱۷) جناب ملا محمد علی صاحب امام مسجد ناگپور } بتوسط حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب مدظلہ

اب ہم ذیل میں اُن محترم مشائخ کرام کے اسماءِ گرامی درج کرتے ہیں۔ جن کو بیعت اپنے خاندان میں ہے اور جنہوں نے اپنی خاندانی دولت کے ساتھ ساتھ حضرت قبلہ کی جانب بھی رجوع فرمایا اور حضرت کے سلسلوں کی اجازت و خلافت حاصل کی :-

(۱۸) جناب حضرت مولانا شاہ نذیر الآفاق عرف جناب نوشہ میاں صاحب قادری سجادہ نشین گھوسی شریف یوپی۔

(۱۹) جناب مولانا حکیم شاہ ولی اللہ صاحب ابو العلائی۔ سجادہ نشین تجارہ ریاست الور

(۲۰) جناب سید شاہ شفیع الدین صاحب سجادہ نشین لکھن پور پل کنجری ضلع امرتسر

(۲۱) جناب خلیفہ سید شاہ غلام محمد صاحب سجادہ نشین ٹھسکہ میران جی پنجاب

(۲۲) جناب سید شاہ بادشاہ میاں صاحب عیدروسی سجادہ نشین بلگام

(۲۳) جناب حضرت مولانا شاہ نعیم[۱] عطا صاحب سجادہ نشین سلون شریف

---

[۱] آپ اہل پھلواری کے پیر زادے ہیں اسلئے کہ یہاں کا چشتیہ نظامیہ سلسلہ حضرت شاہ پیر محمد سلونی قدس سرہٗ کے واسطے سے ہے جن کی آپ اولاد سے ہیں اور جن کے سجادہ پر ہیں۔ آپ اجمیر شریف میں حضرت کے مکان پر تشریف لائے حضرت سے اجازت سلاسل کی استدعا کی۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ ہی کے گھر کی دولت ہے۔ آپ اس فقیر کے سلاسل میں مجاز ہیں۔ میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں پھر جناب سجادہ نشین صاحب نے استدعا فرمائی کہ حضرت اپنے ساتھ آستانۂ پاک پر لے چلیں چنانچہ حضرت نے آپ کے ساتھ آستانۂ پاک کی حاضری دی۔ وہ عجیب پُرفیض منظر تھا۔ وہاں سے پھر ہر دو حضرات واپس آئے تو جناب سجادہ نشین صاحب نے فی البدیہہ یہ دو رباعیاں حضرت قبلہ کی مدح میں لکھکر پیش کیں جس سے آپ کی قادر الکلامی کا ثبوت ملتا ہے :-

کمتر نہ تر از شیخ اکبر خوانم
وز آنچہ بگفتہ اند برتر خوانم
از خواجۂ من ہر انچہ آید بدہی
زیباست گرت معین اصغر خوانم

(۲۴) جناب مولانا صوفی حضرت شہزادہ قدسی صاحب[لہ] باغ ثمرستان۔ بھوپال

(۲۵) جناب مولانا سید شاہ محمد قائم صاحب قتیل چشتی نظامی سجادہ نشین آستانۂ چشتیہ نظامیہ داناپور، پٹنہ

(۲۶) جناب حضرت مولانا شاہ مختار احمد صاحب صدیقی میرٹھی مقیم جنوبی افریقہ

(۲۷) جناب صاحبزادہ شاہ فیض الرحمٰن صاحب خلف جناب حضرت مولانا شاہ جمیل الرحمٰن چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۲۸) جناب مولانا حکیم سید غلام شرف الدین صاحب منیری مقیم پھلواری

(۲۹) جناب صوفی سید شاہ احمد حسین صاحب چشتی نظامی رئیس لودیکٹرہ۔ پٹنہ

(۳۰) جناب مولانا حافظ جمیل الرحمٰن صاحب جھنجھانوی

حضرت کے خلفا میں دو بزرگوں کے لیے ہم دعائے خیر کی ناظرین سے درخواست کرتے ہیں۔ ایک حضرت مولانا شاہ حسن میاں علیہ الرحمۃ اور دوسرے جناب ملا عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمۃ ساکن آدری۔ سارے حلقے کو ان ہر دو بزرگوں کا ہمیشہ غم رہے گا۔

(بقیہ حاشیہ صد ۱۵۲)

کہتا ہوں حق کہ شیخ اکبر تم ہو — جو کچھ بھی لکھوں میں اس سے برتر تم ہو
بیّن ہو جہاں میں اک دلیل و حجت — جب خواجۂ خواجگاں کے مظہر تم ہو

لہ آپ کے سوانح حیات اور آپ کے کلام کا ایک مجموعہ چھپ کر ملک میں شائع و ذائع ہیں۔ اور ملک آپ کی ذات گرامی سے اچھی طرح واقف ہے۔

جزوی اجازتیں | جن لوگوں نے مختلف اوراد و اشغال کی حضرت سے اجازتیں لیں اُن کا شمار کیا جانا بس سے باہر کی بات ہے۔ حزب البحر۔ دلائل الخیرات۔ حصن حصین۔ درود طریقہ دعائے حیدری۔ تکبیر عاشقان۔ سورۂ مریم۔ سورۂ واقعہ۔ وغیرہ وغیرہ کی اجازت اسقدر لوگ لیتے تھے کہ جسکی گنتی کرنا ہمارے لئے بالکل ناممکن ہے۔ نہ کوئی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اعمال حزب البحر سب سے زیادہ لوگوں نے حضرت سے اخذ کیا۔ خاص صوبہ بہار کے بڑے بڑے مشائخ کرام میں بھی اکثر حضرات نے آپ سے حزب البحر کی اجازت لی ہے۔ انہیں بزرگوں میں قبلہ و کعبہ حضرت مولانا سید شاہ وصی احمد عرف حضرت شاہ براتی[1] صاحب فردوسی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ مخدوم الملک بہار۔ جناب مولانا سید شاہ صبیح الحق صاحب خانقاہ عمادیہ پٹنہ۔ مولانا سید شاہ قمر الہدیٰ صاحب سجادہ نشین خانقاہ ابو العلائیہ پٹنہ۔ جناب مولانا مولوی ظفر الدین صاحب بہار مصنف صحیح بہاری۔ مولانا سید شاہ افضل حق صاحب گوشائیں علاقہ گیا۔ خان بہادر[2] سید شاہ احمد حسین صاحب رئیس باڑھ۔ جناب شاہ سید محمد یوسف بلخی فتوحہ۔ مولانا عبدالرؤف صاحب مقیم اورنگ آباد گیا۔ وغیرہم بھی ہیں۔ ان بزرگوں کے اور ان کے خلفا و مسترشدین کے ذریعہ ان اعمال کا استجازہ و اجازہ جاری وساری ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

---

[1] حضرت ممدوح کا احترام بوجہ جزئیت حضرت مخدوم الملکؒ صوبہ بہار کے تمام مشائخ بے حد کرتے تھے۔ آپ کو اعمال کا اسقدر ذوق تھا کہ دوسرے خاندان میں بھی کوئی معقول چیز پاتے تو بلا تکلف اُسکی اجازت لے لیتے تھے اور لوگ احتراماً للمخدومؒ آپ کی خوشی کو مقدم رکھتے تھے۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ ضعیفی و ناتوانی کے باوجود آپ پوری پوری رات ذکر و مجاہدہ میں گذار دیتے تھے۔ حضرت قبلہ سے حزب البحر اور درود طریقہ حضرت موصوف نے لیا۔

[2] آپ کو حزب البحر کے علاوہ بھی اکثر اوراد کی تعلیم حضرت قبلہ سے ہے۔ آپ ایک شیریں بیان شاعر بھی ہیں۔ چنانچہ گزشتہ ربیع الثانی ۵۵ھ کے عرس میں جب حضرت اخی الاعظم مولانا شاہ حسین میاں مدظلہٗ آپ کے دولتخانہ پر تشریف لیگئے تو آپ نے ذیل کی دو رباعیاں فی البدیہ حضرت بھائی صاحب مدظلہٗ کی مدح میں لکھکر مجمع میں پڑھکر سنائیں۔

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۱۵۵)

خاتمہ کتاب اب ہم اپنی کتاب خاتم سلیمانی کو ختم کرتے ہیں۔ جو کچھہ فروگذاشت ہوگئی ہو اُمید ہے کہ ناظرین ہمیں اُس سے آگاہ کریں گے تاکہ آئندہ اشاعت میں ہمیں تصحیح کرنیکا موقع ہے جو کچھہ غلطی وہ محسوس کریں اُسکو معاف فرمائیں اور ہمارے لئے دعائے خیر کریں۔ وآخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ واولیائے امتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

والسلام

محتاج دعا

غلام حسنین سلیمانی

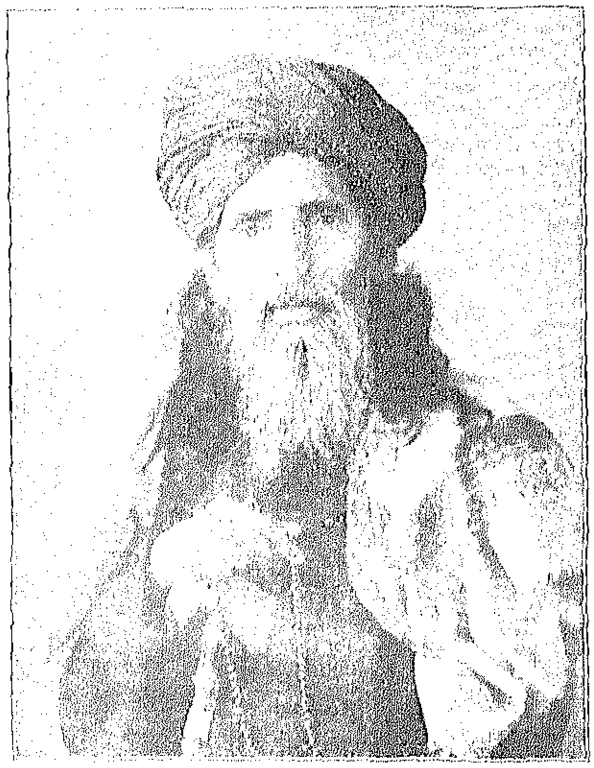
یکم ستمبر ۱۹۳۶ء۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۴)

زہے برکت مرے گھر کی جو تم سا باولا آئے ... زہے رفعت جو سر پر سایہ بالِ ہما آئے
نہیں کیوں منزلِ عرفانِ حق اب ہو چلی آساں ... جو تم سا رہنما آئے جو تم سا پیشوا آئے

(۲)

خوبیوں میں آہ ہو اور واہ ہو ... ہر ادا میں مائل اللہ ہو
کیوں قدم چومیں نہیں جن و ملک ... مرتبت میں تم سلیمان جاہ ہو



شبیہ حضرت قبلہ مولانا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب
قادری چشتی پھلواروی

حضرت کی متعدد تصویریں آپ کی اطلاع کے بغیر لی گئی تھیں ناظرین سے بہ تاکید عرض ہے کہ ہرگز ہرگز وہ ان تصویروں کی کوئی عظمت نہ کریں کیونکہ تصویر کی تعظیم قطعاً حرام ہے۔

دی نیبلی پریس جھال روڈ پٹنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
صل علی محمد و آلہ وصحبہ وسلم

خاتم سلیمانی

حصہ دوم مشتمل بر تبصرات جرائد

ہمارے لئے یہ کام ناممکن تھا کہ ان تمام اخبارات کو اکٹھا کریں جنہوں نے حضرت قبلہؒ کی وفات پر اپنی نوٹ لکھے ہیں، غالباً ہندوستان کے ہر اخبار میں خواہ وہ کسی زبان میں نکلتا ہو حضرت کے وصال کی اطلاع شائع ہوئی۔ ہمارے بعض احباب نے اطلاع دی کہ دمشق اور قاہرہ کے اخبار میں بھی ہندوستانی اخبارات سے اس حادثہ کی خبر نقل کی گئی ہے۔ لیکن ہمارے پاس صرف وہ اخبارات ہیں، جن کے یا تو ہم مستقل پڑھنے والے ہیں، یا جسے مدیران جرائد نے ازراہ تعزیت ہمارے پاس بھیج دیئے تھے۔ ان کے علاوہ چند اخبارات مجھے مختلف احباب کے ذریعے ملے۔ متعدد جرائد کے نوٹ اخبار منادی اور دارالامان میں نقل کئے گئے تھے، اور انہیں اخباروں کے ذریعہ ہم تک پہنچے۔ الغرض جو کچھ ذخیرہ اپنی کتاب کے اس دوسرے حصہ کے لئے ہم اکٹھا کرسکے، وہ یہی ہے۔ ہمارے پاس ایک خط آیا کہ ہم نے پانیر میں پڑھا ہے کہ حضرت شاہ سلیمان صاحب کے کئی پرمغز رسالے علم تصوف میں لکھے ہوئے ہیں، براہ مہربانی یہ رسالے ہمارے نام وی۔پی کردیں۔ اسی طرح خطوط ہی کے ذریعہ اور اخبارات کے مقالات یا مراسلات کی اطلاع ملتی رہی لیکن ہمیں اتنا اطمینان نصیب نہ ہوا، کہ سب اخبارات اکٹھا کرنے کی فکر و سعی کریں، اس وقت ہمارے پاس جو کچھ موجود ہے، وہ نذر ناظرین ہے، اور ہمیں امید ہے کہ یہ مجموعہ بھی ایک اچھی یادگار رہے گا۔

والسلام۔

غلام حسنین

مدرسہ عربیہ تکمیل العلوم کانپور میں

جلسۂ تعزیت

حکیم ابو العلاء ناطق صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ بتاریخ ۲ر جون جلسۂ تعزیت حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب منعقد ہوا۔ جس میں ایصال ثواب تلاوت قرآن مجید و دعوت طعام طلبۂ علوم کے بعد حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب لکھنوی صدر مدرس نے فاضلانہ تقریر میں مرحوم کے کمالات اور آپ کی گرانبہا قومی خدمات بیان فرما کے پُردرد لہجہ و مؤثر الفاظ میں اظہار رنج و غم فرما کے مرحوم کے صاحبزادگان و دیگر اعزا کے ساتھ دلی ہمدردی کا ثبوت دیا۔ صدر مدرس صاحب موصوف نے جو تعزیت نامہ روانہ فرمایا ہے، وہ اپنی نوعیت میں پہلا ہونے سے بعض معتقدین اس کے مطالعہ کے مشتاق ہیں اس لئے اس کو آئندہ اشاعت میں نقل کیا جائے گا۔

رہبر کانپور۔ نیز بیدار۔ کانپور۔ ۳ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ

مدرسہ عربیہ تکمیل العلوم میں جلسۂ تعزیت

حضرت مولانا سید شاہ محمد سلیمان پھلواروی قدس سرہٗ کے انتقال پر ملال پر اظہار افسوس و ایصال ثواب کی غرض سے مدرسہ تکمیل العلوم احاطہ کمال خاں کانپور میں بتاریخ ۶ جون ۱۹۳۵ء بروز پنجشنبہ تعطیل کر دی گئی ہے، بعد ظہر سے طلبا ئے مدرسہ تلاوت کلام مجید کریں گے۔ اور بعد نماز عصر ایصال ثواب کیا جائے گا۔ حضرات اہل علم و اہل دل و قدر دانان شریعت و معرفت سے استدعا ہے کہ اظہار تعزیت و فاتحہ میں شریک ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔

(رہبر کانپور۔ نیز بیدار کانپور) (حکیم ابو العلا ناطق مہتمم مدرسۂ تکمیل العلوم)

ہندوستان میں علوم ظاہری و باطنی کا آفتاب غروب ہوگیا

حضرت شاہ محمد سلیمان صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کانپور کا حادثۂ ارتحال

یہ سن کر دل قابو سے باہر ہوگیا' اور دماغ پر سکتہ کی سی کیفیت طاری ہوگئی، کہ ۳۱ مئی کی صبح کو صوفی باصفا، عالم باعمل حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کانپور کا اپنی قیام گاہ پھلواری شریف میں انتقال ہوگیا۔ اس دل فگار حادثہ کی خبر نے دماغ معطل کر دیا ہے، اور اس وقت کچھ لکھنا ناممکن ہوگیا ہے۔ اس لئے ہم ذیل میں حضرت مولانا محمد مظہر الدین صاحب مالک الامان و وحدت دہلی کا وہ بیان درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، جو مولانا نے اس حادثہ فاجعہ پر اخبارات کے نام جاری فرمایا ہے:۔

"پھلواری شریف کے ایک تار سے معلوم ہوا کہ غم والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا کہ حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی صدر جمعیۃ علماء ہند (کانپور) کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ دور آخر کے مشہور محقق حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ معقول اور منقول کے جامع تھے۔ تمام ہندوستان میں صرف آپ ہی کی ذات تھی جن کو دیکھ کر پرانے علماء ربانی کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ آپ کا مرتبہ صوفیاء کرام میں بھی بہت بلند سمجھا جاتا تھا، اور تصوف کے معرکۃ الآرا مسائل پر آپ کی تصانیف و رسائل موجود ہیں۔ آپ کی عمر اسی سال تھی۔ اور بہار کی مشہور خانقاہ سے آپ کا تعلق تھا۔ محسن الملک مرحوم کے ساتھ آپ نے رنگون ہندوستان کا دورہ علی گڈھ کالج کے لئے کیا۔ اور مسلم یونیورسٹی بنانے میں آپ ہز ہائینس سر آغا خاں و راجہ صاحب محمود آباد کے دست و بازو ثابت ہوئے۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے آپ بانیوں میں سے تھے۔ اور تمام عمر آپ نے اس کی خدمت کی۔ کانپور میں جب علی برادران و مولانا حسرت موہانی۔ مولانا عبدالماجد بدایونی مرحوم

اور فرنگی محل و بدایون کے علماء و دیگر علماء و زعماء نے جمعیۃ علماء ہند قائم کی تو بالاتفاق آپ صدر منتخب ہوئے غرض آج ہندوستان کے علوم ظاہری و باطنی کا آفتاب غروب ہو گیا۔ خدا آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

تین صاحبزادے آپ نے چھوڑے ہیں، جن کے ساتھ نیز دیگر اعزا کے ساتھ اس حادثہ جانکاہ میں دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔" "اخبار وحدت دہلی"

یونائٹڈ پریس نیوز سروس

یونائٹڈ پریس آف انڈیا کی جانب سے مندرجہ ذیل مضمون کا تار تمام ہندوستان کے اخبارات میں چھپا ہے، جس کا ترجمہ ہم ڈیلی انڈین نیشن پٹنہ سے نقل کرتے ہیں:-

مولانا شاہ سلیمان کی رحلت

مشہور عالم اور صوفی

پٹنہ ۱۳ر مئی۔ مولانا شاہ سلیمان ایک مشہور و معروف عالم آج صبح ۶ بجکر ۵ منٹ پر اپنے دولتکدہ پھلواری شریف (پٹنہ) پر انتقال فرما گئے۔

وہ علیگڑھ یونیورسٹی کے بانی مرحوم سر سید احمد خاں کے ساتھیوں اور مددگاروں میں رہے تھے شاہ صاحب پہلے صوفی تھے جنہوں نے مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کے شوق کو رائج کیا، وہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بانیوں میں سے ایک بانی تھے۔ وہ مرکزی جمعیت العلماء ہند کانپور کے صدر رہے تھے، رحلت کے وقت جناب شاہ صاحب کی عمر ۷۰ برس کی تھی، آپ نے تین فرزند چھوڑے ہیں، کئی پوتے اور نواسے چھوڑے ہیں، اور ہندوستان اور ہندوستان سے باہر دوسرے ملکوں میں کثیر تعداد اپنے مریدوں

کی اپنی وفات پر مغموم و محزون چھوڑی ہے۔

اسوسی ایٹڈ پریس

" اسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا کی جانب سے بھی تقریباً اسی قسم کا ایک مختصر مضمون تمام ہندوستان کے اخبارات میں شائع ہوا ہے "

حضرت مولانا شاہ سید سلیمان صاحب پھلواروی کا انتقال پر ملال

آج ۳۱ مئی کو پھلواری شریف ضلع پٹنہ سے جناب حسن مثنیٰ صاحب کا ایک تار موصول ہوا ہے کہ حضرت مولانا سید شاہ سلیمان صاحب اس دار فانی سے رحلت فرما کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت ممدوح کا انتقال پر ملال ۳۱ مئی کی صبح کو اپنے مکان پھلواری شریف میں ہوا۔ آپ ایک عرصہ سے علیل تھے، عمر تقریباً ستر تک پہنچ چکی تھی، اور قویٰ بہت کمزور ہوگئے تھے!

حضرت مولانا رحمہ بہار کے ان چند مشاہیر میں تھے جن سے بہار کی سرزمین ایک ایک کرکے خالی ہورہی ہے، دنیا آپ کو سب سے زیادہ ایک واعظ شیریں مقال اور خطیب شیوہ بیان اور مشہور راہ طریقت و عارف کی حیثیت سے جانتی ہے، آپ اگر ایک طرف علوم نقلیہ و عقلیہ میں کمال رکھتے تھے، تو تصوف و طریقت میں بھی آپ کا حصہ بہت زیادہ تھا۔ انجمن حمایت الاسلام لاہور ندوۃ العلماء لکھنؤ اور ازیں قبیل دیگر اسلامی و ملکی ادارے آپ کو کبھی فراموش نہیں کرسکتے جن کے استحکام و فروغ میں آپ نے کافی سے زیادہ امداد فرمائی تھی۔ جمعیۃ العلماء دہلی سے بعض وجوہ سیاسی کی بنا پر جب علماء کا ایک طبقہ علٰحدہ ہوگیا۔ تو اس نے کانپور میں اپنی جمعیت قائم کی، اور حضرت مولانا رحمہ کو اس کا صدر مستقل بنایا، گو آپ بتقاضائے سن اس گراں بار عہدہ کے فرائض کو بہت زیادہ گراں بار سمجھتے تھے۔

آپ کے انتقال پرملال سے بہار میں تصوّف وعلم کا ایک روشن چراغ گل ہوگیا۔ خدائے قدوس سے دعا ہے، کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین

آپکے صاحبزادے جناب حسنین میاں، حسین میاں، جعفر میاں وغیرہم سے ہیں ان کی اس ابتلائے عظیم میں پوری ہمدردی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان حضرات کو اور کل متعلقین و متوسلین کو صبر عطا فرمائے، اور آپکے صاحبزادوں کو آپ کا نعم البدل بنائے۔ آمین۔

(اڈیٹر عصر جدید) عصر جدید کلکتہ ۲ر جون ۱۹۳۵ء

حضرت امیر الہند مولانا شاہ محمد سلیمان کی وفات حسرت آیات

اور حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کا بیان

حضرت امیر الہند الحاج مولانا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواری رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیۃ علماء ہند کانپور کی وفات حسرت آیات پر حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے حسب ذیل بیان شائع فرمایا ہے:۔

شمس المشائخ کی وفات

۲۰ر صفر ۱۳۵۴ھ جمعہ کے دن صبح کے وقت بدر الفقرا شمس المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی نے اپنے وطن پھلواری شریف ضلع پٹنہ میں وفات پائی، صوفی علما کی دنیا کا سورج چھپ گیا۔ وہ صوبہ بہار کے مشہور مشائخ میں تھے، لیکن اُن کے مریدین کا سلسلہ تمام ہندوستان اور بیرون ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا۔ ہندوستان میں آج کل کوئی بزرگ بھی ایسا نہیں ہے، جس کو علما بھی مانتے ہوں، فقرا بھی مانتے ہوں اور پرانی روشنی کے اور نئی روشنی کے عوام بھی مانتے ہوں، اس میں شک نہیں کہ آج کل بڑے بڑے مشائخ بھی ہیں، اور بڑے بڑے واعظ بھی ہیں،

اور علمار بھی ہیں، مگر وہ سب مخصوص و محدود دائروں میں مانے جاتے ہیں۔ ہمہ گیر اعتقاد کا اثر ایک کو بھی حاصل نہیں ہے مگر حضرت ممدوح علمار اہل حدیث اور علمار دیوبند اور علمار بریلی میں بھی مقبول تھے، اور سب سلسلوں کے مشائخ میں ان کی عزت تھی، اور نئی روشنی کے سب لوگ بھی ان کی قدر کرتے تھے۔ اور پرانی روشنی والوں میں بھی وہ یکجا ہر دلعزیز تھے۔

میں نے ۱۹۰۲ سے ان کے وعظ سننے شروع کئے اور یہ دیکھا کہ ندوۃ العلمار اور انجمن حمایت اسلام اور علی گڈھ ایجوکیشنل کانفرنس تینوں مرکزوں میں ان کے وعظوں کی عام طلبگاری پائی جاتی تھی، اور جب ان کا کہیں وعظ ہوتا تھا، تو معلوم نہیں شائقین آسمان سے برستے تھے، یا زمین سے اُبلتے تھے، تھوڑی دیر میں ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہو جاتا تھا۔ نئی تعلیم کے بیشمار نوجوان ان کے مرید تھے اور ان کی تعلیم ہر قسم کی محدود خیالی اور تنگ نظری سے اعلیٰ و برتر ہوتی تھی۔

ان کا قد چھوٹا تھا۔ سر کے بال لمبے تھے، داڑھی بلوتری تھی، گندمی رنگ تھا، آواز بہت شیریں اور بلند تھی، وعظ میں جب مثنوی پڑھتے تھے، تو سامعین پر وجد طاری ہو جاتا تھا۔ ان کی اولاد سب کی سب تعلیم یافتہ اور قدیم و جدید علوم سے بھرپور ہے۔ اور وہ سب اپنے مقدس اور شہرۂ آفاق باپ کے قدم بقدم ہیں، مجھے اُمید ہے کہ مسلمان قوم حضرت کے بڑے صاحبزادہ مولانا سید حسین میاں صاحب سے اظہار تعزیت کرے گی، اور ہندوستان کی سب خانقاہوں میں ان کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے گی۔

حضرت ممدوح میرے بچپن سے مجھ پر پدرانہ شفقت فرماتے تھے، اور میں ان کی وفات کو اپنے باپ کی وفات تصور کرتا ہوں۔ ہم سب اللہ کے ہیں۔ اور آخرکار ہم سب کو بھی اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔

(منادی، ۷ جون ۱۹۳۵ء)

حضرت مولانا شاہ سلیمان چشتی قادری پھلواروی کا عالمگیر ماتم

حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب مدظلہ، جانشین حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان صاحبؒ کے پاس تمام ہندوستان سے تعزیتی تار و خطوط آ رہے ہیں۔ آج تک کلکتہ، مونگیر، پٹنہ، گیا، آرہ، ناگپور، بنگلور، کانپور، آرہ، لکھنؤ، بریلی، کپورتھلہ اور اجمیر شریف سے اطلاعات موصول ہو چکی ہیں کہ وہاں تعزیتی جلسہ اور قرآن پاک کے ختم بغرض ایصال ثواب کئے گئے، اور مزید اطلاعات ہر روز آ رہی ہیں۔ مدرسہ نظامیہ، فرنگی محل اور ندوۃ العلماء کے دفاتر کے بھی بند ہو جانے کی اطلاع آ چکی ہے۔

تعزیتی پیغامات بیشمار ہر وقت پہنچ رہے ہیں، اس وقت تک یعنی ۴ جون تک حسب ذیل حضرات کے پیغامات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:۔ مولانا مظہر الدین صاحب دہلی۔ مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب از دہلی۔ حضرت متولی صاحب اجمیر شریف۔ مولوی عبد الغفور رئیس بنگلور۔ مسٹر محمد موسیٰ سیٹھ رئیس مدراس مولانا عبد الرؤف دانا پوری۔ خان بہادر مولانا مبارک کریم از کلکتہ۔ خان بہادر حافظ ہدایت حسین سی۔ آئی۔ ای، سکریٹری صاحب انجمن اسلامیہ لاہور۔ مولانا عبد العلی ناظم ندوہ۔ مولانا الطاف الرحمن فرنگی محل، خان بہادر اصغر علی بریلی۔ مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسر۔ مولانا عبد المالک آروی۔ چودھری فضل امام آرہ۔ مولانا حکیم راحت حسین کلکتہ۔ آنریبل سید حسین امام گیا۔ حضرت مولانا قطب الدین عبد الوالی فرنگی محل۔ مسٹر سید جلیل صاحب و مولوی سید ابو العاص صاحب رئیس عظیم آبادی وغیرہ نزدیک و دور سے تعزیت کرنے والوں کی تشریف آوری کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب تمام حضرات کی ہمدردیوں کا تہ دل سے شکریہ ادا فرماتے ہیں۔

(وحدت دہلی ۱۰ جون ۱۹۳۵ء)

امیر الہند حضرت مولانا شاہ سلیمان صدر مرکزی جمعیۃ علماء کا عالمگیر ماتم

حضرت شاہ حسین میاں جانشین امیر الہند کا اعلان

گزشتہ مکتوب میں جن تعزیتی پیغامات کی اطلاع درج کی جا چکی ہے، اُن کے بعد بھی ہر روز تعزیتی پیغامات حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب مدظلہٗ کے پاس موصول ہو رہے ہیں، جن میں سے خاص طور پر قابل ذکر حضرات جنہوں نے ہمدردی کا اظہار فرمایا حسب ذیل ہیں:-

حضرت مولانا شاہ علی حسین صاحب اشرفی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف۔ حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب سجادہ نشین خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر سجادہ نشین کاکوری شریف۔ حضرت شاہ ولایت احمد صاحب سجادہ نشین لاہرپور۔ حضرت شاہ غلام شرف الدین فردوسی سجادہ نشین فتوحہ۔ جناب شاہ محی الدین صاحب سجادہ نشین امتھوا۔ مولانا قدیر بخش صاحب جے پور۔ مولانا شاہ عبدالواحد عثمانی مہتمم مدرسہ شمس العلوم بدایون۔ مولانا قمر الدین قمر مہتمم مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ۔ مولانا عبدالوہاب مہتمم مدرسہ امدادیہ دربھنگہ۔ مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب مہتمم مدرسہ قادریہ بدایون۔ حضرت مولانا عنایت اللہ مہتمم مدرسہ نظامیہ فرنگی محل شمس العلماء صفی الدولہ۔ نواب مولوی سید علی حسن خاں صاحب بہادر لکھنؤ۔ مولانا سید غلام بھیک نیرنگ ممبر اسمبلی انبالہ۔ مولانا سید حبیب شاہ لاہور۔ مولانا ریاست علی ندوی۔ حضرت مولانا شاہ خلیل الرحمن سجادہ نشین بہار پور۔ حضرت مولانا شاہ غلام محی الدین سجادہ نشین ویرنگام۔ شفاء الملک حکیم عبدالمجید جھوائی ٹولہ لکھنؤ۔ آنریبل سید عبدالعزیز وزیر تعلیم بہار از رانچی۔ مسٹر جمال محمد سیٹھ ملک التجار مدراس۔ مسٹر ابراہیم سیٹھ مدراس۔ مسٹر عبدالجلیل بادشاہ سوداگر مدراس۔ مولانا عزیز حسن بقائی از آستانہ خواجہ باقی باللہ دہلی۔ صاحبزادہ سید نورالحسن اجمیری ناظم بزم صوفیا ہند۔ خان بہادر حاجی بھیا رشید الدین صدر جمعیۃ القریش ہند۔ مولوی عبدالقادر انصاری نبیرہ حضرت مولانا

حافظ عبداللہ غازی پور رحمۃ اللہ علیہ۔ مسٹر شاہ زکریا بیرسٹر مونگیر۔ مولوی عبدالعزیز جمالی چک۔ حکیم سید محمد ابراہیم گیا۔ حضرت باخلیل داس صاحب بنارس۔ ڈاکٹر سید انوار اللہ پی۔ ایچ۔ ڈی سیوان۔ چودھری دین محمد رئیس لاہور۔ مسٹر ولی محمد سیٹھ بلگام۔ خان بہادر سید بڈھے شاہ رئیس امرتسر۔ وزیر علی خان صاحب لہڑی بلوچستان۔ مسٹر اسمٰعیل زبیری حیدر آباد اور مولوی وجیہ الدین احمد ایس۔ ڈی او پٹنہ کیو پھلواری میں نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی، مدرسہ قادریہ بدایوں، مدرسہ شمس العلوم بدایوں۔ مدرسہ حمیدیہ ومدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں بھی مثل مدرسہ نظامیہ فرنگی محل درس بند کر دیا گیا۔ اور قرآن خوانی کی گئی۔ نیز گورکھپور ریلیا اور بلگام سے بھی ختم قرآن کئے جانے کی اطلاعیں موصول ہوئی ہیں۔

حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب ان تمام بزرگان قوم کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا فاتحہ چہارم
اور حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب کی جانشینی

یکم ربیع الاول مطابق ۳ جون ۳۵ء کو پھلواری شریف کی جامع مسجد میں صبح چھ بجے سے ساڑھے دس بجے تک مسلسل قرآن شریف کے ختم ہوتے رہے، مسلمانوں کا ایک عظیم الشان اجتماع تلاوت کلام پاک میں مشغول رہا۔ جس میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا و مریدوں کے علاوہ صوبہ بھر کے مشائخ کرام و علماء عظام کی ایک کثیر جماعت شریک تھی۔ بیرسٹر۔ وکلاء۔ حکام۔ رؤسا اور قومی لیڈروں کا ایک باعظمت اجتماع تھا۔ ساڑھے دس بجے قل پڑھے گئے۔ ازاں بعد ہندوستان کے باعظمت مشائخ کرام کے تار دل کا اعلان کرتے ہوئے حضرت متولی صاحب آستانہ اجمیر پاک کا تار خصوصیت کے ساتھ پڑھا گیا جس میں مذکور تھا کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے آج پہنچنا ناممکن ہے، لیکن اگر اس تقریب میں کچھ

تاخیر کی جا سکے تو وہ خود تشریف لا کر اس تقریب کو اپنے ہاتھوں انجام دیں گے۔ حضرت متولی صاحب کے اس پر از خلوص تار کو بڑی مسرت کے ساتھ علماء و مشائخ نے سنا۔ پھر مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی رح کا عمامہ لایا گیا۔ اور حضرت مولانا حافظ شاہ حبیب الحق صاحب سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ اور حضرت مولانا شاہ محی الدین صاحب مدظلہٗ سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری نیز مولانا شاہ رشید الحق اور مولانا شاہ نعمت اللہ سجادہ نشین خانقاہ فریدی نے بحیثیت ذمہ دار افراد خاندان اس عمامہ کو حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب کے سر پر باندھا۔ پھر تمام مشائخ کرام نے اپنے اپنے آستانوں کی جانب سے دستار پیش کی۔ اور اہل حلقہ نے نذرانے پیش کئے۔ مولانا شاہ حسین میاں صاحب اور تمام اہل حلقہ پر گریہ طاری تھا۔ مولانا شاہ حسین میاں صاحب نے اسی درمیان میں ایک مختصر سا بیان اپنی جانب سے پڑھ کر سنایا، جو کسی دوسری جگہ پر درج ہے۔

اس تقریب کے انجام پانے کے بعد تمام مہمانوں کی دعوتِ طعام سے تواضع کی گئی۔ پھر لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔ (وحدت دہلی۔ ۱۰ رجون ۱۹۲۶ء)

رسم جانشینی کے بعد مولانا شاہ حسین میاں صاحب کا خطبہ

مخدوم سجادگان، علماء مشائخ کرام، پیرزادگان، رؤسا و اعیان قوم و دیگر معزز حاضرین!

مجھے چند ضروری الفاظ عرض کرنے کی اجازت دیجئے! آپ بزرگوں نے مجھے میرے پدر بزرگوار پیر و مرشد اور سرکار طریقت مدار کی جانشینی عطا فرما کر مجھ کو شرف بخشا ہے، مگر خدا گواہ ہے کہ میں اپنے میں اس جلیل القدر منصب کی کوئی صلاحیت نہیں پا رہا ہوں۔ وہ بہت بڑی ہستی تھی، للہ آپ بزرگان میرے لئے دعا فرمائیں، کہ خداوند عالم مجھ کو ان کا صحیح جانشین بنا دے، اور صراط مستقیم پر چلائے۔ میرے بیشمار معاصی کو معاف فرما دے۔ مجھے اپنے لئے یہی ہے۔ اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔ (آمین)

بزرگ حضرات! میرے برادران مولوی غلام حسنین سلمہٗ مولوی محمد جعفر سلمہٗ اور میرے بھانجے مولوی عز الدین سلمہٗ بعض حیثیتوں سے مجھ سے زیادہ قابلیت رکھتے ہیں۔ میرے بابا کا سایہ سر سے اُٹھ گیا ہے اس لئے آپ بزرگوں کی توجہ ان سب پر اور میرے بھتیجے مولوی حسن مثنیٰ سلمہٗ پر یکساں ہونی چاہیئے۔ تاکہ ہم سمجھیں کہ وہ سارے ہندوستان بلکہ بیرون ہند کی معظم اور جلیل القدر ہستی اپنے فرزندوں کیلئے آپ بزرگوں میں خلوص کی چمک چھوڑ گئی ہے، اپنے برادران طریقت کو تو میں صاف طور پر کہتا ہوں کہ وہ ہم سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کریں۔

میرے بزرگو! یہ سنگی مسجد جس میں اس وقت ہم سب جمع ہیں، ہمایوں بادشاہ نے بنوائی ہے زلزلہ نے اُسے شہید کر دیا۔ اب ہمارے اسلامی بادشاہ یہاں نہیں ہیں، جو پھر ایسی مسجد بنوا دیں۔ یہ فریضہ مسلم قوم پر عائد ہوتا ہے۔ ہمارے والد ماجد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ وصیت تھی کہ بیٹا! تم کھڑے ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ مسجد بنوا دے گا۔ اسی لئے اس پاک ہستی نے اپنے جسم کو احاطۂ مسجد کے دروازے کے اندر رکھ دیا ہے۔

ہمایوں بادشاہ اب نہیں ہے، شاہی دولت سے اب یہ مسجد نہیں تعمیر ہوگی۔ اب یہ ایک فقیر کے پاک روحانی جوہر اور دعاؤں کے اثر سے بنے گی، جس نے دروازہ کے اندر ہی اپنی قبر بنوالی ہے۔ ہم لوگ اپنی قریبی فرصت میں انشاء اللہ تعالیٰ اس مسجد کو درست کروانے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے، کیونکہ سب کاموں سے زیادہ اسی کام سے حضرت قبلہ کی روح کو خوشی ہوگی، اور ان کی دعائیں شامل حال ہوں گی، خدا ہماری مدد فرمائے۔ والسّلام۔

اتحاد پٹنہ۔ ۹ر جون ۱۹۳۵ء

امیر الہند حضرت مولانا سلیمان پھلواری صدر جمعیۃ علماء ہند کا عالمگیر ماتم

احباب و مخلصین کا حضرت مرحوم کے جانشین کی طرف سے شکریہ

ہندوستان کے طول و عرض سے جن محترم اور معزز بزرگان قوم کے تعزیتی پیغام حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب سجادہ نشین پھلواری شریف کے نام پہنچے ہیں، ان کی دو فہرستیں شائع ہو چکی ہیں، تعزیتی پیغام اور خطوط اور تعزیت ادا کرنے والوں کی تشریف آوری کا سلسلہ ہنوز جاری ہے صوبہ بہار کے اکثر اعیان جو حادثہ کے وقت موجود نہ تھے، مراجعت وطن کے ساتھ ہی تعزیت کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ انہیں میں مسٹر سید عبدالعزیز وزیر تعلیم اور جسٹس خواجہ محمد نور وائس چانسلر پٹنہ یونیورسٹی نیز خان بہادر مولانا مبارک کریم سپرنٹنڈنٹ اسلامک اسٹڈیز بہار و اڑیسہ بھی ہیں۔ جو اپنی مراجعت پٹنہ کے بعد ہی تعزیت کے لئے پھلواری شریف جناب سجادہ نشین صاحب کے پاس تشریف لائے اور حضرت علیہ الرحمۃ کی بیش بہا تعلیمی خدمتوں کا نہایت اعلیٰ الفاظ میں ذکر فرماتے رہے۔

حال میں جن بزرگان قوم کے تعزیتی خطوط موصول ہوئے ہیں ان میں حسب ذیل حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:۔

حضرت مولانا محمد اسلم صاحب فرنگی محل سجادہ نشین۔ حضرت سجادہ نشین صاحب گولڑہ شریف پنجاب۔ حضرت صاحبزادہ صاحب گولڑہ شریف۔ جناب سلطان محمود صاحب معتمد ڈاک آستانہ عالیہ گولڑہ شریف۔ خواجہ عبدالباری معنی اجمیر شریف۔ مولانا رکن الدین دانا امام دار جلنگ حضرت مولانا محمد طیب صاحب دیوبند۔ مولانا بہلول خاں دانا جموں۔ مولانا ابوالقاسم محمد حنیف ناظم مدرسہ قدیمیہ نظامیہ فرنگی محل۔ نواب سید محمد مہدی ایم۔ ایل۔ سی بہار۔ مولانا سید حبیب غزنوی ویرمکاہم، مولانا ابو محمد مصلح بانی تحریک قرآنیہ حیدرآباد۔ مولانا حامد حسین سکریٹری انجمن عقد بیوگان گونڈہ۔ مولانا سید محمد ندوی۔ مولوی

مولوی عبدالرشید خاں صاحب کٹک۔ مولانا عبدالجبار کٹک۔ قاضی باقی شاہ صاحب وزیرآباد۔ نواب سید نجم الحسن حیدرآباد۔ مولانا سعید احمد لکھنوی از کانپور۔ مولوی نسیم احمد صاحب پھگواڑہ۔ مولانا سید محمد ہاشم صاحب رحمانی دسنہ۔ حضرت سجادہ نشین صاحب پنڈوا شریف۔ حضرت پیر احمد شاہ حقانی سری نگر کشمیر۔ باوا عبداللہ شاہ صاحب کلیر شریف۔ سجادہ نشین صاحب چاندپورہ۔ سجادہ نشین صاحب خانقاہ امدادیہ دربھنگہ۔ سجادہ نشین صاحب خانقاہ فریدی سہسرام۔ سجادہ نشین صاحب نجارہ ریاست آلور۔ سجادہ نشین صاحب خانقاہ نیازیہ غازیپور۔

۵ ربیع الاوّل کو دارالعلوم دیوبند کی جامع مسجد میں دعائے مغفرت و ایصال ثواب کیا گیا۔ اسی طرح مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف مدرسہ فلاح المسلمین اجمیر شریف۔ مدرسہ وحیدیہ آرہ۔ مدرسہ تکمیل العلوم کانپور وغیرہ میں ایصال ثواب و قرآن خوانی کیے جانے کی اطلاع آئی ہے۔ جمعیۃ علمار کلکتہ میں تعزیتی تجویز پاس ہوئی۔ اسی طرح میرٹھ، کانپور، ناگپور، بنگال، پنجاب وغیرہ مقام سے پبلک جلسہ اور قرآن خوانی ہونے کی اطلاع پہنچی ہے۔

حضرت شہزادہ قدسی مدظلہ نے جو بھوپال کے مشہور و معروف اور نہایت با اثر اور صاحب حلقہ شیخ ہیں، ایک نہایت طویل تعزیت نامہ ارسال فرمایا ہے۔ اور خاص طور پر ایصال ثواب آپ کی خانقاہ باغ ثمرستان میں ہوا۔

ان تعزیت ناموں اور ایصال ثواب کی مجلسوں کے علاوہ حضرت امیرالہند شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقے کے لوگوں نے تقریباً ہندوستان کے ہر ضلع میں قرآن خوانی و تقسیم شیرینی یا طعام وغیرہ کا انتظام کیا۔ اور اب تک کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب مدظلہ سجادہ نشین تمام ہمدردان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ (وحدت دہلی۔ ۲۶ جون ۱۹۳۵ء)

حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان کا سایہ اُٹھ گیا

۳۱ مئی ۱۹۳۵ء بروز جمعہ صبح ۶ بجکر ۴۰ منٹ پر روح پاک حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی کی اس جسم خاکی سے جدا ہوگئی۔ حضرت اپنے وطن مالوف میں بمقام پھلواری شریف ضلع پٹنہ تشریف فرما تھے۔ تقریباً اسی برس کی عمر میں آپ نے رحلت فرمائی۔ تجہیز و تکفین بعد نماز جمعہ دو بجے دن کو ہوئی۔ شاہ حسین میاں صاحب نے نہایت رقت سے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ میں باوجود شدت تپش کے آسمان کے نیچے بغیر کسی سایہ کے بہت کثیر جماعت اعزہ اقربا احبا اور معتقدین کی شریک تھی۔ پٹنہ سیٹی، دانا پور اور بانکی پور سے موٹر کار اور گاریوں پر بہت حضرات جنازہ کی شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ مشائخین کی خاصی تعداد جمع ہوگئی تھی۔ ہر حلقے کے بزرگان تجہیز و تکفین کی شرکت کا شرف حاصل کرنے کیلئے حاضر تھے، شاہ محمد جعفر صاحب نے علماء اور مشائخوں اور ارباب حل و عقد کی جماعت میں نہایت ہی بلیغ اور فصیح خطبہ نماز جمعہ کا دیا جس سے ان کی موقع شناسی اور بزرگی کا بین ثبوت ملتا تھا۔

اتحاد پٹنہ۔ ۲ جون ۱۹۳۵ء

مولانا شاہ سلیمان پھلواروی کا وصال

حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی صدر جمعیۃ العلمائے ہند (کانپور) اُن قدسی نفس بزرگوں میں سے تھے جن کی صورتوں کو آج آنکھیں ترس گئی ہیں۔ فضیلت علمی کا یہ حال کہ جامع معقول و منقول صاحب تصانیف سحر بیان خطیب واعظ اور حسن عمل کی یہ کیفیت کہ قدیم الخیال علماء و صوفیہ میں سے ہوتے ہوئے سرسید کے زمانے سے لے کر آج تک ہر مفید قومی تحریک کے مدد و معاون رہے، علیگڑھ کالج اور مسلم یونیورسٹی کے بانیوں میں سے ایک۔ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سرگرم حامی، ڈھاکہ یونیورسٹی

سکے ٹرسٹی۔ ندوۃ العلماء کے حامی و سرپرست اور تحریک خلافت کے مددگار رہے۔ جب نہرو رپورٹ کا فتنہ برپا ہوا، اور ہندوؤں نے مسلمانوں میں تفرقہ انگیزی کے لئے دہلی والی جمعیۃ العلماء کو کسی نہ کسی طریقے سے اپنے جال میں پھنسا لیا۔ تو رئیس الاحرار مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا حسرت موہانی۔ مولانا عبدالماجد بدایونی علیہ الرحمۃ جیسے بزرگوں نے کانپور میں جمع ہو کر ایک اصلی جمعیۃ العلماء قائم کی جس کی صدارت بالاتفاق حضرت شاہ سلیمان کی خدمت میں پیش کی گئی۔ اگرچہ آپ بے حد ضعیف ہو گئے تھے، لیکن مسلمانوں کے حقوق کے لیے آپ نے جوانوں کی طرح کام کیا۔

اتنے بڑے متقدر عالم اور صوفی ہونے کے باوجود عمر بھر کسی مسلمان کی تکفیر نہیں کی۔ عمر بھر علم و عمل کا وعظ کیا، پنجاب کے لوگوں نے انجمن حمایت اسلام اور انجمن ترقی تعلیم مسلمانان امرتسر میں آپ کے چند وعظ سنے، اور ہمیشہ کیلئے گرویدہ ہو گئے، لیکن افسوس آپ نے پھر پنجاب کو مشرف نہ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ حضرت ممدوح کو درجات عالیہ عطا فرمائے، اور آپ کے خلف اکبر اور جانشین مولانا شاہ حسین میاں صاحب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ (انقلاب - ۶ جون ۱۹۳۵ء)

شمس المشائخ حضرت مولانا شاہ سید سلیمان صاحب پھلواروی رحؒ کی وفات پر

مولانا سید سلیمان ندوی۔ اڈیٹر معارف کے خیالات

ہندوستان کے مشہور پرانے عالم و واعظ و خطیب مولانا شاہ سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی نے جن کے نغموں نے ہمارے ملک کے پورے طول و عرض کو کم از کم نصف صدی تک پر شور رکھا تھا، وفات پائی، ۲۴ صفر ۱۳۵۴ھ کی تاریخ، جمعہ کا دن اور صبح ۷ بجے کا وقت تھا کہ یہ طوطی خوش نوا ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ پھلواری صوبہ بہار میں عظیم آباد پٹنہ سے ملحق ایک مردم خیز مشہور قصبہ ہے، جہاں ڈیڑھ سو برس کے عرصہ میں بہت سے باکمال اہل علم، علماء و صلحاء، مشائخ اور شعراء

پیدا ہوئے، مرحوم بھی یہیں کے رہنے والے، اور یہاں کے بزرگوں کے مستند ومعتبر خانوادہ کے چشم و چراغ تھے، ستر اکہتر برس کی عمر پائی، غالباً ۱۲۷۶ھ میں پیدا ہوئے۔

مرحوم کی جوانی کے عہد میں تین باکمالوں کے درس کی مسندیں ہندوستان میں بچھی تھیں۔ فرنگی محل لکھنؤ میں مولانا عبدالحی صاحب، سہارنپور میں مولانا احمد علی صاحب اور دلی میں مولانا سید نذیر حسین صاحب کی، شاہ صاحب مرحوم نے فیض کے ان تینوں سرچشموں سے فائدہ اٹھایا۔ پہلے فرنگی محل آئے، اور یہاں سے فارغ ہوکر سہارنپور اور دہلی گئے، دلی کے قیام کا زمانہ ان کی تعلیم کا آخری عہد کہنا چاہیئے۔ ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۸۸۰ء ہے

لکھنؤ کے قیام میں درسیات کے ختم کرنے کے بعد انہوں نے طب پڑھی، اور اسی طبیب کی حیثیت سے انہوں نے دنیا میں اپنی زندگی کا آغاز کیا، چنانچہ شروع میں حکیم محمد سلیمان کہلائے اور اسی کا اثر تھا کہ شاعری میں جس کا چسکا ان کو بچپن سے تھا، اور لکھنؤ کی صحبت میں جس کا چٹخارا اور بڑھ گیا تھا اپنا تخلص حاذق رکھا تھا، وہ زیادہ تر اردو اور عربی میں اور کمتر فارسی میں شعر کہتے تھے۔ اور لکھنؤ کے مشاعروں میں پڑھتے بھی تھے۔ صوبہ بہار کے مشہور عالم شاعر شوق نیموی ان کے ہمدرس وہم صحبت وہم استاد تھے، شاہ صاحب مرحوم کی زبان سے ان کے اس عہد کے ایک دو شعر سنے تھے،

اس عہد کے نوجوان علما نے جو زمانہ کے انقلاب سے متاثر اور قوم وملت کی تباہ حالی کے درد سے بیتاب ہوکر روش زمانہ کے مطابق کچھ کام کرنا چاہتے تھے، ندوۃ العلماء کے نام سے پہلے کانپور میں اور پھر لکھنؤ میں ایک انجمن کی بنیاد ڈالی، مولانا سید علی صاحب، مولانا شبلی صاحب، مولانا عبدالحق صاحب حقانی، مولانا سید ظہور الاسلام صاحب فتحپوری، مولانا ابراہیم صاحب آروی، مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی وغیرہ اس جماعت کے ممتاز ارکان تھے۔ اسی انجمن کا پلیٹ فارم تھا جس میں شاہ صاحب مرحوم کی خطیبانہ قوت بیان وتسخیر قلوب کا شہرہ عام ہوا۔ ندوۃ العلماء کا کانپور سے لکھنؤ آنا اور وہاں دارالعلوم

کی بنیاد پڑنا بھی شاہ صاحب ہی کی تحریک وتجویز کا نتیجہ ہے، ورنہ وہ کھینچ کر کسب کا دہلی پہنچا ہوتا۔

ندوہ کی مجلسوں سے مرحوم کی خوش بیانیوں کی داستان اُڑکر ملک کی انجمنوں اور مجلسوں اور کانفرنسوں میں عام ہوئی۔ سرسید مرحوم نے شاہ صاحب مرحوم کی وہ تقریر جو انہوں نے ندوہ کے ایک جلسہ سالانہ میں کی تھی، اپنے اخبار میں "شاہ سلیمان کا نیچریانہ وعظ" کی سُرخی سے چھاپی، سرسید کے بعد نواب محسن الملک مرحوم نے انکو اپنی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں شریک کیا جنہوں نے ان دنوں "نیچری مسلمانوں" کو بھی مسحور کیا، رنگون وغیرہ میں نواب صاحب کے ساتھ شاہ صاحب بھی کانفرنس کے کاموں میں شریک تھے اور صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کے زمانہ تک شریک رہے۔

مرحوم وسیع النظر عالم، بذلہ سنج ادیب، خوش بیان خطیب، پراثر واعظ، موقع شناس مقرر اور بڑے بڑے بزرگوں کے حلقوں کے فیضیاب صوفی تھے، ان کو تاریخ کا شوق اور عربی نظم ونثر کا اچھا ذوق تھا۔ اچھے کتبخانوں اور کتابوں کی تلاش رہتی تھی۔ اور اس حیثیت سے وہ اپنے معاصروں میں پورا امتیاز رکھتے تھے۔ وہ مذہب کے لحاظ سے وسیع المشرب تھے، وہ سب کچھ تھے، اور سب کے ساتھ تھے۔

با ما شراب خورد و بہ زاہد نماز کرد

تاہم دو باتوں میں وہ نہایت سخت تھے، ایک تو اعتزال کے خیالوں سے بہت برہم ہوتے تھے، اور دوسرے حضرت علی مرتضیٰ اور اہلبیت کرام رضی اللہ عنہم کی محبت وتفضیل میں بیحد غلو فرماتے تھے، اور اس راہ میں جب جوش میں آتے تھے، تو بڑوں بڑوں پر ہاتھ صاف کردیتے تھے، اس قسم کے ان کے دو شانہ مناظر کے کئی منظر میں نے اپنی طالب العلمی میں دیکھے ہیں۔

ان کا خاندان صوفیہ کا مجمع تھا، تصوف کے گودوں میں پیدا ہوئے، پرورش پائی اور پروان چڑھے، اور عمر بھر اسی رنگ میں رہے۔ اور یہی رنگ ان پر غالب تھا، قادری بھی تھے اور چشتی بھی تھے۔ جہاں اپنے گھر سے فیض پایا تھا، حاجی شاہ امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نسبت رکھتے تھے، پنجاب،

مدراس، شمالی بہار، اور صوبہ ہائے متحدہ میں ان کے مریدوں کی بڑی تعداد تھی۔

ان کے وعظوں میں عجیب اثر تھا، کبھی رلاتے اور کبھی ہنساتے تھے، ان کے سنجیدہ چٹکلے اور ظریفانہ نکتے لوگوں کو بیحد محظوظ کرتے تھے، ان کی آواز بہت بلند، رسیلی اور موثر تھی، ان کا لحن نہایت دلپذیر تھا، مثنوی خاص انداز سے پڑھتے تھے، کہ سننے والے جھوم جھوم جاتے تھے، ان کے وعظوں سے ہر خیال اور ہر قماش کے لوگ یکساں دلچسپی رکھتے تھے۔ جاہل، عالم، مولوی، مشائخ، ڈرامہ سے اور برزرگ ہیں، نئے پرانے تعلیم یافتہ اور اہل علم سب لذت اندوز ہوتے تھے۔

میرے ساتھ مرحوم کے گوناگوں تعلقات تھے، مجھے اپنے عزیز سے کم نہیں سمجھتے تھے، میرے والد مرحوم ان کے ہم پیر، اور ان کے خسر کے مسترشد تھے، میرے بھائی مرحوم طب میں ان کے شاگرد تھے۔ میں نے بچپن میں پھلواری کے قیام کے زمانہ میں ان سے ابتدائی منطق کے دو چار سبق پڑھے تھے، وہ جب ۱۹۰۲ء میں ندوہ کے معتمد تعلیمات منتخب ہوئے تھے۔ اور مستقل قیام ندوہ میں اختیار فرمایا تھا تو ان کی بزرگانہ عنایات اور حوصلہ افزائیوں نے میری علمی ترقیوں میں مدد دی۔ یاد ہے کہ اسی زمانہ میں نواب محسن الملک مرحوم دار العلوم ندوہ کے معائنہ کے لئے تشریف لائے تھے۔ شاہ صاحب نے مجھے اور میرے ہمدرس مولانا ظہور احمد صاحب وحشی شاہ جہاں پوری کو امتحاناً پیش فرمایا تھا۔ میں نے نواب صاحب کے خیر مقدم میں عربی میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔ شاہ صاحب نے یہ کہہ کر مجھے پیش کیا کہ یہ میرے عزیز ہیں اور آپ کو اپنا قصیدہ سنائیں گے، نواب صاحب نے مزاحاً فرمایا کہ یہ جب آپ کے عزیز ہیں تو میں ان کا امتحان نہیں لونگا۔ کہ امتحان سے پہلی ہی ان پر ایمان لاچکا۔ شاہ صاحب نے فرمایا تو اور بھی یہ امتحان سے بالاتر ہیں۔

میں نے اپنا قصیدہ پڑھا جو افسوس ہے کہ اب موجود نہیں، تو نواب صاحب نے فرمایا۔ کہ میں تو اس پرانی ادب دانی کا قائل نہیں۔ عربی کا کوئی اخبار منگوایئے، اس کو یہ پڑھیں تو البتہ،

اس زمانہ میں الانوار اور المؤید عربی کے مشہور اخبار تھے، وہ منگوائے گئے، اور میں نے اُن کو پڑھا اور صحیح ترجمہ کیا۔ تو بیحد خوش ہوئے، شاہ صاحب بھی بیحد محظوظ ہوئے، اور اس زمانہ کے اخبارات 'وکیل' وطن اور کرزن گزٹ میں نواب صاحب کے اس معائنہ کی جو کیفیت چھپوائی، اس میں میرا ذکر خاص طور سے فرمایا۔ یہ اخبارات میں میرا پہلا ذکر تھا، ان کی اس تحریر میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ "ملک وملت کی خدمت کے لئے انشاء اللہ صوبہ بہار ہر دور میں ایک سلیمان پیش کرتا رہے گا" رحمۃ اللہ۔

بات میں بات یاد آئی ہے، ندوہ کے ایک جلسہ میں جو لکھنؤ میں غالباً ۱۹۱۵ء میں تھا، چار سلیمان جمع ہو گئے تھے، قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری مصنف رحمۃ للعالمین' مولانا سلیمان اشرف صاحب بہاری (استاذ دینیات مسلم یونیورسٹی) مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی' اور خاکسار سلیمان' شاہ صاحب نے فرمایا کہ آج کل کئی کئی سلیمان پیدا ہو گئے ہیں، لیکن ان میں سلیمان بن داؤد میں ہوں۔

ع پریاں نئی نئی ہیں سلیمان نئے نئے

(شاہ صاحب کے والد ماجد کا نام داؤد تھا، اور اسی لئے ان کی مہر میں وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ، کندہ تھا، مجھ بے اختیار ہنسی پڑا)،

پھر فرمایا "پہلے سلیمان فرد تھا اب ذو معینین ہے، فرد ایک بھی شعر فرد، دوسرا بھی یگانہ، اور اب رباعی ہے، چار چار سلیمان یکجا ہیں"۔ افسوس کہ یہ رباعی قاضی سلیمان کی وفات سے چند سال گزرے کہ مثلث بن چکی تھی، اور اب ۲۷ صفر کو قطعہ ہو گئی، اب اس رباعی کے صرف دو مصرعے باقی ہیں، خدا جانے یہ بھی کب اس صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جائیں گے! واللہ ھو الباقی۔

شاہ صاحب کے چٹکلے اور تقریری دلآویز نکتے اس قدر رہے کہ ان کو کوئی جمع کرے تو رسالہ بن جائے۔ رنگون میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا جلسہ تھا، مولویوں نے کانفرنس والوں پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ شاہ صاحب بھی نواب محسن الملک مرحوم کے ساتھ اس جلسہ میں گئے تھے، تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔

تو فرمایا، یہاں کے مولویوں نے اہل کانفرنس پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے، جس میں شاید میں بھی داخل ہوں مگر غور تو کیجئے کہ نواب محسن الملک تو مہدی ہیں (نام مہدی علی تھا) ان کو کون مسلمان دجال کہے گا۔ اور مجھ پر تو کفر کا فتویٰ لگ ہی نہیں سکتا، کہ خود اللہ تعالیٰ کی شہادت ہے۔ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا (سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا، بلکہ شیطانوں نے کفر کیا) مجمع ان نکتوں سے بیحد محظوظ ہوا، اور مولویوں کی فتویٰ گری کا بادل شاہ صاحب کے ان دو چٹکلوں سے ہوا ہو گیا۔

پورے پچاس برس تک ہندوستان کا گوشہ گوشہ ان کے پرکیف و پراثر خطبوں سے معمور رہا ہے، جس جلسہ میں وہ ہوتے تھے، ان کے سوا ہر آواز ماند پڑ جاتی تھی جلسہ کے اہم موقعوں پر انکی ظریفانہ گفتاری بڑی بڑی پیچیدگیوں کو حل کر دیتی تھی، شاید ۱۹۱۲ء میں ندوہ کا عظیم الشان اجلاس پٹنہ میں تھا۔ شرکا میں ملک کے مشہور و ممتاز ارباب عمائم ایک طرف اور اس عہد کے مشہور تعلیم یافتگان جدید آنریبل جسٹس شرف الدین، سید علی امام، سید حسن امام، نصیر حسین بیرسٹر، شیخ (سر) عبدالقادر وغیرہ دوسری طرف شریک جلسہ تھے، یہ پہلا موقع تھا جس میں دستار بند اور ہیٹ پوش ایک جگہ مل کر بیٹھے تھے، اور ملک و ملت کے درد کا درماں سوچ رہے تھے، حسن امام صاحب کی تقریر کے ایک بے محل فقرہ پر علما میں برہمی پیدا ہوئی، شاہ صاحب فوراً کھڑے ہو گئے، اور ایسی تقریر کی کہ سب دھل گیا۔ فرمایا آج پہلا موقع ہے، کہ نئے اور پرانے مل رہے ہیں، بدگمانیاں دور ہو رہی ہیں، پھر ایک دو فقروں کے بعد حافظ کا یہ شعر اس مزہ سے پڑھا کہ فریقین مسکرا کر رہ گئے۔

للہ الحمد میان من و او صلح فتاد   حوریاں رقص کناں نعرۂ مستانہ زدند

ندوہ کے اسی اجلاس میں نصیر حسین صاحب بیرسٹر پٹنہ نے جو اب صوفی صافی ہو چکے ہیں ایک نہایت پرجوش و پراثر تقریر کی تھی، اثر یہ تھا کہ صدر سے لیکر پائیں تک جو تہار و دہا تھا، بڑے بڑے عمامہ والوں اور ہیٹ پوشوں کو میں نے خود دیکھا (میری عمر اس وقت ۱۵ - ۱۶ برس کی ہو گی) کہ وہ ڈھاریں

مار مار کر رو رہے تھے، شاہ صاحب کی موقع شناسی ملاحظہ ہو۔ اسی عالم میں کہ لوہا گرم تھا، چندہ کی تحریک شروع کر دی۔ نصیر حسین صاحب نے اپنا کوٹ اور ویسٹ کوٹ اور جو کچھ ان جیبوں میں تھا، مع گھڑی کے زرہ کی نذر کر دیا۔ اسی حالت میں شاہ صاحب نے برمحل ایک شعر اپنی مخصوص لے میں ایسا پڑھا کہ سارے مجمع میں جادو کر گیا۔ مجھے صرف ایک مصرع یاد رہے۔ ع

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم

یہ عالم ہو گیا کہ ہر طرف سے روپے پیسے، گھڑیاں اور زیورات برسنے لگے۔ علماء نے جبے اور دستاریں اتار اتار کر نذر کر دیں، یاد آیا، ایک بزرگ اس میں حضرت شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے خلیفہ تھے۔ اُن کے سر پر پیر کی دستار تھی، جوش میں آکر وہ بھی انہوں نے اُتار ڈالی، وہ دستار جلسہ میں نیلام ہوئی، اور جناب مولانا حبیب الرحمن خان شروانی جیسے قدر شناس کی قسمت میں آئی۔ بات کہاں سے کہاں نکلی ع

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

معلوم نہیں کہ عہد ماضی کی یہ کہانیاں حال کے ناظرین کو بھی لذیذ معلوم ہوں یا نہ ہوں، اس لئے اپنے مزہ کیلئے ان کو بے مزہ کرنا مناسب نہیں۔ شاہ صاحب کی ذات ایک جامع ہستی تھی، ایسے لوگ اب پیدا نہ ہوں گے زمانہ بدل رہا ہے، ہوا کا رخ اور طرف ہے، وہ قدیم و جدید کے درمیان حلقۂ اتصال تھے، اب قدیم بھی جدید ہو رہا ہے، اور جدید جدید ترین بن رہا ہے، دعا ہے کہ ان کے اخلاف برادرم شاہ حسین میاں صاحب نصاری اور ان کے بھائی اپنے بزرگ باپ کے سچے جانشین ثابت ہوں۔

(معارف۔ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۵ء)

مسلمانانِ بہار کا ضیاعِ عظیم

حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی کا وصال

(از مولانا راغب احسن ایم۔اے مقیم لاہور)

ادھر چند سال سے مسلمانانِ بہار کو پے در پے صدمات پہنچ رہے ہیں، تازہ اطلاع کے مطابق حضرت مولانا سید شاہ محمد سلیمان قادری کا پھلواری شریف میں وصال ہوگیا، حضرت مولانا علمائے کرام اور صوفیہ عظام کی پرانی نسل کے موجودہ وقت میں واحد نشانی باقی رہ گئے تھے، حضرت مولنا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ بدر الدین امیر شریعت اول صوبہ بہار کے بعد آپ کی وفات بے شمار مسلمانوں کی روحانی ہدایت و تسکین کا سرچشمہ بن گئی تھی۔ یہ بڑے افسوس و الم کی بات ہے، کہ ایک مہینے کے اندر اندر صوبہ بہار اپنے دو ممتاز ترین عالموں اور روشن ضمیر صوفیوں کی ذات سے محروم ہوگیا۔

مولانا بشارت کریمؒ کا انتقال

اوائل مئی میں مولانا بشارت کریم صاحبؒ گڑھولوی کے اچانک انتقال کی خبر سے سارا صوبہ متوحش و متألم ہوگیا۔ مولانا بشارت کریم صاحب نے کوئی سلسلہ بیعت کا جاری نہیں کیا تھا، لیکن آپ کی ہدایت اور تعلیم کا فیض لاکھوں دلوں کو طمانیت و سکینت پہنچا رہا تھا، بے شمار ہندو اور مسلمان آپ کے خلوص، آپ کی عمیق علمی بصیرت، عشقِ اسلام کے سچے جذبے اور ذوقِ عالیہ کا یہ تصرف تھا، کہ باوجود سیاسیات اسلامی میں گہری دلچسپی لینے کے آپ تمام پارٹیوں، جماعتوں اور فرقوں کے یکساں معتمد علیہ تھے، سب آپ پر یکساں بھروسہ کرتے تھے، اور سب اپنے معاملات باہمی کے سلجھاؤ کی آخری امیدگاہ آپ کے آستانہ کو جانتے تھے، آپ کی ذات سے اسلام کو ترہٹ میں بڑی زبردست ترقی ہوئی ہے، مسلمانوں کے لئے

آپ کی شخصیت ایک دینی پناہ گاہ تھی، افسوس کہ مشیت الٰہی نے مسلمانوں کو ایک ایسے قدسی نفس بزرگ کے فیوض سے محروم کر دیا۔

"عالم، صوفی اور سیاسی"

حضرت مولانا سید شاہ محمد سلیمانؒ عہد حاضر کے نمایاں سب سے بڑے زندہ دل، روشن ضمیر، "صوفی عالم" تھے، آپ بحیثیت روحانی واعظ و خطیب لاثانی حیثیت کے مالک تھے، شمالی ہند سے لیکر جنوبی ہند تک آپ کی روحانیت اور شخصیت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن جو شے مولانا کو دوسرے صوفیوں سے ممتاز کرنے والی تھی وہ آپ کی عالمیت کی شان۔ اور سیاست ملیہ و معاملات قومیہ میں وسیع و گہری دلچسپی ہے۔ آپ نہ خشک زاہد تھے، نہ نفس کشی اور ترک دنیا کی تعلیم دینے والے صوفی۔ اور نہ ملا ٹائپ کے عالم، بلکہ آپ ایک روشن خیال عالم، وسیع المشرب صوفی اور درد مند صاحب دل تھے، آپ کی تقریروں میں غضب کا اثر تھا، آپ کی ظاہری حیثیت سراپا اور شخصیت فی نفسہ خود سامعین و ناظرین کے دلوں کو اپنی طرف ایک مقناطیسی طاقت کے ساتھ کھینچنے والی تھی۔

ایک تاریخی سانحہ

ہمیں خوب یاد ہے۔ کہ ۱۹۲۲ء میں جب کہ راقم الحروف ایک سولہ سال کا لڑکا تھا۔ گیا میں انڈین نیشنل کانگرس کا اجلاس ویش بندھو داس کی صدارت میں ہو رہا تھا۔ اس کے ساتھ جمعیۃ العلماء کی مجلس زیر صدارت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (دیوبند) منعقد تھی۔ خلافت کانفرنس کی صدارت ڈاکٹر مختار احمد انصاری فرما رہے تھے، جمعہ کا دن تھا کہ یکایک رپوٹر نے یہ خبر شائع کی، کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی فاتح فوجوں کی مخالفت کا عزم انگریز کر رہے ہیں، اور لاسین کانفرنس ٹوٹ گئی، اس خبر سے مسلم لیڈروں میں سخت اضطراب پھیل گیا۔ فوراً خلافت کے اندر حضرت بی اماں رحہ کی قیادت میں ایک جلسہ ہوا۔ اور مسلمانوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر انگریزوں نے ترکوں کے خلاف جنگ

کا فیصلہ کیا تو ہر مسلمان کٹ مرنے پر تیار ہوگا، مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحبؒ نے اس موقع پر جلسہ میں کیسی دل ہلا دینے والی تقریر کی تھی۔ آپ نے جوش غضب میں اپنے عمامہ کو سر سے علاحدہ کر دیا تھا، آپ کے شانوں پر آپ کی بل کھانے والی زلفیں لہرا رہی تھیں۔ آپ کی آنکھوں سے دجلہ فرات جاری تھے، آپ کی زبان میدان کربلا کا نقشۂ جنگ کھینچ رہی تھی، اور آپ کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ "میں تو حسین شہید کربلا کی اولاد ہوں، اسلام اور اُمت کی راہ میں قربان ہونا تو ہمارے دادا کی پرانی سنت ہے۔ چاہے کوئی مسلمان اسلام کے اس نازک ترین موقع امتحان میں اپنے آپ کو پیش کرے۔ یا نہیں، میں تو اپنی ساری ضعیفی، ناتوانی اور کمزوری کے ساتھ خلافت عربا در اسلام کے لیے اپنی ذات پیش کرتا ہوں۔ اللہ اکبر! میں آج تک مولانا شاہ سلیمان کی اس تقریر کی لہر اپنے دل میں صاف محسوس کرتا ہوں۔ اس تقریر نے مجھے اکبر کی اس تعلیم کا معترف بنا دیا ہے۔ ؎

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا — دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

مجھے یہ بھی اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا کی ساحرانہ زبان سے زیادہ جس چیز نے مسلمانوں کے دلوں کو زیر و زبر کر دیا تھا، وہ آپ کی والہانہ ہیئت اور آپ کی زلفوں کی پریشانی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کی روانی تھی، ان میں یہ اعجاز تھا، کہ ہر مسلمان نے مرمٹنے کی قسم کھائی، اور یہ فیصلہ کیا کہ وہ جب تک زندہ ہے، اسلام کی غلامی کا روادار نہیں ہوگا۔

مسلم حقوق کے لئے مولانا کا جہاد

یہ تحریک خلافت کے زمانہ کی بات ہے، دستور ہند کی تیاری، اور آئندہ نظام حکومت میں مسلم قوم کے حقوق تسلیم کرانے کے موقع پر بھی مولانا شاہ سلیمان صاحبؒ نہایت دوربینی، فراست ایمانی اور تدبر سے کام لیا۔ آپ نے کانگرسی جمعیۃ علماء کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور جمعیۃ علماء کانپور کی صدارت اختیار کی، اور اس کے ذریعہ مسلم قوم کے سیاسی اور شرعی حقوق و مطالبات کے لئے باوجود اپنی کمزوری کے

کام کرتے رہے۔ آپ نے قاضی کورٹ کے ذریعہ مسلم پرسنل لاز کی حفاظت پر خاص زور دیا، اس موضوع پر مولانا کا لکھا ہوا ایک مبسوط مضمون خاکسار کے پاس محفوظ ہے، انشاء اللہ وہ جلد شائع ہوگا۔

بزم صوفیہ کی تحریک

جمعیۃ علماء کانپور کے علاوہ آپ "بزم صوفیہ" کے بھی صدر نشین تھے، اس بزم کا مقصد تصوف اسلام کی حفاظت و ترقی اور صوفیہ کرام کے واسطہ سے تہذیب اخلاق اور اشاعت و تبلیغ اسلام کا کام لینا ہے۔ اس جمعیۃ نے صوبہ بہار میں واقعی مفید کام کیا ہے، اور اس تحریک کی بدولت آج کئی درگاہوں اور سلسلوں میں درس قرآن اور تبلیغ دین کا طریقہ رائج ہوگیا ہے۔ کئی مقامات پر بدعات کی اصلاح ہوگئی ہے، خدا کرے یہ اور زیادہ بہتر کام کرے۔

مولانا کے جانشین

ہمیں توقع ہے کہ مولانا کے خلف اکبر حضرت مولانا حسین میاں صاحب ندوی آپ کی روایات کو زندہ رکھیں گے۔ آپ نے مولانا مرحوم کی زندگی ہی میں ان کے روحانی تعلیم اور قومی خدمت کے طریقہ کو اختیار کرکے، عملاً اپنے کو ان کا صحیح جانشین ثابت کردیا تھا۔ مولانا حسین میاں صاحب ندوۃ العلماء کے روشن خیال عالم ہونے کے علاوہ مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس کے سرگرم ممبر ہیں۔ انگریزی سے اچھی طرح واقف ہیں، آپ کی تقریروں اور وعظوں میں سحر حلال کا اثر مولانا مرحوم سے ترکہ میں ملا ہے گورنر صوبہ سے لے کر چیف جسٹس ہائی کورٹ نے آپ کی اسلام اور پیغمبر اسلام پر تقریروں کی نہایت تعریف و تحسین کی ہے، آپ کے دوسرے بھائی مولانا سید شاہ جعفر صاحب شاہی مسجد گورکھپور کے خطیب ہیں۔ اور آپ کے تیسرے بھائی مولانا غلام حسنین ندوی، علوم اسلامی، ادب، تصوف اور سیاست اسلامی کا نہایت اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں، کیونکہ علاوہ باپ کی اعلیٰ تربیت کے آپ کو ندوۃ العلماء کے عربی کالج اور پٹنہ کے انگریزی کالج دونوں سے فیض پہنچا ہے۔

(از انقلاب۔ لاہور)

بزرگوں کی موت اور نوجوانوں کی زندگی

یہ اہل بہار کی بڑی بدنصیبی ہے کہ گذشتہ چند سالوں میں وہ خان بہادر علی محمد شاد عظیم آبادی نواب سرفراز حسین خاں، مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا شاہ بشارت کریمؒ۔ مولانا شاہ سلیمانؒ۔ شمس العلماء نواب امداد امام اثرؒ۔ موید الملک سر علی امام، جناب حسن امام صاحب بیرسٹر۔ اور ادیب الملک نواب نصیر حسین خیال جیسے قابل ترین فرزندان اسلام سے محروم ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشیت ایزدی مسلم سوسائٹی کے تمام پرانے سہاروں اور ستونوں کو یکے بعد دیگرے گراتی جا رہی ہیں۔ تاکہ مسلمان نوجوان خود اعتمادی حاصل کریں، اور نئے دور جمہوریت میں مستقبل کو تنہا اپنے ہاتھوں سے تعمیر کریں، بزرگوں کی کمائی پر تکیہ کرنا چھوڑ دیں۔ اور جمہوری طاقت کے حصول کا یہ درس سیکھیں، کہ اپنی مدد آپ کرنے کی عادت، عزت نفس، اور ضبط نفس ہی وہ تین ذریعے ہیں، جن کی مدد سے ایک جماعت آزاد اور حاکم جماعت بن سکتی ہے۔ ہمارے لئے قومی کام اور قومی قربانی کا بہت بڑا زندگی پرور ترکہ چھوڑا ہے، اگر ہم ان کی سچی اولاد ہیں، تو لازم ہے کہ اسلامی قومیت دا اپنا ایمان مضبوط و غیر متزلزل رکھیں اور یقین کریں کہ جب اس نے ماضی میں ایسے انسانوں کو پیدا کیا، مستقبل میں بھی ضرور پیدا کر سکتی ہے۔ یہ بزرگ مر گئے اور ہم میں سے ہر ایک مر جائے گا۔ لیکن ملت اسلامی زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گی۔

"انقلاب"

۷ر جون ۱۹۲۵ء

آہ! قاری شاہ سلیمان پھلواروی

نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبر لکھی جاتی ہے، کہ حضرت مولانا قاری شاہ محمد سلیمان چشتی پھلواروی نے بعمر اسّی سال انتقال فرمایا، شاہ صاحب حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کے تلامذہ میں تھے، اور اپنے زمانہ میں عربی علوم کے جید عالم، تصوف کے بڑے ماہر، اور اسلامی سیاست کے مقتدر رہنما تھے، انکے ہزاروں مرید ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں، طبقۂ علماء میں وہ پہلے بزرگ تھے، جنہوں نے زمانہ کی رفتار کو سمجھا تھا، چنانچہ ندوۃ العلماء اور اس کے دارالعلوم کے قیام میں اُن کا زبردست اثر شامل تھا اور وہ اس تحریک کے ابتدائی محرکین میں تھے، علیگڈھ کالج سے اُن کو خاص تعلق تھا، اور وہ ہر چند کے زمانہ ہی سے وہاں وعظ کے لئے تشریف لیجاتے تھے، اُن کے وعظ تہذیب الاخلاق میں چھپا کرتے تھے، نواب محسن الملک نے ان کو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں شامل کیا، وہ ذکون کے وفد میں بھی نواب صاحب کے ساتھ ڈھاکہ یونیورسٹی، تحریک خلافت اور تحریک حقوق میں بھی انہوں نے حصہ لیا تھا، آخر میں وہ اس جمعیۃ العلمائے ہند کے صدر رہ چکے تھے۔ جس کا مرکز کانپور بتایا جاتا ہے

مولانا مثنوی کے لہجہ میں آدم تھے، تمام ہندوستان کے مثنوی خواں انہی کے لہجہ میں پڑھتے ہیں، وہ نہایت خوش الحان قاری اور فصیح البیان مقرر تھے، اور اپنی دردناک شیریں آواز، ہاتھوں کی حرکت، سر کی جنبش، چشم و ابرو کے اشارے، جسم کے لوچ اور لچک، زلفوں کی لہر بہر اور سیاہ جبّے سے تمام مجمع پر اپنی قرأت اور تقریر کا ایسا اثر ڈالتے تھے، کہ ایک سماں بندھ جاتا تھا، تقریر میں اعلیٰ پیمانہ کی ظرافت ان کی خاص چیز تھی: اور اس لحاظ سے ہندوستان میں ان کا کوئی جواب نہ تھا! ایک بدو کا ٹھوڑی کو آم کی گٹھلی سمجھ کر چوسنا مولانا شبلی کو صدمہ پا کے بعد تیمور کی مشابہت ترمذی (الخ)، بنا دینا ایک ادھیڑ عمر کے آدمی کو "نیم رخت" کہہ دینا ان کے وہ تازہ رہنے لطف تھے، جن سے مجمع

پھر کس اُٹھا تھا، مولانا شبلی ان کو بے تاج کا بادشاہ فرمایا کرتے تھے، تاج والا مسلمان بادشاہ تو عرصہ سے نہیں ہے، اب افسوس کہ یہ بے تاج کا بادشاہ بھی داغِ مفارقت دے گیا۔

(فاران - ماہ جولائی ۱۹۳۵ء)

مسلمانانِ ہند کا ملی نصب العین اور محکمۂ شرعیہ کی ضرورت

ملی انفرادیت کی حفاظت کیلئے جداگانہ انتخاب اور محکمۂ قضا ضروری ہیں

حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی مرحوم کا آخری مقالہ

(مرسلہ راغب احسن ایم اے مقیم لاہور)

حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری پھلواری شریف رحمۃ اللہ علیہ بہار کے عالم و فنون ہیں کئی لحاظ سے نہایت بلند پایہ شخصیت رکھتے تھے، باوجود عالم اور صوفی ہونے کے آپ اُن معنی میں قدامت دوست نہیں تھے جن معنی میں نصاب نظامیہ کو ایک منصوص اور ناقابل تغیر نصاب جاننے والے حضرات قدامت پرست کہلانے کے مستحق ہیں، آپ اصول و شعائر اسلامی کی محافظت کے زبردست حامی تھے، لیکن ساتھ ہی یہ جانتے تھے، کہ علوم اور نظام تعلیم ایک ترقی پذیر پودے کی حیثیت رکھتے ہیں، بنا بریں مولانا شاہ سلیمان اس زمانہ میں سر سید احمد خاں کی تحریک علی گڑھ کے حامی تھے، جبکہ تمام علماء ان کی تکفیر کا فتویٰ دے چکے تھے، مولانا نہ صرف انگریزی تعلیم کے واعظ تھے، بلکہ اس پر خود بھی عامل تھے، کیونکہ آپ نے خود اپنے بچوں، عزیزوں اور متوسلوں کو اسلامیات کی تعلیم کے ساتھ مغربی تعلیم کی ترغیب دی، جس کا یہ نتیجہ ہوا، کہ خدا کے فضل سے آپ کے ورثا اور اعزہ آج علوم اسلامیہ کے ساتھ انگریزی اور حالات زمانہ سے بخوبی آگاہ ہیں۔

حضرت مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب مدارس عربیہ اور نصاب نظامیہ کی اصلاح

کے لیے ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تحریک قائم کی، تو مولانا سلیمان صاحب اس تحریک کے بھی زبردست حامی بنگئے دار العلوم ندوہ کی تاسیس و تقویت میں حصہ لیا، اور خود بھی اپنے فرزندوں کو قدیم مدارس کی جگہ ندوہ میں حصول تعلیم کے لئے بھیجا۔ چنانچہ ان کے فرزندان گرامی" اسی جدید مدرسہ کے تعلیم یافتہ ہیں۔

حضرت مولانا سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ نظام قضا پر خاص خیالات رکھتے تھے، آپ کے خیال میں محکمۂ قضا کے بغیر مسلمانوں کی معاشرت، پوری طرح شرعی اور اسلامی معاشرت نہیں رہ سکتی خصوصاً خواتین کو شریعت مطہرہ نے جو حقوق خلع کے دیئے ہیں، وہ اس وقت تک بیکار رہیں گے، جب تک ایک ایسا شرعی محکمہ قائم نہ ہوجائے، جو ایک طرف طاقت تنفیذی رکھتا ہو، اور دوسری طرف خود مسلم قوم کے ہاتھ میں بھی ہو مولانا کا خیال تھا کہ ایک ایسا محکمہ کا قیام نہ صرف ضروری ہے، بلکہ ممکن بھی ہے۔

دسمبر ۱۹۳۲ء میں خاکسار نے مولانا مرحوم سے درخواست کی تھی، کہ آپ اس موضوع پر ذرہ تفصیل سے اپنے خیالات قلمبند کردیں، چنانچہ مولانا نے ایک مضمون لکھ کر کلکتہ میں میرے پاس بھیجدیا تھا، میں نے اس وقت ایک رسالہ خاص اسی مبحث پر ترتیب دیا تھا جس کا نام "استقلال ملت اور نظام شریعت" ہے، مولانا کا مضمون میں نے اسی رسالہ میں اپنے مضامین، اور دیگر اکابر اسلام کے خیالات کے ساتھ جمع کیا ہے، میں کوشش کررہا ہوں، کہ یہ رسالہ جلد سے جلد شائع ہوجائے۔ اس کی فہرست مضامین مطابق ذیل ہے: (۱) استقلال ملت، اسلامی ہند کا طبی نصب العین۔ (۲) استقلال ملت سے کیا مراد ہے؟ آزادی کے معنی (۳) اقدام ملت، قومیں اور ملتیں کس طرح قتل کیجاتی ہیں؟ (۴) مجلس علمائے اسلامی کی اولین سکیم (۵) حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواری کے ارشادات عالیہ (۶) مولانا ابوالبرکات حکیم عبدالرؤف دانا پوری کے ارشادات گرامی (۷) حضرت مولانا سید سلیمان ندوی کی تصریحات (۸) حضرت علامہ سر محمد اقبال کی سکیم۔ مجلس فقہاء مقننین کی تجویز (۹) ہز ہائنس آغا خان بالقابہ کے خیالات (۱۰) مسلم یوتھ کانفرنس کلکتہ کی تجویز متعلق سوپریم مسلم کاؤنسل۔ دیگر ممالک کی امثال۔

(۱۱) کیا اور کس طرح کام کرنا چاہیئے؟"

میں تبرکاً آج اس غیر مطبوعہ رسالہ میں حسبِ وعدہ حضرت مولانا سید شاہ سلیمان رحمۃ اللہ کے مضمون کو نذرِ ناظرین کرتا ہوں۔ (راغب احسن۔ لاہور۔ ۱۰ جون ۱۹۴۵ء)

سیّد المرسلین کا اسوۂ حسنہ

آج مسلمانانِ ہند جس دور سے گزر رہے ہیں، وہ عجیب نازک دور ہے۔ خود مسلمانوں ہی کی ایک جماعت عام اسلامی یکجہتی کو توڑ کر تشتت و افتراق پیدا کرنے پر تلی ہوئی نظر آتی ہے۔ میں اس جماعت کی نیت پر کوئی حملہ کرنا نہیں چاہتا ممکن ہے کہ اس کے افراد اپنی دیانت و ایمان کے فیصلہ سے ایسے کام کر رہے ہوں، مگر اس کا عملی نتیجہ یہ ہے کہ ہر روز مسلمانوں کا باہمی افتراق بڑھتا جا رہا ہے، ہم عامۃ المسلمین کو اس وقت صرف عزم و استقلال کی دعوت دینی چاہتے ہیں، جس کے بغیر قوۃ ایمانی اور راسخ الاعتقادی نہیں حاصل ہو سکتی، وہ قوم جس کا کوئی نصب العین نہ ہو، یا جو ہر روز ایک نیا نصب العین دنیا کے سامنے پیش کرتی ہو، اور دوسرے روز خود ہی اس کی مذمت کرتی ہو، وہ قوم کبھی نہ تو ایک شیرازہ میں منسلک رہ سکتی ہے، نہ اس کی اجتماعی و ملی حیثیت ہی دنیا میں قائم رہ سکتی ہے میں اس وقت آپ کے سامنے آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے ایک مثال پیش کرتا ہوں، جب اُحد کا معرکہ درپیش تھا، آنحضرت کے اصحاب جمع ہوئے، مشورہ ہوئی۔ آنحضرت نے رائے دی کہ اس وقت ہمارے لئے مناسب یہ ہے کہ مدینہ کے اندر ہی خندق کے اندر قلعہ بند ہو کر غنیم کا مقابلہ کریں، لیکن اصحاب نے یہ رائے دی، کہ یا رسول اللہ ہم شہر سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے آنحضرت نے اپنی رائے واپس لی، اور سب نے طے کیا، کہ شہر سے باہر نکل کر جنگ کی جائے، حضور سرورِ کائنات گھر میں تشریف لیگئے، تاکہ زرہ پہن لیں، اور سامانِ حرب درست ہو جائیں، اس درمیان میں اصحاب

کی رائے بدلی، اور سوچا کہ شہر کے اندر ہی رہ کر دفاع کرنا بہتر ہے۔ حضورؐ جب گھر سے باہر تشریف لائے تو لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ وہی پہلی رائے بہتر تھی، ہم لوگ اپنی رائے واپس لیتے ہیں۔ اس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبان سے جو کلمہ ارشاد ہوا وہ یہ تھا "کہ نبی جب زرہ پہن لیتا ہے، تو پھر اُتارتا نہیں ہے"۔ اب جو بھی ہو شہر سے باہر نکل کر لڑائی ہو گی، مسلمان مدینہ سے باہر نکل آئے، اور اُحد کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی کا نتیجہ سب کو معلوم ہے، مسلمانوں کے بہترین افراد کام آئے۔ عم رسول حضرت حمزہ اور خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے۔

بظاہر اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی، مگر در اصل اس جنگ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصمیم ارادہ اور عزیمت راسخہ کی ایک ایسی تعلیم مسلمانوں کو دی جس سے تھوڑے ہی عرصہ کے اندر مسلمانوں کو دنیا کی کامیاب ترین اُمت بنا دیا۔ اس قوم نے جب کوئی ارادہ کیا، تو اس کا ارادہ ایک ایسا اٹل پہاڑ ہو جاتا تھا، جس کی بلندی و کامیابی کو کوئی روک نہ سکتا تھا۔ قرآن کریم کی تعلیم ہے کہ اِذَا عزمت فتوکل علی اللہ۔ جب تم نے ایک عزم و ارادہ کر لیا تو اللہ پر بھروسہ کر کے اس پر قائم رہو، اور اپنے ارادوں کے پورا کرنے کی امکانی کوشش کرتے رہو۔ اگر ایک راہ عمل آج ہم طے کریں کل اس کو فسخ کر کے دوسری راہ اختیار کریں، اور پھر پرسوں تیسری تو ہم کبھی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ ایک قوم اگر اپنے لئے ایک راہ عمل متعین کرلے اور اس پر قائم رہے، تو اس کی آخری کامیابی یقینی ہے۔ گو اس کی راہ میں مشکلات پیدا ہوں، اور گو اُسے کسی موقع پر شکست نصیب ہو۔

حضرۃ سید الشہداء کا اسوۂ حسنہ

آج دنیا میں ہر جگہ سیدنا امام حسینؑ کے نام کا ڈنکا بجتا ہے، اس کی اصلی وجہ آپ کی

عزیمت اور صبر و استقلال ہے، آپ نے ارادہ فرمایا تھا کہ اموی دربار کے جبر و استبداد اور بدعات کا خاتمہ کر دیا جائے۔ آپ پر مصائب کے ایسے پہاڑ گرائے گئے، جن کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ مگر آپ کا ارادہ ایک ایسا کوہ استقامت تھا، جس نے بالآخر دربار دمشق کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ برادران اسلام کیا آپ کیلئے آپکے اسلاف کی حکایتوں میں کوئی سبق ہے، جو آپ قضاء کے حصول کی طرف یکسو ہو جائیں۔ یہ ہمارے علماء ہی کی غفلت تھی، کہ قضا کا محکمہ جو فی الجملہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے وقت میں قائم تھا، رفتہ رفتہ فنا ہو گیا، اور اب کسی مسلم قاضی کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنی روزمرّہ کی زندگی میں مسلمان مرد اور عورتیں مصائب میں مبتلا ہیں۔ بنگال میں مسلم اکثریت کس طرح حاصل کی جائے۔ اور سندھ کو قومی آزادی بمبئی سے کس طرح دلائی جائے، اس کی تدبیریں مسلم کانفرنس کے زعماء آپ کو بتائیں گے، مگر میں آپ کو ایسی مذہبی ضرورت کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں، جس کے عدم حصول کی وجہ سے آپ کی کتنی مسلمان عورتیں یا تو زندہ درگور ہیں، یا پامال و ارتداد ہیں، کتنے لاوارث ایتام اور ان کے اموال برباد ہو رہے ہیں، کتنے اوقاف دینی، ادارات خستہ و خراب ہو رہے ہیں۔ میں مثال کے طور پر محض ایک مسئلہ عرض کرتا ہوں، اگر کسی عورت کا شوہر عنین ہو، مگر اپنی زوجہ کو طلاق نہ دیتا ہو۔ یا کسی کا شوہر مجنون ہو، اور عورت اس کے حبالۂ عقد سے جدا ہونا چاہتی ہو تو یہ صرف قاضی کا حق ہے، کہ ایک خاص مدت متعین کرنے کے بعد انفصال بین الزوجین کر دے۔ کسی غیر مسلم حاکم کو یہ اختیار نہیں ہے۔ اب فرمایئے۔ اس وقت آپکا کوئی محکمہ قضا تو موجود نہیں ہے، اس چیز کی کمی کی وجہ سے کتنی مظلوم و بے زبان عورتیں ایسی وقت گھٹ گھٹ کر مر رہی ہوں گی، افسوس اس وقت علماء ہمہ تن انتخابات کے مسئلہ میں پڑے ہیں، اور انہیں یہ خیال نہیں، کہ محض اُن کی غفلت کی وجہ سے کتنی مسلمان عورتیں گناہوں میں مبتلا ہو رہی ہیں، کتنے فاسد نکاح اس وقت جاری و ساری ہیں، کتنے مسلمان یتیموں کے ولی غیر مسلم ترجح ہیں، لاکھوں روپیہ مسلم اوقاف کے غلط مصرف پر صرف ہو رہے ہیں، تلف اور برباد ہو رہے ہیں۔

حضرات یہ مسئلہ ایسا ہے، جس پر قدیم و جدید ہر خیال کے علماء جمعیۃ العلماء ہند کانپور و جمعیۃ العلمائے ہند دہلی دونوں متفق ہیں، کم از کم اسی ایک کلمہ پر سب لوگ متحد ہو جائیں تو بڑا کام ہو۔ اور ہر جماعت اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اس کے لئے جد و جہد کرے، اگر واضح ہو کہ رائے عامہ کی تائید آج کل ہر کام کے لئے نہایت ضروری ہے، سارے مسلمانوں کو چاہیئے کہ شہر شہر اور گاؤں گاؤں جلسے کر کے ایک پر زور آواز اٹھائیں۔

اس معاہدہ کی رو سے جو شاہ عالم شہنشاہ دہلی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان ہوا تھا۔ اور اس اعلان کی رو سے جو ملکہ معظمہ نے مذہبی آزادی کی بابت کیا تھا۔ حکومت کا فرض ہے کہ اگر آج نو کروڑ مسلمان اپنے حق کو حاصل کرنے کی جد و جہد نہ کریں گے، تو محکمۂ قضا کا حاصل ہونا تو کجا، شاید ایکٹ چھتیس جیسوں یا قانون ان کی مذہبی آزادی کو فنا کرنے کے لئے بنتے رہیں گے۔

محکمہ شرعی کوئی انجمن نہیں ہے

اسی موقع پر یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے، کہ محکمۂ قضا کسی انجمن کو نہیں کہتے، قاضی کے لئے حکومت و طاقت تنفیذی ہونی ضروری ہے۔ فقہ کا مسلّم مسئلہ ہے، کہ القضاء فی الشرع قول ملزم یصدر عن ولایۃ عامۃ، قاضی کے لئے ولایت عامہ اور قوت نافذہ کا ہونا ضروری ہے جو بغیر حکومت کے دیئے ہوئے حاصل نہیں ہو سکتی۔

آج کل کچھ لوگوں نے یہ شعار بنا رکھا ہے، کہ جلسے کرتے ہیں، کمیٹی بناتے ہیں، اور کچھ عہدے مقرر کرتے ہیں، اور پھر اعلان کرنے لگتے ہیں، کہ مسلمانوں کا محکمۂ قضا حاصل ہو گیا۔ اس طرح کی کارروائیاں در اصل محکمۂ قضا کے حصول کی راہ میں روڑا اٹکانے کے مرادف ہیں، اور مسلمانوں کی یکجہتی و مطالبۂ متفقہ میں اس سے فرق پڑتا ہے، ایسے اصحاب سے میری خاص درخواست ہے کہ وہ اپنی انجمنوں کے ذریعے

مسلمانوں کی عام خدمتیں کرتے رہیں، اور مملکت (فلسطین) کو حکومت سے حاصل کرنے کی سعی میں عام مسلمانوں کا ہاتھ بٹائیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں ایمان محکم، یقین کامل، اور اعتماد نفس عطا فرمائے۔ تزلزل و تذبذب، گمان و شک سے علٰحدہ رکھے۔ اور ہمیں اپنے مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔ (محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی ۲۲ دسمبر ۱۹۲۳ء)

(انقلاب - ۱۴ جون ۱۹۳۵ء)

شمس المشائخ حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت پر عالمگیر ماتم

حضرت کے منجھلے صاحبزادے مولانا غلام حسنین کا مکتوب

۲۷ صفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء روز جمعہ صبح ۶ بجکر ۵ منٹ پر حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ گزشتہ کئی مہینے سے صحت خراب تھی لیکن ایک مہینہ پہلے سے حالت زیادہ خراب ہو گئی تھی، آخر وقت میں روحانی ادراکات بہت بڑھ گئے تھے، بزرگان دین کو کثرت سے خواب میں دیکھتے تھے۔

ایک بار فرمایا کہ درود شریف کے انوار آ رہے ہیں، پھر کہا کہ دیکھو کوئی صاحب دلائل الخیرات پڑھ رہے ہیں، دیکھا گیا تو واقعی بغلی کمرہ میں ایک صاحب چپکے چپکے دلائل الخیرات پڑھ رہے تھے، حضرت نے تھوڑی دیر غوطہ کے بعد فرمایا، کہ پہلا حزب ختم ہو گیا، اب دوسرا حزب شروع ہو گیا۔ دیکھا تو واقعی وہ صاحب دوسرا حزب پڑھ رہے تھے، پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ اب تیسرا حزب شروع ہو گیا۔ دیکھا گیا تو واقعی تیسرا حزب شروع ہوا تھا، حضرت نے پھر تھوڑا سا ہوش میں آ کر فرمایا، کہ ابھی حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ تشریف لائے تھے، عمامہ باندھے ہوئے تھے، اس واقعہ کے بعد دو اعظا

سب بند کر دی، صرف زمزم شریف دیا جاتا تھا۔

وفات سے ایک دن پہلے یعنی جمعرات کی صبح کو بھرے مجمع میں فرمایا، کہ ابھی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی تشریف لائے تھے۔ میری موت آج شب کو یا کل دن کو واقع ہوگی، چنانچہ شب اسی طرح سے گزری، صبح کی نماز کے بعد حالت غیر ہونے لگی، ہوش و حواس بالکل آخر وقت تک درست تھے، کلمہ طیبہ اور الا اللہ کا ورد جاری تھا۔ نماز کی بار بار سبھوں کو تاکید فرماتے رہے یہاں تک کہ نبض ڈوبنے لگی۔ ۲۰-۲۵ منٹ تک سکرات کی کیفیت رہی۔ کسی طرح کی کوئی تشنجی کیفیت نہیں پیدا ہوئی، سارا جسم سکون کی حالت میں تھا، یہاں تک کہ سانس چلتے چلتے بند ہوگئی۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

تجہیز و تکفین بعد نماز جمعہ عمل میں آئی، نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے اور جانشین اخی محترم حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب نے پڑھائی، نماز میں صوفیائے کرام، علمائے عظام، زعمائے ملت، رؤسائے قوم اور ہزاروں مسلمان شریک تھے، شاہی جامع مسجد کے احاطہ میں مشرق کی جانب مدفون ہوئے۔

یکم ربیع الاول مطابق ۲ جون ۱۹۳۵ء کو جامع مسجد پھلواری شریف میں ایصال ثواب کی غرض سے قرآن پاک ختم کئے گئے، نیز اس بعد پھلواری شریف اور صوبہ کے مشائخ کرام، صاحبان سجادہ و علمائے عظام نے جو اس موقع پر بہ تعداد کثیر جمع ہوئے تھے، حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب کے سر پر حضرت والدی و مرشدی مولانا قاری شاہ محمد سلیمان قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا عمامہ باندھا۔ اور اپنی اپنی خانقاہوں کے جانب سے دستاریں پیش کیں، اور اس طرح رسم جانشینی انجام پائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات عالیات کو بلند فرمائے۔ اور ان کے جانشینوں کو توفیق دے، کہ ہمیشہ انہیں کے نقش قدم پر چلیں، اور مذہب و ملت کی خدمت کو اپنا طغرائے امتیاز بنائیں۔

اس موقع پر بانی الاعظم حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب نے شاہی جامع مسجد کی تعمیر کے لیے جو گزشتہ زلزلے میں بہت کچھ شکستہ ہو گئی ہے۔ اپیل فرمائی ہے۔ والسلام۔

(منادی ۱۴ر جون ۱۹۳۵ء) (غلام حسین)

روزنامہ ہند جدید۔ کلکتہ

پٹنہ ۳۱ر مئی۔ مولانا سید شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی کا آج صبح کو پھلواری شریف (ضلع پٹنہ) اپنے مکان پر انتقال ہو گیا۔ مرحوم ہندوستان کی ایک مایۂ ناز شخصیت کے مالک تھے، آپ ایک نہایت ہی فصیح البیان مقرر تھے۔ آپ کی تقریر کا سوز و گداز اور اس کی تاثیر ایک مشہور شئے تھی۔ آپ کے مریدین و معتقدین کی تعداد اطراف و اکناف ہند و برما میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپ ایک زبردست عالم بھی تھے۔ اور کتابیں آپ کی تصنیف شدہ مقبول خاص و عام ہیں۔

اوّلاً آپ نے سر سید علیہ الرحمۃ کے شریک کار ہو کر مسلمانانِ بہار کو انگریزی پڑھنے کے لیے راغب فرمایا تھا۔ ندوۃ العلماء کے بانیوں میں بھی آپ سرگرم کارکن کی حیثیت رکھتے تھے۔

عمر شریف وصال کے وقت اسی سال کے لگ بھگ تھی۔

(ہند جدید۔ کلکتہ)

مرکزی جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس بدایوں کی تجویز تعزیت

پانسو سے زائد علماء و زعماء و نمائندگان ہند کے منظور کردہ فیصلے:- (۱) مرکزی جمعیۃ علماء ہند کا یہ جلسہ (بدایوں) کی مجلس منتظمہ کا یہ جلسہ امیر الہند حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی قادری صدر جمعیۃ کے حادثۂ ارتحال پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور آپ کی جسمانی جدائی کو بہت ہی تلخ کیفیت کو گوارا کر رہا ہے۔ یہ واقعہ اس جلسہ کی رائے میں دائمی علمی دنیا کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ آپ نے اپنے زمانہ صدارت میں جو خدمات جلیلہ انجام دیں وہ ملک و مذہب کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان خدمات کے

زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جلسہ آپ کے پسماندگان مولانا شاہ حسین میاں صاحب اور دیگر اعزا سے تعزیت اور دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ (منجانب صدارت) (اس کے بعد دیگر تجاویز منظور ہوئی)

(الاماں)

روزنامہ "خلافت" بمبئی

دہلی کی ایک اطلاع سے یہ معلوم کرکے بے حد افسوس ہوا، کہ مولانا قاری شاہ سلیمان صاحب پھلواروی نے طویل علالت کے بعد اس جہانِ فانی سے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شاہ صاحب عہد گزشتہ کی یادگار تھے، اور آہ! کہ اب وہ بھی ہم سے جدا ہوگئے۔

صبح تک وہ بھی نہ چھوڑی تو نے اے باد صبا ‌ ‌ ‌ یادگار رونق محفل تھی پروانہ کی خاک!

قدیم وضع، معاشرت، تہذیب و ثقاہت کی شاہ صاحب مکمل تصویر تھے، لیکن آج کل عام طور پر جیسے جاہل صوفی نظر آیا کرتے ہیں، اُن سے آپ کی شان بالکل جداگانہ تھی، وہ شریعت و طریقت کے امام تھے، طریقت کے نکات سے انہیں جتنی واقفیت تھی شریعت کے اسرار و رموز اس سے کچھ زیادہ ہی اُن کے علم میں تھے، وہ جامع معقول و منقول بھی تھے، ہمارے قدیم عربی علوم و فنون اب مٹتے جارہے ہیں، لیکن شاہ صاحب کی ذات مجمع الصفات تھی، وہ ان علوم کے زبردست ماہر تھے، وہ خوش گلو واعظ بھی تھے اُن کے مواعظ کی اثر انگیزی کی کہانیاں اب تک لوگوں کو یاد ہیں۔

محمڈن کالج علیگڑھ سے مسلمانوں کی دحشت و بیگانگی بڑھ رہی تھی، اس کے کارکن کافر اور مرتد بتائے جاتے تھے، مگر شاہ صاحب انہیں مسلمان سمجھتے تھے، کالج کی ضرورت کا احساس رکھتے تھے، اپنی جماعت میں شاید وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے عام مخالفت کے باوجود روشن خیالی کا ثبوت دیا۔ اور کالج کی حمایت کے لئے وقف ہوگئے، کالج کی حمایت میں انہوں نے جو موثر اور دلپذیر تقریریں کیں سننے والے بیان کرتے ہیں کہ تقریروں کے بعد یہ عالم ہوتا تھا کہ پردہ نشین خواتین جو جلسہ پردہ تقریر سنتی تھیں، اپنے

قیمتی قیمتی زیور چندہ میں دے دیتی تھیں، اسی طرح مرد حاضرین بھی جو کچھ ہوتا نقد پیش کرتے رہتے تھے۔

ندوۃ العلماء کی تحریک بھی جدید تحریک تھی، یہ تحریک اگرچہ اصلاحی تھی، لیکن اس کی بھی خوب خوب مخالفت کی گئی، بریلی کے کفر نامے ندوہ، ندویین اور متعلقین ندوہ پر کفر و ارتداد کے جو فتوے شائع ہوئے، وہ سیکڑوں سے تجاوز کر گئے، لیکن شاہ صاحب نے ندوہ کی حمایت اس کے اصول و مقاصد سے اتفاق کا اظہار کیا، اور اس کے مقصد اور نظام عمل کو بروئے کار لانے کے لئے اپنے تئیں وقف کر دیا۔ شاہ صاحب ندوہ کے سرپرست رہے اور ندوہ ان سے فائدہ اٹھاتا رہا۔ ندوہ سے ان کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ باوجود پیری و ضعیفی اس کے سالانہ اجلاسوں میں علالت و نقاہت کے باوجود دور دراز کی مسافت سفر برداشت کر کے پہنچتے تھے تقریر کرتے تھے اور اس کی امداد و اعانت کی طرف لوگوں کو توجہ دلاتے تھے۔

تحریک خلافت و ترک موالات جب شروع ہوئی، تو شاہ صاحب بھی سب سے آگے تھے ان کے دونوں جوان صاحبزادے انگریزی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ شاہ غلام حسنین صاحب بی۔ اے میں پڑھ رہے تھے، اور شاہ محمد جعفر صاحب انٹر میں۔ باہمت باپ اپنے نوجوان بیٹوں سے کم پرجوش نہ تھا، اس نے فوراً دونوں کو اسکول اور کالج سے اٹھا لیا۔ اور ندوہ عربی کی تکمیل کے لئے بھیج دیا۔ جہاں سے چند سال کی محنت کے بعد ان دونوں بھائیوں نے نمایاں امتیاز کے ساتھ سند حاصل کی۔

(خلافت)

روزنامہ "حق" لکھنؤ

آج نادوں میں یہ منحوس تار بھی تھا، کہ حضرت شاہ محمد سلیمان پھلواروی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، جو اس دنیا میں آیا ہے، اس کو جانا ضرور ہے، مولانا

پھلواروی کی موت کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ؎

ہوتا آیا ہے زمانہ میں یہی ہوتا ہے
چار دن زیست کے ہیں قبر کا پھر کونا ہے

مولانا پھلواروی تو عمر طبعی کو پہنچ چکے تھے، اور ان کی موت کو کسی اعتبار سے نا وقت نہیں کہا جا سکتا۔ انہوں نے دنیا میں زندگی کے تمام مدارج طے کئے، اور آخر اس آخری منزل کو بھی طے کر کے یہ قطرہ اس مواج سمندر وں میں مل گیا، جس سے نکلا تھا، ہم کو مولانا پھلواروی کی موت کا غم نہیں ہے، بلکہ رونا تو اس کا ہے، کہ مسلمانوں میں ایسا قحط الرجال ہے، کہ جو اٹھ جاتا ہے، پھر اس کی جگہ اسکے نعم البدل سے پر نہیں ہوتی۔ اور ہمیشہ خالی رہتی ہے۔ چنانچہ آج بھی ہماری نگاہیں ہر طرف مولانا پھلواروی کا ایسا خادم المسلمین، مولانا پھلواروی کا ایسا بے لوث مسلمانوں کا معاون، اور مولانا پھلواروی کا ایسا باعث فخر عالم ڈھونڈنے سے قاصر ہیں، خادم دین اور بھی ہیں، مسلمان اور بھی ہیں، مگر سب اپنی اپنی جگہ پر ہیں، مولانا شاہ سلیمان پھلواروی نے جو جگہ خالی کی ہے، اس کو کس طرح پر کیا جائے، ہم تو اس نقصان کی تلافی کا کوئی امکان ڈھونڈھنے سے قاصر ہیں، اور شاہ محمد سلیمان پھلواروی کی موت کو اس اعتبار سے مسلمانوں کا ناقابل تلافی نقصان سمجھتے ہیں۔ اور ہر مسلمان کے لئے صدمۂ عظیم۔

ہر آں کہ زاد بناچار بایدش نوشید ز جام دہر مے کل من علیہا فان

(روزانہ حق لکھنؤ)

پیسہ اخبار لاہور

افسوس ہے کہ مولانا شاہ سلیمان پھلواروی اس دار ناپائدار سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک بلند پایہ صوفی تھے، بہار کی مشہور و معروف

تھا نقاہ سے آپ کا عمر بھر تعلق رہا۔ آپ کے معتقدین اور ارادتمندوں کا سلسلہ بڑا وسیع ہے، تصوف اور فلسفۂ طریقت پر آپ نے کئی معرکۃ الآرا کتب تصنیف کیں، آپ کے پہلو میں ایک درد مند دل تھا، قومی معاملات میں بڑی دلچسپی لیتے تھے، علیگڈھ کالج کی ترقی کی خاطر مرحوم نے نواب محسن الملک کی معیت میں سارے ہندوستان کا دورہ کیا۔ نیز مسلم یونیورسٹی کے انتظام کی خاطر ہز ہائینس سر آغا خاں اور راجہ محمود آباد کے ساتھ مل کر آپ نے بڑی سرگرمی اور اخلاص سے کام کیا۔ آپ ندوۃ العلماء کے بانی اور ٹرسٹی تھے۔ جب رئیس الاحرار مولانا محمد علی مولانا شوکت علی مولانا حسرت موہانی اور مولانا عبدالماجد بدایونی نے مل کر جمعیۃ العلماء کانپور کی بنیاد رکھی، تو انہوں نے شاہ صاحب مرحوم کو اس کا صدر منتخب کیا، چنانچہ آپ تا حین حیات اس کے صدر رہے۔ ۸۰ برس کی عمر میں شاہ صاحب کا وصال ہوا۔ آپ بڑے شیریں بیان واعظ اور دینیات کے فاضل اجل تھے، ایک زمانہ تھا کہ مرحوم انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسوں میں آکر اپنے مواعظ حسنہ سے حاضرین کو مستفیض کیا کرتے تھے، تو ایک زمانہ آپ کے علمی تبحر اور حسن بیان کا قائل تھا۔ آپ نے ساری عمر اسلام اور قوم کی خدمت میں صرف کی۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں میں قحط الرجال کی شکایت ہے، اندریں حالات شاہ صاحب مرحوم کی وفات مسلمانوں کے لئے ایک ناقابل تلافی صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الماویٰ میں مقام محمود عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو توفیق صبر بخشے۔

(پیسہ اخبار۔ ۱۷ جون ۱۹۳۵ء)

مولانائے پھلواری رح کا فاتحہ باغ مولانا انوار رح میں

محمد ہاشم صاحب انصاری (فاضل حدیث) فرنگی محل سے اطلاع دیتے ہیں کہ:۔

۲۷ صفر کو حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی کی وفات حسرت آیات کی اطلاع آئی۔ اور اسی دن حضرت امام الوقت بحر العلوم جناب مولانا محمد عبدالباری صاحب قبلہ کا عرس باغ

مولانا انوار میں تھا۔ اس لئے حضرت مولانا قطب الدین عبدالوالی صاحب کے ایما سے حضرت امام الوقت رح کے فاتحہ کے بعد ہی ہزاروں مسلمانوں نے شاہ صاحب مرحوم کا فاتحہ پڑھا، اور جناب مولانا شہید انصاری نے شاہ صاحب موصوف کے شاندار دینی و علمی کارناموں کو بیان کرکے اُن خصوصیات کو بھی بتایا جو جناب شاہ صاحب مرحوم کو فرنگی محل کے ساتھ تھیں۔ فرنگی محل میں حضرت شاہ صاحب کی وفات پر ایک عام تاثر اور احساس قلق و غم ہے۔

"البشیر" اٹاوہ

دلی رنج اور افسوس کے ساتھ یہ خبر شائع کی جاتی ہے، کہ حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب چشتی سجادہ نشین خانقاہ پھلواری شریف نے طویل علالت کے بعد اسی برس کی عمر میں انتقال کیا، مولانا عربی علوم کے زبردست عالم تھے، وہ صوفی منش تھے، اور علم تصوف کے ماہر۔ ان کے ہزاروں مرید ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں، طبقۂ علما میں وہ پہلے بزرگ تھے جنہوں نے رفتار زمانہ کو دیکھا، اور جب ندوۃ العلماء کے شروع ہونے کی تحریک ہوئی تو وہ اس تحریک کے ابتدائی محرکین میں سے تھے، اور جب ندوہ قائم ہوا، اور ندوہ میں جو وعظ انہوں نے کہے، اور جو تقریریں انہوں نے کیں ہر خیال اور ہر طبقہ کے مسلمانوں پر ان کا زبردست اثر ہوا۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ندوہ اور دارالعلوم ندوہ کے قیام میں مولانا مرحوم کا زبردست اثر شامل حال تھا، نواب محسن الملک چونکہ زبردست مردم شناس تھے، اس وجہ سے جب ندوہ کے پہلے جلسہ کی روداد طبع ہوئی، اور اس میں انہوں نے مولانا مرحوم کی تقریروں کو پڑھا، تو نواب صاحب کے دل پر ان تقریروں کا گہرا اثر ہوا۔ اور اسی وقت سے نواب صاحب کو اس بات کی فکر دامنگیر ہوئی۔ کہ کسی طرح مولانا کو آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں شامل کیا جائے۔

چنانچہ نواب صاحب نے مسلسل کوشش شروع کردی، اور جب بدرالدین طیب جی کی صدارت میں کانفرنس کا اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا، تو نواب صاحب کی کوشش سے شاہ محمد سلیمان صاحب بھی اس کانفرنس میں شریک ہوئے، اور اس اجلاس میں جو تقریریں مولانا مرحوم نے کیں، باشندگان بمبئی پر ان کا گہرا اثر ہوا۔ جب نواب محسن الملک رنگون ڈپوٹیشن لے گئے ہیں، تو اس ڈپوٹیشن میں مولانا مرحوم بھی شریک تھے۔ مولانا میں خاص قابلیت یہ تھی کہ وہ جہاں کہیں تقریر کرتے، یا وعظ کہتے، تو حاضرین کے مذاق اور طبیعت کا اندازہ کر لیتے تھے اور اپنی تقریر میں وہی الفاظ بیان کرتے تھے، جو سامعین کی قابلیت اور مذاق کے موافق ہوتے تھے، اور یہی وجہ تھی کہ مولانا مرحوم کی تقریروں کو خاص مقبولیت حاصل ہوئی تھی۔ اور ان کا خاص اثر ہوتا تھا، مولانا مرحوم کی آواز میں خداوند تعالیٰ نے درد عطا کیا تھا۔ وہ اپنے وعظ میں نہایت کثرت سے اُردو فارسی کے اشعار پڑھتے تھے، ان کے اشعار پڑھنے کا انداز نہایت دلکش اور دلفریب ہوتا تھا۔

ندوہ قائم ہونے سے قبل کانپور کے مشہور تاجر حافظ الٰہی بخش صاحب نے جب کانپور میں مدرسہ فیض عام جاری کیا، تو جلسہ تقسیم اسناد کے موقعہ پر حافظ صاحب نے ہندوستان کے مشہور علماء کو مدعو کیا، ان میں ایک شاہ صاحب مرحوم بھی تھے، مجھے اسی وقت سے ان سے نیاز حاصل تھا، اس کے بعد وہ اور کانفرنس کے اجلاسوں میں دوسرے مقامات پر اُن سے ملاقات ہوتی رہی، جب نواب محسن الملک رنگون ڈپوٹیشن لے گئے ہیں۔ چونکہ ڈپوٹیشن میں میں شریک تھا، اس وجہ سے ایک مہینہ تک مجھ کو مولانا کی خدمت میں ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ اور اس سفر کی وجہ سے میرے اور مولانا مرحوم کے تعلقات میں زیادہ خصوصیت پیدا ہوگئی تھی۔ الخ

مدینہ بجنور

مولانا شاہ محمد سلیمان چشتی پھلواروی نے اسی برس کی عمر میں انتقال فرمایا ان کی وفات

سے مسلمان ایک ایسی بزرگ اور فعال ہستی سے محروم ہوگئے۔ جو تصوف طریقت، علم اور سیاست میں مسلمانوں کی خدمت کیا کرتی تھی۔ مولانا مرحوم فرنگی محل کے تعلیم یافتہ تھے، اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، شیریں بیان واعظ اور وجد انگیز خطیب تھے، معقولات و منقولات کے جامع تھے۔ اور تصوف میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے، انہوں نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ اپنے مسلک اور رجحان طبع کے مطابق مسلمانوں کی خدمت میں گزارا۔ اور باوجود پیرزادہ اور عالم ہونے کے سرسید کی تعلیمی تحریک کے مؤید تھے، انہوں نے ایجوکیشنل کانفرنس میں تعلیمی خدمت سرانجام دی، ندوہ، ڈھاکہ یونیورسٹی، تحریک خلافت اور تحریک حقوق میں حصہ لیا۔ جمعیۃ علماء ہند کے سرگرم رکن تھے، لیکن بعض گمراہ کن رفقاء کے باعث فتنۂ افتراق میں شریک ہوگئے، اور اس جمعیۃ علماء کے صدر بھی تھے جس کا دفتر کانپور میں بتایا جاتا تھا۔ لیکن جس کا وجود کہیں نہیں ہے۔ اور ان کے انتقال سے اُسے مزید صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے، بجز اس لغزش کے جو ہماری دانست میں دیانت اور خلوص سے واقع ہوئی تھی۔ مولانا مرحوم کی ذات سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ اور ان کا انتقال ایک ناقابل تلافی نقصان ہے، ہم حضرت مرحوم کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کے طلبگار ہیں۔ (مدینہ۔ بجنور)

علم و عرفان کا آفتاب غروب ہوگیا

حضرت صدر مرکزی جمعیۃ علماء ہند کی وفات

(از حضرت مولانا مظہر الدین صاحب ناظم مرکزی جمعیۃ العلماء ہند)

ناظرین الامان آگاہ ہیں، کہ حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی صدر مرکزی جمعیۃ علماء ہند نحیف و کمزور تو ایک عرصہ سے تھے، لیکن اب ایک طویل علالت کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا تھا، اس اثناء میں کئی بار ناظرین کرام سے دعا کی بھی التجا کی گئی، اور خدا کے فضل سے دعاؤں کا اثر بھی ظاہر ہوا، اور

اور اس عرصہ میں کچھ ایام کے لئے حضرت مولانا کی طبیعت کچھ سنبھل بھی گئی، لیکن ۲۹ مئی کو آپ کے بڑے صاحبزادہ جناب مولانا شاہ حسین میاں صاحب پھلواروی کا ایک مکتوب جو ۲۷ مئی کا لکھا ہوا تھا، موصول ہوا۔ اس میں حضرت مولانا کے متعلق درج تھا کہ:-

"حضرت کے روحانی اور ارکات اس طرف چند دنوں سے بہت بڑھ گئے ہیں۔ ہر وقت غوطہ میں رہتے ہیں، لیکن جب غوطہ ٹوٹتا ہے، تو عجیب عجیب باتیں بیان کرتے ہیں۔

ایک بار فرمایا کہ درود شریف کے انوار آرہے ہیں، پھر کہا کہ دیکھو کوئی حما، دلائل الخیرات پڑھ رہے ہیں، دیکھا گیا تو واقعی بغلی کمرہ میں ایک صاحب چپکے چپکے دلائل الخیرات پڑھ رہے تھے۔ حضرت نے تھوڑی دیر غوطہ کے بعد فرمایا کہ پہلا حزب ختم ہوگیا، اب دوسرا حزب شروع ہوگیا۔ دیکھا تو واقعی وہ صاحب دوسرا حزب پڑھ رہے تھے، پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ اب تیسرا حزب شروع ہوا۔ اس کے انوار آرہے ہیں، دیکھا گیا تو واقعی تیسرا حزب شروع ہوا تھا، حضرت نے پھر غوطہ سے ہوش میں آکر فرمایا کہ ابھی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تھے، عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اس واقعہ کے بعد سے دوا غذا سب بند کردی ہے۔ صرف زمزم شریف دیا جاتا ہے۔"

یہ خط جس پیام کی تمہید تھا آخر وہ پیام بھی پہنچ گیا، اور ۳۱ مئی کے تار سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا اسی سال اس دار فانی میں رہ کر عالم بقا میں پہنچ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جن حالات میں آپ نے وفات فرمائی، اور جو آثار رحلت سے قبل ظاہر ہوئے، وہ اس کا یقین دلاتے ہیں، کہ یہ موت وہ موت ہے جس کی ہر مومن آرزو رکھتا ہے۔

آپ فرنگی محل لکھنؤ کے شہرۂ آفاق عالم (جن کے فیوض علمی آج ہر عربی درسگاہ کی رونق ہیں) حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے

آپ اپنے اُستاد مرحوم کی تنہا یادگار ہندوستان میں رہ گئے تھے لیکن آج وہ واحد یادگار بھی ہم سے جدا ہو گئی۔

آپ معقولات ومنقولات کے جامع تھے، اور اس کے ساتھ تصوف آپ کی آخری حیات کا خاص مشغلہ تھا۔ آپ کے بہت سے معرکۃ الآرا مضامین بھی اس سلسلہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ اپنے زمانہ کے زبردست شیریں بیان خطیب تھے، خود بھی آپ دوران تقریر میں جھومتے تھے، اور سننے والوں پر ایک وجد و بیخودی کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

نواب محسن الملک مرحوم کی خطابت و قابلیت سے علمی حلقے اچھی طرح واقف ہیں، لیکن محسن الملک مرحوم بھی مولانا کی تقریر و وعظ کے گرویدہ تھے، اور رنگون و کلکتہ کے سفر میں جو علی گڑھ کالج کے لئے عمل میں آئے۔ اس میں آپ رفیق سفر تھے، گویا مقتدر علماء و صوفیا میں آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بہت قبل علی گڑھ کی ضرورت کو محسوس کیا۔ اور عملاً اس کی خدمت کی۔

(۲) اس کے بعد جب ہز ہائینس سر آغا خاں اور راجہ صاحب محمود آباد مرحوم کی مساعی نے علیگڑھ کالج کو مسلم یونیورسٹی بنایا، تو آپ نے ان دونوں صاحبوں کے دوش بدوش خدمات انجام دیں۔

(۳) آپ پھلواری شریف کی مشہور خانقاہ اور پیرزادوں کے خاندان سے تھے، لیکن اس گروہ میں آپ پہلے باعمل عالم اور بارسوخ پیرزادے تھے، جنہوں نے انگریزی تعلیم کی تائید کی اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں سے مل کر ان کو مذہب کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔

(۴) سر سید مرحوم کی تعلیمی تحریک کے موئدین میں آپ کا خاص مرتبہ تھا۔ چنانچہ سر سیدؒ نے اپنی متعدد تحریرات میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔

(۵) ایک زمانہ تھا کہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ہی مسلمانان ہند کا واحد شاندار مرکزی اجتماع تھا۔ اس اجتماع کی طول و عرض ہند میں کامیابی کی ضمانت آپ کی تقریریں تھیں۔

(۶) تقسیم بنگال کی منسوخی کے بعد جب مشرقی بنگال کے مسلمانوں کو ڈھاکہ یونیورسٹی کا تحفہ دیا گیا، تو اس کے ٹرسٹی آپ بھی تھے، اور اس کی تعمیر میں آپ کا ہاتھ بھی شامل تھا۔

(۷) آپ نے زمانہ حال کے مطابق عربی تعلیم کی اصلاح کی جانب خاص توجہ فرمائی، چنانچہ جب لکھنؤ اس کام کا مرکز قرار پایا، اور ندوۃ العلماء کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ تو اس کی بنا و تعمیر میں آپ بھی شریک تھے، اور روائی فرمانی آف ناٹپارہ نے آپ ہی کی تحریک سے تقریباً اٹھارہ ہزار روپیہ سالانہ کی جائداد ندوۃ العلماء کے لیے وقف کی۔ ندوۃ العلماء کے سالانہ تاریخی اجتماعات کی جب آپ روداد پڑھیں گے تو منتظمین کی فہرست میں حضرت مولانا مرحوم کا اسم گرامی ممتاز نظر آئے گا۔

(۸) سنہ ۱۹۲۰ء میں جب تحریک خلافت شروع ہوئی تو گاندھی جی بہادر ارّی شریف آپ کے وطن مالوت میں بھی تشریف لے گئے اور آپ سے ملے۔ اس وقت آپ نے اپنی خانقاہ میں قومی اسکول ان طلباء کے لیے قائم کیا، جو سرکاری مدارس کا مقاطعہ کر چکے تھے۔

(۹) آخری کارنامہ جب کہ آپ بہت ہی ضعیف ہو گئے تھے، مرکزی جمعیۃ علماء ہند کانپور کی صدارت ہے۔

جب برادران وطن کو نہرو رپورٹ تسلیم کرانے اور مسلم حقوق کے علی الرغم جمعیۃ العلماء دہلی کو کانگریس کی اطاعت شعار لونڈی بنانے کی ضرورت لاحق ہوئی، تو مولانا محمد علی مرحوم، مولانا حسرت موہانی، مولانا عبد الماجد بدایونی مرحوم اور علمائے فرنگی محل نے مرکزی جمعیۃ العلماء ہند کانپور قائم کی، اس وقت بالاتفاق یہ قومی و مذہبی امانت بحیثیت صدارت آپ کے سپرد کی گئی۔ اس اثناء میں فرنگی محل کے ایک صاحب نے گول میز کانفرنس کو مخلوط انتخاب کی حمایت میں جمعیۃ علماء ہند کے نام سے تار دے دیا۔ آپ نے ذاتی تعلقات کو بالائے طاق رکھ کر فوراً بحیثیت صدر اس کی تردید کی۔ پھر جب مالوی جی وغیرہ نے الہ آباد میں یونٹی کانفرنس کا ڈھونگ رچایا، اور جمعیۃ ہند کے نام سے بعض صاحبان اُن کے ساتھ مل کر مخلوط انتخاب کے حامی ہو گئے، تو سنہ ۱۹۳۲ء

میں جمعیۃ علماء ہند کانپور کا عظیم الشان اجلاس کلکتہ میں منعقد ہوا۔ اس موقع پر آپ نے باوجود نقاہت وضعف کے کلکتہ کا سفر کرکے مذہب وملت کی جو خدمات انجام دیں وہ باخبر اصحاب سے پوشیدہ نہیں۔

(۱۰) ہندوستان کے تقریباً تمام صوبجات میں آپ کے خدام ومریدین موجود ہیں، بالخصوص صوبجات متحدہ اور مدراس، پنجاب وبنگال کو خاص شرف حاصل ہے، اس لئے ہندوستان کے اکثر مشائخ وپیرزادے آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ اور مسائل تصوف میں آپ کی ذات کو ایک سند سمجھتے تھے۔

آپ نے تین صاحبزادے چھوڑے ہیں، جو خدا کے فضل سے اہل علم ہیں۔ بڑے صاحبزادہ کا نام جو آپ کے قائم مقام ہیں، مولانا شاہ حسین میاں صاحب ہے جن میں بہت سی خصوصیات اپنے والد مرحوم کی موجود ہیں، آپ کے جانشین کا اس وقت سن بفضلہ تعالیٰ چالیس کے قریب ہے۔

غمگین راقم الحروف کو مولانا مرحوم کی رہنمائی میں اس جمعیۃ میں تقریباً پانچ سال بہ حیثیت ورکنگ سکریٹری خدمت کرنے کا موقع ملا ہے۔ اور آپ نے بعض اہم مسائل میں اہم مواقع پر جس طرح پیچیدگیوں کو سلجھایا ہے، وہ ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ حضرت مولانا عبد الماجد صاحب بدایونی، مولانا عبد الکافی صاحب اور مولانا نثار احمد صاحب کانپوری پہلے داغ مفارقت دے چکے تھے، اب آپ نے بھی اپنا سایہ اٹھا لیا لیکن ہمیں امید ہے کہ آپ کی روحانی برکتیں شامل حال رہیں گی، اور آپ کے مسلک اور آپ کے کاموں کو زندہ رکھنے کے لئے آپ کے صاحبزادگان واعزا اور خدام پہلے سے زیادہ سرگرمی دکھائیں گے، اس صدمۂ جانکاہ میں آپ کے صاحبزادگان ودیگر اعزا کے ساتھ کامل ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے۔ اور ہم سب کو صبر کی اور آپ کے کاموں کو جاری وزندہ رکھنے کی توفیق عطا کرے۔ تمام مسلمان ناظرین الامان سے استدعا ہے کہ وہ حضرت مولانا مرحوم کے روح پاک کو فاتحہ کے ثواب سے محروم نہ فرمائیں۔

(وحدت دہلی)

مولانا شاہ سلیمان پھلواروی رح کا اجمیر شریف میں فاتحہ سیوم

اجمیر ۲۱ مئی - مولانا حسین میاں صاحب کا تار جناب متولی صاحب درگاہ شریف کے نام موصول ہوا جس میں حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی کے وصال کی خبر درج تھی۔ چنانچہ حسب تحریک جناب متولی صاحب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے وکیل جناب صاحبزادہ سید عاشق محمد صاحب کے زیر اہتمام یکم جون صبح ساڑھے آٹھ بجے درگاہ معلیٰ میں قرآن خوانی کے بعد سیوم ہوا۔ مدرسہ معینیہ عثمانیہ کے تمام اساتذہ اور طلبا، نیز جماعت صاحبزادگان کے جملہ معززین اور شہر کے بعض عمائدین فاتحہ میں شریک تھے۔ (از اتحاد، پٹنہ - ۶ جون ۱۹۳۵ء)

حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب رح

اسلامی ہند میں یہ خبر عام طور سے نہایت ہی رنج و اندوہ کے ساتھ سنی جائیگی، کہ پھلواری شریف کے مشہور و معروف عالم حضرت شاہ سلیمان صاحب رح جنہوں نے اپنی شیریں بیانی سے ایک زمانہ میں غیر معمولی شہرت اور ہردلعزیزی حاصل کرلی تھی، گزشتہ جمعہ کی شب کو اپنے وطن پھلواری میں رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا مرحوم نہایت نیک اور با اخلاق بزرگ تھے، اور ان میں وہ پرانی وضعداری موجود تھی، جو اب مفقود ہوتی جاتی ہے۔ آپ کے دل میں سچا اسلامی درد تھا۔ اور اس لئے اگرچہ بعض سیاسی مسائل میں ہمیں مولانا مرحوم سے کبھی کبھی اختلاف کرنا پڑتا تھا۔ لیکن اس سے ہمارے دل میں ان کی عزت و عظمت کم نہیں ہوتی تھی، راقم السطور کو جب مارچ ۱۹۳۲ء میں آخری مرتبہ مولانا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تھا، تو اس وقت بھی اُن کی صحت اتنی خراب تھی، کہ وہ باآسانی نقل و حرکت نہیں کرسکتے تھے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح

فردوس نشین کرے۔ اور آپکے صاحبزادہ مولانا حسین صاحب کو آپ کا صحیح جانشین بنائے !!

"حقیقت" لکھنو

قاری شاہ سلیمان صاحب کی وفات

۲۷ صفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء بروز جمعہ صبح ۷ بجکر ۵ منٹ پر حضرت پیر و مرشد قاری شاہ سلیمان صاحبؒ نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ گزشتہ کئی ماہ سے حضرت کی صحت خراب ہو گئی تھی۔ آخری وقت میں روحانی ادراکات بہت بڑھ گئے تھے، بزرگان دین کو کثرت سے خواب میں دیکھتے تھے، اس واقعہ کے بعد سے دوا، غذا سب بند کر دی تھی۔ صرف زمزم شریف دیا جاتا تھا۔ وفات سے ایک دن پہلے بھرے مجمع میں فرمایا، میری موت آج شب کو یا کل دن کو واقع ہو گی۔ چنانچہ صبح کی نماز کے بعد حالت غیر ہونے لگی۔ ہوش و حواس بالکل آخر وقت تک درست تھے، کلمہ طیبہ اور اللہ اللہ کا ورد جاری تھا۔ نماز کی برابر سبھوں کو تاکید فرماتے رہے یہاں تک کہ نبض ڈوبنے لگی۔ ۲۰۔۲۵ منٹ تک سکرات کی کیفیت رہی ۔۔ کسی طرح کی کوئی تشنجی کیفیت پیدا نہیں ہوئی، سارا جسم سکون کی حالت میں تھا، یہاں تک کہ سانس چلتے چلتے بند ہو گئی۔ تجہیز و تکفین بعد نماز جمعہ ہوئی، نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے، اور جانشین حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں صوفیائے کرام، علمائے عظام، زعمائے ملت، رؤسائے قوم، اور ہزاروں مسلمان شریک تھے۔ یکم ربیع الاول کو جامع مسجد پھلواری شریف میں ایصال ثواب کی غرض سے قرآن کے ختم کیے گئے، از اں بعد صوبہ کے کثیر مشائخ کرام، صاحبان سجادہ و خلفائے عظام نے مولانا شاہ حسین میاں صاحب کے سر پر مولانا قاری شاہ محمد سلیمان کا عمامہ باندھا اور اپنی اپنی خانقاہوں کی جانب سے دستاریں پیش کیں۔ اور رسم جانشینی انجام پائی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے، اور ان کے جانشینوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق

عطا فرمائے۔

مولانا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب کی وفات سے قوم کو ایک نقصان عظیم پہنچا ہے جس کی تلافی ممکن نہیں، ہم جناب خدا میں ملتجی ہیں، کہ وہ اپنے فضل و کرم سے شاہ صاحب مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، اور حضرت شاہ حسین میاں و اراکین خاندان کو صبر جمیل بخشیں۔

(مسٹر گزٹ لاہور۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

آہ! مولانا شاہ سلیمان پھلواروی مرحوم

باخبر حلقوں میں یہ خبر انتہائی حزن و ملال کے ساتھ سنی جائیگی، کہ صوبہ بہار کے مشہور سیاسی کارکن مولانا شاہ سلیمان صاحب طویل علالت کے بعد اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا کے انتقال سے صرف ہماری جماعت میں ایک عالم باعمل ہی کی کمی نہیں ہوگئی، بلکہ بہترین صفات عالیہ بھی ہمیشہ ہمیش کے لئے رخصت ہوگئیں، قدیم طرز و وضع، پرانی تہذیب و معاشرت اب ہمارے لئے ایک افسانہ ہوگئی۔ مولانا قدیم تہذیب کے دلدادہ ہونے کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ کے بھی قدرداں تھے، اور مسلمانوں کو مسلمان رہ کر اس دور جدید میں معزز دیکھنا چاہتے تھے، اور اس سلسلہ میں آپ کی خدمات عرصہ تک یادگار رہیں گی۔ خداوند کریم مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(النجم لکھنؤ۔ ۱۴ جون ۱۹۳۵ء)

دو عظیم المرتبت ہستیوں کا سانحۂ ارتحال

ایک زمانہ میں صوبہ بہار جس قدر اہل علم و باکمال ہستیوں کا گہوارہ بنا ہوا تھا، اتنا ہی

وہ ایسے فخرِ روزگار بزرگوں سے اب خالی ہوتا جا رہا ہے۔ اجل کے ظالم ہاتھ ان مایۂ ناز فرزندانِ وطن کو ہم سے جلد جلد چھین کر جدا کر دینے میں کار فرما ہیں۔ ابھی کے دن کی بات ہے، کہ ہم سر علی امام، نواب امداد امام، نواب نصیر حسین خیال وغیرہ کی مفارقت دائمی پر خون کے آنسو بہا چکے ہیں، کہ حال میں دو اور ممتاز ہستیاں ہمارے درمیان سے اٹھ گئیں۔ ان میں سے ایک صوبہ ہی نہیں، پورے ہندوستان، اور ہندوستان ہی نہیں، سارے عالم اسلامی میں خاصہ شہرت رکھتی تھی، اور دوسری اس لحاظ سے صوبہ بہار کے اندر قابلِ پرستش تھی کہ اس نے ایک ایسی دیرپا علمی و دینی خدمت انجام دی تھی، جس سے مسلمانوں کا ایک طبقۂ عظیم ہمیشہ مستفید ہوتا رہے گا۔ اوّل الذکر محترم شخصیت حضرت مولانا شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی تھی، جن کا تبحر علمی، تقدس مآبی اور تدبر ایک مسلمہ امر تھی۔ آپ کی سب سے بڑی خوبی جو آپ کو اپنے عہد کے اکثر علماء اور مشائخ سے ممتاز کئے ہوئے تھی، وہ آپ کی روشن خیالی اور کمال دور اندیشی تھی، چنانچہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے، کہ جن معدودے چند علماء نے مسلمانوں کی تحصیل زبان انگریزی کے مسئلہ میں سر سید مرحوم کی تائید کی تھی، ان میں ایک آپ کی ذات گرامی بھی تھی۔ اور یہ وہ خصوصیت ہے جس نے ان کو انگریزی دانوں کے طبقہ میں بھی مقبول بنا رکھا تھا، آپ اس اعتبار سے بھی قابل تعظیم بزرگ تھے کہ مولانا عبد الحی مرحوم فرنگی محلی و مولانا احمد علی مرحوم محدث سہارنپوری کے ارشد تلامذہ میں ہونے کے باعث علمائے متاخرین کے آخری یادگار تھے۔ علاوہ دینی تعلیمی معاملات میں بھی آپ بے حد دلچسپی کا اظہار کرتے رہتے، چنانچہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تاسیس و بنا ایک بڑی حد تک آپ ہی کی مرہون منت ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے، کہ آپ کا دل درد ملت سے بے حد متاثر رہا ہے۔ جس نے آپ کو پیرانہ سالی کے انتہائی مجبور کن ضعف و نقاہت کے باوجود سیاسی اکھاڑوں میں پہلوان کے سے دم خم کے ساتھ جا کودنے پر مستعد کر دیا۔ اور آپ کا یہی خلوص اور جوش تھا، جس نے مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حسرت جیسے اکابر علمائے اسلام کو جمعیت العلماء کانپور

کا صدر آپ کو منتخب کرنے پر مجبور کیا۔ نہایت افسوس ہے کہ یہ جامع دماغ ہستی ۳۱ مئی کی منحوس تاریخ کو بہار کی سرزمین سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گئی۔ الخ۔

مسلم پٹنہ۔ ۸ جون ۱۹۳۵ء

مولانا قاری شاہ سلیمان مرحوم

(از مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی)

پہلے ہی عشرہ میں ملک کے مشہور و خوش بیان عالم مولانا قاری شاہ محمد سلیمان چشتی نے اپنے وطن قصبہ پھلواری شریف (صوبہ بہار) میں عمر طبعی کو پہنچ کر وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کا شمار اس وقت علماء و مشائخ دونوں کے طبقہ خواص میں تھا۔ اور سب سے زیادہ شہرت ان کی خوش بیانی کی تھی۔ ۳۰۔۳۲ سال اُدھر جب مسلمانوں کی سب سے بڑی قومی انجمن ان کی کانفرنس تھی، نواب محسن الملک مرحوم مولانا کو بڑے اصرار کے ساتھ اس میں لے جاتے، اور کانفرنس کی کامیابی اور مقبولیت کا ایک بڑا ذریعہ اس وقت مولانا کے وعظ ہی ہوا کرتے تھے۔ یہی حال ندوہ کا تھا۔ ندوہ اور کانفرنس کے سالانہ جلسے اور مولانا کے وعظ لازم و ملزوم تھے۔ انقلاب زمانہ کے اثر سے کون محفوظ رہ سکتا ہے، اب نہ وہ کانفرنس رہی نہ وہ ندوہ، ادھر مولانا کچھ تقاضائے سن سے، اور کچھ جدید سیاسی اختلافات و مناقشات کی بنا پر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ اللہ درجات عالی سے عالی تر کرے۔۔۔۔۔

مرحوم کو علوم ظاہری میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے تلمذ حاصل تھا۔ اور علوم باطنی میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ تھا، تحریریں زیادہ نہیں چھوڑی ہیں، پھر بھی جتنی ہیں، اہل علم اور اہل طریقت دونوں میں قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائیں گی۔

(صدق۔ ۱۱ جون ۱۹۳۵ء)

حضرت سیدنا شاہ سلیمان قادری صاحب کا انتقال پُر ملال

یہ خبر نہایت رنج و اندوہ کیساتھ درج کیجاتی ہے کہ حضرت سیدنا قبلہ شاہ سلیمان صاحب پھلواروی قادری پھلواری شریف میں ۳۰ مئی کی صبح کیوقت رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ موصوف باعمل عالم اور صوفی تھے آپکی ذات گرامی سے ہزاروں انسانوں کو فیض پہنچتا تھا ہم دست بدعا ہیں کہ خدا مرحوم کو اعلی علیین میں جگہ دے اور حضرت قبلہ شاہ صاحب مرحوم و مغفور کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ہمیں اس حادثہ جانکاہ پر مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔
(ایشر رنگون)

موت العالم موت العالم

اسلامی ہند میں قحط الرجال اپنے انتہائی کمال پر ہے جو افراد جلیل اپنی جگہیں خالی کر رہے ہیں انکا صحیح جانشین نہیں ملتا۔ نتیجہ یہ ہے کہ اعاظم رجال اٹھتے جا رہے ہیں اور انکا صحیح قائم مقام پیدا نہیں ہوتا۔

دنیائے شریعت و طریقت کے لئے یہ حادثہ بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت المناک ہے۔ کہ اس کی ایک عظیم و جلیل ہستی نے اس عالم کون و فساد سے اعلی علیین کی طرف رحلت کی۔

حضرت مولانا قادری شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی سے اسلامی ہند اور دنیائے علم و فضل اچھی طرح واقف ہے، افسوس ہے کہ اس عظیم و جلیل ہستی نے ۲۷ صفر ۱۳۵۴ھ روز جمعہ کو سات بجے عالم فنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ، حضرت مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محل اور حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ علی حبیب صاحب سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف سے شرف بیعت حاصل تھا۔ (جو آپ کے خاندان میں اس وقت بہت بڑے بزرگ اور آپکے حقیقی خسر بھی تھے۔ (مولف)) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے بھی اجازت بیعت حاصل تھی

بزرگوں کی شرف صحبت سے جو فوائد و منافع حاصل ہوتے ہیں، اُن کا یہ اثر تھا کہ ہمیشہ دین و ملت کی خدمت میں مصروف رہے۔

ندوۃ العلماء کے سلسلہ میں بڑی بڑی علمی خدمت انجام دیں، اور ندوہ کی بقا و ترقی میں آپ کی ذات گرامی برابر پیش پیش رہی۔

مسلمانوں کی اصلاح و تبلیغ اور ارشاد و ہدایت میں تمام عمر صرف فرما دی۔

۷۷ سال ۸ ماہ ۴ دن کی عمر میں آپ نے وفات پائی، تقریباً دو ماہ آپ علیل رہے، اس کے قبل ضعف پیری کے باوجود کبھی کبھی آپ اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کی اصلاح و ہدایت کی سعی فرماتے رہتے تھے، طبعاً آپ نہایت فیاض تھے، غرباء و مساکین اور اپنے نادار اعزا کی برابر امداد و اعانت فرماتے رہتے تھے مہمان نوازی کا یہ حال تھا کہ حالت مرض میں بھی ضعف و نقاہت کے باوجود شب وفات تک برابر مہمانوں کے کھانے پینے اور اُن کو آرام پہنچانے کی خود ہدایت فرماتے رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل علم و فضل میں یہی خوبیاں ہوتی ہیں، جن کے سبب سے ان کی موت (موت العالم موت العالم) سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اللہ عز و جل اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے، اور آپ کے صاحبزادگان و اعزا اور متوسلین و معتقدین کو صبر جمیل عطا کرے۔ (جریدہ نقیب پھلواری، جلد ۲ نمبر ۵)

لائق باپ کا لائق بیٹا

از مولانا خاموش

۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۳۵ء آگرہ — حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب خلف الرشید حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی علیہ الرحمۃ سے ملاقات ہوئی اجمیر شریف کے عرس

سے لوٹتے ہوئے آپ آگرہ میں ٹھہرے تھے، سید کفایت حسین صاحب ریٹائرڈ ریلوے گارڈ کے مکان پر فروکش تھے۔ گارڈ صاحب مولانا ہمت زبان صاحب کے بھائی ہیں اور مولانا ممدوح سے اور حضرت مولانا شاہ سلیمان علیہ الرحمۃ کے خاص اور گہرے عزیزانہ تعلقات تھے۔ اس لئے صاحبزادہ حسین میاں نے اپنے والد بزرگوار کی سنت ادا کی، اور مولانا ہمت زبان کے پاس ٹھہرے، کل حسین میاں سلمہ الرحمن کا وعظ آگرہ کی شاہی مسجد میں تھا۔ لوگوں کا بیان تھا کہ مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد پر بہترین اور مؤثر ترین تقریر تھی۔

صاحبزادہ ممدوح جس اخلاق سے مجھ سے ملے، اس کا اثر میرے قلب سے کبھی دور نہ ہوگا۔ فرمایا کہ میں تو آپ کو مدت سے جانتا ہوں۔ فتح پور کو بچپن میں گیا تھا، مگر مولانا ظہور الاسلام مرحوم اور ان کی طرز زندگی سے خوب واقف ہوں۔ فرمایا کہ حال میں آپ کا روزنامچہ حجاز "منادی" میں بڑے ذوق سے پڑھتا رہا ہوں، اور جن دنوں "منادی" میں اس کا نکلنا بند ہوگیا تھا، ہم سب بے چین تھے۔ فرمایا کہ خوب ہوا کہ وہ کتابی صورت میں آرہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو دیکھ کر میرا دل اس وجہ سے خوش ہو رہا ہے، کہ آپ اپنے بزرگ اور قابل باپ کے صحیح جانشین ہیں۔ ورنہ حالت تو یہ ہے کہ جو قابل مسلمان دنیا سے جاتا ہے وہ اپنا صحیح جانشین نہیں چھوڑتا، اور یہ قومی موت کی علامت ہے۔

(دلچسپ اخبار فتح پور - ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

حضرت مولانا شاہ سلیمان قادری چشتی پھلواروی رح کا سانحۂ ارتحال

۲۷ر صفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ر مئی ۱۹۳۵ء روز جمعہ کو بوقت ۷ بجے صبح حضرت مولانا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی رح نے اس عالم ناپائیدار سے رحلت فرمائی۔ اور اس طرح روایات قدیم کی ایک زندہ مثال اور اسلامی علم و عرفان کی یہ نادر شمع گل ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت نے تقریباً اسّی برس کی عمر پائی۔ تین صاحبزادے، نواسے اور پوتے نیز اپنے مریدوں کی ایک بہت بڑی جماعت ہندوستان اور ہندوستان سے باہر بطور یادگار چھوڑی۔ نیز آپ کے صوفیانہ مکتوبات کا مجموعہ اور بہت سے دوسرے علمی رسائل آپ کی زندہ یادگار ہیں۔

آپ حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں تھے، اور غالباً ان کے شاگردوں میں تنہا باقی رہ گئے تھے، اس لئے حضرات فرنگی محل آپ کو خاندان کے ایک فرد کی حیثیت سے سمجھتے تھے۔ چنانچہ ماتم فرنگی محل نے کیا جس کی توقع تھی، علاوہ حضرت مولانا عبدالحیٔ رح کے آپ نے حضرت مولانا حافظ عبداللہ صاحبؒ غازی پوری سے بھی پڑھا تھا، اور اسی رعایت سے آپ کی علالت شدید کا حال سنکر حضرت مولانا غازیپوری رح کے نواسے مولوی عبدالقیوم انصاری ڈہری عیادت کے لئے بھی تشریف لائے تھے، حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صحاح ستہ کا دورہ حضرت میاں صاحب مولانا سید نذیر حسین دہلوی اور حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے بھی کیا تھا، چنانچہ یہی وجہ تھی، کہ حضرت محدث سہارنپوری کے صاحبزادہ حضرت مولانا شاہ خلیل الرحمٰن سہارنپوری نے اس سانحۂ ارتحال پر بے حد غم و اندوہ کا اظہار فرمایا ہے۔

حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ مساوات اسلامی کے زندہ مثال تھے۔ آپ ہی کی ذات تھی جس نے پھلواری شریف کی ذہنیت کو بدل ڈالا۔ اور ہمیشہ اپنے قول و فعل سے مساوات اسلامی کو پھلواری شریف اور بیرون پھلواری ہر جگہ جاری کیا۔ آپ کی سادگی، بے تعصبی، ملنساری، خاکساری اور آپ کی فطری خندہ پیشانی کبھی بھولی نہیں جا سکتی۔ اور آپ کا جودوسخا ہمیشہ لوگوں کو یادگار رہے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات اسلامی اخلاق کا ایک نمونہ تھی۔

رسالہ "مساوات" سے حضرت کو ایک خاص دلچسپی تھی، اس کے متعلق برابر مشورے دیا کرتے تھے، آپ کے صاحبزادگان برابر قلمی امداد فرماتے رہے، اور انشاء اللہ برابر اس مدد کو جاری رکھیں گے۔

جب دیوبند کے مولوی محمد شفیع صاحب نے اسلامی مساوات کے خلاف ایک فتویٰ کتاب کی صورت میں شائع کیا، اور وہ رسالہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا، تو آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ اس میں زیادہ تر کنز العمال کے ضعاف و احاد سے اسناد کیا گیا ہے، جو روایتیں کہ در اصل قابل حجت نہیں، پھر حضرت نے قصد فرمایا کہ خود ایک رسالہ اس باب میں عوام کی ہدایت کے لیے تحریر فرمادیں۔ اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ غلام حسنین ندوی کو فرمایا کہ میں مواد بتلاتا جاؤں گا، تم اسے مرتب کرلینا۔ مگر افسوس ضعف پیری و خرابیٔ صحت نے اس کا موقع نہ دیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے شیوخ طریقت میں حضرت شاہ علی حبیب نصر پھلواروی، حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی، قلندری ہر طریقے میں مجاز تھے، اور ہر طریقہ میں مرید کی اپنی صلاحیت و رجحان کے مطابق بیعت لیتے تھے، اور اسی طریقہ کی اس کو تعلیم دیتے تھے۔

یہی وجہ تھی ہندوستان بھر کے مشائخ کرام کو آپ کی ذات کے ساتھ ایک خاص گرویدگی تھی، اور شاید کوئی دوسری شخصیت ہندوستان میں ایسی نہ تھی جو طبقۂ صوفیہ میں اس قدر زیادہ محبوب تھی۔

آپ کی خدمات قومی اس قدر زیادہ ہیں کہ جن کو گنوانے کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ آپ کی اس سلسلے میں سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جماعت صوفیہ میں آپ سب سے پہلے شخص تھے، جس نے مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کی حمایت کی، چنانچہ خود سرسید احمد مرحوم نے اپنی تحریروں میں کئی جگہ حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر کیا ہے، علی گڑھ یونیورسٹی اور آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی آپ نے نہایت اعلیٰ خدمتیں انجام دیں۔ جن کے تذکرے سے ان اداروں کی رپورٹیں بھری پڑی ہیں۔

عربی کے قدیم نصاب تعلیم میں حسب ضرورت زمانہ اصلاح کے آپ بڑے مؤید تھے، اور اسی

غرض سے آپ اور آپ کے رفقار نے مل کر لکھنؤ میں ندوۃ العلماء کی بنا ڈالی، آپنے ندوۃ العلماء کے سالانہ اجلاسوں میں پانچ مرتبہ صدارت کی۔ کچھ دنوں پہلے جب ندوۃ العلماء کی مالی حالت بہت خراب ہو چکی تھی۔ تو آپ ہی کی تحریک سے آپ کی ایک مریدہ رانی قمر زمانی بیگم مرحومہ آف ٹاپاڑہ نے کم و بیش ۸ ہزار روپیہ سالانہ کی جائداد ندوۃ العلماء میں وقف کر دی، اور اس طرح حضرت موصوف نے ندوۃ العلماء کی بنیاد کو نہایت ہی مستحکم فرما دیا۔

آپ نے تعلیم کی ہمیشہ خدمت کی، جب ترک موالات شروع ہوا تھا اس وقت گاندھی جی آپ کے دولتخانہ پر تشریف لائے، اور آپسے ملاقات کی۔ آپ نے اپنے جماعت خانہ میں اُن طلباء کی تعلیم کے لیے ایک اسکول کھول دیا، جنہوں نے سرکاری تعلیم ترک کر دی تھی۔

گزشتہ سول نافرمانی کے موقع پر آپنے مسلم کانفرنس کی حمایت کی، اور کانپور میں جب ایک جدید جمعیۃ علمائے ہند کی بنیاد پڑی، تو مولانا حسرت موہانی مولانا محمد علی مرحوم اور علمائے فرنگی محل و بدایوں و کانپور کی تحریک سے آپ نے اُس کی صدارت قبول فرمائی، اور آخر وقت تک اُسکے صدر رہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات عالیات کو بلند فرماتا رہے اور آپ کے جانشین مولانا شاہ حسین میاں صاحب کو اور جملہ فرزندان و پسماندگان کو آپ ہی کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین

مساوات اللہ پھلواری

جون ۱۹۲۵ء

مسلمانانِ ہند اور سیرۃ نبوی

شیخ المشائخ امیر الہند حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی قادری رح

صدر مرکزی جمعیۃ علماء ہند (کانپور) کا بستر مرگ سے آخری پیام

کچھ عرصہ سے حضرت مولانا ضعیف اور بیمار تھے لکھنا پڑھنا ترک کر دیا تھا، جوں ہی آپ کی خدمت میں الامان رسول نمبر کے لئے مضمون کی درخواست پہنچی ۔ حضرت نے اپنے فاضل فرزند مولوی غلام حسین صاحب ندوی کو بلایا، اور مسلمانانِ ہند کے نام یہ پیام تحریر کرا کر ارسال فرمایا۔ یہ کیا معلوم تھا کہ یہ پیام اس مادی دنیا میں آپ کا آخری پیام ہوگا۔ اس کے چند روز بعد ہی آپ اعلیٰ علیین کو تشریف لے گئے۔ آپ کا پیام یہ ہے :-

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ پس سچا مسلمان بننے کے لئے ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پیش نظر ہو، اور ہم اسی کا اتباع کریں، یہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی، جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے ہم واقف نہ ہوں، مسلمانوں کو اسلام پر قائم رہنے کے لئے از بس ضروری ہے کہ وہ اپنے ہادی برحق کی حیات کا مطالعہ کریں۔ اور اس کو اپنے کاموں میں پیش نظر رکھیں اسی خیال کی بنا پر میں نے آج سے پچاس سال پہلے اپنے یہاں ربیع الاوّل شریف کے موقع پر بیان سیرت کی بنا ڈالی۔ ربیع الاوّل کی پہلی بارہ راتوں میں علی سبیل التسلسل آنحضرت علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے لیکر وفات تک کے واقعات معتبر روایتوں اور تاریخوں سے لیکر بیان کرتا ہوں، بحمد اللہ یہ سلسلہ جاری ہے ۔ اب میرا وقت آخر ہے۔

میں نے اپنے فرزندوں کو اور بالخصوص نورِ چشم حسین میاں سلمہ کو وصیت کر دی ہے، کہ اس مبارک سلسلے کو بڑی پابندی سے جاری رکھیں، میں کل مسلمانوں کو اس کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور میری دلی تمنا ہے کہ طول و عرض ہند کی تمام خانقاہوں میں عرس ربیع الاول شریف کے موقع پر سیرت کا بیان بھی جاری ہو جائے یعنی عام فہم لفظوں میں معتبر کتابوں سے سیرت کے واقعات اخذ کر کے بیان کئے جائیں۔ اور عوام کو گویا سبقاً سبقاً سیرتِ رسولؐ سے آگاہ کیا جائے۔ تھوڑا تھوڑا ہر روز بیان کیا جائے، اور دس بارہ دن میں ولادت سے لیکر وفات تک کے سب واقعات بیان کر دیئے جائیں۔ نیز مجالس سیرت میں صلوٰۃ و سلام کی کثرت رکھی جائے، اور مسلمانوں کے دلوں میں ذوق و شوق اور عشقِ رسول پیدا کیا جائے۔

خدا کا شکر ہے کہ اس طرف چند برسوں سے سیرت کے جلسے عام طور پر ہونے لگے ہیں، یہ جلسے بھی بیحد مفید ہیں، اور اس کے ذریعہ اسلام کی بہت اعلیٰ تبلیغ ہوتی ہے، خدا کرے کہ یہ تحریک پائدار رہے، اور یکجہتی کے ساتھ قائم رہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسوۂ رسول کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ اتباعِ سنت اور عشقِ نبوی میں اتنا فنا ہو جائیں کہ ان کی زبانِ حال اس طرح بولنے لگے کہ ؎

یہ جو صورت ہے مری صورتِ جاناں ہی ہی
یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے ساماں ہی ہی

حق حق حق۔ اللھم صل علی محمد وآلہ واصحابہ واولیاء امتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

(الامان رسول نمبر دہلی)
۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ

حقائق لکھنؤ

قریبی افسوسناک واقعات میں حضرت علامہ مولانا شاہ سلیمان صاحب قبلہ پھلواروی کا انتقال ہے۔ موصوف حنفی المذہب صوفی مشائخ میں سے تھے، لیکن رواداری و صلح پسندی کا مجسمہ اور عقیدت و محبت اہل بیت کا نمونہ۔ مظالم حجاز کے بعد انجمن خدام الحرمین میں موصوف کے خدمات یادگار رہیں گے۔
آپ ذاکر حضرت سید الشہداء بھی تھے، گول دروازہ کے مجالس یادگار جناب جنت مآب میں دو مرتبہ آپ نے ذاکری فرمائی، جس میں آپ کا مؤثر انداز بیان اور غم انگیز لب و لہجہ یادگار ہے۔
معقولات میں حضرت ملاذ العلمات جناب بچن صاحب قبلہ کے شاگرد بھی تھے، اور علوم اسلامیہ کے متبحر عالم تھے۔
آپ کے متعدد تصانیف بھی موجود ہیں، ایک اخبار "غریب نواز" موصوف کی زیر سرپرستی "پھلواری" سے شائع ہوتا تھا۔ جو معلوم نہیں کہ اب ہے یا نہیں۔
ہم کو آپ کے پسماندگان بالخصوص آپ کے فاضل اور ذی علم صاحبزادوں سے جو اکثر صفات میں اپنے والد بزرگوار کے قدم بقدم اور پیرو ہیں، انتہا سے زیادہ ہمدردی ہے۔ ہم موصوف کے انتقال کو ملت اسلام کے لیے ایک نقصان کا باعث سمجھتے ہیں۔ کاش مسلمانوں میں ایسے علماء پیدا ہو سکیں جن سے بجائے اختلاف و افتراق کے اتحاد و اتفاق کی بنیادیں مضبوط ہونے کا امکان ہو۔

(حقائق لکھنؤ ماہ صفر ۱۳۷۴ھ)

کارثۃ اخریٰ

یوم السابع والعشرین من صفر توفی العالم الادیب السید شاہ محمد سلیمان

ترجمہ: سال الرضوان، حادثۂ عظیمہ صوفی، ۲۷ تاریخ کو حضرت مولانا سید شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی نے جو ہندوستان کے بہترین

البھلواروی احد مشایخ الصوفیة الکبار فی هٰذہ البلاد کان من انصار الدین وحماة الاسلام ومحبی السلم والوئام بین المسلمین لقد رأینا له ایادی حسنة فی القیام علی ضد السعودیین عند کارثة البقیع فی الحجاز وقد حضرنا بعض مجالس ذکرہ فی مأتم سید الشهدآء الحسین علیه السلام فوجدناہ یلقی مصائب الامام الشهید بکل حرقة ولوعة قلب فیبکی ویبکی الجمیع بخطابه وله مؤلفات فی موضوعات شتی منها الرد علی الوهابیة حسنة جدا توفی عن زهاء ثمانین سنة ونحن بصمیم الفؤاد نعزی انجاله الکرام ونسال لهما التوفیق والاستقامة۔ (الرضوان لکھنؤ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

الشاہ محمد سلیمان الفلواروی

نعت الصحف فی الشهر السالف، احد اعلام النهضة الاسلامیة المعاصرة فی الهند، الا وهو الشیخ الجلیل، المغفور له الشاہ محمد سلیمان الفلواروی، کان الفقید من العلماء الاجلة المتنورین الذین شدوا عضد السید احمد خان فی نشر التعلیم الجدید وبث معارفه فی المسلمین۔ ولذلک انتخبا رئیسا للمجلس التعلیمی الاسلامی العام غیر مرة وکذلک لما قامت حرکة ندوة العلماء ورفع مولانا محمد علی المونگیری والعلامة

( ) ادیبا ور مشائخین ہند کے ایک بڑے رکن تھے، انتقال کیا۔ وہ دین کے بہترین مددگار تھے، مسلمانوں کی مختلف جماعتوں میں اتحاد کے دل سے خواہاں تھے۔ انہوں نے جنت البقیع کے حادثہ فاجعہ کے موقع پر سعودیوں کے خلاف پوری ہمت و قوت کے ساتھ آواز بلند کی۔ ہم ان کے بعض ان مجلسوں میں شریک ہوئے ہیں، جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے عزا میں منعقد کی گئی تھی۔ ہم نے محسوس کیا کہ وہ پوری محبت اور انتہائی خلوص کے ساتھ اہل بیت طاہرین کا ذکر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خود روتے تھے اور دوسروں کو رلاتے تھے۔ انکی مختلف موضوع پر مختلف تصنیفیں ہیں خصوصاً وہابیہ کی تردید میں۔ انہوں نے تقریباً اسی سال کی عمر میں انتقال فرمایا ہم دلی خلوص سے انکی اولاد کو تعزیت

شبلی النعمانی لواء الاصلاح والتجدید، کان المرحوم فی طلیعة من لبوا هذه الدعوة المبارکة، فاصبح احد اساطینها وبقی رکنا لها رکینا الی آخر ایام حیاته، وصرف جمیع مجهوداته فی تعضید هذه الحرکة وکان لخطبه الرنانة التی القاها بهذا الصدد فی اقصی البلاد وادناها - کان لها دوی وصدی فی معظم المحافل والاندیة اسلامیة فی ذلک العصر-

وکان المرحوم من نجباء تلامذة العالم الشهیر الشیخ عبد الحی اللکنوی ولعله کان الیوم ثانی اثنین من الذین قتبسوا من علوم الشیخ لما واستفادوا منه غزیرا، ولم یبق منهم الان حتی یرزق الا استاذنا شمس العلماء الشیخ ابو الفضل محمد حفیظ الله حفظه الله - ناظر دار العلوم سابقا - ومن اکبر میزات الفقید، انه کان خطیبا مصقعا ینطق مرتجلا فیلعب بقلوب الناس ویتصرف بعقولهم تصرف انامل الموسیقی ربا و تار العود - وبلغ من البراعة فی هذا الشان، ان اصبح مضرب المثل وحدیث الناس فی اندیة الخطابة ومجالس الوعظ والارشاد، وللمرحوم حسنات وفضائل لا یمکن استیفاء ها فی هذه النبذة وبالجملة ان حیاة المغفور له، کانت کلها جلیلة، حافلة بالاعمال الخالدة، ولا یؤخذ علیه الا تدخله فی السیاسة ومساعدته لبعض الرجعیین

(از عربی الضیاء) گذشتہ ماہ میں اسلامی اخبارات نے اسلام کے موجودہ دور میں ایک بہت بڑی ہستی کے انتقال کی خبر سنائی ہے یعنی شیخ جلیل مغفور لہ مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی کی ذات گرامی ہے۔ مولانا مرحوم بہت بڑے علماء میں تھے، اور روشن خیال تھے۔ سید احمد خاں کے ساتھ تعلیم جدید کی اشاعت میں انہوں نے حصہ لیا - اور مسلمانوں کے اندر اس کی اشاعت میں دلچسپی لی - اسی لئے اس زمانہ کی مجلس ایجوکیشنل کانفرنس کی کئی مرتبہ صدر بنائے گئے، جب ندوۃ العلماء کی تحریک جاری ہوئی اور مولانا محمد علی مونگیری اور علامہ شبلی نے اصلاح وتجدید کا علم بلند کیا - تو مولانا مرحوم وہ پہلی شخصیتوں میں تھے، جنہوں نے ان کی آواز کو لبیک کہا اور ندوہ کے ایک بنیادی ستون ہو گئے، اور اپنی آخر عمر تک اس کے رکن رکین رہے[۱] - اور اپنی پوری کوشش اس کی ترقی وبہبودی میں صرف

[۱] حضرت ندوہ کی ابتدائی تحریک اور دعوت کی تاسیس میں شریک رہے۔ حضرت مولانا شبلی نعمانی کی ... سال کے بعد شریک ندوہ رہے۔

في هذه الآونة الأخيرة ، ومن ذا الذي ما ساء قط وما زلفت قدماه ؟

وفي الختام نعزي آل الفقيد — وفيهم أصدقاءنا السادة محمد جعفر الندوي وعز الدين الندوي وحسن مثنى الندوي — بهذا المصاب العظيم، ونوقنهم بأن هذه الفاجعة ليست فاجعة أسرة أو بيت خاص، وإنما هي فجيعة عامة رزئت بها المعاهد الإسلامية واشتركت

فيها العلماء والخطباء والصوفية في جميع الأقطار، وندعو الله أن يلهمهم الصبر الجميل ويرحم المغفور له رحمة الأبرار المجاهدين من عباده الصالحين .

(الضیاء، ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ)

کی اور اس سلسلہ میں ان کے خطبوں نے ملک کے طول و عرض میں پوری مقبولیت حاصل کی۔ مرحوم مولانا عبدالحی زنگی محلی کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ اور موجودہ زمانے میں وہ دوسرے شخص تھے۔ جنہوں نے مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ سے پوری طرح استفادہ کیا تھا۔ ان میں ایک ہمارے استاد شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ صاحب بفضل خدا ابھی زندہ و سلامت ہیں جو دارالعلوم ندوہ کے ناظم بھی رہ چکے ہیں۔ مرحوم کی بہترین امتیازی چیز یہی تھی کہ وہ ایک بہترین خطیب تھے، اور فن الیدایت ایسے خطبہ دیتے تھے، جو لوگوں کے دلوں کو تڑپا دیتا تھا۔ اور لوگوں کے دل و دماغ مسحور ہو جاتے تھے جیسے طرح موسیقی کبھی انسانی قلوب پر حاوی ہو جاتی ہے اور ان کے خطبوں کی شہرت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ وہ ساری تقریری زندگی کے لئے ضرب المثل بن گئی تھی۔ اور ان کا وعظ تمام مجالس وعظ و ارشاد کے لئے موضوع بحث تھا۔ مرحوم کے بے شمار فضائل ہیں جن کا شمار اس مختصر مضمون میں ناممکن ہے۔ الغرض ان کی پوری زندگی حسنات اور بڑے بڑے کاموں سے لبریز ہے۔ اس آخری دور میں ان پر جو کچھ لب کشائی کی جاسکتی ہے وہ صرف اسی حد تک ہے کہ انہوں نے سیاسی جماعتوں میں ایسے گروہ کا ساتھ دیا تھا، جو رجعت پسندوں کا گروہ تھا۔[۵] اور دنیا میں کون ہے جس سے کبھی غلطی نہ ہوئی ہو۔ اور اس کے قدم نہ پھسلے ہوں۔ اخیر میں ہم فقید العصر کے پسماندگان اپنے محترم دوستوں شاہ جعفر، عزالدین و حسن مثنیٰ سے نہایت خلوص دل سے تعزیت کرتے ہیں اور انہیں بتانا چاہتے ہیں کہ یہ حادثہ فقط ان کے اپنے گھرانے کا ہے بلکہ تمام مسلمانوں کا ہے اور تمام اسلامی مراکز کیلئے یہ حادثہ دردناک ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

نظم مرثیہ مولوی محمد بشیر الدین[1] سلیمانی فتحپوری پنشنر قانون گو (بسلسلہ مکتوب الثانی)

دیکھی ایسے شیخ نا خدائی تیری — کامل ہوئی اب تو باخدائی تیری
گریاں ہیں یہاں سارے مرید احباب — ہر ایک کو کڑی ان کو جدائی تیری
ہم ہو گئے سب یتیم دیکھیں آقا — اے مالک دو سرا دہائی تیری

(دیگر)

آں سلیمان زماں شہ دوراں — رحلت کردہ رخش زمانہ پنہاں
صحبتش یاد حق ہمی آورد — صاحب زہد و تقویٰ عرفاں
یادگار زمانہ شد آخر — دور عمرش ز گردش دوراں
مادر گیتی چوں تو کم زاید — عالم و حاجی صوفی سحر بیاں
بود در زندگی بحق مشاغل — بعد رحلت شد از نظر پنہاں
در سخا بود گوی ابر بہار — پیکر حسن خلق و ہم احساں
بقعہ نور بود پھلواری — از دم آں مسیح دوراں
رنج آزار دستے بکشید — پاک رفتہ بسوئے دار جناں
در علالت چہ صبر ایوبی — دا نمودہ فدائے او دل و جاں
رفتہ پیش خدا بقلب سلیم — پاک از کبر و غفلت و عصیاں
چہ کند وصف او بشیر حقیر — شدہ دریا دو دو لشں بریاں
رحمت حق نثار جانش باد — بار دان نبی روانش باد

(دیگر)

پھلوار سے گئے سلیمان جنت کی پھلواری — حوریں ان پر کرتی ہیں کیا خوشی خوشی گلباری
بالک سارا سے بلکت اُن بن رووت ہیں ناری — پنچھے اُڑ گیو پھلوار سے سون بھئی پھلواری
ہیں جو بیچھے پریمی ان کے اوپر جیون بھاری — بن سورج دن ہو گیو ان پر مانو رین اندھیاری
ان کے پتر حسین میاں سجن کے بلہاری — پھلواری بنے ان کے ہاتھوں جنت کی اک کیاری
سب سکھیاں اُن سے جا ملیں اپنے اپنے بار
بشیر پیا کا ساتھ نہ چھوٹے کر دیہوں تیاری

---

[1] موصوف بیس برس تک کٹر قادیانی رہے اور مرزا بشیر الدین محمود کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ نومبر ۱۹۲۴ء میں حضرت قبلہ سے ملنے کانپور میں تشریف لائے اور حضرت کی روحانیت کا ایسا اثر پڑا کہ یکایک قلب ماہیت ہو گئی۔ قادیانیت سے توبہ کی۔ بیعت ہوئے۔ اور حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ حج سے واپسی میں گھر پہنچنے سے پہلے آگرہ میں آپ کو اخبار الامان کے ذریعہ حضرت کی علالت کی اطلاع ہوئی۔ سیدھے پھلواری آئے، حزب البحر کی زکوٰۃ ادا کی اور پھر حضرت کے حکم کے مطابق وطن تشریف لے گئے۔ ان کے بعد جب حضرت کا انتقال ہوا تو آپ تعزیت کے لئے آئے۔

ممتاز مسلمانوں کے انتقال پر اظہارِ افسوس

رنگون (بذریعہ ڈاک) مولانا سید کشفی صاحب نظامی اطلاع دیتے ہیں کہ سیرت کمیٹی کے اجلاس میں مندرجہ ذیل قرار دادیں منظور کی گئیں۔

(۱) مجلس سیرت کا یہ اجلاس لارڈ ہیڈ نے حضرت شاہ سلیمان پھلواروی، آغا حشر اور مولانا ممتاز علی کے انتقال پر سخت رنج و افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

(۲) کمیٹی کے صدر سید کشفی شاہ کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ان قرار دادوں کو مرحومین کے ورثا اور اخبارات تک پہنچا دیں۔ (انقلاب لاہور۔ ۸ جون ۱۹۳۵ء)

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات حضرت قبلہ قاری حاجی شاہ محمد سلیمان چشتی قادری رح

نتیجہ طبع برادر مکرم قاضی باقی شاہ چشتی صابری وزیرآبادی

بسلسلۂ مکتوب ایشاں

جمعہ بست و ہشتم ماہ صفر — شہ سلیمان قبلہ از ما رو نہفت
قاری و حاجی و عارف باکمال — رخت از ما زود زیر خاک خفت
۱۹۳۵ء

بے بضاعت باقیؔ پر درد و غم — در وصالش گوہر تاریخ سفت
ہست ایں تاریخ فوت شہ حسن — ایزد از لطف خودش بنمود جفت
یعنی ۲۷ صفر
روح اطہر شاہ حسن المجتبیٰ — ادخلوھا خالدین بی بگفت
۱۳۵۴ھ

جلسۂ تعزیت

حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی مجیبی پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پرملال پر اظہار رنج وقلق کے لیے ایک جلسۂ تعزیت بروز یکشنبہ ۹ رجون ۱۹۳۵ء شب کے ½۹ بجے بہ مقام مسجد اعظم بنگلور زیر صدارت عالیجناب افضل العلماء مولانا محمد عبدالحق صاحب ایم۔ اے پروفیسر محمڈن کالج مدراس مقرر ہے۔

جس میں شاہ صاحب موصوف کی رحلت پر تعزیتی تقاریر ہوں گی، اور شعرائے کرام تعزیتی نظمیں پڑھیں گے۔ (از اخبارات بنگلور)

مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی کیلئے دعائے مغفرت

۴ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ پنجشنبہ بوقت صبح جناب مولانا ابو الوفا مصطفےٰ خان صاحب ناظم مدرسہ فلاح المسلمین اجمیر کی ہدایت کے مطابق مدرسہ فلاح المسلمین کے مدرسین اور تمام طلباء نے تلاوت قرآن شریف کے بعد حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب مرحوم پھلواروی کیلئے دعائے مغفرت کی، جن کی وفات سے ہندوستان کے سارے مسلمانوں کو ایک ناقابل تلافی صدمہ پہنچا ہے۔ (وحدت۔ ۱۲ رجون ۱۹۳۵ء)

جلسۂ تعزیت انتقال حضرت امیر الہند

میرٹھ۔ ۱۴ رجون ۱۹۳۵ء ایم۔ ایم۔ ڈیبیٹنگ سوسائٹی میرٹھ کا ایک جلسہ زیر صدارت

جناب صاحبزادہ حافظ مولوی شیخ محمد رفیع الدین صاحب سکریٹری انجمن خدام الاسلام و رئیس میرٹھ منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل رزولیوشن پیش ہوکر باتفاق آرا پاس ہوا۔

"ایم - ایم ڈیٹبنگ سوسائٹی میرٹھ کا یہ جلسہ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی صدر جمعیۃ علماء ہند (کانپور) کے انتقال پرملال پر دلی رنج و ملال کا اظہار کرتا ہے اور بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہے کہ وہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ (از اخبارات)

مولانا شاہ سلیمان صاحب کی رحلت

ہم نے اس خبر کو دلی رنج و افسوس کے ساتھ سنا کہ حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان چشتی قادری پھلواروی رکن انتظامی ندوۃ العلما، کا وصال ہوگیا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون - اس روح فرسا حادثہ کی اطلاع مولانا شاہ حسین میاں صاحب کے تار سے ہوئی ، اُمید ہے کہ تمام مسلمان مرحوم کے لئے ایصال ثواب وطلب مغفرت کریں گے ۔ مولانا مرحوم کی صحت عرصہ سے خراب تھی ، اور گزشتہ چند ہفتوں سے آپ کی حالت بہت ہی مخدوش ہو رہی تھی ، ہمیں اس صدمہ میں مولانا مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے ۔ (میں نے خاص عزیز ہند کو کوئی تار نہیں دیا تھا) "حسین"

(عزیز ہند جھانسی ، ۷ ، جون ۱۹۳۵ء)

حضرت امیر الہند کے وصال پر شیر راجپوتانہ کا ماتم

شیر راجپوتانہ مولانا محمد بہلول خاں دانائے حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی رح کے انتقال پرملال کی اطلاع پاکر حسب ذیل تعزیتی خط مولانا شاہ حسین میاں صاحب مدظلہ جانشین حضرت

امیر الہند مرحوم کی خدمت میں ارسال کیا ہے:۔

صدیق الجلیل

السلام علیکم۔ آپکے محترم والد اور ہمارے ہادی مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی نور اللہ مرقدہٗ کے سانحۂ ارتحال کی خبر وحشت اثر سے دل پر ملال ہے، اور آنکھیں اشک بار ہیں، حضرت مولانا کی وفات حسرت آیات نے مسلمانان ہند کو عالم بے سروسامانی میں ڈال دیا ہے۔ آہ! اس دور میں اس ذات ستودہ صفات کا کوئی بدل نظر نہیں آتا۔ یہ موت مولانا کے لئے مبارک ہے قال علیہ السلام ان اولیاء اللہ تعالیٰ لایموتون وانما ینقلون من دار الی دار مصیبت ہے تو ہم پسماندوں کے لئے ہے کہ اس تیرہ و تار فضا میں ہمارا قائد اعظم ہمارے سروں سے اٹھ گیا۔ اور ہند کے دینداروں کا حامی و غمگسار جدا ہوگیا۔ قال علیہ السلام موت العلماء ثلمہ فی الدین آہ!

مولانا کے ارتحال سے جو رخنہ دین میں پڑا ہے وہ کیسے بھرے گا؟ میرے دیکھتے دیکھتے کیسی کیسی گرانقدر ہستیاں عالم بقا کا سفر کرگئیں، اور ہمیں آج تک ان کا بدل میسر نہیں آیا۔ ؎

بگذشت کاروان نفسا چوں نسیم صبح

ماندہ چو گرد راہ دم واپسین ما

میرے بھائی کو مجھے اپنے غم میں شریک سمجھیں، اور حضرت مولانا کے مزار پر ہماری طرف سے فاتحہ خوانی فرمائیں۔ والسلام۔

"محمد بہلول خاں چوموں"

(مختلف اخبارات میں شائع ہوا۔) (الامان۔ ۱۱ر جون ۱۹۳۵ء)

آہ! مولانا شاہ سلیمان پھلواروی

نہایت رنج و افسوس کے ساتھ یہ خبر شائع کی جاتی ہے کہ مورخہ ۳۱ر مئی کی صبح کو حضرت مولانا

شاہ سلیمان صاحب پھلواروی صدر جمعیۃ علمائے ہند کا پورا اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرماگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون، مرحوم نیک سیرت درد دل رکھنے والے بزرگ تھے۔ ہر طبقہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ہمیں اس حادثہ میں مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے اور دعا ہے کہ خداوندکریم مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ (میونسپل گزٹ۔ لاہور۔ ۵ جون ۱۹۳۵ء)

امیر الہند حضرت شاہ محمد سلیمان کا سانحۂ ارتحال

دار العلوم قادریہ میں جلسۂ تعزیت

(خاص تار)

بدایون ۴ جون۔ مولوی خواجہ غلام نظام الدین صاحب مطلع فرماتے ہیں، کہ حضرت امیر الہند مولانا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی صدر جمعیۃ علماء ہند کے حادثۂ ارتحال پر دار العلوم قادریہ میں جلسۂ تعزیت منعقد ہوا۔ تمام اساتذہ اور طلباء نے حضرت مولانا کے لئے دعائے مغفرت کی، اور پسماندگان کے لئے صبر کی دعا کی۔ (از اخبارات)

حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

اور

دار العلوم شمس العلوم بدایون میں جلسۂ تعزیت و فاتحہ خوانی

بدایون۔ ۲ جون ۱۹۳۵ء۔ اخبار وحدت سے حضرت امیر الہند مولانا شاہ سلیمان صاحب چشتی قادری پھلواروی کے اچانک وصال فرمانے کی خبر معلوم ہوتے ہی حضرت مہتمم مدرسہ جناب مولانا

عبدالواحد صاحب عثمانی کی زیر صدارت ایک جلسہ تعزیت ہوا جس میں حسب ذیل تجویز منظور ہوئی۔

دارالعلوم شمس العلوم بدایون کا یہ جلسہ حضرت امیر الہند مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قبلہ قادری چشتی پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کے اچانک وصال پر اپنے انتہائی حزن و ملال کا اظہار کرتا ہے، اور حضرت مرحوم کے جملہ پسماندگان سے عموماً اور صاحبزادگان گرامی قدر سے خصوصاً اپنی کامل ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ رب العزت حضرت مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ مرحمت فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کا فاتحہ سیوم اجمیر شریف میں

اجمیر۔ ۱۳۱ مئی۔ مولانا حسین میاں صاحب کا تار جناب متولی صاحب درگاہ شریف کے نام موصول ہوا جس میں حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی کے وصال کی خبر درج تھی۔

چنانچہ حسب تحریک جناب متولی صاحب، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے وکیل جناب صاحبزادہ سید عاشق محمد صاحب کے زیر اہتمام یکم جون صبح ساڑھے ۸ بجے درگاہ معلیٰ میں قرآن خوانی کے بعد فاتحہ سیوم ہوا۔ مدرسہ معینیہ عثمانیہ کے تمام اساتذہ اور طلبا، نیز جماعت صاحبزادگان کے جملہ معززین اور شہر کے عمائدین فاتحہ میں شریک تھے۔ نامہ نگار (از اخبارات)

انجمن اطباء کلکتہ کی اہم تجویز

حضرت مولانا شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا ماتم

مولانا سید شاہ سلیمان صاحب مرحوم اس دور قحط الرجال میں بڑی زبردست شخصیت کے

مالک تھے اور مذہبی، اصلاحی اور سیاسی میدان میں پچاس برس سے اپنی غیر معمولی شہرت بے انتہا قابلیت کے ساتھ قائم رکھے ہوئے تھے، وہ طرزِ خطابت میں ایک خاص اور مقبول طرز کے موجد تھے، اور اسلامی اجتماعات میں ان کی شرکت فی الواقع اجتماع کے کامیابی کی دلیل تھی۔ انجمن اطبا ر کلکتہ کا یہ جلسہ مولانا مذکور کی وفات کو قومی اجتماعات کے لئے بڑی نقصان کا باعث سمجھتا ہے، اور مرحوم کے متعلقین کو تعزیت پیش کرتا ہے، اور صبر کی تلقین کرتا ہے۔ (از وحدت دہلی ۱۰ رجون ۱۹۳۵ء)

امیر الہند حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی کی تدفین

آپکے بڑے صاحبزادے جانشین مقرر کیے گئے

پھلواری شریف کی تازہ ترین اطلاع سے معلوم ہوا کہ بعد نماز جمعہ جامع مسجد پھلواری شریف کے میدان میں ہزاروں مسلمانوں کی موجودگی میں جن میں علماء و مشائخ و داجان سجادہ و ممبران کونسل و اسمبلی و زعماء و رؤسا شامل تھے، نماز جنازہ ادا کی گئی۔ حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب مدظلہ نے نماز پڑھائی۔ تجہیز و تدفین میں وصیت کے مطابق عجلت سے کام لیا گیا، شہر و مضافات سے مسلمانوں کی جماعتیں نماز و تدفین کے بعد بھی شب تک مسلسل آتی رہیں اور قبر کی زیارت اور فاتحہ خوانی کے بعد واپس ہوتی رہیں۔ ساری فضا ایک ماتم کدہ بنی ہوئی تھی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ نماز کے بعد نماز شاہ حسین میاں کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ (الامان ۱۰ رجون ۱۹۳۵ء)

تاریخہائے وفات حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

سیّد العلماء کا مرثیہ

یعنی سید الہند حضرت مولانا سید شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی قادری پھلواروی کا مرثیہ

(نتیجہ فکر حضرت حسّان الہند مولانا محی الدین تمنا عمادی مجیبی پھلواروی مدظلہ العالی)

ایک تیری زندگی سے تھی حیات علم و فضل
موت تیری درحقیقت ہے ممات علم و فضل

ہو گیا دامن ترا باد حوادث سے خموش
تھا جو باقی مشعل راہ نجات علم و فضل

کوئی صوبے میں نہ تھا تجھ سے بڑا صاحب نصاب
بانٹتا تھا روز کتنوں کو زکواۃ علم و فضل

کیوں تری تحقیق پر ہوتا نہ دنیا کو وثوق
مانتے تھے خود ثقہ تجھ کو ثقات علم و فضل

علم رکھنے پر بھی تجھ کو علم کا غرہ نہ تھا
سرنگوں تجھ سے رہے لات و مناۃ علم و فضل

تیری ہمت خسرو کشور کشائے غور و بحث
تیری جرأت غزنوی سومنات علم و فضل

تجھ سے بڑھ کر کون آگاہ رموز صحو و سکر
تجھ سے بڑھ کر کون موصوف صفات علم و فضل

تو بہار منظر آرائے ریاض عقل و نقل
تو عیار جرح و تعدیل رواتِ علم و فضل

جملے جملے سے عیاں ہوتے حقائق کے رموز
باتوں باتوں میں عیاں ہوتے نکات علم و فضل

چلتے چلتے بھی بہت کچھ صاف کر دی تو نے خود
رہروؤں کے واسطے راہ نجاتِ علم و فضل

بول اٹھا ہر کوئی جس دن ہوئی تیری وفات
آج دنیا سے ہوئی گویا وفاتِ علم و فضل

کم در آمد در یکے از عہد ماضی تا بحال
جمع تفسیر و حدیث و فقہ و تاریخ و رجال

ہائے وہ ہنگامہ زہد و ریاضت اب کہاں وہ یگر رات دن سرگرمی وعظ و نصیحت اب کہاں

اب کہاں پیرانہ سالی میں جواں جوشی سعی — ضعف پیری میں وہ ہے یہ زور ہمت اب کہاں
اب کہاں ارباب جلوت کی وہ بزم آرائیاں — باہمی سرگوشی اصحاب خلوت اب کہاں
اب کہاں وہ غور و بحث و ذکر و فکر و وعظ و پند — سعی حل عقدۂ رمز طریقت اب کہاں
عقل و نقل و سکر و صحو و قبض و بسط و علم و حلم — پائیں گے اہل طلب یہ جامعیت اب کہاں
مرتقشان تصوف اور وہ پائے ثبات — سالکان راہ کو حاصل یہ طاقت اب کہاں
اب کہاں وہ پاس فرض منصب اظہار حق — وہ خیال حکم مکتوب و چیست اب کہاں
اب کہاں وہ کوشش تطبیق قرآن و حدیث — وہ بیان اسوۂ و تبلیغ سیرت اب کہاں
رات دن راہِ وفا میں وہ تگاپوہائے سعی — صدق دل سے دین ملت کی خدمت اب کہاں
اب کہاں وہ لحن داؤدی میں تبلیغ حکم — وہ نوائے نغمہ اسرار حکمت اب کہاں
یاد ہے وہ کیمیا تاثیری ہر گفتگو — مستفیضوں کے لئے وہ فیض صحبت اب کہاں

یاز دیدار تو یا بم نیست در امکان من
تو کجا رفتی زمن اے سید الاخوان من

الوداع اے حضرت شاہ سلیمان الوداع — الوداع اے روح فزن و راح اقران الوداع
الفراق اے غرق بحر رحمت حق الفراق — الوداع اے آشنائے بحر غفران الوداع
الفراق اے مایۂ کان صداقت الفراق — الوداع اے گوہر دریائے ایمان الوداع
الفراق اے عروۃ الوثقائے ملت الفراق — الوداع اے رشتۂ تسبیح سبحان الوداع
الفراق اے واقف فرق سلوک وہم وقوف — الوداع اے عارف معروف عرفان الوداع
اے بہار گلشن آرائے زمانہ الفراق — اے چراغ منظر افروز شبستان الوداع

اے فروغ بزم ارباب حقائق الفراق | اے طراز محفل اصحاب اتقان الوداع
اے نمودہ غرۂ صبح شب دل الفراق | اے کشود عقدۂ لاینحل جاں الوداع
اے کہ بودی شمع ایوان محبت الفراق | اے کہ کردی بزم الفت را چراغاں الوداع
اے کہ ماندی رونقے بزمے ملت الفراق | اے کہ بودی اہل دل را ساز و ساماں الوداع
اے کہ بودی ہمچو جاں اندر تن ارباب دل | بے تو ماند اہل دل چوں جسم بیجاں الوداع

بے تو اجساد سے فقط ارباب تقوی ماندہ اند
ہمچو القینا علی کرسیه[1] جسدا ماندہ اند

قطعۂ تاریخ وصال حضرت مولائی و مرشدی مولانا مولوی الحاج قاری شاہ سید محمد سلیمان صاحب
قادری چشتی محبّی پھلواروی المخاطب بہ "طوطیٔ ہند"
اعلی اللہ مقامہ وجعل الجنۃ مثواہ

از جناب منشی محمد عبد القدوس صاحب قدم بنگلوری

وا دریغا کہ چھپا نیّر عرفاں کہاں | آہ! افسوس کہ اب شاہ سلیماں کہاں؟
مسندِ رشد و ہدایت ہوئی خالی یہاں | اب تصرف کے وہ اسرار وہ وجداں کہاں؟
شارح علم حدیث حافظ قرآن شریف | مثنوی کا وہ خوش الحان حُدی خواں کہاں؟
روح غزالی و رازی بھی سمائی اُن میں | فن قرأت کا وہ قاری خوش الحاں کہاں؟
نظم میں آپ تھے حاذق تو عجب دلکش نثر | سعدی وقت کہاں! عرفی دوراں کہاں؟
بے چراغ آج ہوئی مجلس ارباب کمال | جو ضیا بخش تھی وہ شمع فروزاں کہاں؟

---
[1] ولقد فتنا سلیمان والقینا علی کرسیه جسدا ثم اناب (سورہ ص)

دم بخود ہیں علماء اُٹھ گیا سرخیل اُن کا
طوطیٔ ہند کہاں؟ بلبلِ ایران کہاں؟

حال اور قال کی محفل ہوئی درہم برہم
صوفیا سر بگریباں ہیں کہ فیضان کہاں؟

وعظ و تذکار کا شہرہ تھا شمال اور جنوب
شرق تا غرب جو تھا فیض کا امکان کہاں؟

عَلمِ قادری چشتی و مجیبی برحق
ہند میں تھا سے جو تھا صاحبِ عرفان کہاں؟

آپ تھے حاذقِ روحانی زمانہ بھر کے
اب مریضوں کو ملے درد کا درمان کہاں؟

باتوں باتوں میں جو گلزار کھلا دیتے تھے
ہائے پھلواری کا مالی و گلستان کہاں؟

یوں تو ہے قوم میں پہلے ہی بہت قحط رجال
اب یہ خطرہ ہے کہ تھم جائے یہ طوفان کہاں؟

اس زمانے میں تو ہم نے کوئی دیکھا نہ سنا
شاہ سلیماں سا پھر صاحبِ ایمان کہاں؟

یاد آتی ہے تو اک آہ نکل جاتی ہے
دل محزوں [illegible] رہ گئی کسی آن کہاں؟

کیا دکھاتا ہے تو خورشید کو مشعل کی جھلک
اُن کی توصیف بھلا ہو سکے نادان کہاں؟

"فیضِ معدومِ رشید" آتی ہے ندائے ہاتف
۱۳۵ ۱۲
اے قدم! تیرا تخیل ہے پریشان کہاں؟

(نتیجۂ فکر اعجاز قوم) بنگلور

قطعاتِ تاریخ وصال حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی پھلواروی

(نتیجۂ فکر جناب محمد جمال الدین صاحب نوشہ عباسی قادری ایوبی)

شاہ سلیماں چو شد اندر قصر جناں
رونقِ خلد آمد و حضرتِ رضواں بگفت

از پئے سالِ وصال ہاتفِ غیبی بمن
جائے بہ فردوس یافت شاہ سلیماں بگفت
۱۳ ۱۳۵۴

دیگر

نہ کیوں دنیائے اسلامی میں برپا شورِ محشر ہو
اُٹھا بزمِ جہاں سے آہ اپنا صدرِ جمعیت

لکھا سالِ وصالِ حضرت مرحوم نوشہ نے ــ ہوئی ہے آہ آج اک مقتدائے دین کی رحلت
۱۳ ھ ۵۴

دیگر

پھول مرجھا گیا سی گلشن پھلواری میں ــ ہم صفیران چمن سب ہیں عزاداری میں
سالِ رحلت ہے یہ از روئے بشارت نوشہ ــ ہو سلیمان کا مکان خلد کی پھلواری میں
۱۳ ھ ۵۴

(بہت سے اخبارات میں یہ تاریخ چھپی) ــ (منادی دہلی۔ ۲۸ جون ۱۹۳۵ء)

قطعہ تاریخ وصال حضرت مولانا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی رح

از نتیجۂ فکر جناب محمد حرمت علی صاحب وجد پھلواروی تلمیذ حسان الہند مولانا تمنا پھلواروی مد ظلہ

حضرت شاہ سلیمان شہ اقلیم کرم ــ ماہ تابانِ وفا نیرِ رخشان صفا
حضرت قبلہ جنہیں لوگ کہا کرتے تھے ــ تھے حقیقت میں بھی وہ قبلۂ ارباب ہدیٰ
جن سے تھی دین کی تبلیغ بہا رزرونق ــ جن سے مضبوط تھی ایوان تصوف کی بنا
شارع عام شریعت کے بھی تھے وہ رہبر ــ راہ مخصوص طریقت کے بھی تھے راہ نما
علم ظاہر ہو کہ باطن تھے وہ سب میں کامل ــ ایسا جامع تو کہیں ہم نے نہ دیکھا نہ سنا
دل سے بنتے تھے وہ احکام الٰہی شاہ ــ جان سے تھے سنن مصطفوی پر وہ فدا
ہائے افسوس جہاں سے ہوئی رحلت انکی ــ سر سے ہملوگوں کے اب اٹھ گیا سایہ انکا
بخشے اللہ انہیں سایۂ رحمت میں جگہ ــ اور فرمائے انہیں جنت فردوس عطا

سالِ تاریخ جو احباب نے پوچھا آکر
وجد محزوں نے کہا چشمۂ عرفان خدا
۱۳ ھ ۵۴

(از اخبارات)

قطعہ تاریخ وصال حضرت مولانا شاہ قاری محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی رح

فخر الشعرا ڈاکٹر مبارک حسین صاحب پٹنہ

محمد سلیمان پھلواروی — کہ صاحب دلے بود قاری و شاہ
دلش بود آئینہ حق نما — چہ روشن ضمیر و چہ والا نگاہ
بہ علم و عمل عالمے بے مثال — بہ صدق و صفا فرد بے اشتباہ
بہ وعظ آمدہ واعظ بے عدیل — خدا داد در موعظت دستگاہ
مہ و روز و تاریخ و وقت وصال — صفر، جمعہ و بست و ہفتم پگاہ
چو کردم سوال از مبارک حسین — پئے سال آں شیخ عرفاں پناہ

تراشیدہ رخسار حسرت بگفت

سلیمان اقلیم صد فیض آہ

١٣٥٤

(از مسادات پھلواری)

قطعہ تاریخ وصال حضرت قبلہ قاری شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی

از نتیجہ فکر شیخ محمد حرمت علی وحید پھلواروی تلمیذ حضرت حسان الہند مدظلہٗ

حضرت قبلہ شمع بزم ہدیٰ — عالم دین و شیخ صاحب حال
رفت کوسے جناں ز دار فنا — بہ غم ہجر ماندا و بہ وصال
نیست در سینۂ دلے اکنوں — کہ نہ باشد دردو غم و ملال
خلق در رنج سوز فرقت او — او بہ جوش سرور حسن مآل
از برائے وفات او لے وحید — خواجۂ ہند رفت گفتم سال

١٣٥٤ھ

([illegible])

آل انڈیا مسلم کانفرنس کے اجلاس دہلی منعقدہ ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء میں

آنریبل سیٹھ عبداللہ ہارون کا خطبۂ صدارت

یادِ رفتگان

حضرات ! اس سے پہلے کہ میں اپنے ناچیز خیالات پیش کروں، آنجہانی ملک معظم جارج پنجم کی وفات کا ذکر ضروری ہے۔ آپ ایک نیک دل شہنشاہ تھے، جو اپنی رعایا اور خاص کر ہندوستانیوں کی فلاح و بہبود کا لحاظ رکھتے تھے، آپ کے متعدد اعلانات ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہیں گے، جو اہل ہند کی محبت و ہمدردی سے لبریز ہیں، خداوند جس طرح آپ کی قلمرو کو وسیع کیا تھا اسی قدر آپ کا قلب بھی بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لیے وسیع تھا اور اسی بنا پر آپ امراء سے زیادہ غرباء مزدوروں کے لیے فکرمند رہتے تھے، آپ کی وفات سے ایک ایسی ہستی گم ہو گئی جو شہنشاہوں کی صف میں غرباء کی سب سے زیادہ ہمدرد تھی۔

حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی صدر مرکزی جمعیۃ علماء ہند، ڈاکٹر سر عبداللہ سہروردی اور خان بہادر حافظ ہدایت حسین صاحب جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم لیگ کی دائمی جدائی کا بھی بیحد افسوس ہے۔ ان حضرات نے آل انڈیا مسلم کانفرنس اور ملک و ملت کی جو خدمات انجام دیں، انہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

سر علی امام، مسٹر حسن امام بیرسٹر اور مسٹر تصدق احمد خان شروانی کی مخلصانہ خدمات اور ان کی خداداد قابلیتوں کو بھی ہم فراموش نہیں کر سکتے۔ یہ تمام اصحاب ایک قلیل عرصہ میں داغ جدائی دے چکے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے۔

(الامان یکم اپریل ۱۹۳۶ء)

اکابر کے انتقال پر تجویز تعزیت (آل انڈیا مسلم کانفرنس کی تجویز)

دوسری تجویز بھی کرسیٔ صدارت کی طرف سے پیش کی گئی جس میں حضرت شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی صدر جمعیۃ علماء ہند، ڈاکٹر سر عبداللہ المامون سہروردی، سر علی امام، مسٹر حسن امام، خانبہادر حافظ ہدایت حسین، مسٹر تصدق احمد خاں صاحب شروانی کے انتقال پر ملال کو ملک و ملت خصوصاً مسلمانوں کا شدید قومی نقصان قرار دیتے ہوئے تجویز تعزیت منظور کی گئی۔ اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی کیا گیا، یہ تجاویز تمام کانفرنس نے کھڑے ہو کر منظور کیں۔

جلسۂ انتظامیہ ندوۃ العلماء میں تعزیت

مکرمی محترمی جناب مولانا شاہ حسین میاں صاحب زاد لطفہٗ

السلام علیکم۔ حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی قادری کے وصال کے بعد پہلی مرتبہ جو جلسہ انتظامیہ ندوۃ العلماء ۲۹؍ و ۳۰؍ اپریل کو ہوا اس میں حضرت ممدوح کے انتقال پر اظہار افسوس کیا گیا اور تمام ارکان شریک جلسہ نے دعائے مغفرت کی اور آپ لوگوں کے ساتھ ہمدردی کی تجویز منظور کی۔ مجھے خود حضرت کی دائمی مفارقت کا بے حد افسوس اور رنج ہوا۔

[illegible]

بزم صوفیہ صوبہ بہار و اڑیسہ کی تجویز تعزیت

حضرت قبلہ کے عرس کے موقع پر ۱۰ ربیع الاول [illegible]ھ کو بزم صوفیہ کا جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا شاہ حبیب الحق صاحب سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ پٹنہ بمقام خانقاہ

سلیمانی پھلواری شریف منعقد ہوا جس میں حضرت قبلہ مولانا قاری شاہ محمد سلیمان قادری چشتی علیہ الرحمہ مربی بزم صوفیہ کے سانحۂ ارتحال پر تعزیتی تجویز منجانب صدارت پیش ہو کر پاس ہوئی۔

حرم نبوی صلعم میں دعا اور جنوبی افریقہ میں ختم قرآن

افسوس کہ ہمارے پاس اخبارات کے وہ فائل اس وقت موجود نہیں ہیں جس میں حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دعا خیر کیے جانے اور ڈربن واقع نٹال (جنوبی افریقہ) کے مدرسہ نوریہ اسلامیہ میں ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن کیے جانے کی اطلاعیں شائع ہوئی تھیں۔ یہ خبریں آلامان میں شائع ہو چکی ہیں۔

اجمیر شریف میں دستار بندی مسند نشینی

۴ رجب ۱۳۸۵ھ کو حضرت قبلہؒ کے مکان واقع نلا بازار اجمیر شریف میں حضرت قبلہ کی فاتحہ اور پھر مجلس سماع منعقد ہوئی جس میں ہندوستان بھر کے مشہور آستانوں کے حضرات سجادہ نشین و علما مشائخ کے علاوہ حضرت دیوان صاحب اور حضرت متولی صاحب نے بھی شرکت فرمائی؛ اور آستانۂ پاک غریب نواز سلطان الہندؒ کی جانب سے حضرت مولانا شاہ حسین میاں مدظلہ کے سر پر دستار باندھ کر رسم سجادہ نشینی کی جو پھلواری شریف میں انجام پا چکی تھی توثیق فرمائی۔ یہ اطلاع بھی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے جس کا فائل اس وقت ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔

آستانۂ محبوب الٰہی کی دستار

آستانۂ پاک حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیا کی جانب سے درگاہ کمیٹی کے صدر حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی مدظلہ نے ایک دستار مزار پر انوار سے مس کرا کر حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب مدظلہ کے پاس ارسال فرمائی، جو رسم سجادہ نشینی کے کچھ دنوں بعد پہنچی، حضرت نے اس دستار مبارک کو آنکھوں سے لگایا، سر پر رکھا، اور تبرکات کے ساتھ محفوظ کر دیا۔

قطعات تاریخ وفات حضرت قبلہ مولانا قاری شاہ محمد سلیمان قدس اللہ سرہٗ

از نواب سید محمد نقی صاحب قمر گیاوی

حضرت شاہ سلیمان، صوفی روشن ضمیر — چل بسے دُنیائے دوں سے خلق کرتی ہے فغاں
واعظ شیریں بیاں، رہبر سپہر معرفت — عارف شب زندہ دار و شمع بزم عارفاں
ہو رہا صحرا نہ کیوں ویران ہو پھلواری شریف — بلبل باغ مجیبیؒ خاک میں اب ہے نہاں
میں نے یہ ترتیل کی تاریخ لکھی ہے قمرؔ
پاک، باطن وارث علم نبی نور جہاں
۱۳ ھ ۵۴

(از اخبارات)

از جناب سید شاہ نصیح صاحب سہسرامی (برادر سجادہ نشین صاحب خانقاہ سہسرام)

حضرت سید سلیماں آہ — آج ہیں محو خواب زیر مزار

کہہ رہے ہیں یہ عارفانِ وطن — اُٹھ گئے ایک صوفی دیندار

ان کی رحلت کا سالِ ہجری صحیح

چل بسے نیک طبع فخرِ بہار

۱۳۵۴ھ

از جناب نواب تفضل حسین صاحب فراق گیاوی

چل بسے اک صوفیِ نامی مرے دہر سے — ہیں عزیز و اقربا فرقت میں نالاں آہ آہ

آپ کی رحلت کا تم یہ سال لکھو اے فراق — جنتی فردِ زماں شاہ سلیماں آہ آہ

۱۳۵۴ھ

(از اخبارات)

حضرت مولانا قاری شاہ محمد سلیمان پھلواروی کا عرس

نصف صدی سے زیادہ کا عرصہ ہوا کہ ہر سال ربیع الاول کی چاند رات سے لیکر بارھویں کی شب تک ہر شب حضرت قبلہ مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی اپنی خانقاہ میں علی سبیل التسلسل سیرت رسول کریم کا بیان فرمایا کرتے تھے، اس تقریب کے علاوہ اس سال حضرت مولانا قاری شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی کا پہلا سالانہ عرس بھی ۹ و ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ کو پھلواری شریف میں سرانجام پذیر ہوا جس کی شرکت کے لیے بہار کے علاوہ پنجاب، یو پی اور بنگال سے بھی اہل علم کافی تعداد میں مجتمع ہوئے تھے، اس کا یہ اجتماع اپنے پروگرام کی رو سے ایک خاص نوعیت رکھتا تھا۔ سب سے پہلی مجلس ۹ ربیع الاول کی شام کو قرآن خوانی کی شاہی جامع مسجد میں ہوئی جس میں کلام پاک ختم کئے گئے، دوسری مجلس ۱۰ ربیع الاول کی صبح وعظوں اور تقریروں کی ہوئی جس میں شیعہ اور اہل حدیث حضرات بھی شریک تھے۔ مولانا تمنا صاحب، مولانا داؤد سہسرامی، مولانا شاہ صبیح الحق اور مولانا قاری شاہ محمد جعفر صاحبان نے

تعلیمات قرآنی اور مذہب اسلام کی فوقیت و بلندی پر پُرمغز تقریریں کیں، پھر خانقاہ سلیمانی میں مجلس سماع کا آغاز ہوا صوبہ کے مشہور و معزز مشائخ کرام کا ایسا اہم اجتماع بہت کم دیکھا گیا ہے۔ حضرت خواجہ شاہ حمید الدین سجادہ نشیں بارگاہ عشق اور بعض دیگر مشائخ پہلی بار پھلواری شریف تشریف لائے تین گھنٹے محفل سماع گرم رہی، ازاں بعد قل پڑھے گئے، تین بجے دن کے بعد بزم صوفیہ بہار و اڑیسہ کا جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا حافظ شاہ حبیب الحق صاحب سجادہ نشیں خانقاہ عمادیہ پٹنہ منعقد ہوا، جس میں حضرت قبلہ مولانا شاہ محمد سلیمانؒ، حضرت مولانا شاہ وصی احمد اور حضرت مولانا شاہ محمد حیات سجادہ نشیں آستانۂ مخدوم الملکؒ بہار کی وفات حسرت آیات پر تعزیتی تجویز پیش ہو کر پاس ہوئی۔ یہ ہر سہ حضرات بزم صوفیہ کے مربی تھے، ازاں بعد ایک تجویز کی رو سے طے ہوا کہ مجلس عاملہ کا جدید انتخاب عمل میں لایا جائے۔ اور اس غرض سے جناب ناظم صاحب کسی مناسب وقت ایک جلسہ طلب کریں۔ (وحدت)

شرکائے عرس اہم شرکائے عرس جو مختلف اوقات میں یہاں شرکت کے لئے تشریف لائے، اور جن کے نام نوٹ کئے جا سکے حسب ذیل ہیں:-

حضرت مولانا حافظ شاہ حبیب الحق صاحب سجادہ نشیں خانقاہ عمادیہ پٹنہ۔ حضرت مولانا خواجہ سید شاہ حمید الدین صاحب ابو العلائی سجادہ نشیں بارگاہ عشق پٹنہ سیٹی۔ حضرت مولانا حافظ شاہ محمد شفیع صاحب فردوسی خانقاہ مخدوم الملک بہار شریف، مولانا حکیم شاہ ابو الحسنات صاحب سجادہ نشیں حضرت مولانا سید شاہ وصی احمد فردوسی بہار شریف۔ سید شاہ محمد یونس صاحب خلف مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحب امیر بہار۔ حضرت سید شاہ نجم الدین احمد صاحب سجادہ نشیں شیخپورہ۔ جناب شاہ محمود حسین صاحب برادر حضرت سجادہ نشیں صاحب درگاہ حضرت شاہ ارزاں دیوان قدس سرہٗ۔ حضرت مولانا سید شاہ رشید الحق صاحب سجادہ نشیں خانقاہ منعمیہ پھلواری شریف۔ مولانا سید شاہ قمر الدین صاحب مجیبی پھلواروی جناب مولوی سید شاہ محمود الحق صاحب قادری منعمی رئیس اعظم پھلواری، مولانا شاہ سمیع الحق صاحب عمادی۔ پٹنہ

مولانا شاہ واعظ الدین حسین داناپور - جناب سید شاہ محمد جلیل صاحب سجادہ نشین داناپور جناب
سید شاہ محمد قائم صاحب قتیل سجادہ نشین آستانۂ چشتیہ نظامیہ داناپور - حافظ شاہ ضیاء الدین صاحب
حکیم سید شاہ بدر الدین صاحب داناپور - مولانا رکن الدین داناسہسرامی - خانبہادر نواب سید شاہ واجد حسین
صاحب سجادہ نشین خسرو پور حضرت سید شاہ محمد ولی صاحب سجادہ نشین چھوٹا نوادہ - آنریبل سید حسین امام
ممبر کونسل آف اسٹیٹ - مولوی سید حسن صاحب ایڈووکیٹ چیرمین پٹنہ ڈسٹرکٹ بورڈ - مسٹر ملک
محمود بیرسٹر ایٹ لا پٹنہ سکریٹری انجمن اسلامیہ - پٹنہ - مولوی سید امتیاز کریم ایڈووکیٹ پٹنہ سکریٹری
بہار یونائیٹڈ پارٹی - مولوی محمد شفیع داؤدی سابق ایم - ایل - اے صدر صوبہ احرار پارٹی - جناب مولانا
رضا حیدر صاحب رئیس بانس بیگہہ - مسٹر محمد ولی بیرسٹر پٹنہ شریف - مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب
لیڈر جمعیۃ المومنین - ڈاکٹر سید انوار اللہ پی - ایچ - ڈی پھلواروی - مسٹر شرف الحسن صاحب بہار
چودھری اظہر حسین صاحب لکھنؤ - حضرت قاضی سید مظاہر امام صاحب سجادہ نشین آب گلا - صوفی
سید شاہ احمد حسین و صوفی شاہ عالم حسین صاحبان رئیسان پٹنہ - حکیم خواجہ سید حسن مظفر پٹنہ -
مولانا سید عبد المنان صدر مدرس مدرسہ محمدیہ - پٹنہ ، مولانا صوفی وصی الدین صاحب لکھمنیہ - حاجی
شاہ شریف اعظم صاحب لکھمنیہ ، مولانا مظفر الحق کلیم دیوریا گورکھپور - قاضی سید باقی شاہ صاحب
رئیس وزیر آباد - صوفی یار محمد خاں صاحب سوداگر چوب جہلم پنجاب - جناب مولانا شاہ نور الحسن صاحب
منعمی پھلواروی - شاہ محمد عزیر صاحب منعمی جوائنٹ سکریٹری صوبہ کانگریس کمیٹی - ڈاکٹر مبارک حسین
صاحب مبارک پٹنہ - مولانا تمنا صاحب - مولوی شاہ محمد موسیٰ صاحب - مولوی شاہ محمد وارث امام صاحب
مولوی شاہ حسن آرزو صاحب - جناب سید شاہ مرتضیٰ رضا صاحب - مولوی سید شمس الحق صاحب پھلواروی
ہیلتھ آفیسر داناپور - شاہ ظہیر الحق رئیس باڑھ - مسٹر فضل حق صاحب پرسنل اسسٹنٹ ٹو کمشنر
بہار - سید عزیز الدین اشرف صاحب رئیس بھاگلپور - جناب ڈاکٹر سید شاہ محمد ہاشم صاحب خسرو پور - جناب سید شاہ محمد حبیب
ظلہ پیر بہار شریف - مولوی سید احمد نعیم صاحب رئیس پھلواری - مولوی محمد قریش صاحب رئیس پھلواری

درگاہ حضرت خواجہ بزرگؒ اجمیر میں حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی کا عرس

حضرت مولانا سید شاہ نثار احمد متولی آستانۂ پاک حضرت خواجہ بزرگ ولی الہندؒ اپنے گرامی نامہ مورخہ یکم جون سنہ ۱۹۳۲ء میں حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب سجادہ نشین پھلواری شریف کو مطلع فرماتے ہیں کہ ۱۰ ربیع الاول کو درگاہ شریف کی جانب سے آستانۂ پاک میں حضرت مولانا قاری شاہ سلیمان قادری چشتی پھلواریؒ کا عرس کیا گیا اور اس عرس کو بھی بسلسلۂ اعراس آستانہ شریف جاری کیا گیا ہے اور ہر سال انہیں تاریخوں میں درگاہ شریف کی جانب سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ہوا کریگا فالحمد للہ علی ذالک۔ اس خبر کو مشائخ کرام میں بہار نے نہایت مسرت کے ساتھ سنا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ درگاہ شریف اجمیر میں پانچ سو چھ سو آدمیوں نے حضرت کے عرس کی شرکت کی۔

(روحانیت)

نوٹ:- اس سے پہلے ۲ رجب سنہ ۱۳۵۰ھ کو حضرت قبلہ کا ایک عرس حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب مدظلہ سجادہ نشین کے زیر اہتمام آپکے دولت خانہ واقع اجمیر شریف میں ہوا تھا جس کا تذکرہ اس کے پہلے ہو چکا ہے۔ اس موقع پر جو بزرگان ملت شریک مجلس تھے ان میں حسب ذیل حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:-

حضرت دیوان سید آل رسول علی خاں مدظلہ۔ حضرت سید اسرار احمد صاحب نائب متولی آستانۂ پاک (جو اپنے والد محترم حضرت متولی صاحب مدظلہ کی سخت علالت کی وجہ سے سارے فرائض نیابت انجام دے رہے تھے۔)

ان بزرگوں کے علاوہ حضرات سجادہ نشینان تونسہ شریف و بانسہ شریف و حضرات علما و سجادہ نشینان و مشائخ فرنگی محل، بداون، کانپور، دہلی، صفی پور (اودھ)، گجرات، الہ آباد، پٹنہ، سیتی اور بہار شریف وغیرہ۔ الغرض تقریباً دہ تمام علما و مشائخ جو ۳ رجب کی تاریخ تک وارد اجمیر پاک ہو چکے تھے۔ اس تقریب سعید میں شریک تھے اور ان کے ساتھ اطراف و اکناف ہند کے بہت سے منتخب رؤسا و زعما شریک تھے۔ جمعیۃ علمائے ہند (کانپور) کے محترم صدر و ناظم و شریک ناظم بھی موجود تھے —— ۴ رجب المرجب کو بعد حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری و دیگر سجادہ نشینان عظام وارد اجمیر ہوئے تو ان حضرات نے بھی خاص طور پر تعزیت فرمائی

تاثرات جناب مولانا محمود علی صاحب ریٹائرڈ پروفیسر جالندھر کالج

السلام علیکم ورحمۃ اللہ حضرت محترم کل میں نے اخبار میں موت العالم موت العالم کے عنوان سے اس روح فرسا واقعہ کا ذکر پڑھا جس کا اندیشہ جناب کو اور میرے جیسے ہزار ہا عقیدتمندوں کو ایک عرصہ کے تشویشناک حالات سے پیدا ہو رہا تھا۔ یہ واقعہ فاجعہ ایک نفس مطمئنہ کے لئے وصال ہے جس کی لذت و فرحت سے اسی کی ذات واحد محظوظ ہوتی ہوگی۔ باقی سب کیلئے فراق ہے اور چونکہ کسی عقیدتمند کو اور کسی عزیز اور قرابت دار کو اس حیات فانیہ کے اندر یہ تیقن پیدا نہیں ہو سکتا کہ اس کا حشر توفنا مع الابرار اور الحقنی بالصالحین کی تمنا کے مطابق ہوگا، اس لئے کسی کو اتنا تسکین کا سامان بھی میسر نہیں کہ یہ فراق کم از کم دار آخرت میں پہنچنے تک محدود ہے۔ آہ وہ ذات مقدسہ جس کے فیوض روحانیہ سے اگرچہ وہ خوش قسمت بندے ہی بہرہ یاب ہوتے ہوں گے جو حسب حیثیت استعداد رکھنے کے بعد قدمبوسی کی سعادت پاتے ہونگے۔ مگر برکت دعا و استغفار سے ہم جیسے بے استعداد اور دورافتادگان بھی اپنے تئیں محروم و مایوس نہ سمجھ سکتے تھے۔ ہیہات کیسی حسرت کا مقام ہے کہ اگرچہ صاحبان توسل روح باقی و پائندہ سے فیوض و برکات کا سیلاب اب بھی اپنی طرف مبذول پائیں گے، بلکہ تعلقات دنیا سے آزاد ہو جانے والی روح غالباً اب پہلے سے زیادہ طالبان ارشاد کی تشنگی فرو کرنے کا وسیلہ ہو سکے گی، مگر دعا و استغفار چونکہ محض جسمانی لباس زیب تن کرنے والوں کا وظیفہ ہے اور حیات آخرت ہر قسم کے عابدانہ فرائض سے بری گردانی جاتی ہے اس لئے یہ برکت جو ہر عامی و جاہل کے شامل حال تھی، اب صفحۂ دنیا سے نابود ہوگئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون پس کیا میں جناب کو اور جناب کے تمام اعزہ کو اور حضرت اقدس کے تمام متوسلین کو صبر و تسلیم کا مشورہ اس بشارت کے ساتھ نہیں دے سکتا ہوں، کہ توسل کی قوت و ضعف کے مطابق آپ سب حضرات آنجناب کے فیوض روحانیہ سے غالباً پہلے سے زیادہ مستفید ہوتے رہیں گے اور خاطے میں دعا شرکت کی بلاء

محفوظ رکھے تو آفتابِ وحدت کا نور حسبِ ارشاد وابتغوا الیہ الوسیلہ ایک پہلے سے زیادہ روشن اور مجلا آئینہ کے اندر سے آپ سب کے قلوب منظرہ کے اور بیشتر از پیشتر ترتیب و تواتر کے ساتھ جلوہ فگن رہے گا ضیا پاش و نور بیز وہی ذاتِ ربانی ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔ ایک کا تعلدی من احببت کی تہدید خود حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں موجود ہے، اگر ہادیوں کے مکدر آئینوں کے اندر سے نورِ ربانی پر نظر دوڑانے والوں اور بشریت کے حقیقت وسیلوں پر اُمید لگانے والوں کی نسبت سے وہ لوگ یقیناً زیادہ کامیاب ہیں، جو نفوسِ قدسیہ کے دربارِ رسالت تک پہنچنے والے سلسلہ سے وابستہ ہو کر نورِ ازل کی شعاعیں تمام تر شموس بازغہ کی وساطت سے اپنے قلوب مستعدہ کی طرف مبذول کرنے کی سعی و کوشش میں مصروف ہیں۔ ان آفتابوں کے زنجیرہ کی ہر ایک کڑی اپنے اپنے وقت پر جہاں تاریکیوں کی اور کچھ عرصہ کے بعد پردۂ خفا میں مستور ہوتی چلی آئی ہے مگر افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم کے تازیانہ سے ہمیشہ کے لئے آگاہ کر دیا گیا ہے کہ جو کام ابتدائے آفرینش سے اس مقدس سلسلہ کو سپرد کیا گیا ہے وہ ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا، دل میں اضطراب رکھتے ہو تو مغموم ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ وفاتِ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کوئی مصیبت ابنائے زمانہ کے سر پر نہیں آئی۔ شہادتِ خلیفہ ثالث اور قتلِ شہیدانِ کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ کوئی فتنہ دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ ارتداد کا طوفان اُٹھا، طاغوتی قوتوں نے اقتدار پایا۔ محرومانِ قسمت افکارِ فاسدہ سے گمراہ ہوئے مگر نورِ لم یکن سے مصفا آئینوں کے اندر سے جلوہ فگن ہونے میں کبھی قصور نہ کیا تو اب مایوس ہونے کی وجہ کیا۔ حق تعالیٰ حضرتِ اقدس کی روحِ مطہر کو اپنے قربِ خاص کے اعلیٰ ترین درجات پر فائز کرے۔ اور آپ سب متوسلین کو صبر و تسلیم کے علاوہ رضا بقضا، اللہ کے بلند مرتبہ تک پہنچائے، اور لوازمِ تزکیہ میں بیش از بیش سعی و کوشش کرنے کی توفیق سب کی رفیق ہو۔ آمین ثم آمین۔

بندہ محمود علی ازجالندھر۔ محلہ سید کبیر

قطعات تاریخ

(از حضرت حسان الہند مولانا تمنا عمادی مجیبی پھلواردی مدظلہٗ)

حضرت قبلہ شاہ ملک ورع — چل بسے سوئے جنت الماوا
ہے تمنا یہ مصرع تاریخ — گنج دریائے فضل دفن ہوا
۱۳ ۵ ۵۴

آں سلیمان ملک زہد و ورع — داشت خوش بہرہ کز علم کتاب
از غم ہجر آں ادیب لبیب — جاں لبیب گشتہ اند اولوالالباب
پیش رب ۲۰۲ چوں رسید بنوشتم — سال از خرد (اِلَیۡنَا اِیَابَ)

۲۰۲ + ۱۱۵۳ = ۱۳۵۴ھ

تاج سلیمانی

انجمن خدام کعبہ کا ایک جلسہ حضرت قبلہ کے زیر صدارت اجمیر شریف میں منعقد ہوا تھا جس میں مولانا شوکت علی و مولانا آزاد سبحانی بھی شریک تھے۔ اس موقع پر حضرت ضیا احمدی اجمیری نے یہ رباعی ارشاد فرمائی تھی:—

چمک اٹھے نہ کیوں خورشید بن کر اپنی پیشانی
ہمارے سر پہ ہے پرتو فگن تاج سلیمانی
ترقی کیوں نہ آزادی سے ہو خدام کعبہ کی
میاں شوکت علی کے ساتھ ہیں آزاد سبحانی

مولانا قاری شاہ سلیمان صاحب مرحوم

(از قلم علامہ خواجہ غلام الحسنین پانی پتی جانشین و نبیرۂ حضرت علامہ حالی مرحوم)

قَدْ مَاتَ قَوْمٌ وَّمَا مَاتَتْ مَکَارِمُھُمْ

وَعَاشَ قَوْمٌ وَّھُمْ فِیْنَا اَمْوَاتٌ

۱۔ پیغام امن — اسلام جیسا کہ اُس کے نام سے ظاہر ہے تمام عالم کے لئے پیغام امن اور صلح و رواداری کا مذہب ہے۔ جس کی تصدیق قرآن مجید اور سیرت نبوی کے مطالعہ سے پوری طرح ہوسکتی ہے، مگر بعض اشخاص جہالت یا تجاہل یا تعصب کی وجہ سے کہتے ہیں کہ اشاعت اسلام بزور شمشیر ہوئی اور یہی قرآن مجید کی تعلیم ہے! معاذ اللہ!! اس بے بنیاد اور سراسر غلط اعتراض کی تردید بار بار ہو چکی ہے۔ بالخصوص سر سید احمد خاں۔ خلیفہ سید محمد حسن خاں اور مولوی چراغ علی نے بہت کچھ لکھا ہے، مولوی چراغ علی صاحب کی انگریزی کتاب کا اُردو ترجمہ "تحقیق الجہاد" کے نام سے خود میں نے کیا تھا۔ جو تقریباً پچیس سال قبل حیدرآباد میں چھپ چکا ہے۔

۲۔ بزرگان صوفیہ اور تبلیغ اسلام — اشاعت اسلام زیادہ تر بزرگان صوفیہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ مسٹر ٹی ڈبلیو آرنلڈ ایم۔ اے نے ایک ضخیم کتاب بزبان انگریزی لکھی تھی، جس میں دنیا بھر کی تاریخی کتابوں کے حوالے دیکر اس مطلب کو بخوبی ثابت کیا ہے، اس کتاب کا اُردو ترجمہ بھی "دعوت اسلام" کے نام سے چھپ کر علی گڑھ سے شائع ہو چکا ہے۔

۳۔ حقیقت تصوف — تصوف دراصل علم معرفت اللہ یا تزکیہ باطن کا نام ہے۔

حضرت علی بن عثمان الہجویری [المتوفی سنہ ۴۶۵ھ] معروف بہ داتا گنج بخش رح نے "کشف المحجوب" کے تیسرے باب میں تصوف کی حقیقت کے متعلق بہت سے اقوال نقل کئے ہیں از اں جملہ حضرت محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کے پوتے (امام پنجم) کا یہ قول بھی نقل کیا ہے۔

اَلتَّصَوُّفُ خُلُقٌ فَمَنْ زَادَ عَلَيْكَ فِي الْخُلُقِ زَادَ عَلَيْكَ فِي التَّصَوُّفِ	"تصوف اخلاق ہے۔ جو شخص زیادہ با اخلاق ہو وہی زیادہ صوفی ہے"

اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت کی غرض بھی تکمیل اخلاق ہے۔ اہل تصوف کے خانوادوں کا سلسلۂ طریقت بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت امیر المومنین ع تک منتہی ہوتا ہے۔ اگرچہ اس گروہ میں ایسے اشخاص بھی ہوئے ہیں جو مرکز تصوف سے ہٹ کر باب مدینۃ العلم سے دور ہو گئے ہیں اور جنہوں نے تصوف کی اصلی صورت کو تبدیل کر دیا ہے۔ مگر یہ اُن نام کے صوفیوں کا قصور ہے نہ کہ تصوف کا۔

۴۔ شاہ صاحب اور تبلیغ اسلام

اس دور پُر آشوب میں حضرت قدوۃ السالکین و زبدۃ العارفین مولانا قاری شاہ سلیمان صاحب سجادہ نشین درگاہ پھلواری شریف کا وجود نہایت مغتنم تھا۔ آپ اُن اصول و معارف کی تعلیم و تبلیغ میں جو تصوف کی جان اور اسلام کی روح ہیں، ہمیشہ منہمک رہے۔ مودۃ القربیٰ جس کو قرآن مجید نے اجر رسالت فرمایا ہے، اس کے ذہن نشین کرانے میں جو کوشش جناب شاہ صاحب مرحوم نے کی شاید کسی صوفی بزرگ نے اس سے زیادہ نہ کی ہوگی۔ تنگ خیال اور کوتاہ نظر لوگوں کے خیالات کی اصلاح کے لئے آپ ہمیشہ جد و جہد کرتے رہے۔ اتحاد المسلمین اور صلح بین الاسلام کے نہایت سرگرم حامی رہے۔ یہی مسلک میرے

بھائی آنریبل خواجہ غلام الثقلین مرحوم کا تھا اور اس بنا پر مرحومین کے باہمی تعلقات نہایت مخلصانہ تھے جس کا ثبوت وہ تعزیتی خط بھی ہے جو برادر مرحوم کے انتقال پر شاہ صاحب نے مجھے لکھا تھا واقعاً شاہ صاحب کا مسلک ایسا معتدل تھا کہ ہر فرقہ اور جماعت کے سمجھدار آدمی آپ سے محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔

۵۔ ایک خاص وعظ

مجھے شاہ صاحب کے متعدد مواعظ سُننے کا اتفاق ہوا ہے۔ آپ نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ایک جلسہ میں ایک وعظ سورۂ مومن کی ابتدائی آیات کے متعلق فرمایا تھا جس کو نواب محسن الملک نے جداگانہ بصورت رسالہ بھی چھپوا کر شائع کرایا تھا۔ یہ وعظ نہایت عمدہ مؤثر اور مفید ثابت ہوا۔

۶۔ غازی پور کا ایک جلسہ

بعض انجمنوں کے جلسوں میں مجھے بھی شاہ صاحب کے ساتھ ایک ہی پلیٹ فارم پر تقریر کرنے کا اتفاق ہوا ہے، انجمن اسلامیہ غازی پور کے ایک جلسہ میں "اثبات اصول اسلام" پر میری تقریر تھی۔ جب معاد کی بحث آئی تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ مسئلہ تناسخ پر بھی کچھ روشنی ڈالیے۔ میں نے تعمیل کی اور ابطال تناسخ پر پانچ عقلی دلائل فی البدیہہ پیش کیے جن کو جناب ممدوح نے پسند کیا۔

۷۔ غازی پور کا ایک اور جلسہ

غازی پور کی ایک اور انجمن کی طرف سے مدرسہ "چشمۂ رحمت" میں جلسہ منعقد ہوا۔ شاہ صاحب نے اپنی تقریر کے شروع میں جو خطبہ پڑھا اس میں حضرات ائمہ اثنا عشر (علیہم السلام) کے اسمائے گرامی کی طرف صنعت براعت الاستہلال کے طور پر لطیف اشارات تھے۔ جس سے سامعین نے بہت لطف حاصل کیا، بعد خطبہ آپ نے فرمایا کہ کوئی صاحب یہ خیال نہ کریں کہ ایک خاص مقام پر تقریر کرنے کی وجہ سے آج میں نے یہ نیا خطبہ پڑھا ہے۔ یہ

خطبہ قدیم سے ہمارے خانوادہ کا دستور العمل رہا ہے۔

۸۔ تعلیمی اور اصلاحی تحریک سے دلچسپی مسلمانوں کی تعلیمی اور اصلاحی تحریک سے بھی شاہ صاحب مرحوم کو گہری دلچسپی تھی، وہ اپنے مشاغل سے وقت نکال کر مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اور دیگر قومی انجمنوں کے جلسوں میں مسلمانوں اور خصوصًا انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اپنے مواعظ حسنہ سے مستفید فرماتے تھے۔ جن اشخاص پر مغربی مادیت کا رنگ چڑھا ہوا ہو ان کو رام کرنا اور اسلامی عظمت کا سکہ انکے دل پر بٹھانا آسان نہیں، یہ حضرت شاہ صاحب جیسے عالم ہی کا کام تھا، جس کو انہوں نے کامیابی کے ساتھ انجام دیا۔ اس کے علاوہ آپ نے نواب محسن الملک کی محبت میں کانفرنس کی امداد کے لیے رنگون وغیرہ مقامات کا سفر بھی کیا

۹۔ اخلاق وعادات مجھے شاہ صاحب کے حالات اور خیالات کا جو علم ہے اسکی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ آپ ایک متین، سنجیدہ، متواضع، منکسر المزاج، ہمدرد، بے تکلف، خوش اخلاق، خوش اعتقاد اور صوفی صافی بزرگ تھے، آپ کی وفات حسرت آیات سے (جو بتاریخ ۲۷ صفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء بوقت صبح واقع ہوئی) ایک ایسے جلیل القدر عالم باعمل روشن خیال صوفی بزرگ کی جگہ خالی ہوگئی جس کا پر ہونا آسان نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۰۔ جانشین شاہ صاحب مرحوم خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت شاہ صاحب مرحوم کے خلف صالح جناب مولانا قاری شاہ حسین میاں صاحب (سلمہم اللہ تعالیٰ) اپنے والد مرحوم کے نقش قدم پر چلنے والے اور ان کے صحیح جانشین ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر زندہ و سلامت رکھے اور قومی و مذہبی خدمات

کی جو توقعات آپ کی ذات سے وابستہ ہیں، پوری ہوں۔

آمین یا ربّ العالمین بالنبی الامین وآلہ المعصومین۔

راقم آثم

(خواجہ) حسن نظامی (پانی پتی)

اعزازی مبلغ اسلام ۔ رکن مجلس عاملہ مرکزی جمعیۃ علمائے ہند ۔ ممبر مسلم یونیورسٹی کورٹ ۔ سابق انسپکٹر مدارس سرکار نظام و پرنسپل میونسپل اردو ٹریننگ کالج بمبئی ۔ وحال صدر شعبہ مشرقیہ و مدیر مدرسہ اسلامیہ (حالی مسلم ہائی سکول) پانی پت

قطعہ از شاعر بے بدل حضرت میر احمدی اجمیری

اے میر شب غم میں مر مر کے اماں پائی
جب جا کے ملا رستہ اس چشمۂ حیواں کا

کہتے ہیں یہاں جلوے تقدیس کی پریوں کے
کہتی ہے اسے دنیا دربار سلیماں کا

(حضرت میر نے ایک مجلس میں فی البدیہہ یہ قطعہ لکھ کر حضرتؒ کی خدمت میں نذر کیا تھا۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم

خاتم سلیمانی

حصہ سوم

مشتمل بر پیغامات تعزیت

حضرت کی وفات کے بعد ہزاروں خطوط اور تار تعزیت میں آئے، دل چاہتا تھا کہ ان سبھوں کو بجنسہ شائع کر دیا جائے، لیکن اتنا ضخیم رسالہ ناظرین کی دلچسپی کا باعث نہیں ہو سکتا تھا۔ نیز ان کی طباعت کا صرفہ بھی ضرورت سے زیادہ ہو جاتا، اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ ان تمام خطوط میں سے ایسے خطوں کو اشاعت کے لئے چن لیں، جو کسی نہ کسی حیثیت سے ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں، ہم نے اپنے پیر بھائیوں کے خطوط نہیں درج کئے ہیں، اس لئے کہ اُن سے جو روحانی وقلبی تعلقات ہیں، اُن کو اشاعت کی حاجت نہیں، نیز ان کے لئے ایک مستقل الگ کتاب تیار کرنے کی ضرورت پڑتی، ہم نے صرف چند پیر بھائیوں کے پیغامات تعزیت اس کتاب میں اس لئے درج کئے ہیں، کہ ان میں ختم قرآن یا تعزیتی جلسوں کی اطلاع ہے، یا اس لئے کہ وہ اپنی قومی وملکی خدمات کی وجہ سے ایک ذمہ دار ونمائندہ حیثیت رکھتے ہیں۔

ہمیں اس بات کا افسوس ہے کہ کل خطوط ہمارے پاس محفوظ نہ رہ سکے، ان میں اکثر اہم شخصیتوں کے پیغامات بھی تھے۔ ہمارے لئے جس ابتلا کا وہ وقت تھا، اس کا لحاظ کرتے ہوئے جو کچھ ہم محفوظ رکھ سکے، وہی غنیمت معلوم ہوتا ہے بعض نہایت اہم شخصیتوں کے خطوط حضرت کے آخری وقت میں بھی آرہے تھے۔ جو افسوس ہے کہ محفوظ نہ رہ سکے۔ انہیں میں حضرت قبلہ دیوان صاحب کلیر شریف۔ حضرت صدر یار جنگ۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی نواب بہادر سر مزمل اللہ خاں بالقابہٗ، اور حضرت استاذی و ملاذی شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ صاحب اعظم گڈھی کے صحف گرامی بھی تھے۔

بہرکیف ہم اس وقت تقریباً ۳۵ خطوں کا ایک مجموعہ اپنی کتاب کے اس تیسرے حصے میں بطور ایک یادگار کے شائع کر رہے ہیں۔

غلام حسنین

تار

اُن خاص اہم تاروں کے ترجمے جو تعزیت میں حضرت قبلہ مولانا حاجی قاری شاہ سلیمان صاحب کی خدمت میں موصول ہوئے حسب ذیل ہیں :-

جناب مولانا مظہر الدین صاحب مدیر الامان و ناظم مرکزی جمعیت علمائے ہند (کانپور) رجسٹرڈ دہلی

حضرت قبلہ شاہ صاحب کے وصال کا صدمہ ناقابل گفتنی ہے۔ یہ علماء، صوفیاء و ہندوستان کیلئے ناقابل تلافی نقصان ہے میری نہایت گہری اور دلی ہمدردی قبول فرمائیں۔ پریس کو بیان دے رہا ہوں۔

جناب مولانا احمد سعید صاحب۔ ناظم جمعیۃ علمائے ہند دہلی

میں آپ کے ساتھ اس نہایت مصیبت کے موقع پر دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔

جناب مولانا قطب الدین عبد الوالی صاحب جانشین امام الہند

حضرت مولانا عبد الباری صاحب قدس اللہ سرہ العزیز۔ فرنگی محل لکھنؤ

آپکے والد محترم نبی اپنے خاندان کے ایک رکن کے سانحۂ ارتحال پر حسب مرحوم و مغفور کی فاتحہ اور قرآن خوانی کے بعد مدرسہ بند کر دیا گیا ہے (نوٹ:- خاندان کے رکن کے الفاظ سے فرنگی محل کے حضرات کا تعلق ظاہر فرمایا گیا ہے۔ ” مصنفین “)

جناب مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب بہاری۔ از دہلی

حضرت شاہ سلیمان صاحب کی غم آمیز رحلت پر دلی صدمہ کا اظہار کرتا ہوں اور حق تعالیٰ سے ان کی مقبولیت اُخروی اور درجات روحانی اور آپکے صبر و استقلال کے لئے دعا کرتا ہوں۔

جناب ساہوکار جمال محمد صاحب (چیئرمین آل انڈیا چیمبر آف کامرس) از بنگلور

حضرت کے وصال کا حال معلوم کر کے سخت صدمہ ہے۔ میری گہری ہمدردی آپ کے ساتھ ہے آپ کے غم میں شریک ہوں۔

آنریبل مسٹر سید عبدالعزیز صاحب بیرسٹر وزیر تعلیم صوبہ بہار و اڑیسہ

آپ کے والد ماجد کے انتقال پرملال کی خبر سنکر سخت صدمہ ہوا، انہوں نے اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر رحلت فرمائی، لیکن ان کی جدائی ناقابل تلافی نقصان ہے۔ علم اور تہذیب و اخلاق کا چاند چھپ گیا۔

جناب شاہ نجم الدین صاحب سجادہ نشین حضرت مخدوم شاہ شعیب شیخپورہ

میری ہمدردی قبول کیجیئے۔ افسوس حاضری سے مجبور ہوں، مگر بعد میں حاضر ہوتا ہوں۔

جناب مولوی عبدالغفور صاحب رئیس تجار بنگلور

صدمہ جانگاہ ہوا، خدا آپ کو ہم کو صبر کی توفیق دے۔

عالیجناب معلی القاب مولانا سید نثار احمد صاحب متولی آستانہ پاک اجمیر شریف کے کی تار آیے، جن میں یہ ایک درج ذیل ہے:۔ ”وقت بہت کم ہے ورنہ سجادہ نشینی کی رسم ادا کرنے کے لیۓ آتے اور اسرار احمد سلمہٗ بھی۔ میں دل سے وہیں موجود ہوں، اور آستانۂ پاک اجمیر شریف پر دعا کر رہا ہوں“

جناب ولی محمد سیٹھ۔ بلگام

حضرت قبلہ کی رحلت سے دل کو بڑا دھکا لگا جس کا اظہار ناممکن ہے میں ہر طرح حضور کے غم میں شریک ہوں۔

جناب چودھری فضل امام صاحب آروی

ایسے خاص عزیزوں کے تعزیتی تار بہت ہیں۔ اس تار کو اسلیئے شائع کرتا ہوں کہ معلوم ہوسکے کہ صوبہ کے دور دراز گاؤں میں کتنا جلد خبر رحلت پہنچ گئی تھی۔ کیونکہ ارول کے تار گھر سے یکم جون کو سویرے تار روانہ کردیا گیا تھا

”حضرت مولانا صاحب پر خدا کی رحمت ہو اور خدا آپکو صبر عطا فرمائے۔“

جناب راجہ مسند صاحب۔ بلگام

قبلہ کی رحلت کی افسوسناک خبر پر دلی صدمہ ہوا، جس کا اظہار نہیں ہوسکتا، ہماری طرف سے تعزیتنا اور دلی ہمدردی ہے، بس آپکے غم میں شریک ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سند العلماء شیخ المحدثین حضرت مولانا عبد الباقی الایوبی مدظلہ العالی مہاجر مدنی

از مدینہ طیبہ تاریخ ۱۵ ربیع الآخر سنہ ۵۰ھ

مکرمان و محترمان شاہ حسین میاں صاحب و شاہ غلام حسین میاں صاحب دام مجدہما

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ آپ کے والد ماجد مولانا شاہ سلیمان صاحب کی وفات پرملال کا حال معلوم ہوا، نہایت افسوس ہوا، دنیا جائے گذشتنی و گذاشتنی ہے، بزرگ لوگ وفات کر جائیں، اور اپنی اولاد لائق یادگار چھوڑ جائیں، تو دنیا میں گویا وہ زندہ ہیں، میں حرم شریف میں دعا کرتا ہوں کہ جناب باری مرحوم کی مغفرت فرمائے' اور درجات علیا عطا فرمائے' اور آپ لوگوں کو ان کا سچا قائم مقام علم ظاہر و باطن اور تقویٰ اور قبولیت میں ساتھ برکت عمر کے رکھے آمین والسلام فقط

محمد عبد الباقی الایوبی

حضرت مولانا شاہ علی حسین صاحب مدظلہ'

از کچھوچھہ شریف

فرزند خاطر حزیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر عطا فرمائے' اور ہر کام میں اپنا شاکر اور راضی برضا

بنائے ، فقیر ابو احمد علی حسین اشرفی قادری بعد دعا، درد آمیز ثنائے حسرت انگیز مدعا نگار ہے ، اخبار کے ذریعہ سے مولانا حاجی محمد سلیمان رح کے انتقال پر ملال کی خبر ملی' فقیر نے مع حاضرین فاتحہ پڑھ کر ایصال ثواب کیا، اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے' اور اُن سے بڑھ کر اُن کی اولاد سے اسلام کی خدمت کرائے ، بزمانہ عرس خواجہ غریب نواز آگرہ سے اجمیر شریف تک ہمارے اور مرحوم کے ایک جا ئی رہی' یہ آخری ملاقات تھی ، لیکن مولانا کے انتقال پر پوری طرح حسرت اور ملال کا اظہار کیسے کروں ، اب یقینی میرے لئے بھی سفر آخری درپیش ہے تو بجز حسن خاتمہ کے کیا دعا چاہوں ، برخوردار مولوی سید نہال اشرف اشرفی جیلانی بذریعہ میرے خط کے آپ سے ملیں گے جس امر کی وہ درخواست کریں اس میں ان کی اعانت کرنا ، فقیر آپ کا شکر گذار ہوگا ، اور اپنے گھر میں جملہ خورد وکلاں کو فقیر کی طرف سے دعا و سلام پہنچانا ۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ

تھانہ بھون

مشفقی دام لطفہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔

میں یہ خبر اخبار میں دیکھ چکا تھا ، چونکہ مرحوم کے خاص اشفاق واخلاق کے سبب اُن سے خاص تعلق تھا ، اس لئے قلب میں ایک خاص قلق ہوا ۔ اور غالباً کئی مجلسوں میں ان کی توجہات وعنایات کا جو احقر کے حال پر مبذول تھیں' نہایت اہتمام سے تذکرہ کرتا رہا ، اور دعا کرتا رہا ۔ کل آپ کا الطافنامہ آیا ، آپ کو جو بچپن میں دیکھا تھا ، اور آپ یاد تھے ، خط سے وہ یاد تازہ ہوگئی ، اس سے جی خوش ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے غربا و فقرا ر سے محبت عطا فرمائی ہے ، آپ کے لئے دل سے دعائے صبر و اجر و صلاحیت و استقامت اور مرحوم کے لئے دعائے قرب و مغفرت کرتا ہوں ، اور اپنے لئے بھی دعائے

نجات چاہتا ہوں ۔ والسلام ۔

اشرف علی ۔ از تھانہ بھون

حضرت مولانا عنایت اللہ صاحب
فرنگی محل

عزیزم محترم وفقکم اللہ صبراً جمیلا و رفع درجاتکم

السلام علیکم ۔ ۲۷ صفر سے غور کر رہا ہوں، کہ کن الفاظ میں اس فاجعہ کبریٰ اور سانحہ عظمیٰ پر اظہار الم کروں، اور کس سے تعزیت کروں، آپ لوگوں سے یا ان آٹھ کروڑ ہندی مسلمانوں سے جن کو حضرت شاہ صاحب قبلہ کی وفات حسرت آیات سے وہ شدید روحانی، علمی اور استفادی نقصان پہنچا، جس کی تلافی مشکل ہے ۔

میرے غمزدہ بھائی! آپ تو اپنے شفیق و مہربان والد کی جدائی پر سینہ چاک ہیں، لیکن ارباب فرنگی محل اس واقعہ سے یہ محسوس کر رہے ہیں، کہ ہمارا ایک عزیز قریب، ایک با اخلاص بزرگ اور ایک وہ محترم ہم سے جدا ہوا ہے، جس کے فہیم مشوروں اور اشتراک عمل سے ہر وقت تقویت کی امید تھی ۔

بہرحال اب وہ اس کے جوار رحمت میں ہیں، جس کے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سیرت پاک بیان کرنے اور اس کی شریعت کی تبلیغ میں ان کی عمر شریف کا بیشتر حصہ گزرا تھا اس لیے وہ نور راحت ابدی پا چکے، اور ہم ان کے لیے یا ایصال ثواب کر سکتے ہیں یا ان کی پیروی کی دعائیں ہیں خلوص قلب سے آپ سب بھائیوں کے لیے دعا کرتا ہوں کہ آپ لوگوں سے ان کا اور آپ کے اسلاف کرام کا نام روشن رہے ۔ اور آپ وہی کریں اور کہیں جو ان مرحوم

کرتے اور رکھتے تھے۔

مدرسہ عالیہ نظامیہ کے تعزیتی جلسہ کی کارروائی بھیجتے ہوئے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ فرنگی محل آج بھی آپ کا گھر ہے جس طرح کل تھا، اور حضرت شاہ صاحبؒ کا ہر نیازمند آپ سب کا خیر طلب و دعاگو ہے اور رہے گا۔ والسلام۔

فقیر محمد عنایت اللہ غفرلہ اللہ

مدرسہ نظامیہ کا تعزیتی جلسہ

۲۰ صفر (مطابق ۳ جون ۳۵ء) کو مدرسین وطلبائے مدرسہ عالیہ نظامیہ کا ایک غمگین جلسہ زیر صدارت جناب مولانا محمد شفیع صاحب لکچرر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی رحمۃ اللہ کی وفات حسرت آیات پر اظہار رنج وغم کیا گیا۔ جناب مولانا صبغۃ اللہ صاحب شہید انصاری نے ایک درد انگیز تقریر میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر روشنی ڈالتے ہوئے ان تعلقات کی تفصیل کی، جو آں مرحوم کے فرنگی محل کے ساتھ تھے، پھر حسب ذیل تجویز پیش فرمائی۔

مدرسین وطلبائے مدرسہ عالیہ نظامیہ کا یہ جلسہ حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی رحمۃ اللہ کی وفات حسرت آیات کو علمی دنیا کے لئے ایک فاجعہ کبریٰ سمجھتا ہے، اور یقین کرتا ہے کہ اس دور قحط الرجال میں حضرت مولانا کے ایسے صوفی، عالم، واعظ اور یگانۂ روزگار فاضل علوم دینیہ کی جدائی نے وہ نقصان پہنچایا جس کی تلافی ناممکن ہے۔

حضرت مولانا کے لئے جلسہ خلوص دل سے دعائے مغفرت ورفعت درجات اخروی کے ساتھ ان کے محترم اخلاف کو شرکت غم کا یقین دلاتے ہوئے ان کیلئے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے۔

اس کی تائید جناب مولوی محمد رضا صاحب عالم، جناب مولوی محمد نور سعید العلی صاحب فاضل

اور جناب مولوی سید زین العابدین صاحب وسطی فاضل نے کی۔

آخر میں تمام شرکا رجلسہ نے حضرت شاہ صاحب مغفور رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فاتحہ پڑھا، اور یہ طے ہوا کہ اس جلسہ کی کارروائی کی ایک نقل حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف کرام کو اور ایک اخبار حقیقت میں بغرض اشاعت روانہ کردیجائے۔

بعدہٗ حسب الحکم حضرت محترم صاحب قبلہ جناب مولانا محمد قطب الدین عبد الوالی صاحب مدظلہ بطور اظہار غم مدرسہ میں تعطیل دیدی گئی۔

سید علی حسین موہانی۔ سکریٹری دار المکالمہ

حضرت مولانا محمد طیب صاحب

مہتمم دار العلوم دیوبند

گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

حضرت محترم المقام دام مجدکم

السلام علیکم۔ حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات سے حد درجہ قلق وصدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ میری طرف سے تعزیت قبول فرماویں۔ آج دار العلوم کی مسجد میں دعاء مغفرت وایصال ثواب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اُمید ہے کہ آپ حضرات اس غم جانکاہ میں ثابت رہینگے۔ والسلام۔

احقر

محمد طیب غفرلہ۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرؤف صاحب داناپوری

از کلکتہ

لہٗ ملک ینادی کل یوم　　لدوا للموت وابنوا للخراب

عزیز محترم تبین میاں سلمہ اللہ تعالیٰ

آج یہ خط نہ معلوم کس طرح لکھ رہا ہوں، اور نہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کیا لکھوں، کیسے لکھوں کہ صبر کیجئے، ایک بڑے باپ کا سایہ آپ کے سر سے اُٹھ گیا ہے، ایک زبردست شخصیت کی سرپرستی آپ کے سر سے اُٹھ گئی ہے۔ ایک بڑی ہستی کو آپ نے کھو دیا، ایک سچی محبت آپ سے چھن گئی، ایک بابرکت ہاتھ آپ کے گھر سے جدا ہوگیا۔ بڑی ذمہ داری اور بے حساب تفکرات کا بوجھ آپ کے سر پر آگیا۔ ان سب کے ساتھ صبر کیسے آئے، دل بے چین ہوگا، دماغ منتشر ہوگا، بسمل کی کیفیت ہوگی، صبر کی تلقین کیسے اچھی معلوم ہوگی، بے قرار دل کے لئے نصیحت تو اور بھی اضطراب کا باعث بن جاتا ہے، مگر پھر صبر نہ کیا جائے تو کیا کیا جائے، ارشاد ہے من لم یصبر علی بلائی فلیخرج من تحت سمائی۔ مولانا صبر کیجئے، بغیر اس کے چارہ نہیں ہے۔

اور اس لئے بھی صبر ضروری ہے، کہ اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کے وسیع حلقہ اثر کو سنبھالنے کی تمام تر ذمہ داری آپ کے دوش ہمت پر آگئی ہے، اپنے چھوٹے بھائیوں کی ہدایت و رہنمائی بھی آپ پر ہے۔ اپنے گھر کے عزت و وقار کو قائم رکھنے کا ذمہ بھی آپ کا ہے، اور یہ باتیں صرف صبر ہی نہیں بلکہ صبر کے ساتھ جوش عمل بھی چاہتی ہیں، دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک ان تمام مشکلات میں آپ کو کامیاب و بامراد کرے، اپنے بھائیوں کو میرا دعا کہد یجئے۔ والسلام۔

ابوالبرکات عبدالرؤف عفی عنہ قادری

حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب

اڈیٹر اہلحدیث امرتسر

عزیزی حسین میاں سلمہ اللہ

السلام علیکم، اخبارات میں شاہ صاحب کے انتقال کی خبر پڑھ کر صدمہ ہوا، پھلواری میں اب ہمارا تعلق کیا رہا۔ واحسرتا، یاران من تنہا مرا بگذاشتند۔ آخر سب کی یہی راہ ہے، غفر اللہ لہٗ و رحمہ۔

ابو الوفاء ثناء اللہ

حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب سہارنپوری

عزیز القدر میاں مولوی شاہ حسین میاں صاحب سلمہ

بعد دعوات ترقی درجات آنکہ، کل ڈاکٹر مولوی عبد العلی صاحب کے خط سے اپنے محب قدیم اور آپ کے والد بزرگوار جناب شاہ سلیمان صاحب مرحوم مغفور کے وصال کی اطلاع پاکر صدمہ ہوا، اگرچہ ہم سب اب چراغ سحری ہیں، اور ایک دن یہی پیش آنا ہے، تاہم ذات گرامی مسلمانوں کے لئے بڑی باعث برکت تھی، خصوصًا آپ کے لئے ایک بڑی نعمت اور سعادت تھی، مگر مشیت الٰہی میں سوائے صبر کے کیا چارہ ہے، اور صبر ہی کا بڑا اجر ہے، اور اب تو مرحوم کی بڑی خدمت یہی ہے کہ دعائے مغفرت کیجاوے۔ اور جل علی شانہٗ کی ذات سے امید ہے کہ مرحوم کو فردوس بریں کی راحتیں عطا فرمائیگا۔ خدائے عزوجل آپ پسماندگان کو توفیق صبر عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔

برخوردار مولوی منظور الٰہی اور مولوی عقیل الرحمٰن سلمہما۔ بعد سلام مسنون کے حضرت مولانا مرحوم مغفور کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کیلئے توفیق صبر کی دعا کرتے ہیں۔

خلیل احمد

مولانا حکیم حاجی حافظ سید ڈاکٹر عبد العلی صاحب ایم بی بی ایس اسسٹنٹ سرجن ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

برادر محترم جناب مولانا شاہ حسین میاں صاحب چشتی قادری دام مجدہ

بعد سلام مسنون کے گزارش ہے، آپ کا تار پہنچا، یہ پڑھ کر کہ حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی قادری کا وصال ہوگیا، انتہائی قلق اور رنج ہوا۔ ہم کو اُن سے توقع تھی کہ ابھی چند سال اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دم قدم سے ہم لوگ متمتع ہونگے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کا سایۂ عاطفت ہم لوگوں کے سروں پر رکھے گا۔ مگر مشیت ایزدی میں کس کو دم مارنے کی جرأت ہوسکتی ہے، اور ایسی حالت میں سوائے صبر و سکون کے اور چارہ ہی کیا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جو کارنامے اور ندوۃ العلماء کے ساتھ جو احسانات ہیں، وہ کبھی فراموش نہیں کیے جاسکتے۔ آخری کارنامہ رانی قدزمانی بیگم مرحومہ کے وقف کا ہے، اسی وقف سے ندوۃ العلماء کی بنیاد حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایسی مضبوط کر گئے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس میں تزلزل نہ ہوگا، اس احسان خاص کا صلہ خداوند کریم عطا کرے گا۔

ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔

اللہ تعالیٰ آپ سب لوگوں کو صبر و سکون عطا فرمائے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے، آپ اس کا یقین فرمائیے کہ میں اپنے رنج و غم کا اظہار اس مختصر عریضہ میں نہیں کرسکتا، اور آپ لوگوں کو جتنا غم ہوگا، اس کا اندازہ مشکل ہے، مگر بے بسی میں وہی صبر و سکون زخمی دلوں کے مرہم ہوسکتے ہیں، جس کی ہمکو تعلیم دی گئی ہے، لہذا صبر کیجئے صبر۔

اس رنج و غم میں کل کتب خانہ ندوۃ العلماء اور دفتر ندوۃ العلماء بند رہے گا، دار العلوم گرمی کی تعطیل کی وجہ سے بند ہے، یکم جولائی کو جب کھلے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ قرآن خوانی کرا کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح کو ثواب پہنچایا جائے گا، فرنگی محل اور اخبارات

ہیں آج ہی حسب ارشاد اطلاع دیدی گئی ہے ۔ والسّلام ۔

مضمون واحد ہے ۔ از عزیزہ عبد الغفور ۔ عبد العلی ناظم ندوۃ العلماء

جناب مولانا عبد الواحد عثمانی

جانشین حضرت مولانا عبد الماجد رحمۃ اللہ علیہ

برادر اکرم ذوالمجد والکرم دامت برکاتکم

السّلام علیکم ۔ کیا لکھوں اور کس طرح لکھوں حضرت علامہ علیہ الرحمہ کے وصال مبارک سے آپ حضرات پر جو گزر رہی ہوگی، اُس کا احساس اپنی حالت سے کر رہا ہوں، کہ جس وقت اس حادثۂ قیامت نما کی خبر معلوم ہوئی ہے، نہ پوچھیئے کہ کیا حال ہے، آہ حبین میاں حسنین میاں جعفر میاں یتیم ہو گئے، جمعیۃ علماء یتیم ہو گئی، بزم صوفیہ ویران ہو گئی، مجلس علم کا چراغ گل ہو گیا، مسند طریقت کا آفتاب غروب ہو گیا، چشتی سچ دیکھ دکھانے والا، قادری جلوؤں کا حامل، رشد و ہدایت کا پیکر، ہماری نافرمانیاں دیکھ کر ہم سے روٹھ کر چلدیا ۔ ہم سب کو یتیم بنا کر سسکتا بلکتا چھوڑ کر محبوب حقیقی سے جا ملا ۔

محترم بھائی، دل قابو میں ہو تو کچھ لکھوں، جو مجھے لکھنا آپ کو اس کی خبر، پھر میں کیا کروں، جی چاہتا ہے کہ خود آ کر مزار اقدس پر آنسوؤں کی چادر چڑھاؤں، آپ کے گلے لگ کر دل کی بھڑاس نکالوں، مگر کیا اس طرح وہ مقدس نورانی و مبارک چہرہ نظر آجائے گا، نہیں تو پھر کیا کروں "صبر" "ایصال ثواب" خدا قبول کرے ۔ آمین ۔

خادم

واحد

حضرت مولانا حکیم عبدالرؤف کلکتہ بنام جناب مولانا شاہ محی الدین صاحب سجادہ نشین

مکرمی و معظمی   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔

آہ۔ تقریباً پچاس سال کی شہرت و مقبولیت۔ اور زبردست شخصیت کے ساتھ حضرت مولانا سید شاہ سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ آج ہمارے درمیان سے علیحدہ ہوگئے ہیں۔ افسوس صد افسوس۔

لہ ملک ینادی کل یوم   لدوا للموت وابنوا للخراب

مولانا ایک خاص اور مقبول طرز خطابت کے موجد تھے، مولانا کی خطابت سحر کا کام دیتی تھی۔ اور وہ ان البیان لسحرا کی زندہ مثال تھے۔ مذہب، سیاست، تہذیب اخلاق اور ہر قسم کے مجلسی اور اجتماعی کاموں میں ان کا ایک خاص اثر سارے ہندوستان میں عام تھا، وہ ایک ذی علم خطیب تھے۔ اور خطیب ذی علم کم ہوتے ہیں۔ اس لئے مولانا کا وصال صرف پھلواری اور بہار کے لئے نقصان کا باعث نہیں ہے۔ اس کمی کو سارا ہندوستان محسوس کریگا۔ اللہ پاک مولانا کے پسماندگان کو توفیق عنایت فرمائے، کہ وہ مولانا کے صحیح قائم مقام ثابت ہوسکیں۔

عبدالرؤف عفی عنہ قادری دانا پوری

حضرت شاہ ولایت احمد الرضوی

آستانۂ عالیہ مجاہدیہ قلندریہ لاہرپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔

کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال والاکرام

مکرما زید کرمکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

اخبار حقیقت سے حادثۂ عظیمہ یعنی خبر وصال قدوۃ السالکین وزبدۃ العارفین حضرت مولانا الشاہ محمد سلیمان قدس سرہٗ معلوم ہو کر باعث رنج وکرب عظیم ہوا۔ حضرت ممدوح کی ذات گرامی اس زمانہ اخیر میں ہم لوگوں کے لئے پشت پناہ اور باعث غنیمت تھی، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیت ظاہر ہو کر رہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تبارک وتعالیٰ شانہ حضرت ممدوح کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین بحرمت النون والصاد اور پسماندگان کو توفیق صبر جمیل رفیق فرمائے آمین۔ حضرت مغفور صرف ایک مرتبہ بزمانہ عرس شریف حضرت سید العرفا حضرت شاہ قلندر قدس سرہٗ اپنے چھوٹے صاحبزادے کو ہمراہ لیکر لاہرپور تشریف لائے تھے۔ اور اپنے اخلاق حسنہ کا سکہ ہم لوگوں کے قلب پر بٹھا گئے تھے، پھر ہمیں کر شرف زیارت حضرت مغفور نہ حاصل ہو سکا۔ از حد افسوس ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ آں مکرم کو حضرت مرحوم ومغفور کا صحیح جانشین ثابت فرمائے۔ آمین۔ اپنے چھوٹے بھائی صاحب سے بعد سلام مسنون تعزیت ادا فرمایئے، کبھی کبھی خیریت سے مطلع فرماتے رہیئے تاکہ ہم شکستہ دلوں سے بھی نسبت قائم رہے۔ والسلام خیر الختام۔

رقیمہ نیاز خاکراہ دردمندان ناچیز
محمد ولایت احمد الرضوی ثم المجتبوی غفرلہ

حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر سجادہ نشین کاکوری شریف

بسا یخدمت ہمہ لطفت وعنایت مجمع فضائل بیکراں عزیزم مولوی شاہ محسن میاں صاحب سلمہ اللہ الواہب
از فقیر حبیب حیدر بعد سلام مسنون اندوہ مشحون ودعائی حصول صبر وسکون خلاصہ مضمون ایں کہ

پرسوں اخبار حقیقت میں خبر واقعہ وفات حسرت آیات حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب قدس سرہٗ پڑھ کر نہایت درجہ رنج وصدمہ ہوا۔ آپ کو اُن کی اس ابدی مفارقت سے جو عظیم صدمہ ہوا ہو اس کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے معاملات قضا و قدر میں کسی کو مجال دم مارنے کی نہیں ہے، اور اس کے تلافی تو اب محالات سے ہے، افسوس کہ بزرگوں کا خاتمہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ اس دور فاہرہ میں ان کا وجود جیسا کچھ مغتنمات بلکہ نعمات میں سے تھا اس کو وہی لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ جو ان کی شفقت و عنایت خاص کے خوگر رہ چکے ہیں، خداوند عالم آپ کو اپنی مرضیات کا تابع رکھے۔ اور معیت حقہ، جو آیۂ شریفہ ان اللہ مع الصابرین سے مستفاد ہوتی ہے، سرفراز فرماوے۔ اور نعمات خاندانی سے مالامال کرے۔ اپنے دونوں بھائیوں سے میری طرف سے سلام مسنون بوحدت مضمون کہیے یہاں برادران عزیز سلہما سلام مسنون باتحاد مضمون کہتے ہیں، والسلام خیر ختام فقط

نوٹ :۔ آہ ! افسوس اب حضرت شاہ حبیا علیہ الرحمہ نے بھی کاکوری شریف میں رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حسنین ..

حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب

ویرمگام۔ کاٹھیاوار

جیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد   روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

مخدوم و مکرم جناب مولانا شاہ حسین میاں صاحب دام لطفہٗ

سلام مسنون۔ دنیا عجیب دو رنگی مقام ہے، یہاں کے جانگداز صدمات ہمیشہ ایک دوسرے سے وقیع اور بالاثر ہوا کرتے ہیں، یوں تو بظاہر کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا، جس میں آسودگی کی جھلک پائی جائے۔ خصوصاً آج اخبار وحدت میں جناب حضرت فخر الموحدین و صدر المحققین سر حلقہ مشائخ عظام ومقتدائے علمائے کرام مولانا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال

کی خبر وحشت اثر پڑھ کر دل کو جو صدمہ ہوا وہ ناقابل تحریر ہے گویا ایک مصیبت کا عظیم الشان پہاڑ تھا، جو ہمارے سر دل پر ٹوٹ پڑا۔ ایک روح فرسا منظر تھا، جو ہمارے پیش نظر ہو گیا۔ ایک تیر تھا جو کلیجہ کو چیرتا ہوا پار نکل گیا۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب کے مصداق حضرت کی وفات ہے، لیکن ہم پسماندگان کے لئے اب مستقبل میں سوائے تاریکی کے کچھ نظر نہیں آتا گویا ایک علم و فن کا آفتاب تھا، جو غروب ہو گیا ہمیں آپ کے ان صدمات میں کامل ہمدردی ہے اور ہم دعا کرتے ہیں کہ آپ کو مع برادران واہل خانہ وجمیع احباب ومتعلقین کے خداوند کریم صبر جمیل عطا فرمائے، اور ہم خداوند کریم کی جناب میں دست بدعا ہیں کہ وہ آنجناب کو حضرت مرحوم کا صحیح قائم مقام ہونے کی استقامت عطا فرمائے، تاکہ حضرت کی روح مبارک کو خوشی ہو۔ کل شام کو یہاں تعزیت کے لئے ایک عام جلسہ بھی منعقد کیا جائے گا۔ فقط

غلام محی الدین نقشبندی۔

منجانب حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ صاحب مدظلہ
گولڑہ شریف۔ پنجاب

مکرمی معظمی جناب بسیادت پناہ جناب صاحبزادہ سید حسین میاں صاحب دامت عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی کی وفات حسرت آیات نے بیحد صدمہ اور رنج وقلق دیا۔ حضرت سے حجرہ رین بسیرا خواجہ صاحب کے مکان پر نیاز حاصل ہوا تھا۔ یہاں کی نسبت کی وجہ سے حضرت مرحوم مغفور نے مجھ پر خاص مہربانی فرمائی۔ میرے حضرت مکرم مدظلہ کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ جناب حضرت صاحب قبلہ مدظلہ وجناب صاحبزادہ صاحب مدظلہ کی طرف سے آپ کو دعا وسلام وتعزیت۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ

صاحب مرحوم و مغفور کو جوار رحمت میں لیتے ہوئے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔
اپنے حضرت مدظلہ العالی کے حکم سے یہ خط لکھا ہے۔ حضرت کو اس سانحہ عظیم پر بہت صدمہ ہے۔
نیازمند
سلطان محمود حال مقیم ڈاک گنانہ عالیہ

حضرت مولانا نذیر احمد جُنیدی صاحب۔ بمبئی

ھو الحکیم

محب محترم ذوالمجد والکرم زید مجدکم! السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ
حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہٗ کی خبر ارتحال، موجب صد رنج و ملال، لیکن اس میں انسان کو چون و چرا کی کیا مجال، بجز صبر و استقلال۔ راضی برضا رہنا، انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا، فطرت انسانی کا اصل کمال۔ مولا تعالیٰ آپ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور حضرت مبرور کو قرب و حضور سے سرفراز بنائے، آمین۔
عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اجلاس عام، یہاں خاص اہتمام سے ہوتا ہے۔ اور اس کے انتظام میں بندہ اور زکریا سلمہٗ منہمک رہتے ہیں۔ اس لئے عریضہ نگاری میں تاخیر ہوئی معاف فرمایئے۔
قبلہ، مبرور میرے والد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خصوصی دوستوں، معاصروں، اور ہم مشرب و ہم مسلک بزرگوں میں سے تھے۔
مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی۔ مولانا شاہ احمد حسین صاحب کانپوری۔ مولانا شاہ التفات احمد صاحب ردولوی، اور والد ماجد جیسے تمام بزرگوں رضوان اللہ تعالے

علیہم اجمعین کی یاد حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے وصال سے تازہ ہوگئی۔

افسوس کہ ان بزرگوں کا نام ہی نام باقی ہے۔ اور اُن اوصاف کے افراد دانفاس نظر نہیں آتے ہیں۔

اس قحط الرجال میں ایسا حادثہ پیش آنا، قلب کو بے چین کرتا ہے، لیکن اپنے اختیار میں کچھ نہیں۔ اس لئے ہر تغیر کو خاموشی سے دیکھنا ہی پڑتا ہے

خود اپنے معاصرین میں سے مولانا عبدالماجد بدایونی۔ مولانا محمد فاخر الہ آبادی، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا عبدالباری لکھنوی، مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی یاد جب چٹکیاں لیتی ہے، تو دل مسوس کر رہ جاتا ہوں، یہ بزرگوں کے آخری معاصر تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

دست بدعا ہوں کہ رب العزت آپ کو اور ہمیں ان بزرگوں کے قدم بقدم چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ان کی برکات سے مستفیض رکھے۔ آمین۔

فن تاریخ گوئی میں میرے والد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو عجیب کمالات حاصل تھے، بندہ نے جو سیکھا ہے اس میں سے ایک نمونہ ابلاغ خدمت ہے۔

صفت توشیح واسمائے عددیں فی البدیہ ایک قطعہ لکھا ہے، ملاحظہ فرمایئے:۔

سید محمد زکریا ضیا رضا   فقیر نذیر احمد خجندی

بمضمون واحد

صاحب مرحوم ومغفور کو جوار رحمت میں لیتے ہوئے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔
اپنے حضرت مدظلہ العالی کے حکم سے یہ خط لکھا ہے۔ حضرت کو اس سانحہ عظیم پر
بہت صدمہ ہے۔

نیاز مند
سلطان محمود حال معتمد ڈاک ثنائہ عالیہ

حضرت مولانا نذیر احمد خجندی صاحب۔ بمبئی

هوالحکیم

محب محترم ذوالمجد والکرم زید مجدکم! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہٗ کی خبر ارتحال، موجب صد رنج و ملال، لیکن اس میں انسان کو چون وچرا کی کیا مجال، بجز صبر و استقلال۔ راضی برضا رہنا، انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا، فطرت انسانی کا اصل کمال۔ مولا تعالیٰ آپ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور حضرت مبرور کو قرب و حضور سے سرفراز بنائے، آمین۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اجلاس عام یہاں خاص اہتمام سے ہوتا ہے۔ اور اس کے انتظام میں بندہ اور زکریا سیٹھ منہمک رہتے ہیں۔ اس لئے عریضہ نگاری میں تاخیر ہوئی معاف فرمایئے۔

قبلۂ مبرور میرے والد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خصوصی دوستوں، معاصروں، اور ہم مشرب و ہم مسلک بزرگوں میں سے تھے۔

مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی۔ مولانا شاہ احمد حسین صاحب کانپوری۔ مولانا شاہ التفات احمد صاحب ردولوی، اور والد ماجد جیسے تمام بزرگوں رضوان اللہ تعالےٰ علیہ

علیہم اجمعین کی یاد حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے وصال سے تازہ ہوگئی۔

افسوس کہ ان بزرگوں کا نام ہی نام باقی ہے۔ اور اُن اوصاف کے افراد دانقاس نظر نہیں آتے ہیں۔

اس قحط الرجال میں ایسا حادثہ پیش آنا، قلب کو بے چین کرتا ہے لیکن اپنے اختیار میں کچھ نہیں۔ اس لئے ہر تغیر کو خاموشی سے دیکھنا ہی پڑتا ہے

خود اپنے معاصرین میں سے مولانا عبد الماجد بدایونی۔ مولانا محمد فاخر الہ آبادی، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا عبد الباری لکھنوی، مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی یاد جب چٹکیاں لیتی ہے، تو دل مسوس کر رہ جاتا ہوں، یہ بزرگوں کے آخری معاصر تھے۔ رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا۔

دست بدعا ہوں کہ رب العزت آپ کو اور ہمیں ان بزرگوں کے قدم بقدم چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ان کی برکات سے مستفیض رکھے۔ آمین۔

فن تاریخ گوئی میں میرے والد رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو عجیب کمالات حاصل تھے، بندہ نے جو سیکھا ہے اس میں سے ایک نمونہ ابلاغ خدمت ہے۔

صنعت توشیح واسمائے عددیں فی البدیہ ایک قطعہ لکھا ہے، ملاحظہ فرمایئے:۔

فقیر نذیر احمد خجندی

سیٹھ محمد زکریا بنیا رصاحب

بمضمون واحد

بجناب مولانا قاری شاہ سلیمان صاحب پھلواروی

سنہ ۱۳۵۴ھ

ہشت ۸	۱ ح	حاجی و قاری و شیخ شاہ سلیمان ما		فاضل ذی اقتدار عالم ذی احتشام	ف	ہشتاد ۸۰
شش ۶	۲ و	واقف اسرار ہدیٰ کاشف رمز خدا		عارف لایزال عاشق رب انام	ع	ہفتاد ۷۰
دو ۲	۳ ب	بود مسخر بہ آں خلق جہاں جوق جوق		جوشن عمل ہشت چوں از پے ہر خاص و عام	ج	سہ ۳
یک ۱	۴ ا	آمد پیک قضا بدیہ پیام خدا		واصل رب العلیٰ یافتہ لطف دوام	و	شش ۶
دہ ۱۰	ی	سنہ ۱۳۵۴ھ	یا دو صالش دو تا ہست بہ اسم عدد لیک ز توشیح کرد کلک خجندی نظام		ل	سی ۳۰

سنہ ۱۹۳۵ء

توضیح:۔ صنعت توشیح و اسمائے عدد کے ماتحت پہلے مصرعوں کے حروف اولیٰ (پانچ حرفوں سے سنہ ۱۳۵۴ ہجری اور دوسرے مصرعوں کے حروف اولیٰ (پانچ حرفوں) سے سنہ ۱۹۳۵ عیسوی ظاہر ہوتے ہیں۔ اور عنوان نثر بھی پوری تاریخ ہے۔

جناب مولانا سید حبیب صاحب

اڈیٹر سیاست لاہور

مخدوم بندہ السلام علیکم

پیر و مرشد رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال کی خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں آپکا اور ہمارا شفیع بنائے اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ گدی مبارک ہو۔

آپکا حبیب

حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب
دھلی

برادرم مولانا سید حسین میاں صاحب سلام علیکم

ابھی جمعہ کے وقت حضرت کی وفات کا تار ملا، سارے گھر میں غم والم چھا گیا۔ گزشتہ تحریر سے اطمینان ہو گیا تھا۔ کہ اب حالت قابل اطمینان ہے۔ یکایک یہ خبر سننے میں آئی۔ اللہ تعالی ہم سب کو اور آپ سب کو صبر عطا فرمائے۔ اگر میں سات روز سے علیل نہ ہوتا، تو آج ہی پھلواری چلا آتا۔ مگر آنکھ کے پاس ایک پھنسی ہو گئی ہے، جس کے سبب سات رات سے نیند نہیں آئی، مہربانی کر کے آخری حالات لکھیے، تاکہ ان کو شائع کیا جائے۔

مخلص و شریک الم

حسن نظامی

جناب مولوی محمد ناصر صاحب صاحبزادۂ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب
فرنگی محل

محترمی جناب حسین میاں صاحب زادکرمہ السلام علیکم

طالب خیر بخیر۔ میں ابھی ابھی سفر سے لکھنؤ واپس آیا، یہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ جناب کے والد ماجد حضرت مولانا قاری شاہ سلیمان صاحب مرحوم کا انتقال ہو گیا، بیحد رنج ہے، جس کا اظہار صفحۂ قرطاس پر ناممکن ہے۔ حضرت مولانا مرحوم کی ذات گرامی اس پر آشوب زمانہ میں بہت غنیمت تھی، نیز موصوف کو اس خاندان سے جس قدر محبت اور عقیدت تھی وہ اظہر من الشمس ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالی حضرت مولانا کو اپنی جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے

اور آپ سب کو صبر اور اس کا اجر عطا فرمائے۔

قبلہ والد ماجد حضرت قدر قدرت خداوند نعمت شیخ اعظم مولانا شاہ محمد اسلم صاحب مدظلہ العالی مسند سبق فرنگی محل کو اس سانحہ پر بیحد افسوس ہے۔ حضرت خداوند نعمت مدظلہ حضرت مولانا کے لئے دعائے مغفرت اور آپ سب حضرات کے لئے دعائے صبر فرماتے ہیں۔ اور آپ سب کو سلام و دعا لکھواتے ہیں۔ میری طرف سے اپنے سب بھائیوں کی خدمت میں سلام مسنون عرض فرمائیں، والسلام

رقمہ فقیر ابو محمد ناصر غفرلہٗ

حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب

برادرم مولانا غلام حسنین صاحب السلام علیکم

میں نے انتظام کر دیا ہے، کہ جن جن اخباروں میں حضرت قبلہ کی نسبت نوٹ شائع ہوں، ان سبکو منادی میں شائع کر دیا جائے، اور آپ کے خط کا خلاصہ بھی شائع کر دیا جائے، درگاہ شریف کی طرف سے دستار مزار مبارک سے مس کرا کر آج بذریعہ پارسل مولانا حسین میاں صاحب جانشین حضرت شمس المشائخؒ کے لئے روانہ کرتا ہوں۔ پاک پٹن شریف کو بھی آج خط لکھدیا ہے، وہاں سے بھی دیوان صاحب دستار بھیجیں گے۔ خدا کے فضل سے آپ بھائیوں کو حضرت بابا صاحب سے نسبی تعلق بھی ہے۔ میں انشاء اللہ حقیقی بھائیوں کی طرح ہمیشہ آپ سب کا خدمتگار رہوں گا، مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ سب بھائی آپس میں متحد ہیں۔ یہ مشائخ زادوں میں بہت کم نظر آتا ہے

میں آج حیدرآباد جا رہا ہوں، مہاراجہ سر کشن پرشاد صدر اعظم کے مکان پر ٹھہروں گا اگر کچھ لکھنا ہو تو انہی کی معرفت لکھیے۔

مخلص

حسن نظامی

جناب مولوی مولانا محمد عتیق صاحب۔ فرنگی محل

مجمع الفضائل السنیہ منبع الفواضل البہیہ اخی المحترم ذو المجد والکرم لازال محفوفا بالطاف ربہ العزۃ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بذریعہ اخبارات حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خبر وفات سفر سے واپسی کے بعد معلوم کر کے جس قدر صدمہ ہوا، صفحۂ قرطاس پر لانے سے قاصر ہوں، جناب موصوف اور میرے حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہٗ العزیز سے جو تخصیصی تعلقات تھے، ان کے لحاظ سے خود میرے ساتھ جس شفقت کا برتاؤ فرماتے تھے، اس کا نہ مٹنے والا اثر دل بےچین کئے ہوئے ہے۔ عالم اسلامی کے لئے ایک شہنشاہی کے اندر دوسرا ناقابل تلافی نقصان جس قدر تکلیف دہ ہوا ہے، بذریعہ الفاظ اس کا اظہار دشوار ہے۔

مدرسہ میں آج کل تعطیل ہے، اس وجہ سے ایصال ثواب نہیں کیا جا سکا، تاہم بعد ختم محفل ذکر النبی (جس کا سلسلہ شب اوّل ماہ سے تا دوازدہم شریف جاری رہتا ہے) فاتحہ خوانی کر دی گئی۔

اس حادثہ فاجعہ پر میری دلی ہمدردی جناب کے ساتھ ہے، اور بصدق دل بارگاہ احدیت میں دست بدعا ہوں کہ خداوند غفار و ستار حضرت مولانا کو اپنے جوار رحمت میں جگہ اور علیین میں مقام عطا فرمائے۔ نیز آپ حضرات کو صبر جمیل اور اس کے اجر جزیل سے مالا مال کرے۔ میری یہ توقع غالباً بیجا نہ ہوگی کہ جو خصوصی تعلقات آنجناب مرحوم کے ساتھ زمانہ قدیم سے چلے آ رہے تھے، جناب ان مراسم و روابط کو نہ صرف جاری بلکہ مضبوط فرمائیں گے۔ دل سے دعا ہے کہ پروردگار عالم جناب کو حضرت مرحوم کا سچا جانشین بنائے، اور دنیائے اسلام کو فیضیاب ہونے کا موقع ملے۔ برادرم شاہ جعفر صاحب وغیرہ سے سلام مسنون۔ بوحدت مضمون تعزیت مقرون فرما دیں۔ والسلام نعم الختام

ابو القاسم محمد عتیق عفی عنہ

حضرت مولانا سیّد نثار احمد صاحب

متولی درگاہ معلیٰ اجمیر شریف

عزیز دلم سراپا رنج والم مولانا شاہ حسین میاں صاحب سلمہم اللہ وسلّاہم

کل بروز جمعہ برقیہ حامل خبر رحلت شیخ العلماء و علامۃ المشائخ حضرت مولانا (طاب ثراہ) پہنچا۔ از سرتاپا مجسمۂ الم و تصویر غم بن گیا، مجھے جو تعلق دلی اور محبت قلبی جناب مغفور سے تھی وہ معمول سے بالا اور ظاہری مراسم مؤدّت سے اعلیٰ تھی اسی نسبت سے اس حادثہ فاجعہ نے میرے دل و دماغ پر غیر معمولی اثر ڈالا۔ میں اس سانحہ عظیمہ کو جس نظر سے دیکھتا ہوں، اسی اندازہ سے مستوجب ہزاراں اندوہ والم و موجب صدہا ماتم محسوس کرتا ہوں۔ صرف موت العالم موت العالم مشہور مقولہ ہے لیکن یہ موت صرف ایک عالم کی نہیں بلکہ ایک شیخ وقت کی موت ہے۔ علم و تصوف کے ایک پیکر گرامی کی موت ہے۔ ظاہری و باطنی فیوض کے مجمع البحرین کی موت ہے۔ افسوس قدرت نے جن کمالات علم و عمل۔ فضائل عقائد و نحل۔ اعتماد اقوام و ملل۔ افتخار و امتیازات جلل کا مجموعہ ذات گرامی کو بنایا تھا، دست قضا نے ایک لمحہ میں اس کو ہم سے چھین لیا۔ اور اس وجود بزرگ سے جس قدر آمال و امانی خاص و عام کے وابستہ تھے۔ وہ زمانہ کے ایک گردش چشم سے بے پناہ رہ گئیں۔ طبقہ صوفیا ایک صاحب سلسلہ شیخ وقت کے ماتم میں مصروف ہے تو گروہ علماء اپنے ایک مسند نشیں علم کے رنج میں مبتلا۔ قومی مجالس برسوں اپنے قوم پرور صدر کو روئیں گی۔ محافل ملی اپنے سحر بیان واعظ و ناصح کو یاد کریں گی۔ پرانی روش کے مسلمان اپنے وضعدار و دیندار ہادی کا سوگ کریں گے، تو نئی روشنی والے اپنی مجالس کو اس نورانی لکچرار و مقرر کے فقدان پر بے رونق پائیں گے۔ محبان عمیم کے دل اس زخم کے اندمال کے لئے جویاں ہیں۔ اور عزیز و اقارب کے مجروح سینے مرہم تعزیت کے خواہاں۔ انا للہ

وانا الیہ راجعون ۔

میں آپ کے ساتھ اور دوسرے غم رسیدہ صاحبزادگان جعفر میاں وغلام حسنین سلمہما کے ساتھ خصوصیت سے اس رنج وغم میں شریک ہوں، میری طرف سے تعزیت مسنون خود بھی قبول فرمائیے، اور ان کو بھی پہنچائیے، اور عموماً جس قدر وسیع حلقہ، احباب متوسلین وہاں موجود ہوں اُن کی خدمت میں بھی تعزیت فرمائیے۔ آج ہر دو برادران خورد سلمہما کی طرف سے اطلاع سجادہ نشینی کا تار موصول ہوا۔ لیکن وقت اس قدر تنگ ہے۔ کہ کسی طرح اپنا اقتضائے دلی پورا نہیں کرسکتا۔ ورنہ وہاں پہنچکر آپ کا شریک الم ہوتا، اور اس رسم ضروری میں شرکت کرتا۔ یا اپنی نیابت میں اسرار میاں سلمہ الرحمٰن کو بھیجتا، مجبوراً زبان تار کے ذریعہ مجبوری ظاہر کرکے اس خط کے ذریعہ اپنی دلی شرکت کا یقین دلاتا ہوں، اور آستانۂ عالی میں دست بدعا ہوں کہ اللہ العالمین بطفیل حضور غریب نواز قدس سرہٗ میرے محب محترم مولانائے مبرور کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے اعقاب کو ان کا صحیح جانشیں بناکر ان فیوض روحانی وبرکات ربانی کو قائم رکھے، جسکی بنیاد مولانا صاحب نے مستحکم فرمادی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کی سجادگی موجب برکات دارین بنائے اور آپ کی ترقی علم وفیوض کے ذریعہ ہمارے قلوب کو تسکین عطا ہو۔

گر نخل رفت میوہ او پائیدار باد | دریا اگر گزشت دُرش شاہوار باد

آج صبح آستانۂ عالی میں روبروئے بیگمی دالان مجلس قرآن خوانی کا انعقاد کیا گیا اور پانچ قرآن ختم ہوکر ایصال ثواب کیا گیا۔ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے تمام علماء وطلباء وصاحبزادگان درگاہ شریف وکلاے مولانا مرحوم سب شریک تھے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہم سب کیجانب سے راحت روح اور ہدیہ پرفتوح بنائے۔ والسلام۔ ازجانب برخوردار سید اسرار احمد سلمہ اللہ الصمد سلام بصد نیاز وحمد۔

آپ کا شریک غم: سید نثار احمد

جناب مولانا رکن الدین دانا صاحب شہسرامی ز دار جلنگ

برادران عزیز حسین و حسنین و جعفر! سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آہ کل محسن صاحب سے معلوم ہوا کہ حضرت قبلہ کا ظل عاطفت بھی ہمارے سروں سے اُٹھ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

میں حیرت میں ہوں کہ آپ لوگوں کی تعزیت کروں یا اپنی؟

میں اپنے تاثرات کیا لکھوں، مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے، کہ میں اب یتیم ہوا ہوں میرے عزیز بھائیو! تم تین نہیں بلکہ حقیقتاً ہم چاروں، نہیں نہیں بلکہ ساری قوم، قوم کا ایک ایک فرد یتیم ہو گیا!

آہ بزم صوفیہ آج سونی ہو گئی، صوفیوں کا وقار جاتا رہا، پھلواری صحیح معنوں میں بے شیخ ہو گئی، اور اس کا سر شاہی بے تاج ہو کر رہ گیا، اور اس کو جو کچھ نقصان پہنچا، شاید ایک صدی تک بھی اس کی تلافی نہ ہو سکے گی! آہ پھلواری ہمارے ساتھ تو بھی یتیم ہو گئی، یا تو بیوہ ہو گئی اور تیرا سہاگ جاتا رہا۔!

یاالٰہی اپنے پاس آنے والے کو جنت اور ہمیں صبر دے! والسلام۔

میں ہوں آپ کا شریک درد و غم، مبتلائے آزار دانا غریب الدیار

مولانا عبدالماجد دریابادی۔ اڈیٹر صدق

برادر محترم السلام علیکم و رحمۃ اللہ

جس وقت کا دھڑکا تھا وہ وقت آگیا آخر" خبر ارتحال ابھی پڑھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حق تعالیٰ مرحوم کے مدارج بلند سے بلند تر کرے ۔ اور آپ سب حضرات کو صبر جمیل توفیق فرمائے ۔

مرحوم سے ہمارے خاندانی تعلقات پشتہا پشت سے چلے آ رہے تھے، ان کی وفات کو اپنے ایک بزرگ خاندان کی وفات کی طرح محسوس کرتا ہوں ۔ اور آپ سے تعزیت کرنے کے بجائے خود اپنے کو ہی ایک درجہ میں مستحق تعزیت سمجھتا ہوں ۔ والسّلام ۔

محتاج دعا :- عبدالماجد

حضرت مولانا محمد عمر صاحب ۔ انجمن اسلامیہ کرنول

جامع علوم عقلیہ و نقلیہ مولانا سید حسین میاں صاحب دامت برکاتکم ۔

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ مزاج گرامی ۔ قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین عالم شریعت و طریقت حضرت شاہ صاحب قبلہ اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو تشریف لے گئے ۔ سو کیفیت سنکر بہت صدمہ ہوا ۔ صحیح معنی میں موت العالم موت العالم کے مصداق حضرت والا ہر طبقے میں مقبول تھے ۔ آپ کے مواعظ حسنہ سے ایک عالم مستفید رہا ۔

کرنول کے مدرسہ میں حضرت قدس سرہٗ کے تعزیت کا جلسہ اور ایصال ثواب کے واسطے ایک مجمع نے تلاوت قرآن شریف کر کے فاتحہ خوانی کی ۔

اُمید ہے کہ جناب حضرت قدس اللہ سرہٗ کے آپ سچے جانشین ہوں گے، اور وہی فیض جو حضرت والا کی طرف سے جاری تھا، اب بھی باقی رہے گا، اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ کو فردوس بریں اور قرب رحمت میں جگہ دے ۔ اور پسماندگوں کو صبر جمیل ۔

دعا گو محمد عمر عفی عنہ ۔ یرآپکا

حضرت دیوان سید آل رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین اجمیر پاک

ذوالمجد والکرم جناب مولانا شاہ حسین میاں صاحب محترم مدفیوضکم

بعد سلام ماہو المسنون ۔ مزاج عالی ۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات سے قطع وابستگی ظاہری و دوری علاقہ جسمانی جو کہ ایک پیکر تصوف اور مجسمۂ علم و عرفان تھی طالبین مرضاۃ اللہ و سالکین فی سبیل اللہ کے لئے ناقابل تلافی فقدان و ناقابل برداشت باعثِ رنج و غم ہے ۔ مگر واصل الی المقصود ۔ نائل الی المطلوب ۔ فانی فی اللہ ۔ باقی باللہ سے پوچھئے، کہ کس عالمِ نور میں پرتو اور کس دریائے ناپیدا کنار کی موج ہے، ہم رفقاء تعالیٰ سے نعم البدل چاہتے ہیں، کہ حضرت شاہ صاحب کے بعد آپ کی ذات والا ارشد و خلف صدق سلسلۂ عالیہ کے لئے ثابت ہو ۔ آمین ۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال کی جب خبر عام ہوئی، تو حسب دستور آستانۂ عالیہ میں جاکر جلسہ فاتحہ و ایصال ثواب میں شرکت کی گئی، اور آپ کی خدمت میں عذر خواہی کا خط بھی ارسال کیا گیا، مگر آپ کے خط بخبر انتقال حضرت شاہ صاحب رح سے معلوم ہوا کہ ہمارا خط آپ کو وصول نہیں ہوا ۔ چنانچہ یہ خط خدمت میں تاخیر کے ساتھ پہنچ رہا ہے جس کی میں معذرت چاہتا ہوں ۔ والسلام ۔

خیر اندیش

فقیر دیوان سید آل رسول علی خاں سجادہ نشین

حضرت شاہ سبحان احمد شہسرامی

مسافر حجاز (پاپیادہ)

حضرت حسین میاں سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ اخبارات کے ذریعہ حضرت مولانا الحاج شاہ سلیمان نور اللہ مرقدہٗ کے وفات کا حال پڑھکر سخت صدمہ پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اپنا قرب خاص اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ دعاگو

فقیر سبحان احمد عفی عنہٗ از بوریوی

مولوی سید عزیز حسن بقائی

اڈیٹر پیشوا

برادر گرامی سلام ورحمت!

ابھی اخبارات میں حضرت قبلہؒ کی وفات کی خبر پڑھی۔ یقین کیجیے کہ بیحد صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقہ میں ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور آپ کو اور دیگر متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

خدا کی مرضی میں کون دخل دیسکتا ہے۔ البتہ حضرت کی وفات کے بعد تصوف کی مجلس سونی ہوگئی۔ اور مثنوی کا شارح دنیا میں اب دوسرا نہیں ہے۔ مجھے صرف چند مرتبہ نیاز حاصل ہوا تھا۔ پیشوا کی خدمات کا ایسے شاندار الفاظ میں اعتراف کیا کہ مجھے شرم آنے لگی۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیائے علم وفضل میں حضرت شاہ صاحب نے جو جگہ حاصل کرلی تھی، اس کو پورا کرنے والا

کوئی نظر نہیں آتا۔

غمزدہ

عزیز حسن بقائی۔

جناب مولانا قمر الدین صاحب

مدرسہ حمیدیہ۔ دربھنگہ

فخر الاخوان جناب مولانا شاہ حسین میاں صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آہ کل اتحاد کا پرچہ آیا کہ حادثۂ کبریٰ کا پیغامبر، کیا حضرت قبلہ یعنی فخر ہندوستان صدر جمعیۃ علمار ورئیس العلمار آبروے بہار مولانا سید شاہ محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واقعی داعی اجل کو لبیک کہا۔ اگر یہ سچ ہے تو (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

آہ متوسلین کا سہارا گیا، بہار کا آفتاب غروب ہوا۔ مگر انہیں کے الفاظ میں بالکل صحیح ہے۔ جو ابھی کئی دن ہوئے خود مجھ سے فرمایا، کہ کب تک دنیا میں رہونگا۔ اسی کے قریب آیا بیماری نہیں مرض الموت ہے۔ لوگ کچھ سمجھیں مگر واقعہ یہ ہے کہ بزم سونی ہوگئی۔ روشنی علم وعمل جاتی رہی۔ رب قدوس مراتب اخروی بلند فرمائے، جوار رحمت میں سربلندی بخشے۔ اور ان کے فیوض علمی وعملی سے ہمیں مستفیض فرمائے۔ حضرت کی روحانیت سے دنیا سیراب ہو۔ اور آپ حضرات کو صبر جمیل بخشے۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سچا جانشین رکھے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔ مزار مبارک پر سلام وفاتحہ عرض ہو۔ مدرسہ میں سلسلۂ قرآن خوانی جاری ہے، ہم مفلسوں سے اور کیا ہوسکے گا۔ والسلام۔

برادران مولانا شاہ غلام حسنین ومولانا شاہ جعفر صاحبان۔ بوحدت مضمون سلام مسنون قبول فرمائیں۔

بدنصیب

قمر

مولانا ریاست علی ندوی دار المصنفین اعظم گڈھ

مخدومی زاد مجدکم

السلام علیکم ، سانحۂ ارتحال کی خبر ملی۔ حضرت رحمۃ اللہ سے دورِ اخیر کے بزرگوں کی یاد تازہ ہوتی تھی، اب وہ مسند بھی خالی ہوگئی۔ کاش شریعت وطریقت کی یہ جامع ہستی چراغ سحری رہ کر ہی کچھ دنوں اور فیض پہنچاتی، افسوس کہ وہ بھی ہم سے چھین لی گئی۔

حضرت موصوف رحمۃ اللہ نے مسلمانوں میں علم وتعلیم پھیلانے اور ان کے مذہب و اخلاق کے سدھارنے میں اپنی عمر صرف فرمائی۔ اب یہ بارگراں آپکے دوش پر آیا ہے۔ اور شکر ہے کہ اللہ نے آپ کے لیے آپ کے دو بھائیوں کو آپ کا دست وبازو بنایا ہے۔ ہماری بہترین توقعات آپ کی ذات سے وابستہ ہیں۔

یہ میری خوش قسمتی تھی کہ وفات سے کچھ دنوں پیشتر حضرت موصوف رح کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور لطف خاص سے سرفراز کیا گیا۔

محبی مولوی غلام حسنین و قاری شاہ جعفر میاں صاحب کی خدمات میں سلام پہنچائیں۔

سید ریاست علی

جناب مولانا قدیر بخش صاحب

مدرسہ تعلیم اسلام ۔ جیپور

حضرت مولانا المحترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آخر اس سانحہ عظیم کا وقت آہی گیا۔ جس کے متعلق ایک عرصہ سے خطرہ لاحق تھا، اور مشیت الٰہی

پوری ہوگئی - فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

حقیقۃً حضرت شاہ صاحب قبلہ کا ارتحال ہر اعتبار سے ایک دردناک مصیبت ہے، ملت اسلامیہ کے اصلاح حال کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو کارنامے نمایاں انجام دیئے ہیں، وہ تمام اسلامی طبقات میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔

اس حادثۂ عظیم کے وقت اگر کوئی چیز وجہ تسلی ہوسکتی ہے تو وہ آنجناب کی ہستی ہے، اور جبکہ سلف کا آپ جیسا خلف ہو اور یقیناً ایسا ہی ہے - تو پھر ہم پر واجب ہے کہ خداوند عالم کے حضور میں حضرت شاہ صاحب مرحوم کے لئے اپنی رحمت و رضوان میں جگہ دینے کے لئے دعا مانگیں، اور آپ کے وجود کو نعم البدل اور یادگار سمجھتے ہوئے آپ کے سایۂ عاطفت اور صحت و سلامتی کی دعا مانگیں۔

خداوند عالم آپ کو اس سانحۂ عظیم پر صبر جمیل عطا فرمائے، اور آپ پر جو ذمہ داریاں عائد ہوئی ہیں، ان کے متحمل ہونے کی توفیق عطا فرمائے - آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

خادم دعا گو محمد قدیر بخش عفی عنہ

جناب مولانا عبدالوہاب صاحب

ناظم مدرسہ امدادیہ - دربھنگہ۔

مکرمی جناب شیخ حسین میاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک شخص سے یہ معلوم کرکے سخت صدمہ و افسوس ہوا کہ فخر بہار نمونہ سلف مولانا حاجی شیخ سلیمان صاحب اعلیٰ علیین سے جاملے - اللہ تعالیٰ جوار رحمت میں جگہ دیویں - انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

آپ حضرات کو صبر جمیل ہو - آمین - ایصال ثواب کے لئے قرآن شریف پڑھ کر مرحوم کی روح پرفتوح کو بخش دیا گیا - اللہ تعالیٰ قبول فرماویں ۔

مولوی سید علی حسن صاحب مدرس مدرسہ نے تاریخ برجستہ لکھی ہے، وہ حسب ذیل ہے:۔

از غروب جلستش تاریک شد لیل و نہار — آہ ۔ مہر ۔ مہ ۔ منور ۔ صوبہ پٹنہ ۔ بہار

۱۳۵۸ھ

سب حضرات مدرسین سلمہم و مولوی عبدالعزیز صاحب نائب مہتمم سلام مسنون اور مسنون واحد فرماتے ہیں، اور دعائے خیر کرتے ہیں ۔ زیادہ والسلام ۔

احقر عبدالوہاب عفرلہٗ

جناب مولوی معشوق علی خاں قادری

نائب مہتمم مدرسہ شمس العلوم ۔ بدایوں

جناب مکرم ۔ السلام علیکم

حضرت امیر الہند علامہ عصر مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب ۔ قبلہ قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خبر وصال معلوم ہوکر بجیبی و غم والم کی جو لہر بدایوں میں دوڑگئی، اس کا اندازہ محال ہے، چنانچہ ۲ رجون ۳۵ء کو اراکین دارالعلوم وطلبا کا ایک جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب عثمانی مہتمم دارالعلوم شمس العلوم منعقد ہوا جسمیں حسب ذیل تجویز بالاتفاق منظور ہوئی:۔

"دارالعلوم کا یہ جلسہ حضرت امیر الہند علامہ عصر مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قبلہ قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک وفات پر اپنے انتہائی غم والم کا اظہار کرتا ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کو مسلمانان ہند کا علمی و سیاسی و مذہبی ناقابل تلافی نقصان تصور کرتا ہے ۔ یہ جلسہ حضرت مرحوم کے جملہ متعلقین سے عموماً اور صاحبزادگان گرامی قدر سے خصوصاً اپنی کامل ہمدردی کا اظہار کرتا ہے نیز دعا کرتا ہے کہ رب العزت

حضرت مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔ اور جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

اس کے بعد حضرت مغفور کے لئے کھڑے ہو کر دعا کی گئی۔ آخر میں قرآن خوانی ہوئی، اور حضرت مرحوم کی روح مبارک کو ایصال ثواب کیا گیا۔ اور مدرسہ کی تعطیل کر دی گئی۔

محمد معشوق علی خاں قادری

پیرزادہ سیّد محمد صادق صاحب

متولی آستانۂ عالیہ سرہند شریف

مکرم و محترم بندہ سیّد صاحب مدظلہ تعالیٰ

سلام مسنون۔ حضرت قبلہ مولانا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کا سانحۂ ارتحال معلوم ہو کر ایک گونہ صدمہ ہوا۔ اس دنیائے دنی سے پاک ہستیوں کا رخصت ہونا پسماندگان کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کا حکم سب کے لئے پس و پیش کی قید کے ساتھ لابدی امر ہے۔ عاجز کی بھی یہی دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، اور لواحقین خویش و اقارب کو صبر عطا کرے۔ اور آپ کو ان کے نقش قدم پر چلنے اور صحیح جانشین ثابت ہونے کی توفیق دے۔ فقط۔ والدعاء۔

سید محمد صادق عفی عنہ

حضرت متولی سید محمد ادریس صاحب

آستانہ پاک پنڈوہ شریف

مصدر الجود والکرم مطاع معظم و مکرم جناب مولانا صاحب دام الطافکم

پس از ہدیہ مراسم سلام سنت الاسلام کے عرض پرداز خدمت عالی ہوں اگہ بفضلہ تعالی بہمہ وجوہ بخریت تمام زندہ رہ کر خواہیت خواہ مزاج گرامی مع ہمہ وابستگان کا ہوں۔

جناب حضرت قبلہ صوری و کعبہ معنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خبر وصال سن کر از حد رنج ہوا۔ ہم گنہگاروں کے سر سے سایۂ بزرگان دین روز بروز اٹھتا چلا جارہا ہے۔ اللہ پاک ہم لوگوں پر ان کے فیض باطنی اور حیات باطنی کا سایہ تادور قیامت قائم و دائم رکھے۔ اور حضرت و کعبہ مکرم کی روح پاک کو اپنے قرب کا پورا پورا درجہ عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ زیادہ حد ادب۔

نیازمند محمد ادریس

صاحبزادہ مولانا عبدالباری معنی اجمیری

محترم حسین میاں! تسلیم

حضرت مولانا کے وصال کی روح فرسا خبر نے دل ہلا دیا۔ حضرت کی وفات عالم اسلامی کا وہ حادثہ عظیم ہے، جس کو دنیا کبھی فراموش نہیں کرے گی، ہیہات کہ صحبت فیضان اب میسر نہ آئے گی۔

وکل ذی غیبۃ لہ ایاب — وغائب الموت لا یؤوب

مگر یقین ہے کہ فیضان صحبت ہمیشہ باقی رہے گا۔ اور حضرت کے تذکرۂ اخلاق سے دنیا ہمیشہ نئی زندگی حاصل کرتی رہے گی۔

آج ہم سب تکلیف میں ہیں، مگر حضرت کو راحت ابدی حاصل ہے۔

وما الموت الا راحة غير انه من المنزل الفاني الى المنزل الباقي

اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت باکرامت رکھے، اور حضرت کا صحیح جانشین فرمائے، میری جانب سے حسنین میاں اور جعفر میاں کی خدمات میں سلام عرض کر دیجئے۔

انشاء اللہ عنقریب قطعۂ تاریخ ارسال خدمت کروں گا۔

عبد الباری مہتمم خاک نشین آستانۂ عالیہ

جناب مولانا سعید احمد لکھنوی صاحب

مدرسہ تکمیل العلوم۔ کانپور۔

بسمہ وحمدہ تعالےٰ

اخی المحترم مولانا حسین میاں صاحب اعظم اللہ اجرکم واحسن عزاءکم وغفر لمیتکم الذی موتہ موت العالم السلام علیکم۔ عمدۃ الفقہاء والمحدثین۔ سید الادباء والمفسرین۔ امام الحکماء والمتکلمین۔ قدوۃ المناطقۃ والاصولیین۔ اعلم العلماء المتبحرین۔ افضل الفضلاء المحققین۔ اکمل الکملاء المدققین۔ حاوی فضائل المتقدمین والمتاخرین۔ مادۃ علوم الدین۔ مربی المریدین۔ مرشد السالکین۔ قدوۃ المسلکین۔ قطب دائرۃ المحققین۔ صفوۃ صدور المقربین۔ وارث مقامات الانبیاء والمرسلین۔ مفتاح انوار الحقائق۔ مصباح رموز الدقائق۔ ذو الکرامات الظاہرہ۔ والمقامات الفاخرہ۔ والسرائر الطاہرہ۔ والبصائر الباہرہ۔ والاحوال الخارقہ۔ والانفاس الصادقہ۔ والواردات الرحمانیہ۔ والمحاضرات القدسیہ۔ والاوقات الانسیہ۔ والکمالات الموہوبہ۔ والاسرار الملکوتیہ۔ والانوار اللاہوتیہ۔ مخدومنا ومطاعنا وعمنا حضرت مولانا مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب قدس سرہٗ ونور مرقدہ کی وفات

حسرت آیات کی اچانک خبر وحشت اثر معلوم ہوکر قلب پر ایک دم سے رنج وغم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ بدحواسی چھاگئی، زمین پاؤں کے نیچے سے نکل گئی۔ آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھاگیا۔ چونکہ حضرت قدس سرہٗ صغر سنی سے والد مرحوم کے اعلیٰ رفقا میں سے تھے، اور ایک عرصہ دراز تک والد مرحوم کے قائم کردہ مدرسہ رفاہ المسلمین لکھنؤ میں خدمت مدرسی بھی انجام دے چکے ہیں، اور ندوۃ العلماء کی بنا، اور اس کو بام ترقی تک پہنچانے اور بہت سی انجمنوں اور قومی و مذہبی خدمتوں میں والد مرحوم کے سہیم وشریک رہے ہیں، اور تقریبًا ۲۰ سال سے احقر کے خاندان کے ساتھ حضرت کے خاندان کے برادرانہ تعلقات رہے ہیں۔ اور حضرت خصوصیت کے ساتھ احقر پر مثل والد مرحوم کے ہمیشہ شفقت فرماتے رہے ہیں، چنانچہ پورا سال بھی نہیں گزرا ہے کہ احقر کے قیام کانپور کی بنا پر حضرت مدرسہ تکمیل العلوم کانپور میں تشریف لائے اور احقر کے درس حدیث شریف ومسلم الثبوت کو ملاحظہ فرماکر بیحد محظوظ اور منتہی طلبہ کا امتحان لیکر بیحد مسرور ہوئے، اور اس مدرسہ کے کانپور میں قیام وشدت ضرورت وکثرت منفعت اور اس کی حسن تعلیم وخوبی نظم کا اظہار فرماکے اور سرپرستی کو منظور فرماکر وعدہ اعانت فرمایا۔ چنانچہ حضرت ودیگر اکابر ومشاہیر علماء کرام ومشائخ عظام ہی کی ادعیہ صالحہ وتوجہات وبرکات کا نتیجہ ہے کہ اس قلیل مدت ہی میں باوجود کسی ایک شخص کی بھی تحریک وسعی نہ کرنے کے مدرسہ میں ہر قسم کی ترقیات ہوئیں، اور مختلف علوم وفنون درسیہ عربیہ کے تقریبًا ۴۴ پردیسی طلبہ جن میں سے بعض فارغ التحصیل اور دوسرے مشہور مدارس عربیہ کے سند یافتہ فاضل ہیں۔

اور بعض دوسرے مدارس عربیہ کے مدرس اور بعض منتہی بھی ہیں، بکمال محنت وشوق وتحمل مصائب غربت وافلاس قوت لایموت سے بھی کم پر قناعت کرکے اس مدرسہ میں تحصیل علم وکمال میں مشغول ہیں، اور علاوہ تحصیل علم کے وقتًا فوقتًا اہل شہر کو اپنے واعظوں سے بھی فیضیاب کر رہے ہیں۔ تعلقات مندرجہ بالا کی بنا پر مثل احقر کے برادر معظم مولوی

منظور احمد صاحب اور احقر کے سارے خاندان واعزا واحباب وتلامذہ اور تقریباً دس ہزار تعلیم یافتگان مدرسہ رفاہ المسلمین لکھنؤ واراکین ومدرسین ومتعلمین تکمیل العلوم کانپور کا اس حادثہ فاجعہ وخبر وحشت اثر کو سنکر سناٹے میں رہ جانا اور ہر شخص کے قلب کو اپنے قریبی رشتہ داروں سے بھی بڑھکر آپ کی وفات سے بیحد صدمہ ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔ ؎

خطب اتی مسرعا فاذی   اصبح قلبی بہ جذاذا
خصص قلبی رغم غیری   یا لیتنی مت قبل ھذا

لیکن اب بموجب ارشاد واجب الاذعان حبیب اللہ المنان الجزع لایرد شیئاً ولا یدفع حزناً وھو نازل (رواہ الحاکم وابن مردویہ عن معاذ بن جبل) سوائے صبر ورضا بالقضاء کے اور کیا چارہ ہے۔ ؎

چو رو می نگرو دخدنگ قضا   سپر نیست مر بندہ راجز رضا
سلم لاحکام القضاء فمن   یحدی الفتی جزع ولا اسف
واصبر فان الصابر یعقبہ   ایدی الزمان الاجر والخلف

ان للہ ما اخذ وللہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی فلیصبر ولیحتسب (رواہ البخاری ومسلم وابو داؤد والنسائی وابن ماجہ کلھم من اسامۃ بن زید) فی الحقیقت آپ کی ذات ستودہ صفات منبع فیوض وبرکات تھی۔ ایسے جامع الکمالات کا اپنے کو اپنے سے چھوٹوں سے بھی چھوٹا سمجھنا اور کام کرنا نام کے قریب بھی نہ پھٹکنا اور دیگر انواع کے تواضع۔ خاکساری۔ ایثار۔ ہمدردی جو آپ میں پائی جاتی تھی۔ آپ کی قوت غضبیہ کے اعتدال کی دلیل ہے۔ ایسے ہی آپ کا رفق حسن ہدی۔ مسامحت مسالمت۔ صبر آپ کی قوت شہوانیہ کے اور آپ کی ذکاء سرعت فہم۔ حسن تعقل۔ تذکر۔ صفائی ذہن آپ کی قوت نظریہ کے اور آپ کی ظرافت۔ صداقت۔ الفت۔ وفا۔ شفقت۔ صلہ رحم۔

مکافات، حسن شرکت، حسن قضا، تودد، تسلیم، توکل آپ کی قوت عملیہ کے اعتدال کی دلیل ہے۔ اور ان قوای اربعہ نفس کا اعتدال جو کہ عبارت شجاعت، عفت، حکمت، عدالت سے ہے، آپ کے تہذیب اخلاق و کمال نفس کی (جو کہ نوع انسانی کے اس عالم علوی سے اس خاکدان سفلی کی طرف آنے کی علت غایہ ہے) پوری پوری دلیل ہے اور جربزہ و بلاہت و فجور و خمول و تہور و جبن جو کہ امہات امراض روحانیہ ہیں۔ اور جن کا ازالہ بڑے بڑے مجاہدات و ریاضات سے بھی بمشکل ہوتا ہے، ان کا آپ میں کہیں نشان بھی نہ تھا۔ دوست ہو خواہ دشمن، کبھی کسی شخص کی اعانت سے دریغ نہ فرمایا۔ مدرسہ رفاہ المسلمین لکھنو جو کہ ۶۵ سال سے اب تک جاری ہے، آپ کے ادعیہ و توجہات کا ثمرہ ہے۔ ورنہ اب تک کہیں کا مٹ چکا ہوتا، مدرسہ تکمیل العلوم کانپور کی بناء و ترقیات آپ ہی ایسے مقدس ہستیوں کی اعانت کا نتیجہ ہیں۔ ورنہ یہ شیر خوار بچہ باوجود بڈھوں کے مربی روحانی ہونے کے اپنے مربی کی وفات سے پہلے فوت ہو جاتا۔ افسوس ایسی مقدس ہستی جو وارث انبیاء اور صحابہ کرام کی نمونہ تھی۔ اور اسلام کی زندہ تصویر تھی۔ اور جن پر اہل اسلام کو بجا طور پر ناز تھا۔ ہماری بدقسمتی سے ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئی، آپ نے تو دنیا میں (جو کہ بحکم خبر مزرعۃ الآخرۃ ہے) ہر قسم کے کمالات علمیہ و عملیہ حاصل کرنے بلکہ حاصل کرانے کے بعد یوم مبارک جمعہ کو واصل بحق ہو کر نہ صرف بموجب حدیث یکے از صحابہ جس کا حمید بن منجویہ نے اخراج کیا ہے۔ ثواب شہادت فرمایا بلکہ حسب روایت شامی ثم ذکروان من لا یسئل ثمانیۃ۔ الشہید۔ والمرابط۔ والمطعون والمیت زمن الطاعون بغیرہ اذا کان صابرا محتسبا والصدیق والاطفال والمیت یوم الجمعۃ ولیلتھا والقاری کل لیلۃ تبارک الملک وبعضھم ضم الیھا السجدۃ والقاری فی مرض موتہ قل ھو اللہ احد اھ واشار الشارح الی انہ یزاد الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام لانھم اولی من الصدیقین انتھی آپ نے اپنے کو سوال

نزع سے بھی مستثنیٰ کرالیا، لیکن ہیں اور اپنے جملہ متوسلین کو داغِ مفارقت ہمیشہ کے لئے دے گئے۔
اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ماشاء اللہ کان ومالم یشا لایکون۔ تسلیماً لمن لہ
الحق والامر وصبراً علی ہذا المصاب الذی اورث فی القلب تزاید الجمر۔ فلقد
فرح ہذا المصاب الجفون۔ واسال عیون العیون۔ اللھم اجرنی فی مصیبتی
واخلف لی خیرا منھا۔ حسب اعلان اخبار رہبر و بیدار مدرسہ تکمیل العلوم
کانپور میں بتاریخ ۱۶ر جون جلسہ تعزیت حضرت مولانا مرحوم منعقد ہوا جس میں ایصال ثواب تلاوت
خیر الکلام وتعلیم وتعلم احادیث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام واطعام طعام کے بعد حضرت کے
لئے دعاء مغفرت اور آپ کے تینوں صاحبزادوں و دیگر اعزا ومحبین کے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔
اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ وادخلہ فی اقصی الدرجات من القرب والجنات۔

سعید احمد لکھنوی ابن مولانا فتح محمد تائبؔ

صوفی باصفا حضرت شہزادہ قدسی مدظلہ

خلیفہ ومجاز حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بھوپال

حضرت مخدوم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

گرامی نامہ سے حضرت مرشد عالم کے وصال کی خبر معلوم ہوئی۔ آہ قلب کی سرگذشت سپرد قلم کرنا دشوار ہے، اللہ کریم صاحبزادگان کا سایہ متوسلین پر قائم رکھے۔

حضرت قدس سرہٗ کی ذات اقدس ہندوستان کے لئے رحمت تھی، نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیائے اسلام میں فیوض وبرکات کے چشمے جاری تھے۔ اللہ جل جلالہٗ حضرت قدس سرہٗ کے درجات بلند فرمائے، اور آپ کی مقدس ہستی سے جو چشمے جاری ہوئے ہیں ان میں ترقی بخشے آمین۔

عرصہ دراز سے بیمار ہوں ورنہ خود حاضر ہوتا۔ مفصل عریضہ عقب سے ارسال خدمت کرونگا۔

حضرت مولوی غلام حسنین صاحب اور مولوی محمد جعفر صاحب سلام قبول فرمائیں۔

طالب دعا:۔ قدسی

حضرت درد کاکوروی

انا للہ وانا الیہ راجعون

مکرمی زاد لطفہ   السلام علیکم

مختلف اخباروں سے حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحبؒ کا سانحہ انتقال پُرملال پڑھ کر بحد رنج ہوا آپ کی ذات بے نظیر تھی۔ اللہ تعالیٰ جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے ؎

رفت آں طاؤس عرشی سوئے عرش   چوں رسید از ہاتفش بوئے عرش

ناچیز درد کاکوروی

حضرت مولانا سید کشفی شاہ نظامی۔ رنگون

مکرمی مولانا حضرت جناب حسین میاں صاحب قادری مدمجدہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہ۔ حضرت قبلہ مولانا قاری شاہ سلیمان صاحب کی رحلت ایسے وقت میں ہوئی جس وقت کہ مسلمانوں کو ضرورت ہے۔ اب ان کا نعم البدل ملنا مشکل ہے میری استدعا ہے، آپ سب کو صبر اختیار کرنا چاہیے۔ حضرت قبلہ مرحوم کے لئے نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی ہے خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

خدا آپ سب کا حامی و ناصر ہو، اور آپ کو اسلام کی خدمات کی توفیق حضرت سیدنا

قبلہ مرحوم سے زیادہ عطا فرمائے۔

خدا کے فضل و کرم سے امسال تمام برما کے قریہ قریہ میں عید میلاد کا پورا بندوبست ہو رہا ہے۔ اور ایک مقام پر سیرت کے جلسے ہونگے۔ لوگوں میں خاصی بیداری اور ذوق و شوق پیدا ہو رہا ہے۔

اُمید ہے کہ آپ دعاؤں میں یاد کریں گے۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی، کہ پٹنہ گورنمنٹ ہوس میں آپ کی تقریر سیرت پر ہوئی، اور گورنر بہار نے مجلس میلاد میں شرکت کی اُمید ہے کہ اگر مقامی اخبار میں یہ کارروائی شائع ہوئی ہو، تو ارسال فرمائے تاکہ یہاں بھی اس کی اشاعت کی جائے۔

خادم کشفی

عالی جناب مولانا حکیم حبیب الرحمن صاحب ڈھاکہ

برادرم محترم اعز   السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار کے ذریعہ حضرت کی رحلت کی خبر معلوم ہوئی، علامہ لکھنوی کا آخری یادگار بھی گذر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت ہی ایک فرد تھے کہ باوجود مشیخت جدید الخیال اور نو تعلیم یافتوں کے بھی معتقد علیہ تھے۔ اللہ اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے، اور آپ کو اور سارے لواحقین کو صبر توفیق فرمائے۔ اور ان کی روح پر فتوح کی برکت سے سب پر فضل و رحمت کا مینہ برسائے۔ آمین۔

مخدومی حضرت تمنا سلام نیاز قبول فرمائیں۔

نیاز مند حبیب الرحمن

مولانا حافظ حاجی سید حکیم ڈاکٹر عبد العلی صاحب بی اس سی

اسسٹنٹ سرجن و ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

برادر محترم جناب مولانا شاہ حسین میاں صاحب چشتی قادری زاد لطفہٗ

بعد سلام مسنون کے گزارش ہے، آپ کا مطبوعہ گرامی نامہ پہنچا، حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ حالات معلوم ہوئے، جو دنیا کو خیرباد کہتے وقت ظاہر ہوئے۔ بزرگوں کی ذات بابرکات سے ایسی باتوں کا ظہور پذیر ہونا کچھ تعجب خیز نہیں ہے۔ ایسی کرامتیں اکثر بزرگوں سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ اور آپ سب لوگوں کو صبر و سکون کی توفیق بخشے۔

یہ سانحہ رحلت ایسا ہے، جس کا داغ ہمیشہ رہے گا۔ اور جس قدر بھی اس کا افسوس کیا جائے کم ہے۔

آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین قرار پائے، اس سے مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلیں، اور اللہ تعالیٰ اسکی توفیق عنایت فرمائے۔ مجھے اُمید ہے کہ مسلمانوں کی صحیح معنوں میں آپ رہبری کر سکیں گے، اور انکی ہدایت فرمائینگے۔

عبد العلی

مولوی عبد الغفور صاحب۔ مددگار ناظم ندوہ

مکرمی و محترمی دام مجدہٗ

بعد سلام مسنون کے گزارش ہے، آپ کا مطبوعہ گرامی نامہ وارد ہوا۔ پڑھ کر تمام حالات معلوم ہوئے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا دلی صدمہ ہے اور نہایت قلق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ایسا حادثہ فاجعہ ہے، جس کا جس قدر بھی غم کیا جائے کم ہے۔ ایسی مقدس اور بزرگ ہستی اب کہاں ملیگی۔ اور ایسے لوگ اس زمانہ میں اب کیا پیدا ہونگے۔

یہ تو خدا ہی نے فرما دیا ہے کہ "کل نفس ذائقۃ الموت"۔ یہ تو ہر شخص کیلئے لازم ہے، فرق اتنا ہے کہ کوئی آج اور کوئی کل۔ پس مشیت ایزدی میں سوائے صبر و سکون کے چارہ کیا ہے۔ صبر و سکون سے کام لیجئے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جنّت الفردوس عطا فرمائے۔

آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین بنائے گئے، آپ سب بھائیوں میں بڑے ہیں، آپ کا حق تھا، علاوہ اس کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان صحبت سے جو فوائد آپ کو پہنچے ہیں اسکا بھی اقتضا یہی تھا۔ آپ کا سینہ علم ظاہری اور علم باطنی دونوں سے منور ہے۔ ایسی سعادت کسی کو مشکل سے نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر خاص رحمت ہے، مجھے اُمید ہے کہ آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح معنوں میں جانشین ثابت ہوں گے، اور مسلمانان بہار خصوصاً آپ کی ذات گرامی سے مستفید ہوں گے، اور ان کے لئے آپ شمع ہدایت بنیں گے۔ صوبہ بہار میں اصلاح رسوم کی بڑی ضرورت ہے، خصوصاً شادی وغیرہ کی۔ یہ کام اگر آپ کر لے جائیں، تو سارے صوبہ کے مسلمانوں کو آپ تباہی سے بچا لیں گے۔ کسی وقت مفصل لکھوں گا۔ والسّلام۔
مولوی غلام حسنین صاحب کے خدمت میں سلام۔

سید عبد الغفور عفی عنہ

خان بہادر بھیّا رشید الدین احمد میرٹھ

مصدر رکرمت منبع رافت حامی دین متین حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب دامت کرامتکم

بعد ہدیۂ تسلیم و نیاز التماس خدمت فیض اسالت ہے - کہ رسمی الفاظ سے مبرا فرمایئے -

وصال حضرت مولانا قدس سرہٗ العزیز - ایک جانکاہ سانحہ ہے - یقین فرمایئے کہ دلی صدمہ ہے - یہ کیسے کہہ سکتا ہوں کہ آپ حضرات جیسا ہے - مگر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ حضرت سے محبت رکھنے والوں کو اگر صدمہ ہو سکتا ہے تو اسی درجہ کا ضرور ہے - انا للہ وانا الیہ راجعون - - اللہ تعالیٰ مرحوم کو ہم لوگوں کی نجات کا ذریعہ بنائے

ہم لوگوں کی جانب سے تمام حضرات و بزرگوار خاندان کی خدمت میں اظہار ہمدردی کے ساتھ تلقین صبر - قرآن خوانی و فاتحہ اس کے بعد جلسہ وغیرہ کا انعقاد، یہ سب چیزیں رسمی ہیں، ان کا تذکرہ ضروری نہیں - امید کہ نظر الطاف سے دعا میں فراموش نہ فرمائیں گے -

نیاز آگین محمد رشید الدین احمد عفی عنہ

مولانا مبارک کریم صاحب

سپرنٹنڈنٹ اسلامک اسٹڈیز بہار و اڑیسہ

کل من علیہا فان

لہ ملک ینادی کل یوم لدوا للموت وابنوا للخراب

لطف فرمائم جناب مولانا سید شاہ حسین میاں صاحب زاداللہ اصلاحہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - ابھی ابھی کلکتہ امرتا بازار پتر کا اخبار میں حادثہ جانکاہ پر نظر پڑی -

آہ۔ آہ۔ صد آہ کہ پھلواری شریف کا علمی آفتاب جو کہ نہ صرف اپنے صوبہ کو بلکہ اپنے رشد و ہدایت کی روشنی۔ اپنے عرفان و معرفت کی تجلی سے پنجاب، بمبئی، مدراس، رنگون، یوپی و بنگال وغیرہ وغیرہ تمام ہندوستان کو منور کر رہا تھا، اور اس کے گوشہ گوشہ پر جلوہ فگن تھا، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اس واقعہ فاجعہ کا نہ صرف یہ اثر ہوا کہ آپ کے والد ماجد مرحوم مغفور اپنے اعزہ اور رشتہ داروں سے الگ ہو گئے بلکہ قوم و ملت کا بہت بڑا سرمایہ کھو گیا۔ اور ہندوستان کا ہر حصہ ایک بڑی مغتنم ہستی سے محروم ہو گیا، بظاہر قوم و ملت کے لیے بروقت اس کی تلافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے۔

اگر میرے اور میرے علاوہ آپ کی شخصیت، آپ کی قومی خدمت آپ کے رشد و ہدایت وغیرہ وغیرہ قومی اوصاف سے جن کو واقفیت ہے، ان کے لیے ایک حد تک قابل اطمینان تسلی کی صورت ہے تو یہ ہے، کہ آپ اپنے والد مرحوم مغفور کے صحیح جانشیں ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ہیں۔ بلکہ عملی طور سے آپ ہی سب کاموں کو انجام دے رہے ہیں۔ خداوند کریم مرحوم مغفور کو جنت الفردوس میں جگہ دے، اور اعلیٰ سے اعلیٰ رحمت نازل کرتا رہے، اور آپ کو اور سب اعزہ احباب معتقدین کو صبر جمیل مرحمت فرمائے۔

آخر میں ہم بھی خداوند کریم سے عرض کریں گے، کہ وہ مرحوم مغفور کے ساتھ کریمانہ رحیمانہ برتاؤ کرتے ہوئے بقیہ افراد کو تادیر سلامت باکرامت رکھے۔ آمین ثم آمین

میں کسی ضرورت سے کلکتہ آیا ہوں اور یہ عریضہ جلدی میں کلکتہ ہی سے ارسال کر رہا ہوں انشاء اللہ جب کہ میں پٹنہ آؤں گا، انشاء اللہ پھلواری حاضر ہو کر رسم تعزیت ادا کروں گا، میں اپنے قلب کے تاثر کو افسوس کہ خاطر خواہ طور سے حوالہ قلم نہ کر سکا۔

محمد مبارک کریم عفی عنہ

جناب حضرت شاہ قطب الدین چشتی نیازی غازیپوری

عزیز از جان من حسین میاں، خدا آپ کو زندہ اور خوش رکھے، اور آپ سے فیضان چشتیہ سلیمانیہ کا قیامت تک جاری رہے - آمین ثم آمین -

السّلام علیکم - گو میری صورت دیکھ کر آپ مجھے ضرور پہچان جائیں گے، مگر میرے نام سے آپ واقف نہ ہوں گے - لہذا میں اپنا تعارف آپ سے کرانا چاہتا ہوں، میرا نام قطب الدین چشتی نیازی ہے - میرا گھر غازیپور ہے، ایک وقت تھا کہ ایّام طالب العلمی میں میرا اور آپ کے والد بزرگوار کا غازیپور میں ساتھ تھا - میں اُن کو اپنا بڑا بھائی اور وہ مجھ کو اپنا ہر طرح چھوٹا بھائی سمجھتے اور کہتے تھے یہی وجہ تھی کہ جب اور جہاں کہیں مجھ سے ملاقات ہو جاتی تھی، تو بلفظ بھائی کہہ کر مجھ کو اپنے سے لپٹا لیا کرتے تھے، اُن کی شفقت مجھ کو تا زیست اپنے یاد رہے گی، مگر افسوس ؎

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند　　تہی خمخانہا کردند و رفتند

میں آج کل اپنے مریدوں میں ایک پہاڑی مقام دامن کوہ میں قلعہ رہتاس گڈھ ضلع آرہ میں مقیم ہوں گذشتہ شب جمعہ کو میں نے خواب دیکھا کہ دن کو آفتاب غروب ہو گیا، جس سے ایک قیامت برپا ہے اسی شور و غل میں آنکھ کھل گئی تو نور کا تڑکا تھا - فوراً دل میں کھٹک پیدا ہو گئی، کہ ضرور کوئی آفتاب ہدایت غروب ہوا، دیکھیں کدھر سے کیا خبر آتی ہے، کہ اتفاقاً اخبار "الامان" دہلی یہاں آتا ہے، اس میں حال وصال، شمس المعرفت، بدر الحقیقت حضرت مخدومی و مکرمی برادر معظم رحمۃ اللہ علیہ کا معلوم ہوا - خدا شاہد ہے کہ جو صدمہ دل پر ہوا اس کو دل من داند و من دانم و داند دل من -

عزیز میرے مجھ کو آپ کے ساتھ کمال ہمدردی ہے - الحمد للہ کہ موصوف آپ ایسا لائق فرزند جانشین چھوڑ گئے ہیں، میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم آپ کو زندہ و خوش رکھے - اور آپ کی ذات سے فیضان چشتیہ

سلسلہ تا بہ جاری رکھے - آمین یارب العالمین -

میں نے اپنے مریدوں میں انتظام فاتحہ و قرآن خوانی کرادی، جو مجھ پر حق تھا، عزیز میرے میں ایک بوڑھا فقیر ۸۵ برس کی عمر کا آدمی ہوں، اور حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کا قدیم جاروب کش ہوں، مجھے آپ اپنا ایک بے غرض سچا خیر طلب بہی خواہ سمجھتے رہیئے گا میں دو چار روز میں یہاں سے رخصت ہو کر غازیپور چلا جاؤں گا - وہاں اگر آپ نے چہلم کی فاتحہ کی تاریخ سے اطلاع دی تو کیا عجب ہے کہ تاریخ معینہ پر بغرض شرکت فاتحہ چہلم پھلواری شریف حاضر ہو جاؤں گا - باقی میری خیریت آپ کے عافیت کے ساتھ ہے -

مجھے پہاڑی مقام پر ٹکٹ نہ ملا، اس وجہ سے وہاں سے یہ خط نہ بھیج سکا، کل میں غازیپور پہنچ کر آج یہ خط غازیپور سے روانہ کرتا ہوں -

راقم

دعا گو فقیر سید قطب الدین

حضرت شاہ قمر الہدیٰ صاحب سجادہ نشین پنڈ ضلع مونگیر

محترم بھائی صاحب السلام علیکم

۸ جون کو خط ملا - خبر جانگداز سے روح کو تکلیف ہوئی - اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ کو جوار رحمت میں جگہ دے، اور روح پر فتوح سے مریدوں و معتقدوں کو فائدہ کثیر پہنچائے - پنڈ دیہات ہے خط بیٹھ سے آتا ہے - اس لئے خط کے پہنچنے میں دیر ہوئی، اور ۸ جون کو ملا، ورنہ جانشینی کے موقع پر حاضر ہوتا - میں حضرت قبلہ کا نمک خوار ہوں، دستار بندی کا وقت گزر گیا، ورنہ حاضر ہوتا، اور نذر پیش کرتا - مجبوری بذریعہ ڈاک کے پانچ روپے جاتے ہیں قبول فرمایا جائے - بھائی محسن صاحب کو سلام مسنونہ

شاہ قمر الہدیٰ

حضرت شاہ نجم الدین احمد صاحب فردوسی

خانقاہ بہار شریف

حبیب دشت کربلائے فراق سلمہ اللہ بعرفانہ وتحنبہ اولیاءہ

ہدیہ سلام مسنون از فقیر ناچیز پذیرا باد ، بالفعل دنیائے علم وتصوف میں اس متبرک ہستی کا ماتم بپا ہے جو بقول بعضے علماء، امتی کا بنیاد بنی اسرائیل مراتب سلیمانی کی نمایاں شان دکھاتی تھی، الحمد للہ الذی فضلہ علی کثیر من عبادہ المومنین۔

وہی شخصیت تھی، جس کے تابوت وجنازے کے ساتھ اہل نظر نے اس کا مشاہدہ کیا ہو کہ حشر لسلیمن جنودہ من الجن والانس والطیر تو بعید نہیں۔

یہ وہی ذات تھی جس کا عروج کمال اس امر کا شاہد حال تھا کہ وسلیمان الروح غدوھا ملکوت ورواحھا جبروت۔

یہ غم صرف آپ یا گھر والوں یا باشندگان پھلواری یا اہل صوبہ یا ہندوستان کے لئے مخصوص نہیں، بلکہ عالم اسلام اس الم سے متاثر ہوا اور ہوتا رہے گا۔ سچ ہے عالم کثرت ودوئی میں شان غیریت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کہ جس تجلی خاص یا عام سے موانست ہوتی ہے، اسکی روپوشی ذریعہ صدا ندوہ بنجاتی ہے۔

مگر حال یہ ہے کہ تجلی کو تکرار نہیں، ایسی صورت میں بجز صبر چارہ کار ہی کیا ہے، بمقتضائے عبدیت وبیچارگی یہی ہوتا ہے اور یہی مناسب ہے۔

ہاں اگر دل کو کسی طرح قرار ہی نہ آئے، تو اس کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا یقینی تشفی بخش ثابت ہوگا منہ ابدا والیہ یعود۔

جب یہ ہے تو ایسا ممکن نہیں کہ اس عالم نامتناہی سے کوئی چیز منفصل ہو کر کسی غیر کے ساتھ متصل ہو جائے۔

کسی کا آنا جانا رہنا بلحاظ اعتباری وجادی ہے، درحقیقت نہ کوئی آیا نہ گیا، نہ آتا ہے نہ جاتا ہے جو تھا وہی ہے اور وہی رہے گا۔ ھوالاول والاخر والظاھر والباطن والسلام۔

میرے عم محترم جناب حافظ صاحب اور حضرت اخی اعظم دام ظلہٗ آپ کے شریک غم ہیں اور دعائے صبر جمیل کرتے ہیں۔

نجم الدین احمد

مشہور مضمون نگار مولوی عبدالمالک بی اے آروی

حضرت محترم جناب شاہ صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم

آج اتحاد میں حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات کی خبر پڑھی، حضرت مرحوم کا سایہ نہ صرف خاندان بلکہ ہمارے صوبہ اور ملک کے لئے ایک مغتنم حیثیت رکھتا تھا۔ ایک وسیع النظر دینی عالم ایک باا‌ثر شخصیت اور ایک آتش بیان خطیب کی وفات ہمارے صوبہ کے لئے حد درجہ صبر آزما ہے آپ کی طبع اندوہگیں اور تاثرات مجروح کے ساتھ میری قلبی ہمدردی ساتھ ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت النعیم میں جگہ دے، اور آپ حضرات کو ان کا صحیح جانشیں بنائے۔

بخدمت جناب مولانا سید غلام حسنین صاحب زادکرمہٗ السلام علیکم۔

احقر عبدالمالک

پروفیسر شاہ کلیم الرحمٰن ایم۔اے گیا

محب محترم زید مجدکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کل بعد مغرب آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر ملی۔ از حد افسوس وصدمہ ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت کے انتقال سے اسلامی دنیا کو عموماً اور صوبہ بہار کو خصوصاً نقصان پہنچا ہے جس کی تلافی بظاہر مشکل نظر آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کا اعلیٰ مقام جنت الفردوس میں بنائے، اور آپ کو اور ان کے کل متوسلین و متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

افسوس ہے کہ بہار بالکل خالی ہو گیا، مشیت ایزدی سے کیا چارہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کل خدمات کی توفیق عطا فرمائے، جو حضرت کی ذات سے وابستہ تھے۔ والسلام۔

آپ کا مخلص کلیم الرحمٰن

مولانا ابو العلاء عبد اللہ بہاری

مخدومنا حضرت مولانا الحاج شاہ حسین میاں صاحب   قبلہ مدظلہ العالی

ہدیہ سلام مسنون مقبول باد۔ میں تعطیل گرما کے سلسلہ میں مکان پر تھا۔ آرہ آنے پر خبر وحشت اثر کانوں تک پہنچی، کہ حضرت شاہ صاحب سرکار دولتکدہ جناب نے آغوش رحمت دائمی میں جگہ لے لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس جملہ کے سننے کی طاقت ہرگز قلب محزون میں نہ تھی، کچھ دیر سکتہ کا عالم رہا۔ بالآخر

یہ شعر وردِ زبان ہوا۔

تعز فلا شیء علی الارض باقیا ولا وزر مما قضی اللہ واقیا

اور یا عربی کا یہ اگر یہ خیال آتا ہے۔ ما الحیاۃ الا اظلال او طیف خیال وما المرء الا کسفینۃ تجری علی الماء یلعب بہا الہواء کیف یشاء۔ یعادیہ دھرہ بالرغائب ویراوحہ بالمصائب۔

تو علامہ مرحوم کی بے نظیر شخصیت و بے لوث پاک زندگی کی یاد دل میں لہر دوڑا دیتی ہے۔ مولانا کے جامع علوم و فنون کا خیال آتا ہے تو قوت تحمل مصائب معدوم پاتے ہوئے جاں نثاری کا شوق ہو جاتا ہے۔

گو مولانا کی شخصیت مجھ جیسے ہیچمدان کے دعا کی محتاج نہیں، مگر متبرک مادہ کے مقبول ساعات کا لحاظ کرتے ہوئے عاجزانہ چند کلمے لکھنے کی ہمت کرتے ہوئے مضمون ختم کرتا ہے۔

ولئن ولی والدک الجلیل فقد خلف من الذکر الجمیل یاتخلد اسمہ فی صحف الایام علی مر السنین والاعوام۔ الا انہ ما قضی من استخلف امرأ نہض نہضتہ وسلک طریقتہ اطال اللہ لک البقاء ووقاک شر الاسواء وجعلک یصفو فیک الدنیا وصرف عنک صروف البأساء والہمک جمیل الصبر والسلوان۔ وافاض علی الفقید سحائب الرحمۃ والرضوان۔ آمین ثم آمین۔

مولانا شاہ جعفر صاحب کی خدمت میں ہدیہ سلام عرض ہے۔

خویدکم

ابو العلاء عبد اللہ بہاری

حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی

از حیدر آباد (دکن)

برادرِ عزیز گرامی — وفقکم اللہ للخیر

السلام علیکم، آپ کا محبت نامہ ملا، آپ کی پرخلوص یاد کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا۔ خدا ہم دونوں کو یہ قوت و سعادت بخشے کہ قدیم روابط کو تاحیات باحسن وجوہ نباہ دیں، سیاسیات و قومیات میں راہیں مختلف ہو سکتی ہیں، مگر ذاتی تعلقات علیٰ حالہا قائم رہ سکتے ہیں، عزیزم عز الدین سلمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ایک خط لاہور سے آیا تھا۔

میرے لئے یہ سکون و طمانیت کا باعث ہوا کہ آپ نے میرے تعزیت نامہ کو اس طرح تحسین کے ساتھ قبول کیا۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مجھ ذرۂ بے مقدار کے ساتھ جو شفقت تھی، وہ مجھے ہمیشہ یاد رہی ابھی کئی واقعے مجھے اور لکھنے تھے، مگر طول بیان کے ڈر سے میں نے قلم روک لیا۔ بنارس کے جلسہ ندوہ میں شاہ صاحب نے مولانا شبلی کی تحریک پر اپنی ایک عبا بطور استحسان و انعام دینا منظور فرمایا تھا۔ میں ہمیشہ اس کا تقاضا کرتا، اور اس تقاضے میں اب بھی اور اس عمر میں بھی مجھے کیا لطف آتا تھا، ایک دفعہ میں نے جب ہنوز عمر کی پختگی اور عقل کی تکمیل نہیں ہوئی تھی، ایک عریضہ لکھا، اس میں جدید انشا پردازی کی پیروی میں السلام علیکم نہیں لکھا تھا، اس پر اُن کی بزرگانہ ڈانٹ مجھے اب تک یاد ہے

یہاں ایک سرکاری ضرورت سے بلایا گیا ہوں۔ کل اعلیٰ حضرت نے باریاب فرمایا، اور پھر دوپہر کو خاصہ مرحمت فرما کر نوازش فرمائی۔

شاید اب ہفتہ عشرہ میں واپسی ہو۔

سید سلیمان ۱۹ اگست ۳۵ء

عالیجناب مولانا محمد قاسم مسلم بنا سامرودی

اند ڈربن۔ جنوبی افریقہ

انا للہ وانا الیہ راجعون

مکرم و معظم حضرت مولانا مولوی شاہ حسین میاں صاحب ادام اللہ فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخبارات پڑھے۔ نہ پوچھئے جس وقت سر عنوان حضرت قبلہ محترم کے اسم گرامی کے ساتھ لفظ "مرحوم" کا اضافہ جگر خراش پر نظر پڑی! اس وقت ہماری کیا کیفیت تھی۔؟ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ والدۂ مکرمہ اور والدۂ آمنہ کو روتے ہوئے بیرے اس قابل فخر بزرگ کی وفات کی رنجیدہ خبر سنائی، سب کے آنسو نکل پڑے۔ اور مرحوم کے لئے مغفرت کی دعا کی۔

ابھی تک تو خاکسار بھور بدنصیب حضرت قبلہ مرحوم کی "لائف" کے حصول کے لئے حضور والا کو بار بار لکھ رہا تھا، بلکہ مجبور کر رہا تھا، تاکہ حضرت کے سامنے لکھا جائے، اور حضرت قبلہ مرحوم کی نظر کیمیا اثر سے گزرے۔ اور میں مرحوم کی حیات میں چھپوا سکوں، لیکن آہ ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

یہ کس کو معلوم تھا! کہ اس قدر جلد ہم "لائف" لکھ کر پیش کرنے کے بجائے حضور والا کے اس قابل قدر ہستی کا "مرثیہ" لکھ بھیجنے کے لئے مجبور ہونگے۔؟ اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون ما یقیناً مرحوم مسلمانوں کے لئے بہت عظیم ہستی تھے، آپ کے رخصت ہو جانے سے ہمیں دلی صدمہ ہے۔ اور یہ رنج کسی طرح کم نہیں ہو سکتا، کیونکہ ایسی باکمال اور دردمند ہستیاں اب پیدا نہیں ہوتیں، اور جو رخصت ہو رہی ہیں، ان کا نعم البدل نہیں ہوتا مولانا کی وفات علمی دنیا کے لئے ایک ناقابل برداشت صدمہ ہے۔ بہرحال یوں فراموش نہیں ہو سکتا ہمیں اس عظیم و المناک حادثہ

میں حضور والا، مولانا جعفر میاں، مولانا غلام حسنین اور جملہ متعلقین تلامذہ و احباب سے دلی ہمدردی ہے اور ایزد متعال سے بصدق دل دعا کرتے ہیں کہ مولانا کو جوار رحمت و کرم میں اعلیٰ جگہ عطا فرمائے۔ اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین ؎

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم۔ یہ چند الفاظ اس غم کا ایک عرفانی اور ادنیٰ مظہر ہے۔ تمام ملک نے مرحوم کی وفات پر ماتم کیا۔ ندوۃ العلماء نے بھی آپ کی جدائی کے غم میں آنسو بہائے۔ ہم بھی اپنے غم کا اظہار کرتے ہیں، اور مرحوم کی یاد میں اپنے اختصاص غم کا اظہار کرنے کے لئے مدرسہ نوریہ اسلامیہ" (ڈربن۔ ناٹال) کے طلبا نے قرآن شریف تلاوت کرکے اس کا ثواب مرحوم کی روح پاک کو پہنچایا۔ اللھم اجعل قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ۔ آمین بحق طٰہٰ ویٰسین۔

صُبَّتْ عَلَيَّ الْمَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

حضور والا کے جانشینی کی خبر سے دل کو تسکین ہوا۔ مرحوم کی جانشینی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں خدا آپ حضور والا کی ذات مقدس سے دنیا کو فیضیاب فرمائے۔ حضور کا سایہ ہمارے سر پر دائم و قائم رکھے آمین

باقی خیریت ہے، اپنی خیریت لکھیے۔ مولانا جعفر میاں اور برادرم مولانا غلام حسنین میاں اور دیگر حلقۂ احباب اور جملہ متعلقین کو درجہ بدرجہ سلام مسنون معروض ہو۔ ہمارے لئے حسن خاتمہ کی دعا فرمایئے۔ براہ کرم مولانا غلام حسنین صاحب سے حضرت قبلہ کرم (نور اللہ مرقدہٗ و طاب اللہ ثراہ) کی لائف تجہیز و تکفین تک کے حالات لکھوا کر بطور یادگار کے حسب وعدہ ضرور بھجوائیے، میں نہایت شوق سے انتظار کر رہا ہوں، مجھے محروم نہ کیجئے گا۔ فقط والسلام مع الاکرام۔

راقم تمم نہیب محمد قاسم مسلم بنا غفر اللہ سامرودی

حضرت شاہ محمد ولی اللہ سجادہ نشین خانقاہ شعیبیہ تجارہ

یادگار سلف حجۃ الخلف حاجی الحرمین الشریفین مولانا حاجی شاہ حسین میاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد لوازم شرحیہ آنکہ بوجہ علالت برخوردار محمد جلیل اللہ یہ فقیر کو معذوری آیا ہوا ہے۔ اس پریشانی میں حضرت قدس اللہ سرہٗ کے حادثہ جانکاہ کی خبر دیر میں سنی گئی۔ جس سے قلب فقیر نہایت متاثر ہوا۔ مگر سوائے صبر و دعا خیر کیا چارہ ہے۔ اللہ پاک بطفیل مرشدان بادرجات حضرت کا جنت الوصال مقر ٹھہرائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشتے ہوئے حضرت کے فیوض و برکات سے بہرہ ور فرمائے اور ان کی ذات مجمع الحسنات کو صحیح معنوں میں بزرگان پیشین کا جانشین ثابت فرمائے۔ آمین یا مجیب الاکرمین۔

تاریخ وصال مشہور زمانہ۔ اہل نظر باخبر۔ بندۂ غفار۔ شاہ کشورستاں۔ مظہر معرفت۔ عابد خدا پرست۔
۹۲ ۱۱ سیت ۱۹۹۱ ابرو رشتہ ۱۳۴۲ ابجد ۱۳۴۳ فصلے ۱۹۳۵ عیسوی ۱۳۴۴ فارسی

حضرت مولانا حاجی حکیم قاری شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی قدس اللہ سرہٗ الولی صدر جمعیت علمائے ہند کانپور۔

از:۔ بندۂ عاجز سجادہ نشین خانقاہ تجارہ
۱۹ ۹۱

خستہ دل محمد مجید الدین (عرف ولی اللہ) تجاردی
۱۳ ۴۳

قاریٔ حکیم حاجی و علامہ شیخ وقت — ماہ صفر میں آپ جو فرما گئے سفر

از روئے یادشاہ سلیمان لکھو ولی — عابد خدا پرست ہے تاریخ معتبر
۱۰ ۱۳۴۴ سنہ فارسی

۱۳۵۴ ہجری

نوٹ:۔ حضرت شاہ صاحب حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و مجاز ہیں، شاہ صاحب حضرت شاہ قاسم دہلوی (جن کا سلسلہ حضرت مخدوم شاہ مجیب اللہ کو پہنچا ہے) کے سلسلہ کے سجادہ نشین ہیں۔

حسین میاں

مولانا حکیم راحت حسین صاحب بہاری ۔ کلکتہ

مکرمی و مخلصی مولانا سید شاہ حسین میاں صاحب   دام ظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ ابھی اخبار "عصر جدید" سے معلوم ہوا کہ مخدومی حضرت مولانا سید شاہ محمد سلیمان صاحبؒ کا وصال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کے سر پر سے وہ سایۂ فضل وکرم اٹھا لیا جس پر ہم لوگوں کو ناز تھا۔ اللہ تعالیٰ کے وہ خاص بندوں میں تھے ، ان کو جوار رحمت میں جگہ ضرور ملی ہوگی ، اب ہم لوگوں کو اور آپ لوگوں کو خداوند تعالیٰ صبر واستقامت عطا فرمائے ۔ آمین ۔

آپ کے سب بھائیوں اور عزیزوں اور متعلقین کے ساتھ اس واقعہ پر دلی صدمہ مجھ کو بھی ہے ، اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی تھی ، بجز سر تسلیم خم چارہ کیا ہے؟ مکرر دعا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے صبر عطا فرمائے ۔ آمین ۔

خادم

(حکیم) سید محمد راحت حسین بہاری عفرلہٗ

مولانا حکیم محمد راحت حسین صاحب بہاری ۔ از کلکتہ

مکرمی وعلیکم السلام ۔   سرفراز نامہ ورود ہوا۔

حادثۂ ارتحال مخدومی حضرت علامہ سید شاہ محمد سلیمان صاحبؒ ہم لوگوں کے لئے ایک ناقابل تلافی صدمہ ہے ، اللہ تعالیٰ ان کے فیوض باطنیہ سے مشرف کرتا رہے ، اور ان کو اپنے قرب رحمت میں جگہ دے ۔ آمین

آپ کی جانشینی کی خبر سے مسرت ہوئی ۔ میمون ومبارک ہو۔ اور اللہ تعالیٰ برکات وفیوضات سلفؒ کا مجسمہ بنائے اور ہم لوگوں کے لئے ہمیشہ فیض قائم رہے ۔ (حکیم) محمد راحت حسین بہاری

مولوی قاضی محبوب احمد عبّاسی صاحب

مخدوم بندہ جناب مولانا جعفر میاں صاحب وحسین میاں صاحبانؔ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سرہند شریف کی واپسی کے بعد اتفاق سے خلاف عادت اخبار دیکھ لیا جس سے خبر پر ملال حضرت اقدس معلوم ہو کر بے انتہا صدمہ ہوا، حضرت مولانا کی ہستی اس وقت ایک نعمت عظمیٰ تھی، افسوس کہ ہم میں سے کام کے آدمی اُٹھتے جاتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، اور آپ حضرات کو حضرت اقدس کے قدم بقدم چلا کر سچا جانشین بنائے۔ آمین۔

(قاضی) محبوب احمد عباسی

پیرزادہ سید اکرام حسین مودودی چشتی

مصدر لطف وکرم منبع فیض اتم شاہ حسین میاں قادری وچشتی زاد عنایتکم وزاد اللہ عرفانہ ومحبتہٗ۔

کل عزیز اختر حسن کا ایک کارڈ عرصہ مدید کے بعد موصول ہوا جس میں حضرت قبلہ مولانا ومرشدنا شاہ سلیمان صاحب کے وصال سے متعلق تحریر تھا۔ پڑھ کر روح کو سخت صدمہ ہوا۔ میں کیا عرض کروں، کہ بار بار اُنکی احسانات کا جب دل میں تصور آتا ہے، تو ان کی تصویر کا عکس دل پر عرصہ تک قائم رہتا ہے، اور برخوردار کے تحریر کو بار بار خیال کر کے شب کو قدم بوسی حاصل کی۔ فرماتے ہیں کہ میں زندہ ہوں، جب چاہو ملاقات ہو سکتی ہے۔ واللہ اس شان اور اس ہستی کے اب کوئی شکل فی زمانہ میری نظر سے تو کوئی نہیں گزری، میں کیا عرض کروں، مجھ کو تو جناب قبلہ مولانا صاحب سے نہایت درجہ کی ابدی الفت تھی، قوالیوں میں اکثر شریک ہوا ہوں، لیکن جو مزہ حضرت کے ہمراہ قوالی میں آیا، اس کی تعریف زبان نہیں کر سکتی، معرفت بحضور رہتے۔ اللہ تعالیٰ اس روح متبرک کو اپنی دیدار سے مشرف فرمائے، ان کی افادہ وفیوض کے چشمہ سے

ہم مریدان کو مدام شاد و کامران فرمائے ۔ اور سب صاحبان پسماندگان کو صبر جمیل عطا کریں، مجھ عاصی پر معاصی کے لئے ان سے دعا کرائیے جو ان کا ہمیشہ معمول تھا۔ اور میرے توبہ کے لئے ضرور درخواست بخدمت مولانا و مرشدنا عرض کرنا کہ میری جملہ خطا معاف ہو کر میری توبہ دربار ایزدی میں قبول ہو جائے۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ اس مضمون کو بند کروں، بلکہ چاہتا ہوں کہ اسی طرح لکھتا رہوں کہ بڑا مزہ آرہا ہے۔

رقیمہ نیاز اکرام حسین

صفی الدولہ حسام الملک نواب علی حسن خاں صاحب بھوپال کوٹھی لکھنؤ

عزیز مکرم و معظم جناب شاہ حسین میاں صاحب دام مجدہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خبر جانکاہ ارتحال پرملال حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب سنکر غایت درجہ صدمہ دل کو پہنچا۔ اور آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ افسوس ہزار افسوس کہ دنیا بزرگان علم و معارفت و بصیرت سے خالی ہوتی جا رہی ہے، اور ان کی وہ دل نواز و نظر افروز صحبتیں یاد آکر قلب مضطر پر برق خاطف کا کام دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ حضرت ممدوح کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان دل افگار کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے، اور اس عزیز مکرم کو صحیح معنوں میں ان کی جانشینی کا شرف مرحمت کرے۔ حضرت مرحوم کی شیریں زبانی عدیم المثال لسانی ان کے خیالات کی دلکشی اور روشن ضمیری کے فیوض نامتناہی سے افسوس فیضیاب ہونے کا زریں موقع جاتا رہا۔ ع

اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

ہمارے دل حضرت کے مفارقت دائمی سے مجروح اور دردمند ہیں، اور اب ہم سب کی نظریں آپ کی طرف اور عزیزی جعفر میاں صاحب کی طرف اٹھ رہی ہیں۔ کثر اللہ امثالہم۔ مجھکو یہ خبر جانکاہ اس وجہ سے دیر میں ملی کہ میں تو دعا علیل تھا۔

خاکسار محمد علی حسن

مولانا الطاف الرحمٰن صاحب

مخدوم ومحترم نیازمندان دام کرمہم

تسلیم عرض۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے بیحد صدمہ ہوا، بزرگوں کے سایہ سے محروم ہوتے چلے جاتے ہیں، اس سے زاید اور بدقسمتی کیا ہوگی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے سے روحی مسرت ہوتی تھی، اور اگلوں کے جو قصے سنے ہیں، ان کی حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے سے تصدیق ہوتی تھی۔ ۲۴ صفر سے یہاں اعراس تھے۔ ۲۷ صفر کو یعنی کل حضرت مولائی ومرشدی مولانا محمد عبدالباری صاحب قدس سرہٗ کا عرس تھا۔ رات کو باغ ہی میں اس حادثہ کی اطلاع ہوئی۔ حضرت قطب میاں صاحب نے اسی وقت مجمع میں اس کا اعلان کرایا۔ اور حضرت شاہ صاحب قبلہ قدس سرہٗ کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ کل مدرسہ نظامیہ میں تعطیل دی گئی۔ اور قرآن خوانی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو صبر عطا فرمائے۔ والتسلیم۔

عاصی محمد الطاف الرحمٰن

شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب۔ لکھنو

عنایت وکرمفرمائے بندہ زاد عنایتہٗ

تسلیم۔ بذریعہ اخبارات یہ معلوم ہوکر دلی صدمہ ہوا کہ جناب کے والد ماجد صاحب مرحوم اور ہندوستان کے مشہور عالم اور سرمایہ ناز ہستی نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ ہر فرد ہندوستان کو اس واقعہ کا دلی صدمہ ہوا ہے، خصوصاً جو قدیم تعلق جناب مرحوم کا ہمارے خاندان کے ساتھ تھا، و نیز ذاتی حیثیت سے جناب مرحوم نے اس ناچیز پر جس قدر عنایت فرمائی ہے، وہ ہمیشہ میرے دل میں

یادگار رہے گی، لیکن مشیت خداوند عالم میں کس کو چارہ ہے۔ اور ہم سب کو ایک دن یہ منزل طے کرنا ہے، لہذا بجز صبر کے اور کیا تحریر کر سکتا ہوں، آخر میں دعا ہے کہ خداوند عالم مرحوم کو غریق رحمت کرے۔ اور آپ حضرات کو ان کا نعم البدل ثابت کرے۔

(خادم طب یونانی (حکیم) محمد عبدالمجید عفی عنہ

مولانا غلام بھیک نیرنگ اڈوکیٹ ایم۔ ال۔ اے

مرکزی تبلیغ الاسلام۔ انبالہ

مکرم بندہ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ۲۴ مئی سے یکم جون کی شام تک سلسلہ سفر میں رہا۔ کل منصرم صاحب دفتر تبلیغ نے بحوالہ اخبار وحدت حضرت مخدوم آفاق مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی قادری کی رحلت کی خبر دی۔ اس خبر کو سن کر سخت صدمہ ہوا۔ ایک عالی مرتبت مسند آرائے شریعت و طریقت کا دنیا سے اٹھ جانا مسلمانوں کے لئے ایک قیامت ہے۔ حضرت موصوف ان دو چار نادر الوجود ہستیوں میں سے تھے، جن کے ثانی کو لوگ ڈھونڈتے ہی پھرا کریں گے، مگر کہیں نہ پائیں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت قدس سرہٗ اس خاکسار کے حال پر ذاتی طور سے شفقت فرماتے تھے، علاوہ ریں انجمن اسلامیہ شہر انبالہ پر بھی احسان فرماتے رہے ہیں، اور انجمن مذکورہ کی صدارت کی خدمت اس خاکسار کے سپرد ہے۔ جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام پر بھی نوازش فرماتے رہے ہیں، اور یہ خاکسار جمعیۃ مذکورہ کا بھی خادم ہے۔ ان تمام حیثیتوں سے آپ کی اور جملہ ارکان خاندان حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں ہدیہ ہمدردی پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے فرزندوں کو ان کے نقش قدم پر چلائے۔ انکو الولد سر لابیہ کا کامل مصداق بنائے اور حضرت قدس سرہٗ کے درجات کو مقامات قرب میں بلند

فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ زیادہ نیاز والسلام۔

بندہ غلام بھیک نیرنگ

نواب مولوی رشید الدین عرف اچھے صاحب۔ لکھنؤ

برادر محترم حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب عم فیضہم تحیۃ و تسلیم

کل اخبار سے سانحۂ ارتحال حضرت مولانا شاہ صاحب قبلہ مرحوم معلوم کر کے دلی صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عہد حاضرہ میں مولانا مرحوم ایک منفرد ہستی رکھتے تھے جنکا کوئی ثانی نہ تھا۔ خاصکر ہمارے خاندان سے جو گہرا انکا تعلق تھا۔ اس کو یاد کر کے اور دل بھر آتا ہے، اور ہر وقت وہ بزرگانہ تحقیقیں آنکھ کے سامنے آجاتی ہیں، یہ ہم سب پسماندگان کی بدقسمتی ہے، کہ بزرگوں کا سایہ ایک ایک کر کے سر سے اُٹھتا جاتا ہے۔ زمانہ اب ایسے بزرگ جامع الصفات ہستیوں کو نہ دیکھے گا۔ آنعزیز کے دوری کی وجہ سے صحیح حال علالت بھی نہ معلوم ہو سکا۔ اُمید کہ آپ ان کی حقیقی جانشیں ہو کر ہم سب کو اسی نظر شفقت و محبت سے دیکھ کر گاہے گاہے دعائے خیر سے یاد فرماتے رہیں گے۔ والسلام۔

رشید الدین

جناب معلی القاب سعادت علیخاں صاحب
اعزازی سکریٹری انجمن اسلامیہ پنجاب

مکرمی و محترمی السلام علیکم

انجمن ہذا کی مجلس منتظمہ کا ایک فوری اجلاس کل بتاریخ ۳ رجون ۱۹۲۵ء منعقد ہو کر جس میں مولانا

مولانا شاہ سلیمان صاحب کی وفات حسرت آیات پر رنج اور افسوس کا اظہار کیا گیا، اور مرحوم کے واسطے دعا مغفرت کی گئی۔ اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی کا ریزولیشن پاس ہوا۔ خداوند کریم پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین ثم آمین فقط والسلام۔

نیازمند سعادت علی خاں

چودھری دین محمد رئیس ۔ لاہور

مکرمی جناب حضرت حسین میاں صاحب السلام علیکم۔

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر سے بے حد صدمہ ہوا ہے۔ رضائے الٰہی ...... دم مارنے کی جگہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفور کا درجہ عاقبت میں زیادہ بلند کرے۔ آپ صاحبان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ایسے پر آشوب دور زمانہ میں ایسی برگزیدہ بلند بزرگ ہستی کا سایہ ہمارے سر دل سے چلا جانا، ہماری بدقسمتی کے سوا اور کیا ہے۔

تابعدار دین محمد (چودھری)

مسٹر انعام الرحیم۔ آئی سی۔ ایس۔ ڈپٹی کمشنر۔ مانڈلا سی پی

برادر محترم تسلیم

مرشدنا حضرت قبلہ وکعبہ علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر سے بے انتہا دل پژمردہ ہے، ان کا سایہ ہمارے آپ کے لئے باعث برکت تھا۔

خدا آپ کو اور ہم سب کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت صاحب تو زندہ جاوید ہیں، اب آپ ان کے جانشین اور ہم لوگوں کے وسیلہ ہیں۔

دعاؤں میں یاد رکھیئے۔

راقم خادم

محمد انعام الرحیم

نواب سید محمد مہدی۔ ایم۔ ال سی پٹنہ

دام مجدکم السامی　　تسلیم وتکریم۔

کل میں منصوری سے واپس آیا، اور اخبار سرفراز دیکھا، تو اس سے سانحۂ جانگداز انتقال پرملال جناب شاہ صاحب قبلہ معلوم ہوا۔ تادیر سناٹے میں رہا۔ اور آیۂ مبارکہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھتا رہا۔ جناب شاہ صاحب قبلہ کا وجود تمام مسلمانوں کیلئے عموماً اور باشندگان بہار کے لئے خصوصاً ایک ایسی نعمت تھی، جس پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ میرے ساتھ جو بزرگانہ برتاؤ رہا، وہ دل پر نقش ہے۔ اللہ تعالیٰ جوار رحمت میں جگہ دے۔ مجھے بے انتہا شریک غم سمجھیئے۔ کل والد ماجد مرحوم کے مجلس چہلم ہی ہے۔ اس لئے خود حاضر نہ ہو سکا۔ میری دلی تعزیت قبول فرمایئے۔ والتسلیم۔

سید محمد مہدی عفی عنہ

جناب حافظ ہدایت حسین صاحب۔ بیرسٹر ایم ال سی

سکریٹری آل انڈیا مسلم لیگ وممبر سابق راؤنڈ ٹیبل کانفرنس

مکرمی　　تسلیم

میں نے ابھی نہایت حسرت اور یاس اور دلی رنج سے خبر انتقال پرملال حضرت شاہ سلیمان صاحب رح پڑھی۔ اپنے غم میں مجھ کو نصف کا شریک سمجھیئے۔ مولانا کے خدمت میں مجکو اپنی کم عمری سے شرف نیاز حاصل تھا، اور جس قدر محبت کہ مولانا مجھ سے کرتے تھے، اس کا نقش میرے دل پر لازوال رہے گا۔

اس وقت تک جب تک کہ میں زندہ ہوں۔

اپنے تمام خاندان اور تمام متوسلین سے فرمادیجئے کہ مجھ کو شریک غم سمجھیں، خدائے تعالیٰ جناب شاہ صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ دیوے۔ ایسے بزرگ اب کہاں ہیں، مسلمانوں کے انحطاط کی کئی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جانے والے کا جانشین کوئی نہیں ملتا۔

خدائے تعالیٰ آپ سب کو صبر دیوے، اور آپ کو ان کا سچا جانشین بنادے۔

شریک غم ہدایت حسین

خان بہادر سیّد بڈھے شاہ مجسٹریٹ و رجسٹرار۔ امرتسر

پیارے بھائی سلمہ العزیز

میرے آقا میرے مولا حضرت روحی فداہ کے انتقال پر ملال نے اندھیر کردیا، کوئی مربّی کوئی محسن اور کرم فرما نظر نہیں آتا۔ میری حالت بیماری اور طرح طرح کی تکالیف میں حضرت کے انتقال نے اور اضافہ فرمادیا۔ رحمت کا سایہ ہمارے سروں سے اٹھ گیا، اب کون شفقت سے بولائے گا۔ اور کون اپنے آغوشِ محبت میں بٹھائے گا، حضرت نے جس قدر کرم مجھ پر ہمیشہ کیا، اس کا تذکرہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ آپ حقاً و زندہ ہیں، صرف ہم سے چھپ گئے ہیں، ہماری فریاد اور عرض آگے سے زیادہ سنیں گے، اور مرادیں دینگے۔ پیارے بھائی صاحبان مجھ کو، جب تک زندہ ہوں، اپنا حقیقی اور سچا خادم سمجھنا، میں جب تک درگاہ مبارک پر حاضر نہ ہونگا، دل کو صبر اور چین نہیں آئے گا۔ مگر بیمار ہوں، دعا کریں، طبیعت درست ہوجائے، اور حاضری کا فخر حاصل کروں، اب حضور کی جا بجا آپ ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ اسی طریق سے ہم خادموں کے لئے سرپرست رہا کریں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضور نے ہم سے علٰحدگی حاصل کی اور مقام اعلیٰ علیین میں سکن اختیار کیا۔ اب درِ فیض ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کھل گیا ہے، ہزاروں قیامت تک

فیضیاب ہوتے رہیں گے، دعا ہے کہ خدا پاک آپ سب صاجزادگان کو صبر و شکر کی استطاعت عطا فرمائیں۔ اور آپ کا سایہ ہم خادموں کے سروں پر سلامت رہے۔ آمین۔ گھر سے اور بچے سب حضرت کیلئے دعا، کرتے ہیں، اور آپکے غم میں شامل ہیں۔

خادم

حزین غمگین سید بڈھے

آنریبل حسین امام صاحب ممبر کونسل آف سٹیٹ

برادر محترم السلام علیکم

خبر وحشت اثر سے جس قدر قلق ہوا، کیا بیان کروں، حضرت قبلہ کی ذات بہار کیا، ہندوستان کیلئے باعث افتخار تھی، اور ایسی گراں قدر ہستی کا سایہ ہم لوگوں کے سر سے اٹھ جانا ہمارے لئے ایک نقصان عظیم ہے۔

میں نے جمعہ کی نماز میں حافظ رفیق صاحب سے اس اندوہناک خبر کا اعلان کرا دیا تھا، لوگوں نے دعا مغفرت کی، اور آئندہ ہفتہ میں ایک تعزیت کا جلسہ بھی ہوگا۔ میں خود حاضر ہوتا، مگر کچھ علالتوں کے باعث اور اس وجہ کر بھی کہ خبر نہیں، سیوم یا چہارم کا رواج پھلواری شریف میں ہے۔ میں رک گیا۔

بھائی جان۔ حضرت قبلہ کے وصال کا رنج آپ کا اکیلا صدمہ نہیں ہے، ہم سب شریک ہیں۔

خدا آپ کو اور دیگر اعزا کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

آپکا مخلص

حسین امام

مسٹر محمد عبد الجمیل بادشاہ۔ مدراس

مکرم بندہ جناب مولانا شاہ حسین میاں صاحب پھلواروی دام افضالکم

السلام علیکم۔ ۳۱ مئی کے ہندو اخبار کے معائنہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب قادری

دنیائے فانی سے راہی مالک بقا ہوئے، جس کے احساس نے ہمیں یہ اثر پیدا کر دیا ہے، کہ گویا آج تقدس اور خدا ترسی کا خاتمہ ہو گیا یعنی ایسے تقدس مآب بزرگوار دنیا میں ہماری نظروں میں معدوم تھے، مگر تھے تو مرحوم و مغفور تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کے بمصداق سب کو اس دنیا سے فانی ہونا تو ضروری ہے۔ مگر ایسے بزرگواروں کا دنیا سے چل بسنا ہمارے لئے ایک نعمت کا کھو دینا ہے، اور خصوصًا میرے حال پر مرحوم و مغفور کے بیحد توجہات اور عنایات تھے۔ اور مرحوم و مغفور نے آئندہ مدراس آنے کے موقع پر اپنی مہمانی کا فخر مجھے مبذول فرمانے کا وعدہ بھی فرمایا تھا۔ مگر میری بدقسمتی نے مجھے اس فخر سے محروم کیا، خدائے پاک آپ کو اور جمیع متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

محمد عبدالجمیل

مسٹر محمد جلیل پٹنہ پریمیر جنرل انشورنس کمپنی لمیٹڈ

معظم و محترم بندہ، سلام علیکم و رحمۃ اللہ

میں سفر میں تھا کہ اخبار "سرچ لائٹ" سے آپ کے والد اقدس حضرت مولانا مرحوم کے وصال کی خبر معلوم ہوئی بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کی ذات گرامی اس نازک وقت میں اسلامی ہندوستان کے لئے ایک بڑی روشنی تھی۔ شاید ہی اب مولانا مرحوم کے علم و بصیرت کا کوئی دوسرا آدمی صوبہ میں پیدا ہو۔ افسوس ہم لوگوں نے حضرت مولانا مرحوم کے علم و فضل اور تدبر سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھایا۔ ہماری بلند ہستیاں یونہی گزرتی جاتی ہیں، اور ہماری حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔

شاید اس خبر سے آپ کی کچھ تشفی ہو کہ آپ کے اس صدمہ میں تمام مسلمان شریک ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

نیازمند

(سید محمد) جلیل

مسٹر موسیٰ سیٹھ سابق ممبر کونسل - مدراس

حضرت صاحبزادۂ عالیشان حسین میاں صاحب مدظلہٗ

بعد سلام مسنون گزارش کہ کل شب کو ۸ بجے آپ کا وحشت خیز اور غمزدہ تار حضرت قبلہ کی وصال کا ملا۔ جس سے بہت غم اور افسوس ہوا۔ آپ کی ذات ہم لوگوں اور کل مسلمانانِ ہند کے لیے غنیمت تھی اب دوبارہ پھر ایسی مبارک ہستی کا ملنا ناممکن ہے۔ خدا ہم سب کو صبر عطا کرے، اور آپ لوگوں کو ہم پر سلامت رکھے۔ آمین۔

محمد موسیٰ

جناب قابل صاحب۔ دفتر ریاست دہلی

ماتم نہ کس لیے کریں پیر و جوان قوم　　دنیا میں آج زیرِ زمیں ہے نشانِ قوم

میرے محترم حسین میاں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے پرحزن قلب کو توفیق صبر عطا فرمائے۔ آمین۔

آہ۔ مین پوری کی ہمیشہ یاد رہنے والی ملاقات، اور کانپور کی خون کے آنسو رلانے والی پر سعادت صحبت کے بعد مجھے کیا خبر تھی کہ اپنے مخلص بزرگ کی خدمت میں اولین خطابھی تعزیت نامہ کی صورت میں پیش کرنا ہوگا، مجھے آپ کے وہ الفاظ اس وقت تک ہاتف غیب کی "صدا" بن کر کانوں کی راہ قلب کی گہرائیوں میں ہیجان بپا کرتے نظر آرہے ہیں۔ کہ:۔

"قابل صاحب - والد صاحب قبلہ سے یہ ملاقات آپ تاریخی سمجھیں۔ سرسید کے ساتھ قومی خدمات میں تعاون کرنے والی ہستی کو آج آپ نے دیکھ لیا۔"

بھائی بیشک میں اس ساعت بڑا خوش نصیب تھا، جب محترم و مکرم قبلہ قوم مرحوم سے شرف ملاقات نصیب ہوا، مگر آہ آج کی بدقسمتی نہ صرف اپنی بلکہ قوم بھر کی۔ کیا کہوں کہ قوم کے ساتھ عالمگیر ماتم میں شریک ہوں۔

بھائی۔ کہنے والے ایسے موقعوں پر صبر کی ہی تلقین کیا کرتے ہیں، آہ کسی کا دل شق ہو جائے، کسی کی آنکھیں خون بہائیں، کسی کی آنکھوں دیکھتے شاداب گلشن ملت میں خزاں کا دور دورہ ہو جائے۔ اور وہ صبر کرے۔ صبر۔ مگر اجی کیا کیا جائے قضا و قدر سے مجبور ہو جانا صبر کرنا ہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے خاص لخاص آغوش رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ اور بس۔ اور آپ کو صبر۔

میں آج کل اخبار ریاست اڈٹ کر رہا ہوں۔ جواب عنایت ہو تو یہ اطمینان ہو جائے، کہ آپ تک خط پہنچ گیا۔ کار لائقہ سے کبھی نہ فراموش فرمایئے گا۔ والسلام۔

نیاز کیش قابل

سکریٹری صاحب بنگال مسلم اسوسی ایشن۔ رنگون

جناب مکرم۔ اس تجویز کی نقل جناب کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں، جس کو بنگال محمڈن اسوسی ایشن نے اپنے اجلاس منعقدہ ۳ر جولائی ۳۵ء بصدارت جناب عبدالباری چودھری صاحب زمیندار ولانش اور ڈپٹی چیرمین بنگال، برما اسٹیم نیویگیشن کمپنی لیمیٹڈ پاس کیا ہے:۔

"اس جلسہ نے انتہائی رنج و افسوس کے ساتھ حضرت قاری شاہ سلیمان صاحب پھلواروی کے ارتحال کی اندوہناک خبر سنی۔

یہ جلسہ پسماندگان کے ساتھ دلی تعزیت ادا کرتا ہے، اور حضرت مرحوم کی روح کیلئے دعائے خیر کرتا ہے"

مولوی ابوالعاص صاحب رئیس پٹنہ

برادر مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"اتحاد" پٹنہ سے قبلہ مولانا شاہ سلیمان صاحبؒ کے وصال کی خبر پڑھ کر قلب پر سخت اثر اور صدمہ ہوا۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ کی ذات غنیمت تھی، اور آپ فخر ہند تھے۔ میرے خیال میں ایسا جامع و مانع باکمال صوفی و واعظ مدت دراز تک نہ پیدا ہوگا۔ اس وقت بھی میرے کانوں میں ان کی وعظ کی صدا گونج رہی ہے "دنیا فانی ہے، اور ہر کو مالک کے یہاں جانا ہے۔ اس میں انسان محض بے بس ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، اور آپ لوگوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ شاہ جعفر میاں کو بھی میرا اسلام کہہ کر تعزیت دیدیں۔

آپکا شریک غم بھائی:- سید ابوالعاص

مولوی منظور الحق کلیم

ہڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول دیوریا ضلع اعظم گڑھ

برادر مکرم دام برکاتہٗ۔ السلام علیک۔

کل ۹ بجے دن کو مرسلہ کارڈ ملا۔ ہائے جو کھٹکا لگا ہوا تھا، ہو کر رہا۔ جیسا میں نے عرض کیا تھا، کہ ادھر حزب البحر شریف کے مراقبے میں حضرت کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوئے مبارک پر سر رکھے ہوئے دیکھتا ہوں، جمعرات کو دن ختم کر کے رات میں خواب میں دیکھا کہ سرکار دو عالم کے زانوئے مبارک پر سر ہے، مگر آنکھیں بند ہیں، مراقبے میں آنکھیں کھلی دیکھتا تھا، اسی وقت حضرت کی طرف سے مایوس ہو گیا اور دل کھٹکے میں رہنے لگا۔ ادھر دوسرے برادران طریقت کی یہ رائے ہوئی، کہ ایسے سلسلے سے چلیں کہ عرس کی شرکت بھی ہو۔ بے چینی سے یوم شماری کرنے لگا۔ کل ۹ بجے خط لے کر ایک صاحب آئے فوراً پوچھا کہ پھلواری شریف کا تو نہیں ہے؟ انہوں نے کہا وہیں کا ہے، دل دھک سے ہو گیا، پڑھا اور کلیجہ پکڑ لیا۔ اور اس حالت میں اپنے کو پایا، کہ ہم آپ گلے مل کر رو رہے ہیں، خط لکھ رہا ہوں اور آپ سے لپٹا ہوا رو رہا ہوں۔ کوئی ترکیب ابھی نہیں معلوم ہوتی کہ فاتحہ میں شرکت ممکن ہو سکے۔ اس لئے جملہ حاضرین

پیر بھائیوں سے مشورہ لے کر آج جبکہ وہاں بھی فاتحہ خوانی ہو رہی ہوگی، مسجد میں قرآن خوانی کرائی گئی۔
۲ ختم اور ۲۰ پارے حضرت کی روح مبارک کو بخشے گئے، قبولی پر فاتحہ ہوا، اس میں اتنی برکت ہوئی کہ
حاضرین نے شکم سیر کھایا، اور تبرک گاؤں بھر میں جو تقریباً ۲۰ گھر پر مشتمل ہے، تقسیم کرایا گیا۔
میراں سید احمد صاحب بادپا کے مزار کے سجادہ نشین شاہ مہدی حسین صاحب جو نقشبندیہ سلسلہ
کے بزرگ ہیں، اور مولانا ضیاء الدین صاحب بھوپالی کے خلیفہ ہیں، بلائے گئے تھے، ان کی شرکت
کی وجہ یہ ہوئی، کہ وہ حضرت کے معتقدین میں سے ہیں، اور ان کا ارادہ میرے ہمراہ حاضری کا بھی تھا
کمترین نے درود طریقہ انکو القا کیا تھا، جس سے وہ بہت مستفید ہوئے اور ہوتے ہیں، اور بھی چند چیزیں
ان کو میرے طریقے کی مجھ سے ملی ہیں، جس سے وہ بہت مداح اور اس سلسلے کے غلام ہیں، سرور کائنات
سے نسبت تامہ ان کو اسی درود شریف سے ہوئی، اب وہ ہر دم اسی مراقبے میں بسر کرتے ہیں، ان کے
ساتھ ان کے مریدین بھی شامل تھے۔ فاتحہ کے وقت میں نے حضرت کو اپنے پاس بہت خوش موجود پایا۔
اور حاضرین پر فیوض کی بارش کرتے ہوئے دیکھا۔ شاہ صاحب موصوف نے بھی تمام حاضرین کو مخاطب کر کے
فرمایا، کہ حضرت موجود تھے یہ بھی فرمایا کہ مجھ سے کہہ گئے ہیں کہ چند چیزیں تمہیں اور منظور سے ملیں گی، غرض
عجب حال تھا۔ جیسا میرا اور میرے بزرگوں کا قاعدہ ہے، اپنے کو سنبھالے رکھا ورنہ کئی بار یہ حالت
ہوئی کہ الا اللہ کہہ کر بے خود ہو جاؤں۔ کمترین اب عرس کے موقع پر حاضر ہوگا، ہائے کیا منہ لے کر
آؤں، طبیعت بے قابو ہو رہی ہے، جملہ برادران طریقت سلام عرض کرتے ہیں۔
خادم آستانہ۔ سوگوار منظور و جملہ برادران طریقت۔

حاضر الوقت خادم آستانہ عبد المجید مدرس۔

اخی المکرم السلام علیکم۔ جناب اخی مولوی منظور الحق صاحب کے خط سے کل حالت معلوم ہوگئی،
مولوی صاحب موصوف کی بیخودی کا یہ عالم تھا کہ لفافہ پر پتہ لکھتے ہیں، اور جب لفظ نمبر لکھ چکے ہیں، تو

تو مجھ سے فرماتے ہیں، کہ کیا لکھوں، اس کے بعد میں نے پورا پتہ لکھوایا، یہ عالم ہے، اللہ سے دعا رخیر فرمادیں کہ ہم لوگوں کو صبر جمیل عطا فرمائے، خاصکر آپ لوگ کو اور مولوی صاحب کو زیادہ۔ سب صاحبان کی خدمت میں سلام ہدیہ ہے، قبول ہو فقط السّلام۔

مولوی علی احمد صاحب بنام شاہ غلام حسنین صاحب

محب صمیم — السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ادھر عرصہ سے علاقہ پر دیہات میں تھا، جہاں ہفتہ میں دو بار مدینہ پہنچتا ہے، اس لیے بہت بدیر اخبار کے ذریعہ شاہ صاحب قبلہ کی خبر رحلت معلوم ہوئی، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار میں دنیاوی امتیاز سے ہم پلہ فزوں تر امتیاز عطا فرمائیں۔

برادر عزیز تمہارے ساتھ مادی رشتہ بھی تھا، اس لئے بہر حال حضرت قبلہ کی رحلت تم پر یقیناً زیادہ سخت اور ناقابل تلافی نقصان ہے، لیکن حضرت مغفور کی زندگی اُمت اسلامیہ کے لئے ایک مایۂ ناز نعمت تھی، آپنے ہر اصلاحی تحریک اور امت اسلامیہ کی مفید ترین تدبیروں میں نمایاں حصّہ لیا، اور اپنے ہمعصروں میں یقیناً صدر نشیں رہے۔ خداوند ارض وسما اس صدارت کو حضرت مرحوم کے لئے ابدی راحت کا سبب بنائے۔ آمین۔ میں تمہارے صبر وسکون اور تسلّی قلب کے لئے قطعاً اپنے پاس الفاظ نہیں پاتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر وسکون قلب دیں۔ کہ بزرگوں کا سایہ بڑی نعمت ہے جب تک باقی رہے، افسوس کہ یہ برکت سر سے اُٹھ گئی۔

برادرم جعفر اور حسین میاں کو بمضمون واحد سلام پہنچانا۔

تمہارا ناچیز

علی اطلی جونپور

قبلہ مولانا علی حافظ صاحب حکیم آباد - چھپرہ

اعزی مولوی شاہ حسین میاں صاحب سلمہ اللہ تعالی

سلام مسنون و دعا بخیر کے بعد واضح ہو - الحمد للہ علی کل حال - میرا حال یہ ہے - ــ

ہیں الجھنوں میں اور پریشانیوں میں ہم ۔۔۔ مجرم نہیں ہیں اور ہیں زندانیوں میں ہم
کیوں شعروں میں نہ درد ہو اے غمگسار من ۔۔۔ ہیں غم کے ساتھ طبع کی جولانیوں میں ہم
ادھر فریب سمجھے تھے دنیا تجھے ضرور ۔۔۔ ہشیار ہو کے پھنس گئے نادانیوں میں ہم
صبر و قرار چل دیئے تنہا جو چھوڑ کر ۔۔۔ راتوں کو کیوں نہ رو دیں پشیمانیوں میں ہم
ہستی نے مشکلوں میں ہمیں لاکے رکھ دیا ۔۔۔ تھے کس مزے سے پیشتر آسانیوں میں ہم

یہ چند تاریخیں اخی معظم قبلہ علیہ الرحمۃ کی ارسال خدمت ہیں :-

آں حضرت اخی سلیمان محترم ۔۔۔ زیں خارزار عازم باغ جناں شدند
چوں بست دہفتمیں ز صفر رو نمود آہ ۔۔۔ آں محترم صباح رواں زیں جہاں شدند
سال وصال را چو مرا جذب فکر شد ۔۔۔ آمد صدائے غیب که خلد آشیاں شدند
۱۳۵۴

دیگر

آں جامع کمال و فضائل اخی من ۔۔۔ یعنی جناب شاہ سلیمان نیک خو
صاحب گرامی و درویش کاملے ۔۔۔ قاری و صوفی و دل صاف چو آب جو
حاجی و مولوی وادیب و فاضلے ۔۔۔ خوش خلق و خوش بیان و خوش اطوار و نغز گو
دل حق پسند داشت و ہم چشم حق نگر ۔۔۔ حق گو زبان داشت و ہم گوش حق شنو
چوں پیر گشت و نیز بپایاں رسید عمر ۔۔۔ رو کرد سوئے حضرت حق عز اسمہٗ

عشرین و سبع بود ز ماہِ صفر بصبح — پرواز کرد روح زجسمِ نزار او

اے جذب تو بخواہی اگر سالِ ارتحال — صد آہ سیزدہ بگو بہ بار آہ گو

۵۴ ۱۴۰۰

فقرہ عربی:- رضی اللہ الحی الجلیل عنہ

۱۳ ۵۴

محمد علی حافظ

مولوی حکیم عبدالرب صاحب حکیم آباد گھگھٹہ

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

اس تلخ ذائقہ سے کوئی بشر چاہے وہ انبیاء، و اولیا و شہدا کیوں نہ ہوں نہ بچ سکے، اور کشاں کشاں خداوند قدوس کے پکار پر حاضر ہونا پڑا تو جب اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ کا وقت آگیا، تو ہمارے خاندان کی ایک بزرگ ہستی جو اس وقت سارے ہندستان کے ہادی و مرشد ہر طبقہ کے لوگوں میں مانے جاتے تھے، یعنی حضرت قبلہ رح کو بھی خداوند قدوس کی پکار پر لبیک کہنا پڑا اور ملک الموت کے آنے کی بشارت اپنے عزیزوں کو دیتے ہوئے صبح ۷ بجے اپنے رفیق الاعلیٰ کے حضور میں حاضر ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں درجہ بلند فرماوے۔ اور آپ لوگوں کو صبر جمیل عطا فرماوے۔

میں آپ کو مبارک دیتا ہوں کہ آپ نے حضرت قبلہ رح کی جانشینی قبول فرمائی اور بارگاہ رب العزت میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کو رشد و ہدایت اور قائم مقامی میں ہر قسم کی مدد علمی و روحانی عطا فرمائے۔ والسلام

خاکسار عبدالرب

اور خال محترمان جناب مولوی غلام حسنین صاحب و جناب مولوی جعفر صاحب و عزیزان مولوی عزالدین و حسن مثنیٰ سلمہ کے خدمت بابرکت میں سلام مسنون و مضمون واحد قبول باد۔

'عبدالرب'

مولانا شاہ شفیع صاحب فردوسی۔ بہار شریف

عزیز مخلص اعلیٰ اللہ شانہ   سلامٌ و دعا

حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات ہندوستان کے طبقہ علما و مشائخ میں وہ ممتاز حیثیت رکھتی تھی کہ ہم لوگ اپنی بدقسمتی پر جتنا ماتم کریں کم ہے، مگر حال یہ ہے کہ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ اور نکتہ ہے کہ در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند۔ کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز، یعنی اللہ یتوفی الانفس حین ایسی جان جو بلاواسطہ ملک الموت جانِ جاں کے حضور میں جائے۔ اس کو تو زندگی جاوید کہیں گے، مرنا نہ کہینگے۔ سچ ہے موت کی دو قسمیں ہیں۔ عام و خاص۔ عام موت میں جسم کے ساتھ دل کا جنازہ بھی نکلتا ہے۔ اور خاص موت میں جسم تو بیجان ہو جاتا ہے، مگر دل روح بن کر اپنے کام میں لگ جاتا ہے۔ انک میت وانہم میتون سے بھی وہی مجازی موت مراد ہے حقیقی نہیں، اس لئے ایسے بزرگوں کی مفارقت بمقتضائے بشریت اگرچہ ہم کو ستاتی ہے۔ مگر وہ ہم پر اگر مہربان ہو جائیں تو زندگی سے زیادہ فیض سے مالا مال کر سکتے ہیں۔ تیغ روح زندگی میں نیام کے اندر تھی، اور اب نیام سے باہر ہے۔ ان کی بارگاہ میں درخواست کرنا چاہیئے، ہم کو بھی ایسا بنا دیں کہ دہری موت سے خدا بچائے، اور سچے دل سے غلبۂ شوق میں نعرہ زن ہو۔

حجاب چہرۂ جان می‌شود غبار تنم   خوشا دمی کہ ازیں چہرہ پردہ برفگنم

کیا کہیں حاضری کی حسرت دل میں رہ گئی، یہ حسرت اگر خلوص دل سے ہے، تو شادی یافت سے اس کا درجہ ہرگز کم نہیں۔ خدا نے چاہا تو آپ لوگوں کو دیکھ کر دل کو تسکین دیں گے، ہماری غیر حاضری سے آپ کوئی دوسرا اثر نہ لیں، کیونکہ :-

نہ دوری دلیل مہجوری بود   کہ بسیار دوری ضروری بود

سب لوگوں کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سلام مسنون۔ سجادہ نشین کیلئے بھی دعا ہے کہ سجادگی بھی باوری میں خوب چلے بڑھے۔ آمین ثم آمین

جناب محمد مرتضیٰ علی خاں - رئیس بریلی

مکرمی سلام مسنون

آج اخبار ہندوستان ٹائمز میں حضور قبلہ جناب شاہ صاحب قبلہ کی وفات کی خبر معلوم کر کے ہم سب کو جس درجہ صدمہ ہوا ہے، خدا جانتا ہے، حضور کی موجودگی ہم گنہگاروں کے واسطے باعث برکت اور مغفرت تھی، حکم خدا میں کسی کا چارہ نہیں۔ اللہ پاک حضور قبلہ کی روح پاک کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور آپ سب کو اور ہم سب کو صبر عطا فرمائے۔ آمین۔ بجز صبر کے ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔ منی آرڈر مبلغ ساٹھ روپیہ کا بغرض فاتحہ ارسال ہے۔ کل ایک کارڈ بھیجا تھا، ملا ہوگا۔ والد صاحب قبلہ کی طبیعت بالکل ٹھیک نہیں ہوئی ہے، مگر بفضلہ افاقہ ہے، انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گے۔

جناب والد صاحب قبلہ و والدہ صاحبہ مکرمہ دونوں آپ سب کو دعا کہتے ہیں، اور دونوں کو بیحد صدمہ ہے۔ ہم سب کی طرف سے سلام قبول ہو۔ حضور شاہ صاحب کے پردہ کرنے سے یہ کہنا چاہیئے کہ روح تصوف نکل گئی، مثنوی کے جاننے والے بھی ختم ہو گئے، اب ان کا جواب نہیں۔ اللہ اکبر

نیازمند محمد مرتضیٰ علی خاں

مولانا محمد ابراہیم فریدی ستی پوری

معظمی مولانا حبیب میاں صاحب قبلہ مدظلہ

السلام علیکم و رحمۃ۔ کل شام کو حضرت قبلہ کے وصال کی خبر ملی۔ بیحد صدمہ حزن ملال ہوا۔ خداوند قدیر آپ کو اور آپکے دیگر اعزہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور حضرت اقدس کو جنت الفردوس میں جگہ مرحمت فرمائے۔ آمین۔ یہ سانحہ ہوش ربا مسلمانان ہند کے لئے قیامت صغریٰ ہے، مسلمانان ہند

اپنی اس بدنصیبی پر جس قدر افسوس کریں بجا ہے۔ حضرت قبلہ کے ارتحال سے مسند علم عرفاں ہیچ جگہ خالی ہوگئی ہے، عرصہ تک اس کا معمور ہونا غیر ممکن معلوم ہوتا ہے۔ احقر نے کل شام کو قل کیا، اور تبرک تقسیم کیا۔

بندہ (مولوی مفتی) محمد ابراہیم فریدی آسی پوری

نواب سید نجم الحسن خاں صاحب ابن الابن نواب سید صدیق حسن خاں صاحب مرحوم والی بھوپال

مخدومی و محترمی حسین میاں صاحب — السّلام علیکم

حضرت شاہ صاحب رح کی انتقال کی خبر اخبار میں دیکھی، دلی صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے۔ آپ لوگوں کو صبر عطا فرمائے۔ میں لکھنؤ گیا تھا، وہاں پہلے علالت کی خبر معلوم ہوئی تھی، مگر پھر یہ معلوم ہوا کہ افاقہ ہو رہا ہے، اس کے بعد سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اگرچہ دنیا میں یہی ہوتا چلا آیا ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ جو پیدا ہوا وہ مرے گا۔ مگر تقاضائے بشریت یہی ہے۔ کہ جس سے تعلق ہو اس کی مفارقت سے صدمہ ہوتا ہے۔ میں لکھنؤ میں غالباً چار سال یا اس کے قریب ہوا حضرت شاہ صاحبؒ اور آپ سے ملا تھا۔ والدہ صاحبہ پر تین سال ہوئے فالج گرا۔ سیدھا ہاتھ اور پاؤں بیکار ہوگئے، چل نہیں سکتیں، خوبیٔ تقدیر سے جو کچھ پیش آرہا ہے دیکھ رہے ہیں۔ انشاء اللہ زندگی رہی تو ملاقات ہوگی، بچے سلام عرض کرتے ہیں، آپ کے بچوں کو دعا۔ اندرون خانہ آداب حسنین میاں صاحب اور پرسان حال کو سلام۔

احقر نجم الحسن

مولانا عبدالجبار کٹکی

انا للہ وانا الیہ راجعون

خدا آپ لوگوں کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور خدا اُن کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے

اور آپ لوگوں کو مولانا جیسا بنادے۔ فقط والسّلام۔

آپ کا عبدالجبار

ہملوگ دعا کرتے ہیں۔ ڈاک بند ہو رہی ہے، اس لئے کچھ لکھ نہیں سکے۔

جناب محمد اختر مودودی چشتی - اجمیر شریف

مخدوم مکرّم حضرت قبلہ دام فیوضکم و افضالکم

بعد قدمبوسی کے دست بستہ آداب و نیاز ..... زندہ ہوں، اگرچہ حضرت قبلہ عالم و عالمیان کے وصال کی خبر وحشت اثر سُن کر خود مرجانے کو طبیعت چاہتی ہے۔ بے انتہا تکلیف ہوئی، ناقابل برداشت صدمہ ہوا۔ اور ناقابل تلافی رنج پہنچا۔ حضرت قبلہ عالم و عالمیان کی موت۔ حیات جاودانی ہے حضرت قبلہ عالم و عالمیان کا روحانی فیض اور تصرف تا قیامت اپنے عقیدتمندوں کے ساتھ رہے گا۔ آہ آفتاب غروب ہوجاتا ہے، تو دنیا اندھیر ہوجاتی ہے۔ حضرت قبلہ عالم و عالمیان آفتاب علم و عمل تھے، آج ہماری دنیا تاریک ہے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

کوشش کر رہا تھا کہ قطعہ تاریخ لکھ کر تعزیت نامہ کے ساتھ پیش کرتا، لیکن اپنی اہلیہ کی سخت علالت کے باعث قطعہ کی تکمیل نہ کرسکا۔ انشاء اللہ اب عنقریب ارسال خدمت کرونگا۔ زیادہ حد ادب۔

آپکا غلام اختر مودودی۔

مولانا سید محمد ندوی - استھانوی

برادر محترم دامت مکارمکم و معالیکم

اخبار اتحاد سے حضرت قبلہ کے وصال کی خبر ملی۔ دل حسرت و افسوس میں ڈوب گیا۔ آہ! بہار کا ایک

تاجدار علم سرچشمۂ معارف جس کی خطابت وطلاقت لسانی مسلم تھی نہ صرف بہار بلکہ پورا ہندوستان جس کی جادو بیانی، علمی فیوضات سے بہرہ اندوز ہو رہا تھا، ہم سے جدا ہو کر رفیق اعلیٰ سے جا ملا، انا للّٰہ۔

میں کس دل اور کس زبان سے آپ کو اور بھائی غلام حسنین صاحب، جعفر میاں کو کہوں کہ اس حادثہ فاجعہ پر صبر وضبط سے کام لیں۔

باپ کا سایۂ شفقت ایزد باری کی رحمت ہے، بس اللہ تعالیٰ ہی سے دعا ہے کہ وہ صبر ضبط کی توفیق عطا فرمائے، اپنی رحمت سے پورے خاندان کے آنسو کو پوچھ ڈالے۔ میں ہر طرح اپنے دوستوں اور بھائیوں کے اس غم میں شریک ہوں۔ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور تمام لوگوں کو صبر جمیل کی توفیق!

غمزدہ سید محمد

صاحبزادہ عاشق محمد صاحب۔ اجمیر شریف

مکرم ومحترم قبلہ عقیدت کیشاں دام بالمجد والکرم

تسلیم۔ کل متولی صاحب کے پاس جو تار آیا، اور جس حادثہ فاجعہ کی خبر لایا، دل ودماغ اس سے بے انتہا متاثر ہوئے۔

خدا کی شان ہے، کل تک جس گرامی ذات کو مدظلہ العالی کر کے لکھا جاتا تھا۔ آج رحمۃ اللہ علیہ۔ قدس سرہٗ لکھا جا رہا ہے۔ بہر حال "الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب"، شیخ کامل نے فنائیت کے تمام مدارج طے کر کے فانی فی اللہ کا مرتبہ حاصل کر لیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون؛

وہ زندہ تھے، زندہ ہیں، زندہ رہیں گے۔ کیونکہ ان اولیا اللہ لا یموتون بل ینقلون من دار الی دار۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب والا کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح جانشین اور

قائم مقام فرمائے، اور صبر جمیل عطا فرمائے۔ فقط

سید عاشق محمد سید صادق محمد

صاحبزادہ مولانا سید نور الحسن اجمیری۔ فرنگی محل

مکرمی و معظمی دام مجدکم

بعد تسلیم و نیاز بندہ بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہے، آپ صاحبان کی خیر و عافیت مزاج وہاج نیک چاہتا ہے آج کل دعا گو فرنگی محل بغرض حاضری عرس شریف آیا ہوا تھا۔ یکایک بہ موقع فاتحہ باغ میں خبر وحشت اثر وفات حسرت آیات حضرت مولانائے مرحوم و مغفور سن کر سخت صدمہ و ملال ہوا جو تحریر سے باہر ہے، و نیز دیگر سامعین کو خبر انتقال پر ملال سے سخت رنج ہوا، اُس موقع پر حضرت مرحوم و مغفور کا فاتحہ بھی کیا گیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان و متوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائے مشیئت ایزدی میں کیا چارہ ہے، مگر حادثہ ناقابل تلافی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو بھی اُن کے قدم بقدم دائم قائم رکھے جملہ صاحبزادگان کی خدمت میں مضمون واحد۔

عقیدت کیش
سید نور الحسن اجمیری۔

مولوی عبد العزیز صاحب رئیس جمالی چک۔ بہار شریف

مکرم و محترم السلام علیکم

کل شام کو مجھے برادرم عبد الرحمٰن سے زبدۃ الاولیا و قدوۃ الاصفیا تاج العلما و شمس العرفا حضرت قبلہ مولانا سید شاہ سلیمان صاحب مرحوم و مغفور کی خبر رحلت ملی۔ اللّٰھم توفنی مسلما و الحقنی بالصالحین۔ گرچہ حادثہ عظیم پہلے سے متوقع تھا، مگر جو صاعقہ اسا اثر اس خبر نے کیا ہے وہ دل ہی

جاتا ہے۔ اب یہ پیکران علم وعمل کہاں نظر آئیں گے۔ جب تک خدا نے موقع دیا تھا، دولت دیدار سے دامن وجیب کو بھر نہ سکے۔ اب یہ نعمت ہاتھ سے چھین لی گئی ہے، تو تشنگی زیارت روز افزوں ہے اب تڑپیں گے، مگر گوہر گم گشتہ کو نہ پائیں گے۔ روئیں گے اور چلائیں گے کہ ؎

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

اب تو بجز اُمید فردا کے جراحت دل پر مرہم رکھنے کا اور کوئی سامان نہیں عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعا فصبر جمیل۔ اللہ آپ لوگوں کو صبر واستقامت کی توفیق دے۔ اور حضرت مرحوم کا جانشین صحیح اور آپکے اسوۂ حسنہ کا متبع کامل بنائے۔

اُمید ہے کہ مجھ ذرہ ناچیز کو جس پر حضرت قبلہ مرحوم کے آفتاب کرم کی کرنیں نگاہ التفات مبذول رکھتی تھیں، آپ حضرات اپنے دائرۂ نوازش سے باہر نہ کریں گے۔ زیادہ والسّلام۔

مولانا شاہ غلام حسنین اور مولانا شاہ جعفر صاحبان کی خدمت میں سلام نیاز اور اعزہ بعض کو اُن کی خدمتوں میں پہنچا دیا جائے کہ وہ بھی میری اس ناچیز گزارش کے مخاطب ہیں۔

ناچیز عزیز حزیں

جناب مولوی محمد طہٰ مبلغ انجمن امارت شرعیہ

مجمع خوبی ہائے ذاتی وصفاتی دامت برکاتکم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ابھی ابھی حادثۂ جانکاہ وانقعہ روح فرسا۔ یعنی خبر وصال پر ملال حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ۔ مقام قاضی سرائے اتھوا میں دفعۃً معلوم ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجھے جو تعلقات اور خصوصیات حضرت علیہ الرحمۃ سے تھیں اور جو شفقت وعنایات مجھ ناچیز پر تھی اس لحاظ سے جو صدمہ قلب حزیں کو پہنچا ہے

احاطۂ تحریر سے باہر ہے، نیز ایک ایسی ذات بابرکات کا اُٹھ جانا نہ صرف مسلمانانِ بہار کے لئے، بلکہ سارے ہندوستان کے لئے باعث شومیٔ بخت ہے۔ اب بجز صبر و شکر چارہ ہی کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور حضرت مجلیہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دیجے۔ افسوس چہارم اور قل کی شرکت سے معذوری ہے۔ لیکن اپنی طرف سے ایصال ثواب کے لئے کم از کم ایک ختم قرآن کا ارادہ کرلیا ہے۔ والسّلام۔

محمد طٰہٰ غفرلہٗ قادری مجیبی

جناب شاہ محی الدّین احمد صاحب سجّادہ نشین امنھوا

مجمع فضل و کمال سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد ہدیہ سلام مسنون عواقی خواہ مزاج برادر ہوں، ایک گھنٹہ قبل افواہی خبر سنا، اس کے بعد حادثہ نامہ برادر پاکر نہایت درجہ محزون و پریشان ہوا اور کیونکر دل پریشان نہ ہو، میرے خاندان کی بلکہ صوبہ بہار کی ایک بڑی روشنی گم ہوگئی۔ افسوس و صد افسوس۔

اس میں شبہہ نہیں کہ کل من علیہا فان کے مصداق یہی وقت مقرر تھا۔ مگر ایسی مغتنم ذات بابرکات کا جدا ہو جانا کیونکر باعث غم و اندوہ نہ ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ آں برادر کو مثل حضرت موصوف یگانہ روزگار و یگانہ پرست و محبّت دار بنائے۔ تاکہ ہم گنہگاروں کے لئے آں برادر سہارا ہوں، اور لطف برادر نوازی سے فخر کریں۔

چونکہ نامہ برادر آج روز دوشنبہ وقت ۶ بجے شام کو پہنچا۔ جس سے شرکت چہارم ناممکن تھی، دوسرے بوجہ علالت اپنے اور عزیز ان کے پریشان ہیں، اس لئے غیر حاضری ہوئی، معاف فرمادیں۔

بخدمت برادرم خورد سلمہ اللہ تعالیٰ ہدیہ سلام مسنون بوحدت مضمون پذیرفتہ باد۔

بندہ محی الدین احمد عفی عنہ

مولانا محمود ایم۔ اے۔ باروی

محب محترم زید مجدکم

پس از ابلاغ سلام سُنّتہ الاسلام گزارش ہے۔ جناب کے پدر بزرگوار علیہ الرحمہ کی وفات حسرت آیات کی خبر ملی، انتہائی صدمہ ہوا۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ اس دور قحط الرجال میں جو گرانمایہ ہستی گزر جاتی ہے، وہ ہمیشہ کیلئے اپنی جگہ خالی چھوڑ جاتی ہے۔

داعی ہوں کہ اللہ تعالیٰ بطفیل حبیب پاک مولانائے مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور وابستگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ نیز مولانائے مرحوم کی وفات سے جو نقصان قوم کو پہنچا ہے، اس کی تلافی جناب کی ذات سے فرما دے۔

والدہ سعیدہ سلمہا آپ کو سلام علیک کہتی ہیں۔

نیازمند
محمود۔ از بارو

صاحبزادہ جناب قاری شاہ سراج عطا صاحب پیرزادہ سلون شریف

آہ حضرت قبلۂ عالم آہ کعبۂ ایمانم

میرے پیارے بھائی ہدیہ سلام وتحیۃ پذیرا فرمائند۔ ہائے میں تو اس فکر میں تھا کہ حضرت قبلۂ عالم کی صحت وتندرستی کی خبر سنوں گا، اور ہمارے جعفر میاں حضرت قبلہ کو بخیر و خوبی چھوڑ کر مثل سابق پھر کپور تھلہ آئیں گے، مگر تار نے خبر وحشت اثر سنا کر خون کے آنسو رلائے۔

میرے محترم، ہم نے صبر کیا، آپ حضرات بھی صبر کریں۔ فصبر جمیل۔ ہائے میرے دل میں کیا کیا حوصلے تھے، کیسی کیسی آرزوئیں تھیں، مگر افسوس کہ حضور سب اپنی معیت میں لے گئے۔ اس وقت

معلوم نہیں کیا کیا اپنے دل کی بھڑاس نکالنے بیٹھا تھا، مگر قلم نہیں چلتا، ہاتھ میں رعشہ ہے، بدن پر لرزہ۔ سچ ہے موت العالِم موت العالَم۔ میں کیا مجھ جیسے اس وقت ہزاروں لاکھوں نیم بسمل کی طرح تڑپ رہے ہوں گے۔ دم توڑ رہے ہوں گے۔ واللہ تصور میں بھی نہیں آتا، کہ حضرت قبلہ، آہ وہی حضرت قبلہ جو میری روحانی مشکلوں کے وقت ڈھارس دیتے تھے، آڑے وقت کام آتے تھے، جن کا محض دامن تھام لینا جنت کا مستحق بنا دیتا تھا، جن کے چوکھٹ چوم لینے سے خانۂ خدا میں جگہ ملنے کی امید ہو جاتی تھی۔ ہائے جن کی خاک پا کا سرمہ لگا لینے سے گمراہی کا تیرہ و تاریک راستہ منور ہو جاتا، جن کے راستے پر چلنے سے خدا و رسول تک پہنچنے میں آسانی ہوتی۔ یا یہ کہ جن کی پیروی و اطاعت عین خدا و رسول کی اطاعت ہے۔ ہائے میں تو آرزو ہی آرزو میں رہ گیا، حضور نے صاف خواب ہی میں اپنے جمال جہاں آرا سے سہل کیا تھا۔ ہاتھ میں ہاتھ لیکر شرف بھی فرمایا تھا، مگر آہ میں اپنی اس آرزو کو کہ اس خواب کو سچ بھی کروں گا دل ہی دل میں رکھے رہ گیا اور وقت ہاتھ سے نکل گیا۔

آج جمعہ سے قبل جناب کا تار پہنچا تھا۔ میں نے نماز جمعہ کے بعد غائبانہ نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھا دی، اور مغفرت کے لئے سب سے التجا کی۔ نیز میں نے یہ بھی اعلان کر دیا، کہ پرسوں یعنی اتوار کے روز بعد نماز فجر قرآن خوانی ہو گی، قل ہوگا۔ تمام حضرات شرکت فرما کر سعادت دارین حاصل کریں۔ میں نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ امام صاحب کے ہی باپ نہ تھے، بلکہ تمام مسلمانانِ عالم کے روحانی باپ تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ تمام حاضرین مسجد کو صدمۂ عظیم ہوا۔ اب دیکھیں قل میں کون کون حضرات شرکت کرتے ہیں۔

تمام آپکے ملنے والے اظہار افسوس کرتے تھے اور کیوں نہ کریں، آسمان بھی اگر خون روئے تو بجا ہے فقط والسلام۔

میں ہوں آپکا خادم آپکی خاک پا بدنصیب نامراد

مصیبت زدہ سراج۔

اپنے بھائیوں بھتیجوں بھانجوں سب کو سلام اور میری جانب سے صبر کی تلقین۔

مجھ سے اس وقت بدحواسی میں معلوم نہیں کیا کیا لکھا گیا، اگر کوئی بات لکھ گئی ہو تو عفو و درگزر سے کام لیجئے گا۔

مجھے اس وقت اپنی بدقسمتی پر بہت سخت غصہ اور ملال ہے۔ اس لئے حواس قائم نہیں

حضرت شاہ غلام شرف الدین عرف حضرت شاہ درگاہی صاحب

سجادہ نشیں رائے پورہ - فتوحہ

کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال والاکرام

عزیز گرامی قدر واعلیٰ مرتبت معظم ومکرم اعلیٰ اللہ تعالیٰ شانکم ورفع درجاتکم ودامت فیوضاتکم سلام مسنون کے بعد اس وقت اس بعید الوطن کو اخبار اتحاد سے خبر وصال جناب بھائی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی معلوم کرکے جو بجلی آنکھوں کے سامنے کوندی، اور اس میں جو جو مضمون دکھائی دیئے، وہ تحریر سے باہر ہے۔ کیونکہ اُس سے نہ بنیاں جی کی بنیاں ہو...... کہاں لے شاؤں۔ لیکن جذبات سے مجبور ہو کر چند فقرہ نکل پڑا ہے۔

ان حضرات کی موت کو بزرگان دین نے وصال لکھا ہے، اور عجب حال ہے کہ ہم تو اپنے گھر چلے لوگ مچادیں شور۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشند — ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

مگر ایسے سایہ کا اُٹھنا جب دوسروں کیلئے باعث حزن وملال ہے تو آپ تینوں بھائیوں سلمہ اللہ تعالےٰ بدوام بقائہم کے دل کا کیا حال ہوگا، مگر آپ لوگ بھی دوسرے راہ کے آدمی ہیں، اور ان اللہ مع الصابرین جانتے ہیں، کچھ لکھنا فضول ہے مگر

جگر کی یا دلِ حسرت نشاں کی　　　　دکھائیں ہم تمہیں چوٹیں کہاں کی

اللہ بس باقی ہوس

سبحان اللہ یہ لوگ آثار سلف تھے اور اپنی نظیر آپ تھے ۔ اور تصوف کے عالم متبحر ۔ ایک بڑی شخصیت کا فرد کامل ہم لوگوں سے الگ ہو گیا۔

ایک ہنگامۂ محشر ہو تو اس کو روئیں۔ سیکڑوں باتوں کا ہر وقت خیال آتا ہے ، آج غالباً تقریب چہارم کی ہو گی، اور آج ہی ہم کو یہاں خبر ملی۔ غیر حاضری کو آپ لوگ معاف کریں گے۔ اگر وقت پر خبر ہو گئی ہوگی تو نورچشم تقی سلمہ اگر پدر نتواند پسر تمام کند کے مصداق ہوئے ہونگے۔

انشاء اللہ تعالیٰ ہم کو جس وقت موقع ملے گا، حاضر ہوں گے۔ اپنے بھائیوں کو دعائے خیر فرمائیں۔

فقیر دعا گو　غلام شرف الدین از درگاہ بلیہ

مولانا منت اللہ صاحب خانقاہ رحمانیہ ۔ مونگیر

محترمی　　　　وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ

خبر وحشت اثر معلوم ہوئی، نہیں کہہ سکتا کہ قلب و دماغ کا کیا حال ہے ، حضرت مولانا مرحوم کا شمار ہندوستان کے مسلمہ اہل علم بزرگوں میں تھا۔ افسوس ایک ہی ہستی تھی ، اس کا سایہ بھی ہم لوگوں سے ہٹا لیا گیا۔ حضرت والد صاحب مرحوم کے تعلقات حضرت مولانا مرحوم سے کس درجہ تھے۔

یقیناً یہ حادثہ پسماندگان کے لئے بڑے سخت امتحان کی حیثیت رکھتا ہے ، دست بدعا ہوں کہ خدا انہیں اس امتحان میں کامیاب کرے۔

مکرمی جناب بڑے بھائی صاحب مدظلہٗ حج کو تشریف لے گئے ہیں ، ہنوز واپسی نہیں ہوئی ہے ، میں ان دنوں مکان پر تنہا علیل ہوں ، ورنہ ضرور فاتحہ میں حاضر ہوتا ، انشاء اللہ اسی

تاریخ میں یہاں بھی فاتحہ خوانی ہوگی۔ والسّلام

منّت اللہ

مولوی سیّد حبیب الرحمن غزنوی ویرمگام

آج بعد نماز جمعہ مورخہ ۷ رجون ۱۹۳۵ء کو جامع مسجد ویرم گام میں ایک مسلمانوں کا عظیم الشان جلسۂ تعزیت منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب نقشبندی سے تقریر فرمائی۔ اور حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دینی و دنیوی خدمات کو سراہا گیا اور حضرت مرحوم کے لئے دعا کی گئی۔ اور حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب و دیگر اولاد کے لئے بھی دعا کی گئی۔ خداوند کریم حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح قائم مقام گردانے۔ اور حضرت شاہ صاحب مرحوم کے فیوضات روحانی آپکے شامل حال ہوں، اور حضرت شاہ صاحب مرحوم کے انتقال پر ملال کی وجہ سے بدقسمت ہندوستان میں اس قحط الرجال کے زمانہ میں جو جگہ خالی ہوگئی، خداوند کریم اُسے آپ کی نیک صالح اولاد سے پُر کر دے آمین یارب العالمین۔

نیاز کیش فدوی سید حبیب الرحمن غزنوی۔

مولوی محمد حیات - ساکن جمالی - گجرات

سیدی و قبلی صاحبزادہ حسین میاں صاحب زاد اللہ مجدکم و عم فیوضکم۔

تسلیم مسنون، آداب و نیاز۔ بذریعہ اخبارات وفات حضرت سیدی و قبلی شاہ محمد سلیمان صاحب قدس اللہ اسرارہم کا تذکرہ پڑھ کر کمال درجہ مناسف ہوا۔ آپ فقید المثال صوفی، عدیم النظیر عالم، بے مثل عامل اس دورِ آخر میں کہاں بمصداق ؎ موت العالم موت العالم

فخر ملت آفتاب علم دیں　　مقتدائے قوم شیخ شیخ و شاب
حضرت شاہ سلیماں ذی حشم　　عارف کامل حبیب بوتراب

ایسے آفتاب عالم تاب کے غروب ہو جانے سے جس قدر صدمہ اہل اسلام کے قلوب کو پہنچا ہے۔ یقیناً اسکی تلافی ناممکنات سے ہے، البتہ اب متوسلین کی نگاہیں آپ کی ذات ستودہ صفات سے وابستہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمادے۔ اور ان سے برکات جلیلہ آپ پر فائز فرماوے ؎

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

حضور کے روح پر فتوح پر فاتحہ پڑھ کر ایصال ثواب فرماویں، تاکہ ان کے انوار ہم سب پر نازل ہوں احقر ان کے توجہات اور عنایات کا بے حد شکر گزار ہے کہ احقر کی درخواست پر دو جلدیں شمس المعارف کی اور اجازت حزب البحر کی اغلب ۱۳۳۳ھ میں عطا فرمائی، اور اپنی الطاف بے پایاں سے مفتخر فرمایا۔ فجزاھم اللّٰہ عنی وعن سائر المسلمین احسن الجزاء۔

آپ جیسے صاحب فیوض و تصرفات کے سایہ سے محروم ہو جانے سے دلی قلق ہو رہا ہے اور آپ کی ذات ستودہ صفات کے بے پایاں احسانات و الطاف کا شکریہ ورد زبان ہے اللہ تعالیٰ ان کو فردوس اعلیٰ میں مدارج علیا سے فائز فرماوے۔ اور ان کے فیوضات وافرہ و الطاف متکاثرہ سے ہم ابد تک بہرہ ور رہیں۔ ؎

احب الصالحین ولست منہم　　لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحا

حضور والا! اپنی توجہات سے اس گوشہ گمنامی میں افتادہ کے لئے بھی دعائے خیر فرمایا کریں، اور اپنے الطاف عنایات سے فراموش نہ فرماویں کہ ؎ بر کریماں کارہا دشوار نیست

یکے از نیازمندان دور افتادہ محمد حیات

اہلخانہ مولوی حکمت اللہ مرحوم امرتہ

جناب صاحبزادہ صاحب عالیقدر والا مراتب جامع الفضل والکمالات زاد فیوضاتہ،

پس از ہدیۂ سلام نیاز واضح رائے باد۔ جناب عالی۔ بخدا حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے حادثۂ رحلت سے آنکھوں کے سامنے اندھیر اچھا گیا۔ یہ ہستی بڑی ہستی تھی۔ نور نور میں جا ملا، اللہ تعالیٰ سے استدعا ہے کہ عالم روحانی میں مرحوم مغفور کے درجات بلند فرمائے، اور وابستگان مرحوم کو صبر جزیل کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔ اور آپ کا دائمی فیض ہم پر ساری رہے۔ مشیت ایزدی میں بجز صبر و رضا کوئی چارہ نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

از جانب معزز فاطمہ اہلیہ مولوی رونق حسن صاحب وکیل مرحوم، مضمون تعزیت واحد اُن کو اس حادثۂ عظیمہ کا بے حد ملال ہے۔

رسم جانشینی و دستار بندی مبارک ہو، اور امید ہے کہ آپ مثل اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ہم لوگوں کو عنایت قدیمانہ سے فراموش نہ فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے سروں پر قائم و برقرار رکھے۔ اور دنیا میں آپکے برکات و حسنات جاری ہوں۔ والسلام۔

مرسلہ اہلخانہ مولوی حکمت اللہ صاحب مرحوم

حضرت باوا عبداللہ شاہ روڑکی (پیران کلیر شریف)

عزیزی حسین میاں اطال اللہ عمرہٗ وقدرہٗ

بعد دعا ترقی درجات کے بھیا جی کی بیماری کے حالات معلوم ہوتے رہے۔ اور فکر رہا۔ آخر رحلت کی خبر سن کر از حد ملال ہوا۔ بڑی تمنا تھی کہ کسی طرح ایک مرتبہ نیاز حاصل ہو جائے، لیکن مشیت ایزدی

یہی تھی۔ اللہ پاک اُن کے درجات بلند فرمائے، آپ کی جانشینی سے تسکین سی ہوئی۔ دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کو اس راستہ میں استقلال کے ساتھ قائم رکھے، اور علم وعمل کا شوق بڑھائے۔ آمین ثم آمین۔ اگر زندگی باقی ہے تو انشاء اللہ آپ سے کبھی ملاقات ہوگی۔ میرے واسطے عافیت بخیر کی دعا کرتے رہیے۔ کار لائقہ سے یاد فرمایئے۔ اور سب سے سلام ودعا کہیے۔ والسّلام۔

حضرت احمد شاہ حقانی۔ کشمیر

قدوۂ زمرۂ اہل عرفان حضرت حاجی میاں حسین صاحب مدظلہ

السّلام علیکم۔ صدہزار افسوس اس دنیائے غدار کو خویش واقارب جو دنیا میں جدا کرتا ہے۔ صدہزار افسوس ہے ہمارے سر سے سایۂ خورشید جہانتاب اُٹھ گیا، چشموں کو چشمہ بن گیا۔ کلیجہ پھٹ گیا۔ جگر کباب ہوا، فلک کج رفتار نے کیسا صدمہ پہنچا دیا، حضرت مولانا ومرشدی غوث صمدانی محبوب حضرت قبلہ نے اس دنیائے ناپائیدار سے انتقال فرما دیا۔ اللھم زِد فی مرقدہ نورا علی نور وفرحہ ونور مرقدہ بہت پریشانی حالت گزرا، جب کہ یہ صدمہ ہمارے کانوں میں گزرا ہے، کیا کریں، کہاں ملے گا۔ کس جگہ نشان پائے گا، صدہزار افسوس ہے، اب صبر کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ معبود حقیقی آپ کو اور ہم کو صبر روز بروز عطا فرما دیں۔ حضور انور کا روح مبارک رحمۃ اللہ علیہ ہمارے واسطے خوش رہے۔ دمبدم ہمارے لئے دعا فرما دیں

بندہ خاکپا۔ دربار پھلواری سید احمد شاہ حقانی سلیمانی

نوٹ:۔ حضرت احمد شاہ صاحب کی جس درجہ اُردو خراب نظر آرہی ہے، اسی قدر آپ مشائخین کشمیر میں معقول درجہ رکھتے

ہیں، آپکا قلب نہایت پاک صاف ہے۔ فقط

"حسین میاں"

جناب عبدالقادر رضا صاحب دہلوی

مولانا المکرم زید مجدکم السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

جناب قاری صاحب مرحوم کے وصال سے جو صدمہ اسلام کو پہنچا، اس کی تلافی دشوار ہے۔ اللہ تعالے آں مرحوم کو جنّت الفردوس کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دے۔ آمین۔ (حرف خراب تھا قطعہ پڑھا نہ گیا) "حسین میاں"

ایک قطعہ سال وفات ارسال ہے، اخبارات کو بھیجدیں۔

<u>غم دردآمیز وصال قاری سلیماں</u>
۶ ۱۹ ۳۵

بھی تاریخی مادہ ہے۔ آپ کب تک تشریف لائیگا؟ والسّلام۔

ناچیز عبدالقادر رضا دہلوی

حاجی عبدالرحیم سیٹھ۔ بلگام

مکرمی و معظمی مرشدی و مولائی قبلہ و کعبہ اعلیحضرت مولانا مولوی شیخ المشائخ سیدین میاں صاحب دام ظلکم و فیوضکم

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد سلام مسنون واضح باد۔ ایک مدت سے نہ حضور کا عنایت نامہ موصول ہوا نہ کوئی تشفی بخش خبر ہی ملی۔ لیکن ۵ رجون ۳۵ء کے خلافت اخبار نے ایک دل دوز و جاں سوز خبر شائع کی تھی، جس کے پڑھتے آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا، صبر و ضبط کا یارا نہ رہا۔ آفات و غم و رنج کا پہاڑ سر پر ٹوٹا ...... آہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی سے دل و جگر بیتاب ہیں اور روح بے چین۔ مدینے کے تاجدار علیہ التحیۃ والتسلیم کی ایک جیتی جاگتی تصویر آنکھوں سے اوجھل ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء

خداوندِ عزوجل حی و قیوم سے جملہ معتقدین دست بدعا ہیں کہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں حضور رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کو دوبالا کرے۔ اور جملہ اہل بیت کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔!

مورخہ ۱۷ جون شب جمعہ بعد نمازِ عشاء چونکا مسجد میں فاتحہ خوانی کی مجلس بھی منعقد کی گئی تھی آپ کا خط نہیں آیا، اس لئے بہت انتظار ہے۔ ولی سیٹھ صاحب ایک تار بھی روانہ کر چکے ہیں، خدا آپ کو اور بچوں کو حضرت خلیفہ صاحب کو صبرِ وافی عطا کرے۔

جواب کے منتظر طالب دعا، عبدالرحیم سیٹھ

میری جانب سے عبدالکریم سیٹھ ولی محمد سیٹھ اور حضرت قبلہ پاستیبان صاحب مدظلہ کی جانب سے و جملہ غلامانِ حضور کی طرف سے بہت بہت آداب سلام قدمبوسی قبول ہو۔

جناب محمد غوث صاحب۔ بنگلور

یادگار و جانشین مرشدی و مولائی حضرت شاہ حسین میاں صاحب چشتی مدظلہ العالی

تسلیم قدمبوسی و خیریت پرسیٔ مزاج گرامی کے بعد معروضہ اینکہ...... یہ خبرِ وحشت اثر نہایت افسوس کے ساتھ سنی گئی، کہ میرے آقا و رہبر حضرت شاہ سلیمان صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ جان بحق تسلیم ہو گئے۔ میرے دل پر اس خبرِ جانکاہ کا اس قدر رنج ہوا کہ جس کا بیان حیطۂ تحریر سے باہر ہے، افسوس صد افسوس کہ میرے رہنما کا ظلِ فیض و کرم اٹھ گیا۔ اس بدقسمتی پر جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ حضور کی ملاقات ہر سال اجمیر شریف میں بدربارِ خواجہ علیہ الرحمۃ ہوا کرتی تھی۔ حسرتا و دریغا۔ اب یہ نعمتِ حسنی و دولتِ عظمیٰ کہاں سے نصیب ہو گی۔ حضور تو دنیائے فانی سے رحلت کر کے قربِ خداوندی میں پہنچ گئے۔ مگر ہم بدبخت محروم فیض ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ... آپ کو صبر کے متعلق کچھ لکھنا لقمان کو حکمت سکھانا ہے... خداوند کریم حضور کو جوارِ رحمت میں جگہ دے، اور آپکو آپکا سچا جانشین بنادے۔ آمین

ڈاکٹر شجاعت اللہ صاحب ۔ باندہ

جناب قبلہ سجادہ صاحب دام ظلکم ۔ سلام علیک

جناب قبلہ شاہ محمد سلیمان صاحب کے وصال کا حال دریافت ہو کر افسوس ہوا ۔ ایسی ہستی کم پیدا ہوتی ہے پرسوں پائنیر سے خبر معلوم ہوئی کہ آنجناب کی اکثر تصنیفات صوفی ازم پر ہوئی ۔ ہم کو عرصہ سے صوفی ازم پر کتاب پڑھنے کا اشتیاق ہے ، ایک حیدرآباد سے کتاب آئینہ سلوک نظر سے گزری ، بہت عمدہ تھی ۔ براہ کرم ایک جلد کتاب جو آں قبلہ نے اپنے آخری زمانہ میں تصنیف فرمائی ہے ، بذریعہ وی پی بھیج دیجئے دیگر گزارش یہ ہے کہ آں قبلہ کے اعتقادات کیا دیوبندی اصحاب کے ملتے تھے مطلع فرمایئے ۔ آں قبلہ میلاد شریف میں قیام فرماتے تھے یا نہیں ۔

آپکا خادم شجاعت اللہ

مولوی عبدالغفور صاحب بنگلور

صاحبزادگان گرامی تسلیم

جمعہ کے دن شام کے پانچ بجے تک میں گھر میں ہی تھا ۔ پانچ بجے باہر جا کر نو بجے واپس ہوا ۔ آپکا وحشتناک تار ملا ، کیا کہوں جو حالت مجھ پر ہوئی ۔ دوسرے دن تار سے تعزیت ادا تو کر دیا ، لیکن اس روز سے آج تک آپ کو خط لکھنا چاہتا ہوں لیکن کیا لکھوں ، کچھ سمجھ میں نہیں آتا ۔ آج بڑی مشکل سے دماغ پر زور ڈال کر لکھنے بیٹھا ہوں ، قلم چلتا نہیں حضرت قبلہ کا وصال آپکے اور میرے لئے ہی صدمہ جانکاہ نہیں ہے ، بلکہ میرا یقین ہے ، کہ ہندوستان کا آفتاب علم عرفان غروب ہو چکا ، یہ وہ نقصان عظیم ہے جس کی تلافی امر محال ہے ، موت تو جہلا کو بدنام کرتی ہے ۔ عارفوں کی موت موت نہیں کہلاتی ، بلکہ انکو

وصال ہوتا ہے، ڈیڑھ ماہ سے میں خیال میں لگا ہوا تھا، کہ انشاء اللہ جولائی میں پھلواری شریف حاضر ہو کر حضرت قبلہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوں۔ دل کی دل میں رہی بات نہ ہونے پائی۔ معلوم نہیں وقت آخر حضرت قبلہ نے اپنے کمینہ غلام کو یاد بھی فرمایا یا نہیں۔ اگر میرے متعلق کوئی ہدایات فرمایا ہے تو لفظ لفظ سے مجھے آگاہ کیجئے۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد　　　روئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا صاحبزادہ! اور لوگ تو آپ کو صبر کی تلقین فرمائیں گے، لیکن میرا دل اندر سے کہتا ہے کہ آپ اور ہم جس قدر بھی اس صدمۂ جانکاہ پر ماتم کریں کم ہے۔ لیکن

عرفی اگر بہ گریہ میسر شود وصال　　　صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

منگل کے روز شب میں ساڑھے ۸ بجے مسجد بیاپریوں میں ختم قرآن شریف اور فاتحہ کی مجلس رکھا تھا، جس میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب قبلہ اور مولوی عبدالحق صاحب ایم۔ اے۔ اور بنگلور کے سیاہ پوش پیر صاحب وغیرہ تشریف لائے تھے، اور کچھ تقریریں بھی حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمائی، دس بجے کے قریب جلسہ ختم ہوا۔ اکثر برادران طریقت شامل تھے، خدا ہم کو اور آپ کو صبر جمیل عطا کرے۔ اور آپ حضرات کو حضرت قبلہ کا سچا جانشین بنائے۔ آمین۔

آپکا شریک غم　مولوی عبدالغفور

جناب مولوی ابوالوفا مصطفےٰ خاں، اجمیر شریف

بخدمت جناب مکرم مولانا شاہ حسین میاں صاحب　زید مجدہم

السلام علیکم۔ حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر پڑھ کر بہت ملال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدائے تعالیٰ مغفرت فرماوے۔ اور آپ کو نیز متعلقین کو صبر جمیل عطا کرے

جو مدرسہ خاکسار کے زیرِ نگرانی ہے، اس میں پنجشنبہ کو بعد تلاوت قرآن مجید دعائے مغفرت کی گئی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔ والسّلام فقط

خادم نادم اجمیری

جناب محمد ابراہیم سیٹھ علیگ۔ مدراس

حضرت صاحبزادہ شاہ حسین میاں صاحب

آپ کی تار بنام موسیٰ سیٹھ کل شب کو وصول ہوئی۔ حضرت قبلہ وکعبہ کے وصال کا حال معلوم ہوا افسوس صد افسوس، پیر و مرشد ہم سے جدا ہوگئے۔ حاضری و قدمبوسی کی تمنا دل ہی دل میں رہی۔ صدمہ عظیم ہے ہندوستان بھر میں یہ ایک ذات باقی تھی، افسوس کہ وہ بھی ہم سے لے لیگئی۔ مالک کی مرضی۔

نورچشم محمد سلیمان کو یہ خبر سن کر بہت صدمہ ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ آپ صاحبزادوں کو صبر جمیل عطا فرمادے۔ آمین۔

خاکسار شریک غم محمد ابراہیم

مولوی مجید وکیل۔ یتیم خانہ پٹنہ سیٹی

جناب محترم السّلام علیکم

اخبار سے یہ معلوم کرکے کہ ایک ایسے نمایاں ہستی جن کی ذات بابرکات سے بے انتہا فیوضات جاری تھے، اُن کا سایہ ہمیشہ کیلئے ہم لوگوں کے سروں سے جدا ہوگیا، اس کا جو صدمہ نہ ہو تھوڑا ہے۔ میں نے آج ایک ختم قرآن پاک یتیموں سے پڑھوا کر دعا مغفرت جناب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کرادی ہے۔ میں یہی داعی ہوں کہ خدا حضرت علیہ الرحمۃ کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ آپ لوگوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

"نیازمند محمد مجید"

سید منور حسین صاحب مدراس

عزیزم سلمہٗ السّلام علیکم

جس دن میرے چچا صاحب قبلہ آپ کے والد بزرگوار کا وصال ہوا تھا، اس دن نہ مجھ سے کھانا کھایا گیا اور نہ مجھ سے کوئی کام ہو سکا۔ میں یہی فکر میں رہا کہ خدایا کیا سبب ہے، جو مجھ پہ آج کا دن اس قسم سے غمگین حالت میں گزر رہا ہے، جب اخبارات میں دیکھا کہ حضرت چچا صاحب قبلہ ہم کو داغ مفارقت دے کر فردوس کی سیر کرنے کے لئے ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے ہیں، بس اس افسوسناک خبر کو دیکھتے ہی آنکھوں اشک جاری ہو گئے۔ اور میرا گھر ماتم کدہ بن گیا۔ یہی ایک بزرگ تھے، جو ہمارے خاندان میں باقی تھے ان کا سایہ ہم بیکسوں کے سروں سے ڈھل گیا۔ خدا تعالیٰ آپ کو اور جناب چچا قبلہ مرحوم کے تمام پسماندگان کو صبر عطا کریں۔

مہربانی کر کے آپ سکے صحیح پتہ سے معلوم کرائیے۔ فقط

آپ کا بھائی سید منور حسین قادری

نوٹ:۔ یہ خط مولوی حکیم سید وجاہت حسین علیہ الرحمۃ پھلواروی کے صاحبزادہ کا ہے۔ یہ بزرگ پھلواری کے باشندے ہماری برادری کے ایک فرد تھے، نیرنگیٔ زمانہ سے مدراس میں جا کر بسے، وہاں آپ کی اولاد اب تک موجود ہے۔ حضرت قبلہ رحہ کی عالمگیر شہرت نے ان لوگوں کو مدراس میں حضرت رحہ کے قدموں تک پہنچایا۔ میں بھی اس وقت مدراس میں موجود تھا۔ پھلواری میں بڑے مرگن کے کھنڈرات حکیم صاحب اور ان کے خاندانی سکونت کی یادگار رہیں۔ فقط

"حسین"

محمد حسین کٹلری والے کراچی والے بمبئی

مکرمی جناب حضرت حسین میاں　　　　السّلام علیکم

ہم لوگ خیریت سے ہیں، اور آپ کی خیریت کی خواہاں۔ حضور کے دنیا سے کوچ کر جانے کا بہت افسوس ہے لیکن خدا کو یہی منظور تھا۔ تو سوائے صبر کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔

ناچیز نے اپنے لیاقت کے مطابق کل یعنی پیر کا روز بعد نماز ظہر قرآن خوانی فاتحہ اور نیاز حضور کے خدمت میں کیا اور اور ان کی روح کو بخشوایا۔

خداوند تعالیٰ ان کو جنت نصیب کرے، اور ان کے صدقہ میں ہم لوگوں کو اپنی رحمت سے فیضیاب کرے۔ ایک خط قبل بھی آپ کے خدمت میں ارسال کیا ہے۔ مہربانی فرما کر اس کا اور اس خط کا دونوں کا جواب دیجئے گا۔ اور اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو وہ لکھیں گے، میرے جانب سے درجہ بدرجہ سلام و دعا۔

خاکسار محمد حسین و برادر محمد ابراہیم

انوار حسن خاں۔ فیاض منزل امروہہ

سیدی و مولائی حضرت قبلہ شاہ حسین میاں صاحب سلیمانی چشتی قادری جامع الفضائل و الکمالات دامت برکاتہم و الحسنات مد فیوضاتہم۔ پس از ہدیہ سلام نیاز و الادب و انضج رائے عالی باد، مجھے اسکا سخت افسوس ہے کہ میں اعلیٰ حضرت قدس اللہ اسرارہم کی تعزیت فوراً نہ بجا لا سکا جس کی وجہ یہ تھی کہ میں اپنے سلسلۂ علالت کے دوران میں بغرض معالجہ میرٹھ گیا ہوا تھا، دفعتاً یہاں پہنچکر اس حادثہ عظیم کا علم گوش گزار ہو کر جو ملال قلبی عارض ہوا، اس کا اظہار قلم و زبان سے محال ہے، درحقیقت اس کا اثر مجھ پر

ہی نہیں، بلکہ تمام اہل عالم کے لیے ہونا لازمی ہے۔ خداوند عالم اعلیٰحضرت مرحوم مغفور کے درجات میں ترقی بیحد فرمائے۔ اور جملہ متعلقین کو توفیق صبر عنایت فرمائے۔ آمین۔

آپ کی سجادہ نشینی و دستار بندی سے سب خوش ہیں۔ مبارک ہو۔ فقط

خاکسار انوار حسن خالہ عفی عنہ

شاہ ظہیر الحسن - بلیا - ضلع مونگیر

جلسۂ تعزیت سلیمانیہ واقع موضع بڑی بلیا۔ ڈاکخانہ لکھمنیاں۔ ضلع مونگیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ اجمعین۔

سرپا — میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں

خدمت اقدس سے مرخص ہو کر غریب خانہ پہنچ کر ورطۂ غم والم میں مبتلا ہو گیا، یعنی غائبانہ میں ہماری چھوٹی ہمشیرہ اہلیہ مولوی سید محمد اسمٰعیل وکیل مرحوم سبزی باغ۔ پٹنہ رہگرائے خلد بریں ہوئیں۔ اِنّا للہ وانا الیہ راجعون۔

بتاریخ ۷ ربیع الاول شریف مطابق ۹ جون ۱۹۳۵ء روز یکشنبہ معتقدان و مریدان حلقۂ سلیمانیہ قدس سرہٗ در وحہٗ مسجد میں حاضر آئے و بمصداق حدیث شریف الا ان اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینقلبون من دار الی الدار و حالات پُر ملال و خیال سوز جگر گداز سے واقفیت حاصل کر کے سانحہ رستخیز و واقعہ حیرت انگیز سے سبھوں کو صدمۂ جانکاہ ہوا۔

اور ایسی زبردست ہستی جو موجودہ زمانہ میں اپنا نظیر نہیں رکھتی، و اس صوبہ کے علاوہ

دیگر دیگر ممالکوں میں تام نامی واسم گرامی مثل آفتاب کے روشن ہے، واز عرب تا شرق ذات باکمالات کے حسن خلق و علم و فضل و اہل بصیرت و صاحب حال طوطی مقال شکر گفتار بے مثال کا شہرہ پھیلا ہوا ہے دنیائے ہر خاص و عام مدح خواں و محو ہو جمال باکمال ہو کر والہ و شیدا تھا کہ یک بیک وہ نورانی چہرہ وہ نشہ وحدت کی متوالی انکھیاں وہ سینہ بے کینہ پر از عرفاں وہ زلف چلیپائی وہ قد رعنائی وہ کلام ربانی وہ دست حق نمائی مسند نشین بساط فیض مناط مسکن گزیں تخت قبائی وصل الحبیب ہو کر پردۂ زمین کو اعزاز و احترام بخشا۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے صدر نشین جاہ و جلال میں ایک ناکارہ بے زبان و بے علم دہقانی ہوں۔
الا خالق الخلائق کو واحد مطلق لاشریک صدق دل سے سمجھ کر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کو وسیلہ نجات تہ دل سے تصور کرتا ہوں

لہذا بعجز و انکساری ملتمس خدمت بابرکت ہے کہ حضور بنفس نفیس معہ برادران و عزیزان وابستگان و متعلقان صبر و شکیبائی کو اپنے اپنے خاطر عاطر میں جگہ دے کر اس مظہر العجائب الغرائب کے کرشمہ قدرت پر نظر غائر ڈالیں۔ و ظہور اجلال کے منتظر رہیں، انشاء اللہ تعالیٰ خزانہ غیب سے نعم البدل عطا فرما کر صبر جمیل سے قلب مضطر کو تسکین بخشے گا۔ آمین ثم آمین

بتاریخ مذکورالصدر بہ صدارت جناب شیلدہ محمد ادریس حیدری سجادہ نشین صاحب جلسہ ہذا منعقد پا کر آٹھ بجے سے ساڑھے ایچے تک انجام و اختتام پایا۔ شدت گرمی کے باعث لوگ زیادہ متحمل نہ ہو سکے۔ دو ختم کلام ربانی و تخذ پرسوا لاکھ سورہ اخلاص و کلمہ طیبہ علاوہ درود پاک بروح پاک حضرتنا مرشدنا رحمۃ اللہ علیہ ثواب و درود کلام بخشا گیا

اور بطور تبرک شربت تقسیم کیا گیا۔

حیف صد حیف میرے دل کا حوصلہ دل ہی میں رہا، ورنہ روح پر فتوح کے فرمان شادا

ہونے کی کوئی ترکیب حتی الوسع فروگذاشت نہ کرنا۔ باعث محرومی وناکامی ہیجان قلب ہوا۔ چونکہ مرحومہ عابدہ زاہدہ تہجد گزار وصاحب علم تھی، بلکہ فخر خاندان تھی، بنا بر ہر دمہ لمحہ اختلاج قلب ولغزش دست وپا سے مخلصی نہیں ہوتی ہے، کثرت اموات نے مجھے رقیق القلب کر دیا۔ اور نئے داغ سے وہ سب تازہ ہوگیا۔ الغرض تشریح ناممکن ہے، حتی کہ عریضہ ہذا سخت مشکلوں سے تحریر کیا ہے حضور دعا فرماویں، کہ خالق کون ومکاں مجھ پر اپنی رحمت نازل فرماوے۔ حد ادب۔

بجمیع برادران وبزرگان وعزیزان سلام ونیاز قبول باد۔ خادم حلقہ

احقر زمن بندہ ظہیر الحسن عفی عنہ

جناب محمد عالم صاحب انسپکٹر آبکاری بہاول

جناب والا مناقب عالی مناصب کثر اللہ امثالکم فینا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اخبارات میں حادثۂ روح فرسا کر خبر پڑھ کر دل کو از حد صدمہ ہوا۔ اگرچہ حضرات اولیاء اللہ کے حیات ووفات میں کوئی فرق نہیں بلکہ بعد وفات ان کے فیوض کا اجرا کبھی زمانہ حیات ظاہری سے بھی زیادہ ہوا کرتا ہے۔ بقول حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کے ؎

وماتی فی حیاتی وحیاتی فی مماتی

لیکن پھر بھی کسی متبرک وپاکیزہ ہستی کا نظروں سے اوجھل ہو جانا کسی حال میں قیامت سے کم نہیں۔ ارحم الراحمین رحم فرمائے، اور اہل عزا کو صبر دے، اور جناب مغفور کے فیوض وبرکات سے مالامال کرے۔ علی الخصوص جناب والا کی ذات وصفات کو ہر نہج وطریقہ پر ان کا قائم مقام کر دے۔ آمین ثم آمین۔

نیازمند محمد عالم عفی لہ

دو ہفتہ سے حضرت مولانا شاہ محمد حبیب حیدر صاحب مدظلہ العالی کا مزاج ناساز ہے۔

تین پھوڑے نکلے ہیں، دو داہنے بازو پر اور ایک بائیں پیر میں۔ ہر وقت بخار رہتا ہے، اور ذیابطیس بھی تشخیص کیا جاتا ہے، استدعا ہے کہ دعائے صحت فرمائی جائے۔

بشیر خاں صاحب بریلوی

برادر محترم — السلام علیکم۔ رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

نہ قلم میں اس قدر طاقت نہ زبان میں اتنی گویائی، کہ اس واقعہ جانکاہ پر اظہار ملال کر سکوں بحکم خدا اٹل ہے، بندہ کو دم مارنے کی گنجائش نہیں، حضرت نے تو شربت وصل پی لیا، اور عاشق اپنے محبوب کے پاس پہنچ گئے، لیکن آہ متعلقین کا ایک ہجوم چھوڑ گئے۔ جب تک زندہ ہیں لطف و کرم کو یاد کرکے روئیں گے۔ اور جب تک اس دنیا میں ہیں، دست تاسف ملیں گے۔ محرومی قسمت کہ وہ بزرگ اور برتر ہستی آج صفحہ عالم سے غائب ہے، کہ جس سے سینکڑوں بندگان خدا فیض پاتے تھے۔ بھائی صاحب یقین مانیئے کہ جس وقت سے یہ خبر دہشت اثر کان میں پڑی ہے، قلب کا کچھ عجیب حال ہے، میری طرف سے دیگر اعزا کی خدمت میں اظہار رنج و ملال کر دیجئے۔ اور تلقین صبر فرمائیے۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ وہ حضرت کو اپنے خاص اعانتوں کی صف اول میں جگہ دے اور حضرت کے طفیل میں ان کے اعزا و مریدین کو صبر عطا فرما دے۔ آمین ثم آمین۔ فقط

خاکسار شریک غم بشیر عفی عنہ

قاضی باقی شاہ صاحب۔ رئیس نیرآباد۔ پنجاب

حضرت مخدوم زادگان والا تبار سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ خبر انتقال پر ملال حضرت قبلہ اقدس و اطہر کے پڑھنے سے جو رنج و قلق خاکسار کے عائد حال

ہوا، اس کا اندازہ آپ اُن لطف وکرم کے نوازشناموں سے جو اس عاصی کے نام وقتاً فوقتاً شرف صادر فرماتے رہے، بخوبی فرما سکتے ہیں۔ جو روحانی تعلق حضرت مرحوم مغفور کا اس ذرہ بے مقدار سے تھا، اسی قدر رنج وغم کا ہونا لازمی تھا۔ مجھے اس تحسر وتاسف کے عالم میں حضرت مبرور کے وصال کے متعلق ایک قطعہ تاریخ قلم بند ہوگیا ہے جس کو میں اپنے نجات اُخروی کا موجب خیال کرتا ہوں، مجھے نہ کو شعر گوئی کا مشغلہ حاصل ہے نہ تاریخ دانی کا ادّعا، یہ محض موہبت الٰہی و الطاف نامتناہی حضرت اقدس کا نتیجہ خیال کرتا ہوں۔ چونکہ اس موقعہ پر ہند کے اطراف واکناف سے شعرا ذی وقار عالی مقدار کے اعلیٰ سے اعلیٰ عالی پایہ مضامین و اشعار و تاریخ کے خطوط نیاز مندان و مسترشدین کے طرف سے موصول ہوں گے اور غالباً آپ صاحبان اُن کے مترتب و منتظم کرنے کے ساعی ہوں گے، اس سلسلہ میں سب سے پیچھے درجہ میں اس خاکسار کے قطعہ کو جس کو محض اخلاص و نجات عقبیٰ کا وسیلہ خیال کرتا ہوں، قلمبند فرمادیں، اور قبل از اندراج اس کی تصحیح فرمالیں۔ کیونکہ مجھے شاعری و تاریخ گوئی سے کوئی نسبت نہیں، اور یہ محض روح مرحوم مغفور کا فیضان ہے کہ اس خاکسار کے قلم سے یہ مصرعے موزوں ہوگئے۔

اس عاجز کے طرف سے جملہ خاندان و متعلقین و مسترشدین کے خدمت میں اظہار تعزیت فرمادیں۔ اور انا للہ پر کاربند ہونے کی تلقین فرمادیں۔ خداوند کریم حضرت اقدس کے روح پر فتوح کو دین و دنیا میں ہمارا ناصر و معین رکھے۔ آمین ثم آمین۔

"حرف خراب ہونے کی وجہ سے مصرعے پڑھے نہ جاسکے، آخری مصرعہ تاریخ کا" | دخلوھا تا الدھن بی گفتا"
۱۳ ۵۴

(حسین میاں)

مولوی عبدالغفور مددگار ناظم ندوۃ العلماء

مکرمی ومحترمی جناب مولانا شاہ حسین میاں صاحب دام مجدہٗ

بعد سلام مسنون کے گزارش ہے، کل آپ کا تار پہنچا۔ پڑھ کر سکتہ سا ہوگیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال

دنیائے اسلام کا ایک ایسا سخت حادثہ ہے، جس کی تلافی ناممکن ہے۔ افسوس صد افسوس ہے، کہ آپ کے فیوض اور رشد و ہدایات سے مسلمان محروم ہوگئے۔ ایسے مقدس حضرات کی دنیا کو ضرورت تھی، مگر مصلحت خداوندی کو کون سمجھ سکتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زمانہ قریب سے قریب تر آگیا ہے اور اس کی دلیل یہی ہے کہ صلحا اور اولیا اور مقدس ہستیاں ایک ایک کرکے اُٹھتی جاتی ہیں۔ اور دنیا ان سے خالی ہوتی جاتی ہے، اور ایسی جب کوئی ہستی باقی نہ رہے گی، تو پھر قیامت ہے۔

آپ اس کا یقین فرمایئے کہ آپ کے اس رنج وغم میں میں دل سے شریک ہوں اور مجھے بھی بعید قلق اور افسوس ہے، ایسی بزرگ ہستی اب ہم کو کہاں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو صبر و سکون کی توفیق عنایت فرمائے۔ والسلام۔

سید عبد الغفور عفی عنہ

مولوی عبد القیوم انصاری ڈیہری

برادر مکرم و محترم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کے اخبارات سے حضرت قبلہ رح کے سانحۂ ارتحال کا علم ہوا۔ اس المناک اور جانکاہ واقعہ پر جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے۔ اسلامی دنیا کا ایک آفتابِ علم وعمل غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عالم اسلام، اور ہندوستان کے مسلمانوں پر خصوصاً حضرت قبلہ رح کا بہت احسان ہے، ان کی موجودہ سیاسی، علمی اور روحانی بیداری میں حضرت رح کا جس قدر ہاتھ کام کرچکا ہے، وہ سب پر عیاں اور روشن ہے۔ درحقیقت ہم لوگ حضرت رح کے گرانبار احسان سے کبھی بھی سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ اور حضرت رح نے مسلمانوں کی جو گرانبہا خدمات ایک عرصۂ دراز تک انجام دی ہیں، کبھی صفحۂ ہستی سے محو نہیں ہوسکتی ہیں آپ سے اپنے خصوصی تعلقات کی بنا پر اس جگرخراش واقعہ پر مجھے بعید ہمدردی ہے

اور میں اس بات پر ہمیشہ فخر کیا کروں گا، کہ اتنی عظیم المرتبہ اور جلیل الشان ہستی سے مجھ ناچیز کے کس قدر قریبی تعلقات قائم تھے۔

بس آپ سے اُس شب کو ملاقات حاصل کر کے یہاں آ گیا، اور تب سے برابر سفر ہی میں ہوں۔

انشاء اللہ بہت جلد حاضر خدمت ہونے کی سعادت حاصل کروں گا۔

اور دونوں برادران مکرم کی خدمت میں بھی میری طرف سے ہمدردی پہنچا دیجئے۔ نیز ہدیہ سلام مسنون! والسّلام۔

ناچیز خاکپا، عبدالقیوم انصاری

مسٹر شاہ ذکریا۔ مونگیر

مکرمی جناب حسین میاں صاحب

حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب قدس سرہ العزیز کے بذریعہ اخبار وصال پر ملال کی خبر سن کر بے حد افسوس ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت اقدس نے عمر کافی پائی تھی۔ اور اس طرف حضرت موصوف کی تندرستی بھی برابر خراب ہی خراب رہی۔ لہٰذا اس تکلیف سے آرام ابدی کہیں بہتر ہے لیکن افسوس مجھ بدنصیبوں پر ہے کہ ایسی ہستی کا سایہ ہم لوگوں کے سر سے بہت جلد اُٹھ گیا۔ اور ہم لوگوں نے حضرت موصوف کی کوئی قدردانی نہیں کی۔

بہر کیف۔ مجھے پوری اُمید خدا کی ذات سے ہے، کہ اللہ پاک حضرت مولانا کو اپنے جوار رحمت میں ضرور ضرور جگہ دے گا۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دعا ہے، کہ اللہ آپ لوگوں کو حضرت موصوف کے قدم بہ قدم چلائے، تاکہ مجھ ناچیز کو فخر کا موقع ملے۔ آمین فقط والسلام۔

راقم ذکریا

حکیم محمد ابراہیم صاحب آنریری سکریٹری شفاخانہ سجزی۔ گیا

قبلہ محترم دام مجدہٗ قدمبوس

حضرت قبلہ جل اللہ جنتہٗ کے خبرِ وصال سے بے حد رنج و قلق و قلبی صدمہ ہوا، کیا عرض کروں بجد قلب منتشر ہے۔ میں فوراً حاضر ہوتا، مگر والدہ ماجدہ کی علالت کے باعث معذوری ہے۔ انشاء اللہ جلد حاضر ہوں گا۔ محترمی مولوی شاہ غلام حسنین صاحب بالقابہٗ و محترمی مولوی سید شاہ قاری محمد جعفر صاحب بالقابہٗ سلام مسنون۔

جناب کا دیرینہ خادم

حکیم محمد ابراہیم

جناب رحمۃ اللہ صاحب۔ کپورتھلہ

مطلع شد بدایت جناب مولانا مولوی محمد جعفر صاحب دام لطفہٗ

آداب نیاز مندانہ کے بعد یہ معلوم کر کے کہ جناب کے والد بزرگوار مرحوم مغفور اس دار فانی سے رخصت فرما گئے ہیں۔ بڑا قلق ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی رحمت کے سایہ تلے جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ بعد نماز جمعہ جناب قاری صاحب معہ معتقدیان نماز جنازہ غائبانہ ادا کی۔ اور محمد علی جمعدار باغ لالہ احمد حیا و اس صاحب کی طرف سے بھی مضمون واحد

رحمۃ اللہ

محمد اسحاق صاحب اُوری

جناب بھائی حسین میاں و جعفر میاں صاحبان   دام عنایتکم

بعد سلام مسنون کے التماس ہے کہ یہاں پر خیریت ہے، آنجناب صاحبان کی خیریت مزاج کا طالب ہے، حضور والا شاہ صاحب کے پردا ہونے سے بے حد افسوس ہے، لیکن خداوند کریم کارساز سے کوئی چارہ نہیں. ہم کو و نیز آپ لوگوں کو بھی صبر عظیم کرنا چاہیئے۔ یہاں پر دارالاصلاح کے مولوی صاحب سے دو دن کلام مجید پڑھوائے۔ اور بروز اتوار قریب تین بار. کلام مجید کے رحیم بخش و نتھو نے ختم کرا دیئے اور چند محتاج مسکین کو طعام نوش کرایا۔ بروز سوموار دادوپورہ کے چند پیر بھائیوں نے کلام مجید ختم کراکے بخشے ۔ اب ہم چند عزیزان کے حالت پر کرم مہربانی کرتے رہئے گا، اور حافظ نور الحسن صاحب مدرسہ اسلامیہ اورئے نے بھی کلام مجید خود و نیز اپنے شاگردوں سے پڑھ کر بخشے لیکن ہم لوگوں کی دعا کو خدا نے قبول نہ کیا۔ کہ چند سال اور ہم لوگوں پر حضرت کا سایہ قائم و دائم رہتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی سے کوئی چارہ نہیں۔

محمد اسحاق

سید حسین صاحب رئیس بارو

برادر محترم۔   بعد سلام و نیاز آنکہ

کل شام کو حضرت قبلہ کے وصال کی خبر ملی، بے حد رنج و ملال ہوا۔ اس فخر ہندوستان اور سرمایۂ ناز بہار پر جو فخر اور تقویت ہم لوگوں کو تھی۔ آہ! آج فلک کج رفتار نے اس کو ہم سے جدا کر لیا۔ کہ اس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے، حق ہے۔

مجھے آپ سے اور آپکے برادران اور گھر والوں سے اس حادثہ پر ہمدردی ہے اور میں آپکے ساتھ شریک رنج وغم ہوں۔ خدا آپ لوگوں کو صبر عطا فرمائے۔ بارد اور بارو والوں کو آپ ہمیشہ اسی طرح پر اپنا نیازمند سمجھئے گا۔ کہ جو واسطہ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں تھا۔

نیازمند سید حسین

جناب رحمت علی صاحب۔ کپورتھلہ

بنام قاری شاہ جعفر میاں سلمہٗ

محترمی سلام نیاز

آج حضرت قبلہ شاہ صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر زبانی قاری صاحب معلوم ہوئی۔ بے حد ملال ہوا۔ ہندوستان برگزیدہ ہستی سے محروم ہوگیا۔ دعا ہے کہ خداوند کریم بصدق پنجتن پاک حضرت قبلہ شاہ صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور آپ کو صبر جمیل عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔

رحمت علی شاہ

جناب مولانا محمد عقیل صاحب ندوی جونپوری

پیارے ثنی

السلام علیکم۔ اخبارات سے سُنا ہے۔ وہ اواجان اور ہندوستان کے ایک گرامی قدر ندوہ کے بانی مسلم یونیورسٹی کے لئے چندہ کرنے والے اور بڑی خوبیوں بڑے مرتبے والی کی موت کی خبر معلوم کرکے دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ تم لوگوں کو جتنا بھی غم پہنچے کم ہے۔ بہت بڑی ہستی تھی۔ پرانے زمانہ کے مسلمانوں کے برعکس شفاف، اور علم قدیم اسلامی کے اکثر کو جاننے اور سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے والے

بدقسمت ہندوستان اپنے موتیوں سے خالی ہوتا جاتا ہے۔ اور بدنصیب ہندوستان ہمیشہ کے لئے ایسی ہستی سے ابدالاباد تک کو محروم ہوگیا۔

تمہارے خط سے تو کچھ تسلی ہوئی تھی، مگر معلوم نہیں پھر دوبارہ کس طرح ہماری عود کرآئی کہ کامیابی ہوگئی۔ اور شعر:۔

ایک مدت سے تھی خلش جس کی　　　وہی برچھی گلے کے پار ہے آج

میری طرف سے شاہ جعفر صاحب، شاہ عزالدین صاحب کی خدمت میں پیام غم پہنچا دینا۔ اور اب کیا لکھوں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ تم اپنی صحت ناتواں کی طرف سے مطمئن ہوگئے۔ اپنے ارادہ مستقبل سے مطلع کرنا۔

تمہارا

سوگوار عقیل

ملا محمد علی خطیب و امام ناگپور (سی پی)

محترم المکرم مولانا شاہ حسین میاں صاحب　　　السلام علیکم

یکم جون سنہ ۳۵ء کو صبح ۷ بجے تار موصول ہوا، نہیں کہا جاسکتا کہ اس وقت تار پڑھنے کے بعد کیا گذری ایک عجیب کیفیت تھی، تمام دن جیسا گزرا، تحریر سے باہر ہے تمام دن حلقہ کے بھائیوں سے ملتا اور اطلاع کرتا رہا۔ کہ بعد نماز عشا مسجد امان اللہ سیٹھ میں سب بھائی جمع ہوں تاکہ سب حلقہ کے بھائیوں کو بیک وقت حضرت قبلہ رحمت اللہ علیہ کے وصال پر ملال کی خبر دی جاسکے۔ چنانچہ رات سب بھائی جمع ہوئے، اور تار پڑھا گیا، نہیں بیان کیا جاسکتا کہ سب کی کیا حالت ہوئی، غم کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا، طے پایا کہ پیر کے دن صبح ۶½ بجے قرآن خوانی کے لئے ناگپور کی باون مسجدوں میں اشتہار کے ذریعہ عام مسلمانوں کو اطلاع کردی جائے، کہ مسجد امان اللہ سیٹھ میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی روح پاک

کو ایصال ثواب کے لئے سب جمع ہو جائیں، بعد قرآن خوانی تحریک عبدالقادر طے پایا کہ میٹھا چاول پکا کے معصوم بچوں کو کھلا دیا جائے، ہم سب غلامان حلقہ بیحد متاثر ہوئے اور خدا سے دست بدعا ہیں کہ حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، اور آپ حضرات اور ہم سب کو صبر جمیل عطا کرے آمین ثم آمین ۔ کل اہل حلقہ کی طرف سے قبلہ شاہ حسین میاں اور کل بھائیوں کو سلام علیک

خاکسار محمد علی پیش امام

جناب مولوی اسمٰعیل صاحب حیدرآباد

مخدومی مکرمی معظمی صاحبزادہ صاحب مدظلہ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُف ۔ اخبار رہبر دکن سے ۔ ۳۱ مئی کی خبروں سے یکایک وصال حضرت قبلہ مدظلہ کا حال معلوم ہو کر قلب کو سخت صدمہ پہنچا ہے ۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ حضرت قبلہ کا وجود ہم غلاموں کے واسطے باعث خیر و برکت تھا ۔ اور ہندوستان کے مسلمانوں کے واسطے رہبر کامل تھے ۔ یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ، کہ اخیر وقت میں سرکار کی کوئی خدمت نہ بجالا سکے ۔ مشیئت ایزدی میں کوئی چارۂ کار نہیں ۔ خداوند کریم مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عنایت فرماوے ۔ اور ہم لوگوں کو صبر جمیل عطا فرمائے صاحبزادہ غلام حسنین صاحب اور صاحبزادہ جعفر میاں صاحب کی خدمت میں میری جانب سے بعد سلام علیک اظہار تعزیت فرما دیجئے ۔

گھر میں سب ہی سلام رساں ہیں، ان کی جانب سے خط کا مضمون واحد ۔ مولانا عبدالقدیر صاحب واپس آ گئے ہیں ۔ زیادہ والسلام ۔

خاکسار

اسمٰعیل

جناب عبدالقادر نبلیم نظامی ورنگل (دکن)

مکرمی ومحترمی مولانا شاہ حسین میاں صاحب تسلیم

اخبار ٹائمز آف انڈیا اور روزنامہ "رہبر دکن" حیدرآباد میں یہ حسرتناک خبر پڑھ کر بہت افسوس ورنج ہوا۔ کہ مولانا حضرت قبلہ شاہ صاحب یعنی آنجناب کے پدر بزرگوار نے جامع مسجد پھلواری شریف میں جمعہ کی اذان کے وقت رحلت فرمائی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آنجناب کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہوں۔ حضرت قبلہ مرحوم کی ذات گرامی تعزیت کی محتاج نہیں ہے، تمام ہندوستان اس کو بخوبی جانتا ہے، ایک افق روحانی کا ایک درخشندہ ستارہ غروب ہوگیا۔ صوفیائے عظام میں حضرت قبلہ مرحوم بڑی ممتاز حیثیت رکھتے تھے جس کی تلافی اب ناممکن ہے۔ کیسی کیسی بزرگ ہستیاں ہم میں سے اٹھتی جارہی ہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے۔

حضرت قبلہ مرحوم کی قدمبوسی کا شرف اوّل اوّل مجھے سنہ ۱۹۱۸ء میں پونا میں حاصل ہوا۔ جبکہ وہ ندوۃ العلماء کانفرنس کے صدر تھے، پھر اپنے وطن بلگام (صوبہ بمبئی) یہ شرف مکرر حاصل ہوا۔ حضرت قبلہ مرحوم نے مجھ خاکسار پر خاص شفقت فرمائی۔ اور مجھے حزب البحر کی اجازت بھی عطا فرمائی جس کا ورد اب تک کرتا آیا ہوں۔ مرشدی قبلہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب مدظلہ کے بھی خطوط میرے پاس ہیں جس میں انہوں نے قبلہ مرحوم کی توصیف بہت فرمائی ہے۔ اور مرشد معنوی تسلیم کیا ہے۔

حضرت قبلہ مرحوم کا وجدانی کیفیات سے لبریز وعظ میرے دل میں اب بھی سوز وگداز پیدا کرتا ہے، کاش میں اور حضرت قبلہ مرحوم کی قدمبوسی حاصل کرتا اور مزید فیض اٹھاتا۔

اوّل اوّل جب اخبار منادی میں حضرت قبلہ کی علالت کی خبر پڑھی، اس وقت آنجناب کو خط لکھنے والا تھا، مگر پھر اسی اخبار میں حضرت کی صحت کی خبر شائع ہوئی تو اطمینان ہوا۔ پھر

روح فرسا خبر پڑھی، مشیت ایزدی کے آگے ہم ناچیز کیا کرسکتے ہیں، خدا مرحوم کی روح کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے! امید ہے کہ آنجناب بھی اس خاکسار کو دعا کے ساتھ یاد فرمایا کریں گے۔

غالباً میری یاد آپکے دل و دماغ سے اُتر گئی ہو۔ آپکے تین چار خطوط میرے پاس ابتک محفوظ ہیں، پھلواری شریف اور بنگلور سے آپ نے لکھے تھے، مکرمی مولوی نجم الدین احمد صاحب بلگامی کو بھی آپنے بھلایا نہیں ہوگا۔ وہ بھی بخیر و عافیت بلگام میں ہیں۔

مرشدی قبلہ حضرت خواجہ صاحب بھی بندہ ناچیز کو خط سے یاد کرلیا کرتے ہیں، حیدرآباد میں بھی قدمبوسی حاصل ہوئی تھی۔

آپکے دونوں بھائیوں کی خدمت میں بھی میری طرف سے تعزیت پیش کیجئے۔ مکرر گزارش ہے کہ اس گناہ گار کو ہمیشہ دعا میں یاد فرمایا کیجئے۔

ممنون ہوں گا، بشرط فرصت ایک آدھ خط لکھ کر پرانی محبت و پرانے تعلقات کو تازہ فرمائیں گے۔

دعا کا طالب

عبدالقادر تسلیم نظامی بلگامی

جناب مولانا ابو محمد مصلح صاحب

بانی تحریک قرآن، حیدرآباد دکن

حضرت حسین میاں سلمہ السلام علیکم

مخدومی حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات شاہد حقیقی کے ایک عاشق کی وفات ہے، جو عمر بھر اس کا منادی بھی بنا رہا۔ پاک نفوس کیلئے ارشاد ہوا ہے۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء

ہم عقیدتمندوں کی ابساری امیدیں آپ سے وابستہ ہیں۔ والسلام۔

ابو محمد مصلح

مولانا سید محمد قاسم صاحب رحمانی ندوی دسنوی

برادرم مولانا شاہ حسین میاں صاحب زاد اللہ عرفانکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں بوجہ تعطیل گرما ۲۲ مئی سے دیسنہ میں ہوں، شدت گرمی کیوجہ زیادہ باہر بھی نہیں جاتا۔ اس لئے خبریں کم ملتی رہیں۔ یکایک اخبار انجام مورخہ ۴ ربیع الاول پر نظر پڑی حضرت قبلہ کے وصال کا حال معلوم ہو کر دلی صدمہ کا باعث ہوا۔ ایسی قابل قدر ہستی کے اٹھ جانے کا ایک صدمہ یہ بھی ہے کہ زمانہ اب ایسے لوگوں کو پیدا نہیں کرتا۔ گو ان کی عمر کافی پہنچ چکی تھی، مگر ان کا وجود ہی ہم لوگوں کے لئے باعث رحمت تھا، نمعلوم اللہ تعالیٰ کو کیا منظور ہے کہ اچھے اچھے لوگوں سے دنیا خالی ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے، اور آپ کو اُن کا سچا جانشین بنائے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نئی روشنی کی شعاعوں سے محفوظ رکھے، اور آپ متقدمین کے نمونہ بنیں۔

سید محمد قاسم رحمانی

مولانا سلطان احمد عثمانی صاحب اوری

اخی محترم مولانا سید حسین میاں صاحب — السلام علیکم

میرا ارادہ مقتضائے وقت کے موافق حاضر خدمت ہونے کا تھا۔ مگر بد قسمتی سے بیماری نے اس درجہ مجبور کر رکھا ہے، کہ ایک روز لکھنؤ جانے کا کئی دن تک خمیازہ بھگتنا پڑا اتنا بیمار رہا کہ صاحب فراش ہو گیا اب بفضلہ تندرست ہوں پر بہت کمزور ہونے کی وجہ قصد کو آئندہ کے لیے ملتوی کر دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے وصال سے جو صدمہ اور نقصان اُمت محمدیہ کو پہنچا ہے وہ محتاج بیان نہیں خصوصًا متوسلین و متعلقین و صوبہ بہار کے مسلمانوں سے جو نور اوجھل ہو گیا ہے، اس پر جتنا بھی رنج کیا جائے کم ہے

حصۂ چہارم

کتاب خاتم سلیمانی مشتمل بر ملفوظات

حضرت قبلہ مولانا حاجی قاری شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

جسے

خاکسار غلام حسنین مؤلف خاتم سلیمانی

نے

حضرتؒ کی حیات کے آخری دور میں جمع کیا اور جس پر خود حضرت نے نظر ثانی فرمائی۔
کچھ ارشادات حضرت کی آخری علالت شروع ہو جانے کے بعد جمع کئے گئے، جن پر حضرت کی نظر ثانی نہ ہو سکی لیکن خاکسار پورے وثوق و ذمہ داری کے ساتھ انکو شائع کر رہا ہے۔
میرے برادر اکبر حضرت مولانا شاہ حسن میاںؒ کے اکلوتے فرزند عزیزی مولوی شاہ حسن مثنی سلمہ نے میرے جمع کردہ مسودہ کو مرتب منضبط اور صاف کرنے میں میری بہت مدد کی، اللہ تعالیٰ انہیں صلاح و فلاح دارین نصیب فرمائے آمین۔ والسلام۔

غلام حسنین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

امام بخاری نے حضرت حسن بصری کی جناب امیر المومنین رض سے لقا کا انکار کیا ہے حالانکہ سیر و رجال کی کتابوں سے ثابت ہے کہ حضرت حسن بصری کی ولادت ام المومنین ام سلمہ رض کے گھر ہوئی، جبکہ حضرت عمر فاروق رض کی خلافت کے دو سال باقی تھے۔ آپ حضرت ام سلمہ کی باندی[1] کے صاحبزادے تھے[2] حضرت ام سلمہ کو جو لحوق و لزوق حضرت علی مرتضی کے گھر سے تھا وہ اظہر من الشمس ہے۔ حضرت حسن بصری تقریباً چودہ برس مدینہ منورہ میں حضرت ام سلمہ کے گھر پر پرورش پاتے رہے۔ حضرت سیدنا عثمان غنی رض کی خلافت کے بالکل آخری دور میں فتنہ کے خوف سے[3] مدینہ چھوڑ کر نکل گئے، کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اتنی مدت میں آپ نے جناب علی مرتضی کو دیکھا ہی نہیں ؟

حضرت ام سلمہ کا گھر عین جناب امیر المومنین کا گھر تھا۔ آخر حضرت حسن بصری کی حضرت علی رض سے روپوشی کی کیا وجہ ہو سکتی تھی ؟

---

[1] حضرت خیرہ [2] ابن خلکان نے لکھا ہے کہ جب ایام شیرخوارگی میں اپنی والدہ کی غیبت میں حضرت حسن بصری روتے تو آپ کو چپ کرنے کے لئے خود جناب ام المومنین رض آپ کے منہ کو اپنی چھاتی سے لگا دیتیں اور اسی کی برکت تھی جو حضرت حسن بصری اس مرتبہ پر پہنچے۔ [3] یعنی اس وقت جبکہ آپ کو دنیا کا پورا شعور ہو چکا تھا۔

یہ تو مدینہ کی ملاقات ہوئی۔ پھر حسن بصری بصرہ میں اقامت گزیں ہوئے، اور جناب امیرالمومنین نے اپنا دارالخلافت کوفہ کو بنایا، جو بصرہ سے بہت قریب ہے۔ خود امیرالمومنین کا بصرہ جانا ثابت ہے۔ پھر حضرت ام سلمہ کے چہیتے حسن بصری سے ملاقات نہ ہونا چہ معنی دارد۔ امام بخاری کو کوئی عنعنہ یا حدثنا نہ ملے تو یہ دلیل عدم لقا کی نہیں ہو سکتی [1]

——(۴)——

حضرت قبلہ نے فرمایا:—

حضرت حسن بصری کی مختلف مجلسیں ہوتی تھیں۔ مثلاً فقہ کی مجلس۔ حدیث کی مجلس۔ معارف وحقائق کی مجلس۔ وغیرہ۔ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ اسی موخرالذکر مجلس کے ایک رکن رکین تھے۔ حاکم نے مستدرک میں اور امام احمد حنبل نے اپنی مسند میں آپ سے یعنی حضرت عبدالواحد بن زید سے روایت کی ہے۔ امام قشیری، شیخ الاسلام ہروی، شیخ علی

---

[1] مگر عنعنہ تو آثار امام محمدؒ سے ثابت ہے۔ امام محمد نے عن حسن بصری عن علی علیہ السلام روایت کی ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ محض عنعنہ سے لقا ضروری نہیں ہے۔ مگر اصول حدیث یہ بھی تو ہے کہ کوئی شخص اپنے معاصر سے عنعنہ کرے تو بظن غالب لقا ہی ثابت ہو گی اور وہ عنعنہ مرتبہ حدثنا پر سمجھا جائے گا۔ حسن بصری کا معاصر ہونا سیر و رجال سے ثابت۔ حسن بصری کے گھر کا امیرالمومنین کے ساتھ لحوق و لزوق ثابت اور عنعنہ بھی ثابت تو پھر لقا سے انکار چہ معنی دارد؟

حضرت حسن بصری کو حسن لولوی بھی کہتے تھے، اس لئے کہ آپ بہت ہی خوبصورت اور وجیہ تھے، اور ایک سبب حسن لولوی کہلانے کا یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ موتیوں کی تجارت کرتے تھے۔ عالم کے شیخ المشائخ کا تجارت کے ذریعہ روزی حاصل کرنا سارے مشائخ نادار کے لئے ایک تازیانۂ عبرت ہے۔

ہجویری و دیگر اکابر نے آپ کے مناقب لکھے ہیں، امام بخاری و نسائی نے آپ پر جرح کی ہے۔ بخاری نے آپ کو قدری کہا ہے مگر ان کی جرحوں اور تضعیفوں پر اگر آدمی جائے تو امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہا اللہ جیسے ائمہ مذہب کو بھی کھونا پڑے۔ فقہی دنیا تو اس طرح برباد ہو۔ اور دوسری طرف حضرت کمیل ابن زیاد پر تشیع کا الزام عائد کر کے اور خود حضرت حسن بصری کی لقاء امیر المومنین سے انکار کر کے عرفانی دنیا سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔

حضرت عبد الواحد بن زید کے زہد و کرامات کا حال بڑے بڑے اکابر نے بیان کیا ہے۔ نقل ہے کہ ایک بار بے روزگاروں کا ایک گروہ خدمت میں حاضر ہوا۔ اور وسائل معاش کے مسدود ہونے کا گلہ کیا۔ حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا کہ اے خدا انہیں صبر دے یا غنی کر دے۔ چھت سے اشرفیاں گرنے لگیں لوگوں نے چن لیں، مگر حضرت نے خود کبھی ایسی چیزوں کو ہاتھ نہ لگایا۔ حتیٰ کہ فاقوں کی نوبت آئی۔ یہ دل کا غنا[1] تھا۔

:(۳):

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے پاس ایک آدمی آیا اور بے باکی کے ساتھ اولیائے کرام کے متعلق گفتگو کرنے لگا۔ اور کہا کہ حضرت غوث پاک کا درجہ حضرت خواجہ غریب نواز سے بہت بڑا تھا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت غوث پاک کی کرامتیں بہت ہیں۔

---

[1] سلطان داراشکوہ نے بھی اپنی کتاب سفینۃ الاولیاء میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ ۱۲

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواجہ غریب نواز سے بیحد محبت تھی۔ آپ نے بہ حیثیت مباحثہ یا جواب کے بلکہ اس کے طرز استدلال کے متعلق فرمایا کہ کرامت نیچے درجہ کی چیز ہے۔ مرتبۂ کمال ولایت میں کرامت وراءمت غائب ہو جاتی ہے، وہ شخص اس گفتگو سے خفا ہوا اور غریب نواز کی شان میں گستاخی کرنے لگا۔

مگر کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے، صدور کرامت درجۂ کمال سے نیچے کی باتیں ہیں خود شیخ محی الدین ابن عربی نے جو بیک واسطہ یعنی شیخ یونس حضرت غوث پاک رض کے مرید ہیں اس کو لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ حضرت غوث پاک صدور کرامت کے وقت اپنے مقام کمال سے نزول فرماتے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کرامت کا ظہور اسی وقت ہوتا تھا جب حضور مامور کیے جاتے تھے۔

(۴)

حضرت قبلہ[1] نے فرمایا:-

[1] ہمارے حضرت قبلہ مدظلہ بیعۃً قادری ہیں مگر چشتیت کا غلبہ بہت زیادہ ہے۔ اپنی ایک تحریر میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رح کی تعلیموں اور توجہات خاص کو جو مکہ معظمہ کے دوران قیام میں حاصل ہوئی تھیں ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ "اب تو میں چشتی ہی چشتی ہو گیا"۔ حضرت قبلہ نے اپنے قلبی مواجید اور مسلک کو اپنی ایک غزل میں اس طرح ظاہر فرمایا ہے:-

عاشقِ خواجہ ہوں میں اور ہوں گدائے غوث پاک
دل نثارِ خواجہ ہے اور جاں فدائے غوث پاک

دیدہ و دل اپنے دونو قابلِ عزت ہوئے
اس میں خواجہ کی ولا اس میں ضیائے غوث پاک

اپنا مذہب اپنا مسلک عاشقو بس ہے یہی
جس میں خواجہ کی خوشی جس میں رضائے غوث پاک

ایک بزرگ تھے قادری مشرب۔ اجمیر شریف میں جب حاضر ہوئے تو دور ہی دور سے مرقد اطہر کی زیارت کرتے مگر قریب نہیں جاتے مجھ سے کہنے لگے کہ بھئی یہاں چشتیت کا یہ زور ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں قریب جاؤں تو میری قادری نسبت کہیں سلب نہ ہو جائے میں نے کہا "یار پیچھے رہ گئے۔ تمہارے مرشد ایک قدم اور اگر تمہیں آگے بڑھا دیے ہوتے تو تم مقام وحدۃ میں پہونچ جاتے جہاں تمہیں معلوم ہو جاتا کہ الاولیاء کنفس واحدٍ۔

(۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

حضرت سیدنا غوث الثقلین اور سیدنا خواجہ ولی الہند کی ملاقات یا استفادہ و استفاضہ یا باہمی خالاتی بھائی ہونا اب تک کتب معتبرہ میں میں نے نہیں دیکھا۔ متاخرین کی بعض تحریروں میں ایسا پایا گیا ہے جیسا کہ سیر العارفین جمالی اور اقتباس الانوار میں ہے وَاللہُ اعلم بالصواب۔ اس فقیر کی تحقیق یہ ہے کہ جیسے انبیاء علیہم السّلام نفس رسالت میں برابر ہیں۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ اسی طرح اولیاء بھی نفس ولایت میں یکساں ہیں الاولیاء کنفسٍ واحدٍ اور جیسے انبیاء علیہم السّلام کے فضائل خاصہ میں تباین خاص ہے فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اسی طرح ولایت خاصہ قطبیت و غوثیت وغیرہما

صفحہ ۵ کا بقیہ حاشیہ :-

یا الٰہی یہ تمنا ہے کہ وقت جاں کنی — سر ہو خواجہ کے قدم پر اُس پہ پائے غوث پاک

حاذقِ مسکین ترا یہ فیضِ عام اور یہ سخا — ہے یہ فیض خواجہ اور جود و سخائے غوث پاک

یہی حضرت قبلہ کے تمام مریدوں کا مسلک ہے۔ اور ہونا چاہئے۔ ۱۲

ہیں اولیا کو بھی با خود ہا امتیاز خاص ہے مگر جب تک اکابر عرفان اس کی تصریح نہ کر دیں ہم عوام کو اس میں لب کشائی نازیبا ہے اور تجربہ نے بتایا ہے کہ ایسی باتوں سے حبط فیوض ہو جاتا ہے عیاذاً باللہ۔ میں محمدی خالص ہوں وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی میرا مراقبہ ہے۔ بس ؎

ہر دو زلفش کہ ظلہما   برسرم سایۂ حمایت اوست

کھیعص شیخ عبدالقادر کفایتنا حمعسق خواجہ معین الدین حمایتنا۔

من نہ باختیارِ خود می روم از قفائے او
آں دو کمندِ عنبریں می بُردم کشاں کشاں

(۶)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

مختلف بزرگان دین پر مختلف اسمار صفات کی تجلی ہوتی ہے۔ مثلاً سیدنا امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یا رزاق کی تجلی تھی۔ میں جائز ناجائز سے بحث کرنا نہیں چاہتا مگر آپ دیکھیئے کہ امام حسین علیہ السلام کے نام پر دُنیا کی کتنی مخلوق روزی حاصل کرتی ہے۔ کوئی ڈنکا بجا کے، کوئی تعزیہ اٹھا کے، کوئی سوز خوانی کرکے، کوئی مجالس پڑھ کے، کوئی نذر و نیاز کے ہدایے وصدقات لیکر۔ اگر آپ غور کریں گے تو سینکڑوں وسیلے امام حسین کے نام پر روزی حاصل کرنے کے اُس وقت سے لیکر اِس وقت تک قائم ہیں۔ اور مفتیوں کے فتوے جتنا اِس موقع پر نا کام رہے ہیں، کسی موقع پر نہیں ہوئے۔

اسی طرح محی و ممیت کی ایک تجلی حضرت غوث پاک پر تھی اور اُسی کا نتیجہ ہے کہ اُس جناب سے احیائے اموات کی کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ عوام سے کہنے کی بات نہیں۔ دل ہی

دل میں رکھنا چاہیئے کہ حضرت خواجہ غریب نواز پر بانی قاضی الحاجات کی تجلی تھی۔ مخلوق کی جتنی حاجت بر آری اس دربار سے ہوتی ہے کہیں نہیں ہوتی۔ یہاں کا فیضان ایسا عام ہے، جہاں قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی حتیٰ کہ مسلم غیر مسلم کسی کی قید نہیں[1] سہ

گبر و ترسا وظیفہ خور داری

---

[1] ذرا اس غریب نوازی کی شان کو تو دیکھیئے۔ اٹھارہ سو گھر خدام آستانہ کے ہیں۔ سب کا گھر پتھر کا پختہ۔ سب کے سب خوش حال اور سبھوں کی آمدنی کا ذریعہ صرف قبر خواجہؒ۔ حضرت متولی صاحب اور حضرت دیوان صاحب حسب نہایت صاحب ثروت اور ان بزرگوں کا وسیلہ بھی یہی قبر مطہر۔ لنگر بانٹنے والوں۔ دیگ پکانے والوں۔ چوبداروں نقیبوں اور شہنائی بجانے والوں کے خاندان اسی قبر مطہر کے ذریعہ پرورش پا رہے ہیں اور سب کے سب خوش حال ہیں۔ ایک عرس شریف کی برکت سے اجمیر شریف کے املاک و مکانات والے اور سارے شہر کے دوکان دار مالا مال ہو جاتے ہیں۔ نہ معلوم کتنے یتیم خانے، اسلامیہ مدرسے اور اسکول اس عرس اور آستانۂ پاک کی وساطت سے چل رہے ہیں، ہندوستان کے ہزاروں قوال یہاں سے اپنی روٹی حاصل کرتے ہیں۔ سائل فقرا تو ہر سال لاکھوں کی تعداد میں سینکڑوں اور ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے یہاں آتے ہیں اور اپنے حوصلے سے بھی زیادہ اپنی جھولیاں بھر کر لیجاتے ہیں۔ ہزاروں امیر و غریب مسلم و کافر اپنے دل کی جو مرادیں پاتے ہیں جدا ہیں۔ ریلوے کمپنی ہی کو دیکھیے کہ ہر سال ہزاروں ہزار ٹکٹ اجمیر شریف کے فروخت ہوتے ہیں جس کا نفع لاکھوں روپے تک پہونچتا ہوگا۔ صرف آستانہ شریف کے جوتے اٹھانے والے سیکڑوں روپے پیدا کر لیتے ہیں۔

یہ ایک معمولی سا خاکہ غریب نوازی کا ہے غور کرو تو نہ معلوم کتنی شاخیں اور نکلتی جائینگی روحانی فیوض و برکات کا تو کچھ ذکر ہی نہیں لارڈ کرزن گشتو ہند نے جبھی تو گھبرا کر کہا تھا کہ "ہم نے ہندوستان میں عجیب و غریب چیز یہ دیکھی یعنی ایک مردہ کو بادشاہت کرتے دیکھا"۔ کشتگان خنجر تسلیم را ÷ ہر زماں از غیب جانے دیگر است

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

ایک شخص تھے پنجابی۔ اہل علم، پرہیزگار اور عابد اور زاہد مجھ سے اُن کو بہت خلوص تھا اونہوں نے ریاضتیں کی تھیں۔ مگر کسی کے مرید نہ تھے۔ میں نے اُنہیں شغل درود کی تلقین کی مگر اُنہیں اس کا مُراقبہ جما نہیں۔ میں نے بہت ہمت کی مگر پھر بھی نہ جما۔ میں نے خیال کیا کہ شاید ان کا کشود میرے ذمہ نہ ہو۔ میں نے اُن کو شاہ بدرالدین[۱] صاحب مرحوم کی طرف راجع کیا۔ اونہوں نے تقریبًا ایک سال تک اُن کے ساتھ کوشش کی مگر اُن سے بھی کام نہ نکلا۔ پھر شاہ صاحب مرحوم کی اور میری دونوں کی رائے ہوئی کہ اُنہیں حکیم ابوالحسن[۲] صاحب مرحوم اسلام پور کے سپرد کریں۔ مگر حکیم صاحب مرحوم کو بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ میں نے ان کو تب لکھا کہ چونکہ آپ باضابطہ کسی سلسلے میں داخل نہیں ہوئے ہیں اسی لئے شاید آپ کے کشود میں دیر ہو رہی ہے۔ اونہوں نے مجھ سے بیعت ہونے کی درخواست کی۔ مگر میں نے کہا کہ جب تک آپ کے متعلق کسی طرف سے کوئی خاص اشارہ نہ ہو، میں آپکی بیعت نہیں لونگا۔ وہ صاحب اجمیر شریف میں حاضر ہوکر چلہ کش رہے اور استخارہ کرتے رہے، اُن کی خواہش تھی کہ اسی فقیر کے متعلق کچھ بات دریافت ہو۔ ایک دن وہ حضور غریب نواز سے مشرف ہوئے اور سُنا کہ حضور غریب نواز فرماتے ہیں کہ "شاہ سُلیمان تیرے شیخ ہیں"۔ وہ اس واقعہ کے بعد اپنے مکان گئے اور مجھ کو خط لکھ کر اس کی اطلاع

---

[۱] جو حضرت قبلہ کے پیربھائی تھے۔ ۱۲

[۲] مولانا سید سلیمان ندوی کے والد ماجد اور ہمارے حضرت قبلہ کے مرشد بھائی۔ ۱۲

دی اور لکھا کہ حضور غریب نواز نے آپ کو اپنے چاہنے والوں میں شمار کیا ہے، اب آپ کو میری بیعت میں تامل نہ ہونا چاہیے، اِس خط کو دیکھ کر میں بہت رویا اور جواب لکھا کہ صحیح طور پر خدا ہی کو معلوم کہ اس ارشاد کا مفہوم کیا ہے۔ جبتک صاف وصریح طور پر کچھ معلوم نہ ہو میں آپ جیسے شخص کی بیعت لینے سے متامل رہونگا۔

اس کے بعد ایک عرصہ تک مجھ سے اُن سے خط وکتابت ہوتی رہی، مگر اب نہ معلوم وہ شخص کیا ہوئے کیونکہ سالہا سال سے کوئی خط وکتابت نہیں ہے۔ نہ معلوم وہ زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ عجب اتفاق کہ مجھ کو اُن کا نام وپتہ بھی یاد نہ رہا۔

(۸)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

میں ائمہ اثناعشر علیہم السّلام میں سے ایک ایک کرکے سب سے مختلف اوقات میں مشرف ہوا ہوں۔ ایک بار میں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ " تبرّا کرو" ۔ میں صبح بیدار ہوا تو میں نے کہا کہ "خداوندا! میں دشمنان اہلبیت سے اپنی برأت کرتا ہوں۔ میں اعدائے اہلبیت سے بَری ہوں"۔

جب یہ واقعہ استاذی جناب مولوی عبدالحیؒ صاحب قبلہ فرنگی محلی سے میں نے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ "تمہیں تمہارے علم نے بچا لیا۔ ورنہ گمراہ ہوجاتے"۔[۱]

(۹)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

---

[۱] یعنی اگر کوئی عامی یہ خواب دیکھتا تو اپنی جہالت کے باعث اصحاب رسول پر تبرا بازی شروع کر دیتا۔ ۱۲

چشتیت سے میری اول مناسبت اپنی والدہ اور خالہ کی وجہ سے ہوئی۔ یہ لوگ حضرت شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر کی اولاد سے تھیں۔ اور برابر حضرت باباصاحبؒ و دیگر خواجگان چشت کے احوال بیان کیا کرتی تھیں۔ بچپن ہی سے میرا دماغ ان بزرگوں کی یاد سے معمور رہا اور اکثر خواب میں ان بزرگوں سے مشرف ہوتا۔ مجھے یاد ہے کہ بہت بچپن میں میں نے خواب دیکھا کہ میرے کوٹھے کے ناغول پر حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاؒ کا مزار ہے۔

چشتیت سے میری دوسری مناسبت اُس وقت ہوئی جبکہ تعلیم سے فراغت پاکر مولانا احمد علی محدثؒ کو حدیث سُنانے سہارنپور گیا۔ وہاں ایک بزرگ جن کی عمر مجھ سے بہت زیادہ تھی۔ یعنی پچاس سے کم نہ ہوگی، اسی غرض سے آئے ہوئے تھے، وہ ذی استعداد عالم تھے اور حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید و خلیفہ تھے۔ اُن کا نام مولانا شاہ قدرت اللہ تھا۔ اور ڈیرہ اسمٰعیل خان کے رہنے والے تھے۔ درس کے علاوہ جائے قیام پر بھی میرا ان کا ساتھ رہا۔ وہ ذاکر و شاغل اور عابد و زاہد شخص تھے۔ ہم دونوں میں دلی اُنس ایک دوسرے سے پیدا ہوگیا تھا۔ ہم دو تو گھنٹوں بیٹھکر باہم طریقت کی گفتگو کیا کرتے، یہانتک کہ ان کی صحبت نے مجھے چشتیت سے واغ دیا۔ میں نے اُن سے ان کے طریقے کی بھی اجازت لی ہے۔ جو "سلسلۃ الذہب" میں درج ہے۔ مولوی حسن الزماں خان صاحب حیدرآبادی کی تصنیفات سے بھی میں نے بہت فائدہ اٹھایا۔[۵]

---

[۵] ان سب کے بعد حضرت شیخ العالم حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی صحبت نے تو حضرت قبلہ کو بقول خود "چشتی ہی چشتی

(بقیہ حاشیہ ۱۲ صفحہ پر)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

جن دنوں میں مطب کرتا تھا۔ اُس زمانے میں برادری کے اکثر بزرگان کی نشست میرے مکان پر ہوا کرتی تھی۔ یحییٰ نانا[1] صاحب۔ میرے تینوں[2] ماموں۔ شاہ بدرالدین صاحب مرحوم اور اکثر لوگ ہمارے یہاں آکر بیٹھا کرتے تھے۔ چونکہ مولوی یحییٰ صاحب سبھوں میں بزرگ تھے اس لئے جب وہ آتے تو صدر میں تکیہ پر وہی بیٹھتے۔ ورنہ میرے ماموں میں سے کوئی بیٹھتا۔ ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ خواجہ غریب نواز تشریف لائے اور نشست گاہ کے صدر مقام پر چار زانو تکیہ لگا کر بیٹھے اور فرمایا کہ "میاں سلیمان! حقہ لاؤ"۔

جب صبح ہوئی تو وقت مقررہ پر لوگ آنے لگے۔ سب سے آخر میں یحییٰ نانا صاحب تشریف لائے۔ آتے ہی تکیہ لگا کر صدر مقام پر چار زانو بیٹھ گئے اور پکار کر مجھ سے کہا کہ "میاں سلیمان! حقہ لاؤ" یہ سنتے ہی مجھ پر وجد طاری ہوا اور میں نے زور سے نعرہ لگایا اور اپنا خواب بیان کیا۔

کردیا"۔ ۳۰ر شعبان ۱۳۴۹ھ کو حضرت نے اپنے ایک عزیز خاص جناب حکیم سید غلام شرف الدین صاحب منیری سے فرمایا کہ" میری جو کچھ جھوٹ یا سچ شہرت یا آبرو ہے وہ صرف خواجہ غریب نواز کا کرم ہے اور کچھ نہیں"۔ ۱۲

[1] حضرت مولانا شاہ محمد یحییٰ صاحب نادری پھلواروی۔ ۱۲

[2] مولانا شاہ نعمت مجیب صاحب۔ مولانا شاہ صفت اللہ صاحب اور مولانا شاہ اشرف مجیب صاحب۔ ۱۲

یحیٰی نانا بہت روئے بہت روئے اور فرماتے رہے کہ کبھی آقا کی غلاموں پر بھی توجہ ہو جاتی ہے[1]۔

(۱۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حضرت خضر رومی شعلہ قلندر کو سیّد السّادات بھی کہتے ہیں۔ آپ دراصل حوالی دمشق سے تھے۔ روم اُس وقت کی اصطلاح میں اُس پورے خطہ کو کہتے تھے جہاں اَب شام، فلسطین و اناطولیہ واقع ہے۔

حضرت نجم الدین غوث الدہر حضرت سیّد نظام الدین مُبارک غزنوی کے فرزند تھے اور وہ حضرت نورالدین مبارک غزنوی کے۔ حضرت نورالدین شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے

[1] (گر بیاید بزبانِ تام منے باکے نیست بادشاہاں بہ غلط یادِ گدا نیز کنند)

راقم الحروف کی پھوپھی مدظلہا نے اُسی مقام پہ جہاں غریب نوازؒ کو حضرت قبلہ نے دیکھا تھا حضرت باباصاحبؒ کو خواب میں دیکھا کہ جلوہ افروز ہیں۔ حقیقتاً وہ جگہ نہایت درجہ مقبول ہے اور کیوں نہ ہو۔ یہاں نصف صدی سے برابر حضرت قبلہ سیرتِ رسولؐ بیان فرماتے آئے ہیں۔ جعفر میاں سلمہٗ نے حضرت قبلہ کے برزخ و شکل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، فرق اتنا تھا کہ آپؐ کے بال بالکل سنہرے دیکھے جیسے سونے کے بہت سے تار ہوں۔ مولوی شاہ وارث امام قادری پھلواروی نے بھی اِسی مقام پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ اور بہتیرے اصحاب نے مختلف خواب اسی جگہ کے متعلق دیکھے ہیں۔ ۱۲

بھانجے اور مرید و خلیفہ تھے اور غزنین سے آکر دہلی میں آباد ہوئے تھے۔

حضرت نظام الدین غزنوی کا حضرت خضر رومی قلندر سے استفادہ میرے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ حضرت نجم الدین غوث الدہر مرید و نیز خلیفہ حضرت شیخ المشائخ کے تھے۔ مگر آپ کا کشود کار حضرت خضر رومی قلندر کے ہاتھوں ہوا۔ خود حضرت سلطان المشائخ نے آپ کو حضرت خضر رومی کے پاس یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ تمہارا کشود انہیں کے ذریعہ ہوگا۔ حضرت نجم الدین غوث الدہر سات آٹھ برس حضرت خضر رومی شعلہ قلندر کی خدمت میں رہے اور اُن سے بڑی سخت ریاضتیں کرائی گئیں۔ لوگوں نے حضرت نجم الدین سے دریافت کیا کہ آپ نے سلطان المشائخ نظام الدین اولیا اور سید السادات حضرت خضر رومی قلندر کے درمیان کیا فرق پایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "ہیچ فرق نیافتم اما کشود ما بردست ایشان بود۔

حضرت نجم الدین غوث الدہر بہار بھی تشریف لائے تھے۔ مخدوم الملک کے ساتھ آپ کے حجرہ میں بمقام راجگیر قیام فرمایا تھا۔ یہاں سے واپس جاکر علاقہ جونپور میں حضرت قطب الدین بینا دل کی تعلیم فرمائی تھی۔

حضرت نجم الدین غوث الدہر کی عمر تقریبًا دو سو برس ہوئی تھی۔

(۱۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حضرت مجدد صاحبؒ کے والد ماجد شیخ عبد الاحد چشتی صابری تھے اور حضرت مجدد کو اپنے والد ماجد سے چشتیہ طریقہ پہونچا۔ آپ نے (مجدد صاحبؒ) بہت بار اجمیر شریف میں اقامت کی۔ اور رمضان شریف بھی وہاں بسر کیا ہے۔ وہیں ایک بار آپ کو ایسا

معلوم ہوا کہ وقت اخیر آگیا۔ آپ نے اس کی اطلاع اپنے خلفاء کو دیدی۔ چنانچہ ہر چہار طرف سے دور دور کی مسافت طے کر کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے جو کچھ معلوم ہوا تھا۔ اس کا مفہوم سمجھنے میں مجھ سے غلطی ہوئی۔ اس سے مراد موت نہیں ہے بلکہ ترقی مقام ہے۔

جب حضرت مجدد اجمیر شریف سے رخصت ہونے لگے ہیں تو خواجہ خواجگانؒ کے مزار مبارک کی ایک چادر لے لی تھی۔ اور اُسے اپنے لوگوں کو دیدیا کہ جب میں مروں، تو میرا کفن اس سے کرنا۔

(۱۴۳)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

حضرت مجدد صاحبؒ کے غیر معمولی غلغلہ و شہرت سے شہنشاہ جہانگیر مرعوب ہو گیا اور آپ کو آٹھ برس اپنے ہی زیر حراست رکھا۔ بادشاہی خیمہ کے ساتھ آپ کا خیمہ بھی جاتا تھا کبھی دہلی، کبھی آگرہ، کبھی گوالیار، کبھی سورت، کبھی اجمیر وغیرہ۔ اسی درمیان میں دربار شاہی کے اکثر لوگ آپ کی طرف رجوع ہوئے۔ اور شاہزادہ خرم (شاہجہان) بھی آپ کے حلقہ میں بیٹھا۔ حضرت کے کمال زہد و ورع اور غیر معمولی تبحر علمی کا سکہ دل میں احترام تھا حتیٰ کہ خود شہنشاہ جہانگیر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ ایک بار آگرہ سے باہر رمضان کی ۲۹ تاریخ کو بادشاہ شکار کھیلنے گیا اور چاند دیکھ لیا۔ دیگر مصاحبوں نے بھی دیکھا۔ آگرہ میں روزہ کھولنے کا حکم ہو گیا، مگر حضرت مجدد صاحبؒ نے روزہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ دوسرے دن صبح کو حسب معمول حضرت کو دربار شاہی میں جانا ہوا۔ بادشاہ نے دستور کے مطابق تعظیم دیکر پان کی گلوری بڑھائی آپ نے لیکر رکھ لی۔

تھوڑی دیر کے بعد اطلاع آئی کہ فلاں گاؤں کے کچھ جُلاہے رویت ہلال کی شہادت دینے آئے ہیں۔ بادشاہ نے بلایا اور شہادت لی۔ حضرت مجددؒ نے گلوری اُٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ جب وہ جُلاہے جا چکے تو بادشاہ نے پوچھا کہ آپ مجھے ان جولاہوں سے بھی کم سمجھتے ہیں۔ حضرت مجددؒ نے بغیر کسی ادنیٰ خوف و ہراس کے فرمایا کہ معاف فرمائیگا آپ کے فسق و فجور کی اتنی اطلاعیں مجھ تک پہونچتی رہتی ہیں کہ آپ کی گواہی شرعاً معتبر نہیں ہے۔ اور آپ کے حواری اس قدر خوشامدی ہیں کہ ان کی گواہی بھی معتبر نہیں۔ جو آپ کہیں گے وہ ہاں میں ہاں ملائیں گے۔ اور ان جولاہوں سے میں واقف ہوں، یہ لوگ کبھی جھوٹی گواہی نہ دیں گے۔ یہ لوگ بڑے مذہبی آدمی ہیں۔ شہنشاہ جہانگیر اس گفتگو سے بہت متاثر ہوا۔ آٹھ برس حضرت مجددؒ کو زیرِ حراست رکھنے کے بعد بادشاہ کو یقین ہوا کہ آپ سے کسی طرح کا سیاسی خطرہ نہیں ہے اور آپ کو ہر طرح آزادی دیدی۔

حضرت مجدد صاحب سماع کو حرام مطلق کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس بارے میں امام محمد و دیگر فقہائے احناف کے قول پر سختی سے فتویٰ دینا چاہیئے۔ آپ کی طرف جو حسب ذیل شعر منسوب ہے کہ :-

پنجہ بر پنجۂ خدا دارم — من چہ پروائے مصطفیٰ دارم

بالکل واقعہ کے خلاف ہے۔ ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ یہ شعر حضرت مجدد صاحبؒ کا ہے۔ شطحیات ان اقوال کو کہتے ہیں جو بظاہر خلاف شریعت یا قابل جرح معلوم ہوں، مگر ان کی تاویل کیجا سکے۔ حضرت مجدد صاحبؒ کے بھی دیگر بہت سے بزرگوں کی طرح شطحیات ہیں، حضرت مجدد صاحب نے ایک قطعہ میں لکھا ہے کہ "ہم اور ابو بکر صدیقؓ نے توحید کے میدان میں ساتھ ساتھ اپنے گھوڑے چھوڑے مگر میرا گھوڑا آگے بڑھ گیا"۔ جہانگیر نے

آپ سے باز پرس کی کہ آپ نے یہ کیا کہا ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا تو ایسا ہی تھا مگر اس سے ہرگز یہ نہیں ثابت ہوتا کہ میں خود کو نعوذ باللہ جناب صدیق اکبر سے افضل سمجھتا ہوں ایک خادم کسی موقع پر اپنے آقا سے آگے بڑھ جا سکتا ہے۔ مثلاً آپ اپنے کسی خادم کے ساتھ جا رہے ہوں اور اُسے پانی لانے کے لئے حکم کریں۔ ایسی صورت میں اگر آپ کا خادم آپ کے واسطے پانی لانے آگے بڑھ جائے تو کیا درجہ میں بھی آپ سے بڑھ جائیگا؟

حضرت خواجہ باقی باللہ حضرت مجدد صاحب کے پیر تھے۔ مگر اکثر اپنے مریدوں کی تعلیم مجدد صاحب ہی سے کراتے تھے، حتیٰ کہ حضرت کے فرزند حضرت خواجہ خورد حضرت مجدد صاحب ہی کے مُرید و خلیفہ تھے۔

جدی حضرت شاہ عبدالکریمؒ جن کے نام پر محلہ کریم چک شہر چھپرہ میں آباد ہے پہلے حضرت خواجہ باقی باللہ ہی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہیں میرے یہاں بہت دیر لگے گی بہتر ہے کہ تم شیخ احمد (یعنی مجدد صاحب) کے پاس سرہند چلے جاؤ۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالکریم وہاں حاضر ہوئے۔ حضرت مجدد کی صحبت میں رہے۔ مجدد صاحب نے آپ پر اٹھائیس توجہ ڈالی اور طریقہ نقشبندیہ کے تمام مقامات طے کرا دیئے۔

طریقہ نقشبندیہ میں اصل شئے صحبت اور توجہ ہے، وہاں بیعت کے لئے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا کوئی ضروری چیز نہیں ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضرت مجدد صاحب کے ہمعصر تھے، مگر بعض مسائل میں اختلاف رہتا تھا۔ آخر میں ایک خط حضرت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجدد صاحب کو لکھا اور فرمایا کہ اب ہمارے [illegible] دُور ہو گیا۔

(۱۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حضرت شاہ عبدالکریم کا سلسلۂ بیعت حضرت مخدوم حسام الدین مانک پوری تک آیا ہے۔ آپ حضرت حسام الدین چشتیؒ کی براہ راست اولاد ہیں۔ حضرت حکیم محبوب عالم (جو ہمارے اجداد صحیح ہیں ہیں) حضرت شاہ عبدالکریم کی بیٹی کی اولاد تھے۔ حضرت شاہ عبدالکریم حضرت شاہ پیر محمد سلونی کے پیر و مرشد تھے۔ حضرت شاہ عبدالکریم نے تقریباً ساٹھ برس سیاحت کی۔ علاقہ سارن میں آپ نے سات آٹھ برس قیام کیا۔ محلہ کریم چک کو آپ کے نام نامی کے ساتھ موسوم ہونے کی یہی وجہ ہوئی۔

صوبۂ بہار میں حضرت شاہ ارزاں دیوان اور حضرت شاہ شہباز بھاگل پوری آپ کے ہمعصروں میں تھے۔ اور ان تینوں حضرات نے ملکر پورب کی جانب کامرو وغیرہ تک سیاحت کی۔ اسی درمیان میں حضرت شاہ عبدالکریم پر قادریت کا رنگ چڑھا۔ اور آپ بغداد شریف تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ تک وہاں چلہ کش رہے۔ وہاں سے حکم ہوا کہ دہلی جاؤ وہاں سید محمد قادری میری اولاد سے ہیں۔ میرا طریقہ اُن سے اخذ کرو۔ چنانچہ آپ دہلی آکر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں کی تکمیل ہونے کے بعد آپ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں نقشبندیت حاصل کرنے گئے تھے۔

آپ کی ذات جامع سلاسل گذری ہے۔ شاہ مہدی عطا صاحب مرحوم سجادہ نشین سلون نے آپ کے تمام شجروں کو اکٹھا کرکے شائع بھی کر دیا ہے۔ صوبہ جات متحدہ میں حضرت شاہ پیر محمد لکھنویؒ اور حضرت شاہ محبّا قلندرؒ لاہرپوری آپ کے ہمعصروں اور دوستوں میں تھے۔ آپ کا انتقال آپ کے مرید و خلیفۂ اجل حضرت شاہ پیر محمد سلونی کے گھر سلون

شریف میں ہوا اور حضرت شاہ پیر محمد نے آپ کی نعش مبارک کو ماتک پور لیجا کر دفن کیا۔
آپ کا مزار ایک الگ حلقے میں ہے۔

(۱۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

آیۂ تطہیر کے متعلق میرا اپنا خیال یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر پہلے حدیث سے کرنی چاہیے صحیح حدیثوں سے یہ امر محقق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کملی میں ان چار حضرات کو داخل کیا۔ علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ علیہم السلام اور اپنی بیوی اُم سلمہؓ کو بھی اس میں داخلہ کی اجازت نہ دی۔ پس صحیح مذہب یہ ہے کہ یہی لوگ وہ اہلبیت ہیں جن کی شان میں یہ آیۂ تطہیر نازل ہوئی۔ امام طحاوی حنفی مذہب کے بہت بڑے فقیہ ہیں۔ اونہوں نے اپنی کتاب مشکل الآثار[1] میں بصراحت اس کو لکھ دیا ہے۔ حضرت کی بیویاں بھی تمام اہلبیت

---

[1] مختصر مشکل الآثار مطبوعہ حیدرآباد صفحہ ۲۹۳ میں ہے وَالکلام لخطاب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم تم عند قولہ واقمن الصلوٰۃ و اٰتین الزکوٰۃ … وقولہ تعالیٰ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت الخ استیناف تشریفا لاہل البیت وترفیعا لمقدارہم الا ترٰی انہ جاء علی خطاب المذکر فقال عنکم ولم یقل عنکن فلا حجۃ لاحد فی ادخال الازواج فی ہذہ الآیات یدل علیہ ما روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اصبح اتی باب فاطمہ فقال السلام علیکم اہل البیت انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔

ترجمہ

رسول اللہ صلعم کی بیویوں کے ساتھ جو خطاب تھا وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول وَ اَقِمْنَ الصلوٰۃ

ہیں داخل ہیں مگر اس آیۃ تطہیر کی وہ مورد نہیں ہیں۔

بعض متاخرین یہ بھی کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ آیت انہیں اہل بیت کی شان میں ہے مگر ازواج مطہرات بھی اس میں داخل ہیں۔ جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج[1] النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

عکرمہ سے جو یہ قول منقول ہے کہ مراد اس سے فقط بیویاں ہیں نا قابل قبول ہے۔ عکرمہ مذہباً خارجی تھا۔ پس اُس کی ایسی روایت پر ہرگز اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

بعض لوگ جو حضرت عبداللہ ابن عباس کا قول نقل کرتے ہیں کہ مُراد اس آیت سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ | اتین الزکوۃ الخ کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت الخ الگ سے ایک مستقل جملہ ہے جو اہل بیت کی عزت افزائی اور ترفیع شان کے لئے آیا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہاں پر خطاب صیغہ مذکر سے کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے عنکم کہا عنکن نہیں کہا۔ لہٰذا اس آیت میں ازواج کو داخل کرنے کی کوئی دلیل کسی کے پاس نہیں ہو سکتی اور اس کی تائید میں یہ حدیث بھی دال ہے کہ رسول خدا صلعم جب صبح کے وقت حضرت فاطمہؓ کے دروازے پر جاتے تو اس طرح فرماتے اَلسَّلَامُ عَلَیکُم اھل البیت انما اراد اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت وَیطھرکم تطھیرا۔

[1] عبارت مدارج النبوۃ صفحہ ۲۹۳ یہ ہے:- اختلاف است دراں کہ مراد باہلبیت دریں آیۃ کریمہ کیست۔ اکثر آنند کہ مُراد فاطمہ وحسن وحسین وعلی است سلام اللہ علیہم اجمعین۔ چنانچہ اکثر روایات دال براں است مگر انصاف آنست کہ ازواج مطہرات نیز داخل اند۔

بیویاں ہیں بالکل غلط ہے۔ تفسیر[۵۱] بحر محیط میں صاف تصریح ہے کہ ابن عباس کی طرف یہ قول منسوب کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہی مذہب ابوسعید خدری صحابیؓ وغیرہ کا بھی[۵۲] ہے

(۱۶)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

میں مدینہ منورہ میں مُراقب بیٹھا تھا کہ رُوحانیت جناب امام آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے مشرف ہوا۔ میں نے عرض کرنے کی جرأت کی اور دریافت کیا کہ حضور اس عالم میں تشریف لا چکے ہیں یا نہیں؟ جواب میں ارشاد ہوا "جیسا کہ کتابوں میں ہے" مگر کتابوں میں تو نفی و اثبات دونوں ہے۔ شاید یہی منظور ہو کہ اس مسئلہ پر پردہ رہے سُنّیوں میں امام عبدالوہاب شعرانی اسی کے قائل ہیں کہ امام آخر الزماں پیدا ہو چکے ہیں۔ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ امام آخر الزماں مجھ کو دیکھنے کے لیے تشریف لائے تھے اور مجھ کو اپنے محبوں میں پاکر بہت خوش ہوئے۔

محی الدین عربیؒ کا رجحان بھی اسی طرف ہے

(۱۷)

---

۵۱ جلد ۷ صفحہ ۲۲۱

۵۲ حضرت قبلہ مدظلہ نے ایک مبسوط رسالہ اس بحث میں لکھا ہے جس میں بڑی ہی محققانہ بحث کی ہے کہ مورد آیۂ تطہیر کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ یہ رسالہ ابتک قلمی موجود ہے شایع نہیں ہوا ہے۔

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

میں تقریباً چالیس برس سے آستانۂ غریب نواز کی سالانہ حاضری کا پابند ہوں دو اک سال ایسا ہوا کہ عرس کے موسم میں میں بیمار تھا اور حاضر آستانہ نہ ہو سکا تو دوسرے مہینہ میں آکر اس کی قضا کی۔

فرائض و سنن کی پابندی اور شریعت پر استقامت کے ساتھ جب کوئی یہاں حاضر ہوتا ہے تو اُسے بے اندازہ فیض حاصل ہوتا ہے۔ بہت عرصہ ہوا کہ ایک بار کا واقعہ ہے کہ میں اجمیر شریف آتے ہوئے کانپور میں ٹھہرا۔ وہاں کسی کے ذریعہ ایک طوائف نے کہلا بھیجا کہ میں چاہتی ہوں کہ تبرکاً آپ کو کچھ نعت سناؤں۔ میں نے کہا "بلاؤ"۔ وہ زنانہ مکان میں تھی اور میں متصل ہی مردانے مکان میں تھا۔ وہیں سے اُس نے کچھ غزلیں گا کر سنائیں اور پھر چلی گئی۔ عمر بھر میں یہی ایک بار میں اس لغویت کا مرتکب ہوا مگر مجھے اس غلطی کا کچھ احساس نہ ہوا۔ جب اجمیر شریف حاضر ہوا تو طبیعت میں بجائے کشود کے سخت انقباض پایا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ایسا کیوں ہے۔ سماع میں بیٹھا تو وہاں بھی انقباض، ورد و وظائف میں لگتا تو بھی طبیعت منقبض حتیٰ کہ عصر کے بعد آستانہ شریف میں مراقب بیٹھا تھا کہ آنکھ لگ گئی اور فوراً ہی مجذوب ہو گیا۔ اسی حیرانی و پریشانی میں شب کو سو رہا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ خود بدولت سرکار غریب نواز تشریف لائے ہیں۔ ہاتھ میں ایک عصا ہے اور فرماتے ہیں کہ "لو یہ شیخ عبدالقادرؒ کا عصا ہے اس کو مضبوط پکڑ لو"۔ آنکھ کھلی تو قلب کیفیت سے معمور تھا۔ تعبیر سمجھ میں آ گئی۔ غوث پاک کا عصا استقامت علی الشریعۃ کا عصا تھا چونکہ میں بیعۃً قادری ہوں اسی لئے سیدی شیخ عبدالقادرؒ کا عصا عنایت ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ شریعت پر مستقیم رہو

مجھے فوراً اپنی اس غلطی پر تنبہ ہوا جو کانپور میں مجھ سے سرزد ہوئی تھی، توبہ واستغفار کی۔ آستانہ شریف پر حاضر ہوا تو قوال گا رہا تھا ؎

خواجۂ خواجگان معین الدینؒ   فخر کون ومکاں معین الدینؒ

قلب پہلے سے بھرا تھا۔ نہایت زور وشور کے ساتھ اور بہت دیر تک مجھ پر کیفیت طاری رہی۔ اسی واقعہ کی طرف میں نے اپنی غزل میں اشارہ کیا ہے۔ ع

"میرے خواجہ نے دیا مجھ کو عصائے غوث پاک"

(۱۸)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

محمد علی کا جیسا ماتم دنیائے اسلام میں ہوا چھٹی صدی کے بعد سے کسی کا نہ ہوا تھا۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی جب وفات ہوئی تو تمام دنیائے اسلام میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی، شمالی وجنوبی ہندوستان میں کئی جگہ نماز ہوئی۔ ایک مہینہ کے بعد چین میں خبر پہونچی تھی اور وہاں بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ محمد علی جہاں مدفون ہیں وہ ایسی متبرک جگہ ہے جہاں چار سو شہدا، مہاجرین وانصار، اصحاب رسول اللہ صلعم مدفون ہیں۔ وہیں حضرت بلال اور حضرت ابراہیم ادہم بھی مدفون ہیں۔

(۱۹)

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ مقام علیم ہندوستان میں دو ہی شخص کو ملا۔ ایک شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو۔ دوسرے مولوی قاسم[1] کو۔

---

[1] مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت حاصل تھی۔ ۱۲

(۳۰)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

علاء الدین خلجی کے بیٹے اور جانشین قطب الدین خلجی کو حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء سے سوءظن تھا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس کا بڑا بھائی جو گوالیار کے قلعہ میں مار اگیا حضرت کا مرید تھا۔ اس نے حضرت پر کئی قیود عائد کرنے کی کوشش کی۔ اس نے کہلا بھیجا کہ جس طرح چاند رات کو تمام علما و مشائخ سلام کے لیے حاضر ہوتے ہیں آپ بھی آیا کریں۔ حضرت خود حاضر نہیں ہوتے تھے، بلکہ اپنے غلام و خادم خاص حضرت اقبال کو مبارکباد دینے بھیجدیا کرتے تھے۔ قطب الدین نے کہلا بھیجا کہ آپ علائی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھا کریں مگر حضرت نے فرمایا کہ میں ہمیشہ سے نیلوکھڑی کی قدیم جامع مسجد میں نماز پڑھتا ہوں اور اب بھی وہیں پڑھونگا۔ اُس نے فرمان جاری کیا کہ کوئی سرکاری ملازم سلطان المشائخ کے یہاں نہ جایا کرے۔ وہ دیکھتا تھا کہ سرکاری ملازمین ہی زیادہ تر وہاں نذریں گذارتے ہیں اور اسی سے یہ لنگر جاری رہتا ہے اسی کو موقوف کر دینا چاہیئے۔ جب سلطان المشائخ کو اطلاع ملی تو آپ نے حضرت اقبال سے فرمایا کہ آج سے خانقاہ (یا جماعت خانہ) کے اندر و باہر دو لنگر کردو۔ چنانچہ اس دن سے دوہرا لنگر جاری ہوگیا۔ اور ہر روز سولہ سترہ ہزار آدمی حضور کے یہاں کھانا کھاتے۔

قطب الدین نے سلطان المشائخ کے اثر و رسوخ کو توڑنے کے لئے یہ ترکیب سوچی کہ ملتان سے حضرت رکن الدین ذکریا ملتانی سہروردیؒ کو دہلی بلائے۔ حضرت رکن الدین ذکریا اور آپ کے والد اور دادا کے مریدین پنجاب سے لیکر قندھار تک

پھیلے ہوئے تھے اور تقریباً آٹھ سو خانقاہیں آپ کے زیر اثر و زیر حکم تھیں۔ قطب الدین نے یہ سوچکر کہ جب آپ دہلی میں آئیں گے تمام مرجع خلائق آپ کی طرف ہو جائے گا۔ اور سلطان المشائخ کا زور ٹوٹ جائیگا۔ آپ کو دہلی تشریف لانے کی دعوت دی حضرت رکن الدین زکریا ابھی دہلی سے ایک منزل دور ہی تھے کہ حضرت سلطان المشائخ آپ کی پیشوائی کو گئے اور ملاقات کرکے واپس تشریف لے آئے۔ دوسرے دن قطب الدین پیشوائی کے لئے شہر سے باہر نکل کر گیا۔ حضرت سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا کہ سب سے پہلے جناب کی پیشوائی کیلئے کون آیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جو اس دہلی میں بہترین انسان ہے۔ یعنی سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محمد بدایونی قطب الدین اپنے دل میں بہت نادم ہوا کہ جس کا زور توڑنے کے لئے میں نے انہیں مدعو کیا۔ وہ خود اُسے سلطان المشائخ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

حضرت رکن الدین ذکریا اپنے دہلی کے قیام کے دوران میں مہینہ میں ایک بار حضرت نظام الدین اولیا کے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ جمعہ کو نماز کے بعد ملاقات ہوتی تھی۔ کیونکہ حضرت رکن الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ بھی جمعہ پڑھنے اُسی مسجد میں آیا کرتے تھے۔ جہاں سلطان المشائخ نماز پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد سلطان المشائخ اپنے مصلے سے اُٹھکر حضرت رکن الدین کے مصلے تک تشریف لاتے کچھ باتیں ہوتیں اُسکے بعد حضرت رکن الدین کی پالکی اُس دروازہ پر لیجائی جاتی جہاں سلطان المشائخ کی پالکی رکھی ہوتی۔ پالکی کو چوڈولی کہتے تھے اور وہ اوپر سے کھلی ہوتی تھی۔ حضرت رکن الدین سلطان المشائخ کی پالکی تک آتے۔ پہلے حضرت رکن الدین سوار ہولیتے تو حضرت سلطان المشائخ اپنی پالکی پر سوار ہوتے۔

قطب الدین خلجی نے جب یہ دیکھا کہ وہ حضرت رکن الدین زکریا کے ذریعہ سلطان المشائخ کو شکست نہیں دے سکتا تو وہ دوسرے طور پر حضرت کو نیچا دکھانے کی فکر کرنے لگا۔ اس کے کچھ مصاحب نے اُسے یہ کہہ کر اُکسایا کہ حضرت نئے چاند کی مبارک بادی دینے محض اپنے ایک غلام کو بھیجدیا کرتے ہیں اور خود بادشاہ کو خاطر میں نہیں لاتے۔ بادشاہ نے حکم بھیجا کہ اگلے چاند رات کو خود سلطان المشائخ کو حاضر ہونا پڑیگا۔ ۲۹ر آئی چاند نہیں ہوا۔ ۳۰ر کی عصر کو خادم اقبال نے عرض کیا کہ پالکی لائی جائے؟ حضرت خموش رہے۔ پھر عرض کیا کہ پالکی لائی جائے؟ مگر حضرت پھر خموش رہے۔ شب کو غلغلہ بلند ہوا کہ وزیر خسرو (ہندو) نے بادشاہ کو قتل کر دیا اور خود سلطنت پر قابض ہو گیا۔

محمد تغلق اُس وقت آٹھ سو سپاہی کا افسر تھا۔ وہ چُپ چاپ بھاگا بھاگا اپنے باپ غیاث الدین تغلق کے پاس پہونچا جو پنجاب کے اُس حصہ کا حاکم تھا جسے اب منٹگمری کہتے ہیں۔ اُس نے ایک فوج اکٹھی کی اور خسرو پر چڑھ دَوڑا۔ خسرو ایک باغ میں چھپا تھا اس کو قتل کیا۔ اور اس طرح تغلق خاندان کی بنا ڈالی۔ غیاث الدین تغلق کو بھی حضرت سلطان المشائخ سے چشمک ضرور تھی۔ خسرو نے اپنی تخت نشینی کے صلہ میں علما و مشائخ کے پاس بڑی بڑی رقمیں بھیجی تھیں غیاث الدین نے سبھوں سے واپسی کا مُطالبہ کیا اور لوگوں نے واپس کر دیں مگر سلطان المشائخ نے کہلا بھیجا کہ جس وقت میرے پاس رقم آئی تھی اسی وقت میں نے تقسیم کر دی تھی۔ اب میرے پاس وہ رقم ہے کہاں جو بھیجوں۔ غیاث الدین نے مسئلہ سماع میں نظام المشائخ سے اختلاف کیا اور بڑے بڑے علما و مشائخ کو مناظرہ کیلئے بلایا۔ حضرت سلطان

مشائخ مناظرہ کے لئے خود دربار شاہی میں تشریف لے گئے۔ اُس طرف قال الامام ابوحنیفہ اور قال الامام محمد پیش ہوتا تھا۔ اور اُس کے جواب میں سلطان المشائخ احادیث صحیحہ پیش کرتے تھے۔ آخر میں سلطان المشائخ نے خفگی کے ساتھ فرمایا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ میں قال رسول اللہ کہتا ہوں تو اس کے مقابلہ میں تم قال ابوحنیفہ پیش کرتے ہو۔ؑ اتفاق سے اُسی وقت حضرت صدر الدین زکریا ملتانی کے نواسہ بھی آئے ہوئے تھے، بادشاہ نے کہا کہ آپ تو ب تشریف لائے۔ آپ نے شام۔ عراق۔ فلسطین و ماوراء النہر تمام کی سیاحت کی ہے۔ وہاں کے علماء و مشائخ کا کیا مسلک ہے؟ آپ نے فرمایا کہ زیادہ تر لوگ سماع سُنتے ہیں اور اس کی حلت کے قائل ہیں۔ بادشاہ نے سلطان المشائخ سے کہا کہ آپ تشریف لیجائیں آپ جیسے لوگ بلا تکلف سماع سن سکتے ہیں۔

حضرت رکن الدین زکریا ملتانی دہلی میں موجود تھے اور سلطان المشائخ کی معیت میں ایک بار سماع بھی سُنا تھا۔

ایک بار سلطان المشائخ نے باؤلی بنوانی شروع کی (وہی باؤلی جو اس وقت درگاہ شریف میں موجود ہے) تو غیاث الدین تغلق نے سب مزدوروں کو اپنے یہاں بلوا کر کام میں لگا دیا۔ مگر وہ مزدور ایسے مخلص تھے کہ دن بھر تو بادشاہ کا کام کرتے اور شب کو مشعل جلا کر باؤلی تیار کرتے۔ غیاث الدین اس اثر کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ اسی

ع۔ محدثین زیادہ تر جواز غنا کے قائل ہیں اور احناف زیادہ تر اسکی حرمت کے قائل ہیں۔

درمیان میں اُسے لکھنوتی (بنگالہ) کی مہم درپیش تھی بیان کیا جاتا ہے کہ چلتے وقت وہ بولا تھا کہ دہلی میں دو شخص کی بادشاہت نہیں رہ سکتی۔ بنگالہ کی مہم سر کرنے کے بعد سلطان المشائخ سے نپٹا جائیگا۔ لکھنوتی کی مہم میں حضرت امیر خسرو دہلوی بھی بادشاہ کے ساتھ تھے۔ جب بنگالہ کی فتح کے بعد بادشاہ واپس ہوا اور دہلی کے قریب پہونچ گیا تو لوگوں نے سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ حضور بادشاہ بہت قریب آگیا۔ آپ نے فرمایا کہ "ہنوز دہلی دور است"۔ یہی سلطان المشائخ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں جو آج دنیا میں ضرب المثل بن گئے[سلہ]۔ سلطان المشائخ اُس وقت بیمار تھے اور وہ حضرت کی آخری بیماری تھی بالغرض غیاث الدین تغلق دہلی سے ایک منزل پہلے چھت یکایک گرجانے کی وجہ سے مرگیا۔ اور یہ اطلاع سلطان المشائخ کے پاس اس وقت پہونچی جبکہ خود حضرت وصال الٰہی کے لئے اپنے آخری دن گذار رہے تھے۔ چنانچہ چند دن بعد ہی حضور نے وفات پائی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت امیر خسرو بحری راستہ سے آرہے تھے۔ اسی طرح فوج شاہی کا ایک بڑا حصہ بھی دریا ہی سے آرہا تھا۔ یہ قافلہ کچھ دنوں بعد پہونچا۔ اسی لئے حضرت امیر خسرو محبوب الٰہی کی تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہوسکے۔ جس وقت محبوب الٰہی کی وفات کی اطلاع آپ کو ملی، آپ پر "دیوانگی" کی حالت طاری ہوگئی۔ چاک گریباں و چاک داماں ہوگئے۔ سارے منہ میں سیاہی لگادی اور اسی حالت سے دہلی آئے، کھانا

سلہ سائمن کمیشن نے بھی اس قول کو اپنی رپورٹ میں استعمال کیا ہے اور تمام یورپین ممالک میں بھی یہ ضرب المثل مستعمل ہے۔ ۱۲

پینا بند ہو گیا۔ اسی حالت میں بیمار پڑے۔ پانچ مہینے بیمار رہے اور پھر انتقال فرمایا۔ رضی اللہ عنہ۔

حضرت خسرو کو بنگالہ ہی میں اطلاع ملی تھی کہ حضرت سلطان المشائخ بہت علیل ہیں اور آثار صحت کے نہیں ہیں۔ حضرت خسرو نے دہلی آنے میں تاحد امکان جلدی کی، مگر قسمت میں مرشد کا آخری دیدار[1] نہ تھا۔

سلطان محمد تغلق حضرت کا بیحد معتقد تھا۔[2] حضرت رکن الدین زکریا ملتانی تین برس تک دہلی میں رہ گئے تھے۔ نماز جنازہ آپ ہی نے پڑھائی۔ آپ روتے تھے کہ اللہ! اب یہ بات سمجھ میں آئی کہ میں تین برس دہلی میں کیوں رکا رہا۔ دراصل مجھے سلطان المشائخ کی نماز جنازہ پڑھانی تھی۔ تجہیز و تکفین کے بعد ہی حضرت رکن الدین زکریا ملتانی نے کوچ کا سامان کیا اور دوسرے ہی دن دہلی سے ملتان روانہ ہو گئے۔

(۲۱)

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ، ہمارے اکابر پیران چشت میں ہیں۔ خواجہ غریب نواز کا سلسلہ بیعت آپ ہی کے واسطے سے حضرت عبد الواحد بن زید تک پہنچا ہے جن کے شیخ حضرت سیدنا حسن بصریؓ تھے۔ حضرت فضیل ابن عیاض تبع تابعی تھے اور راویوں نے لکھا ہے کہ فقہ میں امام اعظمؓ کے شاگرد تھے۔ آپ اکابر محدثین

---

[1] حضرت امیر خسرو نے بنگالہ سے واپس ہوتے ہوئے ہی عالم بیقراری میں یہ ہندی اشعار ارشاد فرمائے تھے جنکی ابتدا یوں ہے
"سانکر کھولو سنگر وا پینوا الہیں کی ما"

[2] روایتوں میں ہے کہ سلطان المشائخ کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانے والوں میں خود سلطان محمد تغلق بھی تھا۔ ۱۲

میں گذرے ہیں۔ آپ کے شیوخ حدیث اور تلامذہ کی ایک طویل فہرست کتب رجال بالخصوص تہذیب التہذیب* میں ملتی ہے۔ آپ کا مولد و منشا ابیورد ہے جو خراسان کا ایک قصبہ تھا۔ اب نہ معلوم باقی ہے یا نہیں۔ آپ کی ابتدائی زندگی جیسا کہ وفیات الاعیان[1] اور دیگر کتب تاریخ میں لکھا ہے اس طرح گذری کہ ابیورد و سرخس کے درمیان قطع طریق کرتے تھے۔ اور توبہ کا سبب یوں لکھا ہے کہ آپ کو ایک لونڈی سے عشق ہوگیا، ایک رات اُس کے مکان میں گھسنے کے لئے دیوار پھاندنے کا تہیہ کر رہے تھے کہ کسی کو یہ آیۂ کریمہ تلاوت کرتے سُنا اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِکْرِ اللّٰهِ[2]۔ حضرت فضیل پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور پکار اُٹھے قَدْ اٰنَ یَا رَبِّ[3]۔ الغرض آپ وہاں سے عراق آئے اور عراق سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور پھر تمام عمر وہیں عبادت و ریاضت اور خلوت گزینی میں گزاری یہانتک کہ وہیں انتقال فرمایا[4]

---

[1] لابن خلکان [2] کیا ایمان والوں کیلئے وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کا ذکر سنکر انکے قلب سہم جائیں [3] بیشک اے میرے رب وہ گھڑی اب آگئی [4] محرم ۱۸۷ھ میں۔ * از تہذیب التہذیب :- رجال کی مشہور و معروف کتاب تہذیب التہذیب سے حضرت فضیل ابن عیاض کے متعلق حسب ذیل معلومات حاصل ہوتے ہیں۔ جن سے حضرت کے علو مرتبت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے :-

جن لوگوں سے آپ نے حدیث سنی اور روایت کی (آپکے شیوخ حدیث)

اعمش منصور۔ عبداللہ ابن عمر۔ ہشام ابن حسان۔ یحیٰ ابن سعید الانصاری۔ محمد ابن اسحاق۔ لیث ابن ابی سلیم۔ محمد ابن عجلان۔ حصین ابن عبدالرحمٰن۔ سلیمان التیمی۔ حمید الطویل۔ فطر ابن خلیفہ۔ صفوان ابن سلیم۔ امام جعفر صادق علیہ السلام۔ اسمٰعیل ابن ابی خالد۔ بیان بن بشر۔ زیاد ابن ابی زیاد۔ عوف الاعرابی۔

جن لوگوں نے آپ سے حدیث سنی اور روایت کی (آپکے تلامذہ) حسب ذیل ہیں :-
سفیان الثوری (ان سے خود آپ نے بھی روایت کی ہے) سفیان ابن عیینہ۔ عبداللہ ابن مبارک یحیٰ القطان۔ ابن مہدی۔ حسین ابن علی الجعفی (باقی صفحہ ۳۱ پر)

خلیفہ ہارون رشید کا قول ہے کہ میں نے فضیلؒ سے زیادہ عابد و زاہد کسی کو نہیں دیکھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) عبدالرزاق۔ اسحاق ابن منصور السلولی۔ اصمعی۔ ابن وہب امام شافعیؒ مروان ابن معمر۔ مومل ابن اسماعیل۔ ہریم ابن سفیان۔ یوسف ابن مروان۔ یحیٰ ابن یحیٰ التمیمی۔ قعنبی۔ احمد ابن عبداللہ بن یونس۔ مسدد۔ محمد بن یحیٰ ابن ابی عمر۔ حمیدی۔ ابراہیم ابن محمد الشافعی۔ داؤد ابن عمر۔ ابو عمار الحسین بن حریث المروزی۔ حسین بن ربیع البورانی۔ حسن ابن اسمٰعیل المجالدی۔ احمد ابن عبد الضبی۔ قتیبہ ابن سعید۔ عبداللہ ابن عمر القواریری عبدہ ابن عبد الرحیم المروزی۔ محمد ابن زنبور المکی۔ محمد بن سلیمان لوین وغیرہم۔

حضرت فضیل ابن عیاض کے متعلق محدثین و اکابر کی رائیں

امام نسائی .... ثقۃ مامون رجل صالح۔

عبداللہ ابن مبارک ..... روئے زمین پر کوئی شخص فضیل ابن عیاض سے زیادہ فضیلت نہیں رکھتا۔

ہارون رشید ...... علماء میں (امام) مالک سے زیادہ باہیبت اور فضیل ابن عیاض سے زیادہ پرہیزگار میں نے کسی کو نہ دیکھا۔

ہیثم ابن جمیل ...... فضیل ابن عیاض اپنے زمانہ کے انسانوں کے لیے حجت ہیں۔

ابراہیم ابن اشعث خادم فضیل۔ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جسکے سینے میں اللہ کا خوف فضیل سے زیادہ ہو۔

جب خدا کا ذکر کرتے یا قرآن مجید سنتے تو خوف و جلال طاری ہو جاتا اور وہ ایسی غمناک آواز سے رونے لگتے کہ سننے والے تھرا اٹھتے اور ان پر رحم

ابن خلکان نے سفیان ابن عُیینہ سے روایت کی ہے کہ ایک بار خلیفہ ہارون نے ہم دگوں کو بُلا بھیجا۔ فضیل ابن عیاض اپنی چادر کو سر سے ڈالے ہوئے سب سے آخر میں اندر آئے اور مجھ سے پوچھا کہ ان میں امیرالمومنین کون ہے۔ میں نے بتایا تو وہ ہارون کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ "اے حسین و جمیل چہرے والے کیا تو ہی ہے جس نے ساری اُمت کی سرداری کا بوجھ اپنے سر لے لیا ہے۔ بے شبہ ایک بہت بھاری طوق اپنی گردن میں ڈال لیا ہے"۔ امیرالمومنین یہ سُن کر رونے لگے۔ خلیفہ نے ہم سب لوگوں کو ہدایا دیئے اور فضیل کے سوا سب لوگوں نے قبول کر لیا۔ میں نے باہر نکل کر کہا کہ اے فضیل اگر تم خود اُسے اپنے مصرف میں نہ لانا چاہتے تھے تو بھی لے لیا ہوتا۔ اور اُس سے دوسرے مسکینوں کی پرورش کی ہوتی۔ فضیل نے جواب دیا کہ تم کیسے فقیہ ہو۔ اگر میں اس کو مال طیب سمجھتا تو سب سے پہلے میں خود اس کا مستحق تھا"۔

حضرت فضیل نے اپنی زندگی بالکل مسکنت اور غربت میں گذاری۔ یہ لوگ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کی نظریں ڈرنے لگتے۔

اسحٰق ابن ابراہیم . . . . . میں نے سب سے زیادہ خدا ترس فضیل کو پایا۔ صحیح الحدیث اور صدوق اللسان تھے جس وقت حدیث بیان کرتے بہت پُر رعب ہو جاتے . . . . خانۂ کعبہ کی اقامت میں بہت مجاہدہ کرتے۔ دائم پرہیزگاری پر تھے بہت ڈرتے اور بہت روتے تھے ان کے پاس دنیوی سامان کچھ نہ تھا۔ اور اسی حال میں انتقال فرمایا۔

بادشاہوں کو جابر اور ظالم سمجھتے تھے اس لئے اُن کے مال سے پرہیز کرتے تھے۔ امام احمد حنبل رضؓ کا بھی یہی مسلک تھا۔ ابو علی رازی کہتے ہیں کہ میں تیس برس تک فضیل ابن عیاض کی صحبت میں رہا مگر کبھی ہنستے یا تبسم کرتے نہ دیکھا۔ مگر اُس دن جبکہ آپ کے جوان فرزند علی نے انتقال کیا۔ آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو پسند کیا اور میں نے سر تسلیم خم کر دیا۔

(۲۲)

حضرت قبلہ نے فرمایا :۔

حضرت ابراہیم[۱] ادہم کے متعلق یہ امر متحقق نہیں ہے کہ آپ بلخ کے بادشاہ تھے۔ مگر

---

[۱] از تہذیب التہذیب :۔ "ابراہیم ابن ادہم العجلی رضؓ"

جن لوگوں سے آپ نے حدیثیں سنیں اور روایت کی :۔

یحییٰ ابن سعید الانصاری۔ سعید ابن المرزبان۔ مقاتل بن حبان النبطی۔ سفیان ثوری (جنہوں نے خود آپ سے روایت کی ہے)

جن لوگوں نے آپ سے حدیث سُنی اور روایت کی :۔

ابراہیم ابن بشار۔ بقیہ بن ولید۔ شقیق البلخی۔ امام اوزاعی۔ امام بخاری جنہوں نے کتاب الادب میں آپ سے حدیث روایت کی ہے۔ ترمذی ...... نے کتاب الطہارت میں آپ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

آپ کے متعلق محدثین کے اقوال :۔

امام نسائی ...... ثقہ و مامون. احد الزہاد	دارقطنی .... ثقہ صحیح الحدیث۔
یحییٰ ابن معین .... عابد ثقہ۔	ابن حبان ... زہد و تقویٰ و تورع و سخاوت پر
اپنے آخر وقت تک قائم رہے۔	آپ کی وفات ۱۶۲ھ ہجری میں ہوئی۔

اتنا یقینی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے حکمراں خاندان سے تھے۔ شجرۂ چشتیہ آپ کے واسطہ سے حضرت فضیل ابن عیاض سے ملتا ہے آپ نے اپنے شیخ حضرت فضیل کی حیات ہی میں انتقال کیا۔ آخر زمانے میں اکثر مفقود الخبر رہتے تھے ایک جگہ مستقل قیام نہ رہتا تھا۔ آپ کا انتقال فلسطین میں ہوا۔ اور مسجد اقصیٰ میں مدفون ہوئے یہ وہ جگہ ہے جہاں چار سو شہدا، مہاجرین و انصار مدفون ہیں آپ کے فضل و کمال اور زہد و ورع کا چرچا آپ کی زندگی ہی میں ضرب المثل ہو گیا تھا۔ ایک بار کا قصہ ہے کہ جامع دمشق میں آپ شب کے وقت مسافر وار پہونچے۔ نماز عشاء کے بعد دروازہ بند ہوجاتا تھا۔ آپ نے امام صاحب منتظم مسجد سے درخواست کی کہ مجھے شب کو مسجد ہی میں رہنے دیا جائے کیونکہ مجھے کچھ پڑھنا وڑھنا ہے مُلاَّ صاحب کو غصہ آگیا۔ اونھوں نے طنزاً ارشاد کیا کہ جناب ابراہیم ادہم ہی تو ہیں، بس چلئے۔ یہ کہہ کر مسجد سے باہر کر دیا۔ حضرت شب بھر سخت سردی کی حالت میں مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھے خدا کی عبادت میں مشغول رہے اور علی الصباح جب مسجد کا دروازہ کھلا تو اندر چلے گئے وہاں نماز کے بعد کچھ لوگوں نے آپ کو پہچانا۔ اور غلغلہ ہوا کہ ابراہیم ادہم تشریف لائے ہیں۔ امام صاحب نے بڑی معذرت کی مگر حضرت کے دل میں رنج کس بات کا تھا؟ آپ کا مزار مبارک بیت المقدس میں ہے۔[۵]

۵؎ آپ کی کرامت و بزرگی کے اکثر واقعات ملفوظات حضرت سلطان المشائخ میں بھی ہیں جنکو فوائد الفواد کے نام سے حضرت خواجہ میر حسن دہلوی نے جمع فرمایا ہے۔

ممشاد دینوری اور علو دینوری

(۲۳)

ہمارا خیال ہے کہ ممشاد دینوری دوسرے ہیں۔ اور علو دینوری دوسرے ہیں۔

ممشاد یہ نام کتابوں میں کئی طور سے آیا ہے۔ کہیں صرف ممشاد دینوری۔ کہیں صرف علو دینوری۔ انہیں تغیرات کے ساتھ یہ نام دو شجروں میں آتا ہے۔ سلسلۂ چشتیہ میں حضرت ھُبیرہ بصریؒ کے بعد اور سلسلۂ سہروردیہ میں حضرت جنید بغدادیؒ کے بعد۔ بعضوں کا گمان ہے کہ ایک ہی شخصیت دونوں شجروں میں ہے اور بعضوں کا گمان ہے کہ یہ دو شخصیتیں ہیں یعنی شجرۂ سہروردیہ میں ممشاد دینوری ہیں اور شجرۂ چشتیہ میں علو دینوری ہیں۔ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ دونوں شخصیتیں ایک ہی ہیں۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہو سکتے ہیں:-

(۱) دونوں سلسلوں میں جب یہ نام آتا ہے تو یہ بھی تذکرہ ہوتا ہے کہ آپ حضرت سیّد الطائفہ جنید بغدادیؒ کے اقران میں ہیں۔

(۲) دونوں کے متعلق روایتیں ہیں کہ دینور ان کا وطن تھا۔ اور عراق میں بود و باش اختیار کی تھی۔

(۳) دونوں کا سنہ وفات ایک ہی بیان کیا جاتا ہے۔ یعنی ۲۹۸ھ

جو لوگ دو جُدا جُدا شخصیتوں کے قائل ہیں ذیل کی دلیلیں پیش کر سکتے ہیں۔

(۱) تذکرہ کی کتابوں میں جب سہروردیوں کا ذکر ہوتا ہے تو اکثر صرف ممشاد دینوری ہوتا ہے اور جب چشتیوں کا ذکر ہوتا ہے تو اکثر علو دینوری ہوتا ہے۔

(۲) شجرۂ سہروردیہ میں ہر جگہ آپ کے "اقران جنیدؒ" سے ہونے کا ذکر ضرور ہوتا ہے مگر چشتیہ میں ایسا نہیں ہے۔

(۳) سہروردیہ میں حضرت ممشاد سے پہلے (یعنی آپ کے شیخ کی حیثیت سے) حضرت جنید بغدادیؒ کا نام ہوتا ہے مگر چشتیہ میں حضرت ھُبیرہ بصری کا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ چشتیہ شجرے میں حضرت جنید کا نام نہیں آیا

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور سہروردیہ شجرے میں حضرت ہُبیرہ کا نام نہیں آتا ــــ تاریخوں کے ملانے سے یہ تو ضرور متحقق ہوتا ہے کہ حضرت ہُبیرہؒ بصری، حضرت جنید و حضرت ممشاد دعلو دینوری تینوں بزرگانِ دین ہمعصر تھے، حضرت ہُبیرہ کا سنہ وفات ۲۸۷ھ ہے۔ حضرت جنید کی وفات باختلافِ روایت ۲۹۷ھ یا ۳۰۲ھ میں ہوئی اور حضرت ممشاد دعلو کا انتقال ۲۹۸ھ میں ہوا۔ حضرت جنید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دس واسطے پڑتے ہیں اور ممشادؒ گیارہویں واسطے میں ہوتے ہیں۔ مگر وہ ممشاد علو جو شجرۂ چشتیہ میں ہیں رسول خدا صلعم سے صرف نو ہی واسطے میں پڑتے ہیں یعنی حضرت ہُبیرہ کو آنحضرتؐ سے صرف سات واسطے ہیں۔ اگر دونوں شخصیتیں ممشاد دعلو کی ایک ہی ہیں تو ممکن ہے کہ چشتیوں نے محض قربتِ رسول کے خیال سے حضرت ہُبیرہ کا سلسلہ اختیار کیا۔ اور اکابر سہروردیہ نے شاید اس وجہ سے کہ فیض جنید یہ انہیں زیادہ پہونچا ہو اپنے شغف کی بناپر جنیدیہ شجرہ کو ہی اختیار کیا۔ حضرت جنید کا لقب سید الطائفہ ہے اور عام طور پر بین الصوفیہ یہ ایک مثل ہے کہ کل سلسلے حضرت جنیدؒ ہی سے ملتے ہیں پس شاید کہ سلسلہ چشتیہ بھی حضرت ممشاد علو ہی کے ذریعہ اس جناب سے ملتا ہو۔ حضرت احمد جام حضرت مودود چشتی کے مرشدوں میں ہیں۔ اور حضرت احمد جام کا سلسلہ حضرت جنید سے ملتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں دو شخصیتیں ہوں اور قرابتِ جنید یا سنہ وفات کا ایک ہونا یا اس طرح کا دوسرا توافق محض التباس ہو رہیں یا محض اتفاق کی وجہ سے ہو۔

حضرت ممشاد دینوری یا علو دینوری کے چند اقوال

اللہ تعالیٰ عارف کے باطن ہی میں ایک ایسا آئینہ عطا فرما دیتا ہے کہ جب وہ چاہے اس میں اللہ تعالیٰ کے جلوے

ایک بار حافظ علیم الدین صاحب خادم آستانہ حضرت محبوب الٰہیؒ سے سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے متعلق گفتگو تھی۔ حافظ صاحب نے کہا کہ ہمارا چشتیہ سلسلہ حضرت جنید تک نہیں پہونچتا ہے۔ حسن میاں مرحوم نے فی الفور کہا کہ حضرت احمد جام زندہ پیل کے ذریعہ سے پہونچتا ہے کیونکہ حضرت مودود چشتیؒ نے خرقہ خلافت حضرت احمد جام سے بھی پایا تھا اور حضرت احمد جام کا سلسلہ سیّد الطائفہ حضرت جنید سے ملتا ہے۔

۲۵

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

جس وقت حضرت احمد جام اپنے حلقہ کے ہزارہا لوگوں کے ساتھ سیاحت کرتے ہوئے حضرت مودود چشتی کے علاقہ میں تشریف لائے تو اُس وقت حضرت مودود کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا تھا اور آپ اپنے شیخ اور والد حضرت خواجہ یوسف ناصر الدین چشتی کے تمام مریدوں کے سرتاج تھے۔ آپ اپنے متبعین کے انبوہ کثیر کے ساتھ حضرت احمد جام سے ملنے آئے بہر حصول فیض کے طالب ہوئے۔ حضرت احمد جام نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کو دیکھ لے۔ اصل معرفت اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی عاجزی و بے مائگی کا سچے طور پر اظہار ہے۔ طریق الحق بعید والسیر مع الحق شدید۔

حضرت کی ایک بڑی کرامت یہ تھی کہ ساری عمر آپ صائم الدہر رہے۔

ے نفحات الانس مولانا جامی میں ایسا ہی مرقوم ہے مگر صاحب خزینۃ الاصفیا نے اس پر تنقید کی ہے اور لکھا کہ ملفوظ مبارک حضرت مودود چشتی سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ہم عصر بزرگ تھے دونوں میں ملاقات ہوئی اور دونوں نے ایک دوسرے کا طریقہ اخذ کیا۔

آپ کو مشورہ دیا کہ سب سے پہلے کسب علوم ظاہری کو پایۂ تکمیل تک پہونچائیں کیونکہ ہنوز اس کی تکمیل نہ ہوئی تھی۔ حضرت مودود چشتی نے اپنے حلقہ کو یک لخت چھوڑا اور بخارا کی طرف روانہ ہوگئے۔ کامل سات آٹھ برس کے بعد پھر حضرت احمد جام کی خدمت میں آئے، اور تمام فیوض باطنی سے بہرہ ور ہوئے۔

(۲۶)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

خواجہ خواجگان چشت حضرت ابو اسحٰق شامی چشتیؒ

آپ سرخیل چشتیان عالم ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کی ابتدا آپ ہی سے ہوئی ہے، آپ تھے تو شامی مگر توطن شہر چشت میں اختیار کر لیا تھا۔ اور عرصہ دراز تک وہیں مقیم رہے۔ اپنے علم و فضل میں وحید العصر تھے۔ صاحب سماع تھے اور اپنے زمانہ کے شہرۂ آفاق تھے۔ آپ کا انتقال شہر عکہ (شام) میں ہوا۔ اور مزار پُر انوار بھی وہیں ہے آپ کی نسبت سے موجودہ سلاسل میں سلسلہ چشتیہ سب سے زیادہ قدیم ہوا۔ قصبہ چشت اب تک آباد ہے اور ہرات کے قریب حکومت افغانستان کے اندر ہے۔ حضرت ابو اسحٰق شامی سے پہلے بھی بہت اولیائے کبار اس مقدس مقام میں کر رہے ہیں۔

(۲۷)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاریؒ نے اپنی وفات سے پہلے اپنا خرقہ اور مثال حضرت حسین نوشہ توحید کے سپرد کر کے فرمایا تھا کہ میرے بھائی شعیب

اس وقت ریاضت میں ہیں۔ جب وہ فارغ ہوجائیں تو میری یہ امانت اُن کے سپرد کر دینا۔ چنانچہ وہ امانت حضرت حسین نوشہ توحید نے حضرت مخدوم شعیب کے پاس اپنے فرزند حضرت حسن نوشہ توحید کے ہاتھ شیخپورہ بھجوائی۔ مخدوم شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ مثال و خرقہ چونکہ مجھے آپ کے ہاتھ سے ملا ہے اس لیئے شجرہ میں آپ کا نام بھی دونگا۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ مخدوم شعیبؒ حضرت مخدوم الملک کے اجل خلفاء میں ہیں، اپنے شجرے میں حضرت حسن نوشہ توحیدؒ مولانا مظفر بلخی کے ناموں کا بھی اضافہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد مخدوم الملک کا نام دیتے ہیں۔

حضرت حسن نوشہ توحید

(٣٨)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حضرت شاہ مصطفےٰ خرابانی مونگیری جو ہمارے پیران قادریہ میں ہیں شاہ شجاع کے وقت میں گذرے ہیں۔ شجاع کو آپ سے سوء ظنی تھی۔ اور آپ کے ساتھ شاہ شجاع کا برتاؤ کچھ نامناسب ہوا۔ اس کے بعد جب اورنگ زیب کی فوج نے شاہ شجاع کا تعاقب کیا تو شاہ شجاع کی بیگمات میں سے بعض نے اپنے آدمی حضرت حضرت شاہ مصطفےٰ خرابانی کی خدمت میں روانہ کیئے تاکہ معذرت چاہیں اور دُعاء فرمائیں۔ مگر حضرت کو بہ ذریعہ کشف شاہ شجاع کا انجام معلوم ہوچکا تھا۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلا تو یہی نکلا کہ "شجاع کجا؟" چنانچہ پھر شاہ شجاع کی کوئی خبر نہ آئی۔

(٣٩)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی نے غدر کے زمانہ میں انگریزوں سے جہاد کیا تھا۔ مولوی رحمۃ اللہ اور ڈاکٹر وزیر رحمہا اللہ بھی حضرت کے ساتھ تھے ایک ٹی جماعت ان لوگوں کے ساتھ تھی۔ مگر شکست ہوئی اور یہ تینوں حضرات راجپوتانہ کے راستہ سے فرار ہو کر بمبئی پہونچے اور وہاں سے بادبانی جہاز پر سوار ہو کر حجاز گئے۔ مکہ معظمہ کی اقامت کے بعد ہی حضرت حاجی صاحب کے حلقہ میں لوگ داخل ہونا شروع ہوئے۔ مگر ابتداءً حضرت کو بہت تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں۔ فقروفاقہ ایک معمولی بات تھی۔ حضرت کو روزے رکھنے کی بڑی مشق تھی۔ چھ چھ مہینے اور ایک ایک سال تک متواتر روزے رکھے ہیں۔ آپ نے اجمیر شریف میں۔ پاک پٹن شریف میں اور کلیر شریف میں مدتوں قیام کر کے چلے کئے ہیں۔ آپ اپنے مریدوں کو بھائی کہا کرتے تھے۔ آپ کو حضرت خواجہ خواجگانؒ سے عشق تھا۔ ایک دن آپ نے مجھ سے سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ "جس کی نسبت انسان میں ہوتی ہے پس وہ اسی کا ہو رہتا ہے۔ یہاں مکہ معظمہ میں مجاورت کے بعد میرے بھائی لوگوں کی تعداد میں کافی ہو چکی تھی اس وقت تک بھی مجھے اکثر فاقہ کی نوبت آتی تھی ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ مسلسل چھ دنوں تک مجھے کھانا نہ ملا۔ رات کو زمزم شریف پیتا تھا اور دن بھر روزہ رہتا تھا۔ چھٹے دن اس مقام پر (مقام کی طرف اشارہ کر کے) مراقب بیٹھا تھا کہ یکایک دیکھتا ہوں کہ خواجۂ خواجگان حضرت معین الدین چشتیؒ تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ" امداد! تم نے بہت صبر کیا اب تم پر فاقہ نہ آئیگا"۔ میں چونک پڑا۔ ایک عرب میرے قریب بیٹھے تھے۔ چھ ریال نکال کر میرے پاس نذر لائے۔ میں نے انکار کیا مگر وہ بہت منت کرنے

لگے۔ تو میں نے قبول کر لیا۔ میں نے غور کیا تو چھ دن کے فاقہ کے بدلے یہ چھ ریال مجھے ملے تھے۔ اُس دن کے بعد سے آج تک کبھی مجھے فاقہ نہ ہوا۔ دیکھو میں نے حضرت خواجہ خواجگان ہی کو دیکھا۔ کسی اور کو نہ دیکھا۔ چونکہ میں چشتی ہوں"۔

حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز حجاز میں بالکل سادہ ہندوستانی لباس میں رہتے تھے، یعنی کبھی کرتہ پائجامہ کبھی انگرکھا اور پائجامہ۔ عموماً صرف ٹوپی پہنتے تھے، مگر جب حرم میں جاتے تو عمامہ باندھ لیتے تھے۔ دُبلے پتلے اور نحیف تھے، رنگ سانولا گندمی تھا۔ کہیں آنے جانے میں کوئی تکلف نہ تھا۔ آپ کو اس سے سخت نفرت تھی کہ پیچھے پیچھے خادمانہ طور پر کوئی چلے یا ہٹو بڑھو کیا جائے۔ اسی لئے جب چلتے تو تنہا چلتے۔ ایک بار میں کہیں سے آرہا تھا دیکھا کہ حضرت بھی اسی سمت کو جا رہے ہیں مگر مجھ سے خاصے فاصلہ پر ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ حضرت کے پیچھے کوئی چلتا ہے تو ناگوار ہوتا ہے اس لئے میں دور ہی دور رہا مگر درود شریف کچھ ملاحظہ کے ساتھ پڑھنے لگا۔ میں نے حضرت کو دیکھا کہ بار بار پیچھے پلٹ کے دیکھتے مگر مجھے پوری طرح دیکھ نہ سکتے تھے۔ یہاں تک کہ بالآخر کھڑے ہوگئے۔ حضرت کو کھڑا دیکھ کر میں لپکا اور پاس پہونچکر آپ کے گھٹنے کو چوما۔ حضرت نے کہا کہ "اہا آپ ہی تھے؟ پھر میرے ساتھ چلنے لگے۔ حضرت کو کچھ آگے جانا تھا اور میرا مکان قریب آگیا۔ حضرت نے خود میرے مکان کے دروازہ تک تشریف لاکر مجھ کو پہنچایا اُس کے بعد آگے تشریف لے گئے۔

حضرت حاجی صاحب کی ذات سے چشتیت کی بیحد اشاعت ہوئی۔ عرب اور عجم

شام، مصر، کردستان، عراق تمام کے بے شمار لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور شرف ارادت حاصل کرتے علما و فضلا کی ایک جماعت عظیم آپ کی حلقہ بگوش ہوئی۔ میرے سامنے مصر کے ایک بہت بڑے شیخ جو خاندان خدیو کے مرشد تھے اپنے حلقہ کے پانچ سو آدمی کے ساتھ حج کو آئے۔ حضرت حاجی صاحب سے ملاقات کی اور نہ معلوم کیا دیکھا کہ بیعت کی درخواست کی۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ حضرت آپ خود اتنے بڑے شیخ ہیں۔ آپ کو ضرورت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں طریقہ چشتیہ میں بیعت ہونگا کیونکہ یہ سلسلہ مجھے نہیں پہونچا ہے اور سب سلسلے میرے پاس ہیں۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحب نے اسے منظور فرمایا اور طریقہ چشتیہ انہیں القا کیا۔

حضرت نے ساٹھ برس کی عمر تک نکاح نہیں کیا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے تمام سنتوں پر عمل کیا مگر یہ سنت رہی جاتی ہے کسی بیوہ سے عقد کرلیا جائے۔ چنانچہ آپ راضی ہوگئے اور ایک بیوہ سے نکاح کیا۔ ان کے بعد پھر ایک نکاح اور بیوہ ہی سے کیا۔ مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ جب آپ مرض موت میں مبتلا ہوئے تو اپنی اہلیہ کو بلاکر کہا کہ فقیر کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا ہے۔ میرا یہ گھر اور اس کا سارا اثاثہ اللہ کی راہ میں وقف ہے۔ تم میرے بعد کیسی زندگی گذارنی چاہتی ہو۔ امیر کی زندگی یا فقیر کی۔ اگر امارت کی شوق ہو تو کہو میں نواب چھتاری (موجودہ نواب چھتاری ہوم ممبر صوبہ متحدہ کے والد ماجد جو حضرت کے بہت معتقد اور بڑے کاسب و شاغل شخص تھے) کو خط لکھدوں وہ تمہارا بہت خاطر کریں گے۔ اہلیہ محترمہ پر حضرت کی پاک صحبت کا ایسا گہرا اثر تھا کہ آپ نے فوراً عرض کی میں فقیرانہ اور صبر و

شکر کی زندگی چاہتی ہوں، حضرت اس جواب سے بہت مسرور ہوئے اور دُعا
دی۔ پھر قاضی شہر کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ یہ گھر اور اس کی ساری چیز بیت المال
کی ہے۔ صرف مثنوی مولانا روم کا ایک نسخہ جو خاص حضرت کے مطالعہ میں
رہتا تھا آپ نے لے لیا اور فرمایا کہ یہ نسخہ مولوی احمد حسن کانپوری کو دیدیا
جائے (حضرت مولانا احمد حسن کانپوریؒ حضرت حاجی صاحب کے مُرید و خلیفہ تھے)
مولوی احمد حسن صاحبؒ نے اس کو چھپوا دیا تھا۔ اور ان کی شرح مثنوی تو مشہور
ہی ہے۔ الغرض قاضی نے تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا۔ حتیٰ کہ جب حضرت کا وصال
ہوا تو گھر لوٹا نہ تھا، دوسری جگہ سے لوٹا منگوا کر آپ کو غسل دیا گیا۔ انتقال
کے بہت پہلے آپ بشکل "مچھلی" مراقب ہو گئے تھے اور گفتگو بالکل موقوف
کر دی گئی تھی۔ چنانچہ اسی صورت پر آپ کا انتقال ہوا غسل کے وقت بدن
سیدھا نہ ہوا اور قبر میں آپ اسی شکل پر سلائے گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت حاجی صاحب کے یہاں مثنوی کا درس بھی ہوتا تھا۔ میں بھی مولوی
عبداللہ (کالج دین) کے ساتھ درس میں شریک ہوا ہوں۔ ابیات ترنم کے
ساتھ پڑھے جاتے تھے۔ کہیں کہیں پر حضرت فرط وجد سے دھیمی سُریلی آواز
کے ساتھ حق حق کا نعرہ لگاتے جو بظاہر سُننے میں حُق حُق معلوم ہوتا۔ پھلواری
کے اکثر بزرگانِ دین پہلے اسی طرح نعرہ لگاتے تھے۔ مثنوی شریف کے درس
میں تقریر کرتے کرتے اکثر حضرت پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ جب آپ پر
وجد طاری ہوتا تو زبان خشک ہو جاتی تھی۔ قریب میں ایک بڑی صراحی رہتی
تھی اُسی سے پانی لیکر پیش کیا جاتا۔ حضرت پی کر جو پانی چھوڑتے اُسے سب

لوگ تبرکاً تھوڑا تھوڑا پی جاتے۔ ایک بار کسی لڑکے نے صراحی میں بہت سا چونا ڈال دیا تھا۔ چنانچہ نادانستگی کی حالت میں چونے کا نکھرا ہوا پانی آپ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ آپ نے پہلے ہی گھونٹ میں حس فرما لیا مگر قدرے تامل کے ساتھ کل پانی پی گئے اور کچھ نہ چھوڑا۔ اس کے بعد جب کچھ لوگ صراحی سے پانی پینے گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ چونا ہے۔ حضرت نے گلاس کا پانی اس لئے نوش کر لیا ہوگا کہ اگر کچھ چھوٹے گا تو حسب معمول لوگ اُسے پئینگے۔ تہذیباً کچھ نہ بولینگے مگر حقیقۃً انہیں تکلیف ہوگی۔ حضرت سے جب تذکرہ کیا گیا تو فرمایا کہ ہاں مجھے حس ہوا تھا مگر میں نے سوچا کہ آج ایسا ہی پانی سہی۔

حضرت کی اہلیہ مکرمہ آپکے بعد تقریباً دس برس تک زندہ رہیں۔ حضرت کے معتقد و ارادتمند مرحومہ کی کفالت کرتے رہے۔

―――― (۳۰) ――――

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

پھلواری میں بھی عجیب عجیب بزرگان دین گذرے ہیں۔ میرے پھوپھا (حضرت مولانا محمد حسین قادری پھلواروی) جو چھوٹے مولوی صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنے بھائیوں یعنی حضرت صاحب (حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ) کے ساتوں فرزندوں میں سب سے چھوٹے تھے، یہ مرید اپنے والد سے تھے اور ان سے خلافت بھی تھی۔ مگر آپ کی تکمیل اپنے بڑے بھائی حضرت فرد اور مولانا محمد امام صاحب رحمہما اللہ سے ہوئی۔ آپ حج و زیارت سے فارغ ہو کر گھر آنے کے لئے جدہ پہونچے۔ یہاں سے یکایک پھر مکہ معظمہ واپس چلے آئے اور بیمار ہو کر

انتقال کیا۔ جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔ ستر احوال میں آپ کو اس قدر مبالغہ تھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مجھ سے فرماتے تھے کہ بھئی یہ مولوی محمد حسین عجیب شخص تھا۔ اپنے کو اس قدر چھپایا کہ کسی کو معلوم نہ ہوسکا یہاں سے گھر جانے کے لیے جدہ گئے۔ پندرہ دن کے بعد بھاگ آئے اور مر گئے۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے اُن کو قبر میں رکھا۔ میں نے اُن کی پیشانی سے لیکر آسمان تک ایک نور دیکھا۔ اللہ اکبر یہ ایسا شخص تھا۔ اور اپنے کو اس قدر چھپائے رکھا۔

مولانا آل احمد صاحب محدث مہاجر مدنی سے بھی جو میری نانی کے حقیقی بھائی تھے، حضرت حاجی صاحب کو ربط تھا۔ حضرت حاجی صاحب انہیں صاحبزادے کہا کرتے تھے چونکہ حضرت کو معلوم تھا کہ مولانا آل احمد صاحب پھلواری کے پیرزادوں میں ہیں۔ ایک بار مجھ سے فرمانے لگے کہ صاحبزادے آئے تھے آل احمد صاحب۔ انہیں مدینہ منورہ جانے کی بڑی جلدی تھی۔ میں نے کہا حج کو کل دو مہینے ہیں اس کے بعد جانا مگر وہ نہ مانے اور کہا کہ میرا وقت اخیر ہے بالآخر وہ جلد جلد عمرہ سے فارغ ہوکر مدینہ طیبہ کو روانہ ہوگئے اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد اطلاع آئی کہ اُن کا انتقال ہوگیا۔ مولانا آل احمد صاحب نے اپنے عالم شباب ہی میں ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں اقامت اختیار کرلی تھی۔ اور یک لخت تیئیس برس وہاں مقیم رہے اس کے بعد آپ کئی بار ہندوستان آئے اور گئے۔ آپ کو حضور شاہ علی حبیب صاحب (راقم الحروف کے نانا اور دادا پیر) نے حدیث سنانے اور سند حاصل کرنے کے لئے بلایا تھا۔ پھر انہیں لوگوں نے حضرت سے حدیث پڑھی اور سند لی۔ آپ کا شہرت کاکوری میں بھی

پہنچا ہے جو شائع بھی ہو چکا ہے۔ حجاز میں آپ کے معتقدوں کا خاصہ حلقہ تھا۔ ترک اکثر آپ کے معتقد تھے، آپ کے پاس بڑی بڑی رقمیں اور بیش قیمت چیزیں ہمیشہ نذر میں آتی رہتی تھیں۔ مگر آپ فوراً خیرات کر دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ گھر میں جھاڑو پھر جاتی تھی۔ آپ کا علم حدیث بہت وسیع تھا۔ آپ کی رہائش بالکل سیدھی سادی اور بے تصنع تھی۔ جب آپ حضور شاہ علی حبیب صاحب سجادہ نشیں کو حدیث پڑھانے پھلواری آئے تو اُس وقت پھلواری کے لوگ جبہ و دستار کے عادی تھے اور آپ بے دیا نہ بے تکلفی کے عادی۔ آپ ملازموں دھوبیوں یا اس طرح کے لوگوں کو ساتھ بٹھاتے ان کے ساتھ کھاتے پیتے گھاس پر لیٹتے بیٹھتے۔ درخت پر چڑھ جاتے، سڑکوں پر کوسوں پیدل چلتے۔ یہ باتیں پھلواری کے اکثر شرفا کو ناگوار گذرتیں کیونکہ ان سے ان کی وضع پر فرق آتا تھا۔ آپ کا سب سے محبوب مشغلہ قران کریم کی تلاوت تھی، اکثر باغ یا میدان میں جا کر تخلیہ میں گھاس پر بیٹھ کر تلاوت کرتے رہتے؛ زمین صاف نہیں ہوتی تو درخت پر چڑھ جاتے اور وہیں تلاوت کرتے رہتے، بخاری شریف بھی اکثر تلاوت کے طور پر پڑھتے۔ حدیث و علم حدیث کے علاوہ آپ دیگر فنون کا بھی درس دیتے تھے۔ روپے، اگنی وغیرہ آپ ہانڈی میں رکھتے۔ فرماتے کہ "ہانڈی میں رکھدو، اسی میں چلا جائے بھی ہے"۔ پھر تخلیہ ہوتا تو طالب العلموں کو بلا کر تقسیم کر دیتے۔ کبھی کوئی نہ ہوتا تو سنگی مسجد کے صحت کے نیچے یا مخدوم راستی کی درگاہ پر برگد کی جڑ میں جا کر روپیہ رکھ آتے۔ جب حضور کو حدیث پڑھانے کے بعد آپ حجاز واپس جا رہے تھے تو حضور نے بمبئی تک کا ٹکٹ اور تین سو روپے کی تھیلی آپکے ساتھ کر دی۔

تین سو روپے اُس زمانہ میں بہت کافی رقم تھی، اگر جبل پور پہنچتے پہنچتے وہ ساری رقم ختم ہوگئی، خالی ہاتھ بمبئی پہونچکر ایک مسافرخانہ میں پڑے تھے کہ ڈومری کے مولوی فضل الرحمٰن صاحب بھی بارادۂ حج وہاں پہونچے، حضرت کا ارادۂ سفر معلوم کرکے عرض کی کہ میری بڑی سعادت ہوگی اگر حضور میرے ساتھ چلیں۔ حضرت راضی ہوگئے۔ فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لیا گیا، مگر وہاں کے ٹھاٹھ باٹھ سے حضرت کو وحشت ہوئی۔ چپ چاپ نیچے اُترکے تو تین یعنی ڈک مسافروں کے ساتھ تھرڈ کلاس میں چلے آئے۔ مولوی فضل الرحمٰن سخت حیران ہوئے کہ حضرت کہاں چلے گئے، ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے آپ وہاں ملے اور فرمایا کہ میں گدّے وَدّے پر نہیں جاؤں گا۔ بس یہیں رہونگا۔ جدّہ تک اُسی جہاز پر ساتھ آئے وہاں سے پھر غائب ہوگئے تو ایک دم مکہ معظمہ میں ملاقات ہوئی پھر وہاں سے غائب ہوئے تو ایکدم مدینۂ منورہ میں ملاقات ہوئی ایک بار مدینہ منورہ ہی میں تھے کہ حضرت اشرف جہانگیر کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں "آل احمد اگر قطب خواہی شدن در کچھوچھہ بیا۔" آپ مدینہ منورہ سے سیدھے کچھوچھہ آئے۔ مگر کچھوچھہ آنیکے بعد پھر کیا ہوا۔ کسی نے کچھ نہیں بیان کیا۔

میں نے ایک بار اُن سے عرض کیا کہ "بڑے نانا! آپ ہندوستان میں بہت گھوم رہے ہیں، کہیں یہیں آپ کا انتقال نہ ہوجائے"۔ فرمانے لگے کہ میں نے اپنے باوا (مولانا محمد امام صاحبؒ) کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپنے مجھ کو کندھے پر اُٹھا کے اُٹھا کے جنۃ البقیع میں لیجاکر پھینک دیا۔ اس لئے میں سوا مدینہ منورہ کے کسی دوسری جگہ نہیں مرسکتا۔

آخری مرتبہ جب آپ ہندوستان سے مدینہ منورہ گئے تو بڑی عجلت میں گئے
جیسا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ مدینہ
منورہ پہونچنے کے بعد آپ نے ایک شب غسل کیا اور پورا کفن پہن کر سو گئے۔ دروازہ
اندر سے بند کر دیا تھا۔ صبح کو چول کھٹکا کر لوگ اندر گئے تو آپ کو مُردہ پایا۔
دوبارہ غسل دیا گیا اور دوسرا کفن پہنایا گیا اور جنۃ البقیع میں دفن کیا گیا۔ اِنَّا
لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مولانا آلِ احمد مجلس سماع میں شریک ہوتے تھے۔ مگر حال نہیں کرتے تھے۔ قبروں
کو بوسہ بھی نہیں دیتے تھے۔ آپ کے مکان میں جب مال و اسباب بہت ہو جاتا
(یعنی مدینہ منورہ میں، کیونکہ پھلواری میں تو کوئی مکان آپ کا تھا نہیں) تو چُپ
چاپ حرم شریف کی طرف جاتے اور بدوؤں سے کہتے "میرا گھر لوٹو گے؟"
وہ سب آپ کے ساتھ ہو لیتے، گھر لا کر آپ اُن سے کہتے کہ لُوٹ لو۔ بس ایک
تماشا ہو جاتا تھا، کوئی استنبولی قالین لئے بھاگا جاتا ہے۔ کوئی روسی سماوار
اٹھائے دوڑا جاتا ہے، کوئی چائے کی ہانڈی (جس میں اکثر سونے اور چاندی
کے ٹکڑے بھی پڑے ہوتے تھے) لئے جاتا ہے۔ الغرض تھوڑی دیر میں جھاڑو
پھر جاتی تھی۔ اور حضرت وہی بوریا بچھائے بیٹھے ہیں۔

(۳۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-
مولوی رشید احمد صاحب رح گنگوہی سے میں نے ایک بار معانقۂ عید کے
متعلق ان کی رائے دریافت کی، انہوں نے اس کو ناجائز اور بدعت بتلایا۔

میں نے لکھا کہ بدعتہ یا حرام اُس صورت میں ہو سکتا تھا۔ اگر ہم اس کو فعل رسول یا جزو واجبات سمجھ کر کرتے۔ اگر محض تہنیت یا ذوق وشوق میں گلے ملیں تو ایسکے ناجائز و بدعتہ ہونے کی وجہ نہیں ہوسکتی ہے، چنانچہ بخاری شریف کی ایک حدیث سے اس طرح کے معانقہ کا ثبوت ملتا ہے وہ حدیث یہ ہے کہ اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ ایک بار حضرت عبداللہ ابن زبیر سے خفا ہوگئیں اور بول چال ترک کر دی؎۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر نے بڑی منت وسماجت کی اور دوسرے لوگوں نے بھی سفارش کی۔ بالآخر اُم المومنین راضی ہوگئیں اور عبداللہ بن زبیر کو گلے سے لگا لیا"۔ حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ اظہار رضا اور عفو تقصیر پر حضورؐ نے کسی کو گلے لگایا ہو مگر اُم المومنین کے اس فعل سے ثابت ہوتا ہے کہ جن مواقع پر حضور صلعم نے معانقے کیے ہیں اُن کے علاوہ دیگر جائز مواقع پر (خوشی یا رضا) معانقہ کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ بدعت نہیں ہے۔ جناب مولوی صاحب نے اس کے جواب میں مجھے خط لکھا کہ اگر آپ اس حدیث کے معنی ایسا ہی سمجھتے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ آپ معانقہ کیا کریں۔

(۳۲)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

زنا کرنا۔ اور شراب وتاڑی پینا۔ مقدمہ بازی سے اچھا ہے اس لیے کہ مقدمہ

؎ حضرت عبداللہ ابن زبیر اُم المومنین کی حقیقی بہن کے لڑکے تھے اور آپ نے مثل فرزند کے ان کی پرورش کی تھی۔

بازی میں ایمان بھی جاتا ہے اور مزہ بھی نہیں ملتا ہے۔ یعنی مقدمہ بازی، زنا کرنے اور شراب و تاڑی پینے سے بھی بدتر ہے اس لئے کہ مقدمہ بازی میں ایمان بھی جاتا ہے اور مزہ بھی نہیں ملتا ہے۔

(۳۳)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

مولوی شرف الدین صاحب پھلواروی علیہ الرحمۃ کی درسی لیاقت بہت اچھی تھی۔ آپ کرٹے میں میر ابوسعید اور میر ابو محمد کو پڑھانے کے لئے پچیس روپئے ماہوار پر ملازم تھے۔ وہاں کے لوگوں کو آپ سے بہت اعتقاد تھا۔ کرٹے سے آپ ٹکر گئے وہاں آپ کا کچھ حلقہ تھا۔

(۳۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

بڑے ماموں (جناب شاہ نعمت مجیب صاحبؒ) نے ایک بار مجھ سے فرمایا کہ خود مجھلے نانا (حضرت شاہ ابوتراب آشناؒ) نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ہم تینوں بھائیوں (یعنی حضرت فرد۔ و حضرت آشنا اور مولانا محمد امام) نے فارسی کی کتابیں شاہ نورالحق صاحبؒ سے پڑھیں اور ان کی غیبت میں ہم لوگ شاہ ظہورالحق صاحب سے بھی پڑھتے تھے۔

(۳۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

مولانا علی امیرالحق صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ یہی بات سچی ہے کہ شاہ ظہورالحق صاحب نے مولوی احمدی صاحبؒ سے پڑھا تھا۔ مگر جب اُدھر سے انکار ہوا تو

ادھر سے بھی انکار ہوا۔

(۳۶)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

حضرت فرد[1] نے طب اپنے حقیقی ماموں حضرت حکیم غلام جیلانی قدس اللہ اسرارہما سے پڑھی تھی اور پھر کامل تیس برس تک مطلب کیا۔ مگر کبھی کسی سے فیس یا معاوضہ نہیں لیا، کیونکہ حضرت کے والد ماجد کا ایسا ہی حکم تھا۔ اکثر روسا بھی آپ سے علاج کراتے اور بڑی بڑی رقمیں پیش کرتے مگر آپ ہرگز قبول نہیں کرتے۔ مشغلہ طبابت کے اس پوری مدت میں معمول یہ رہا کہ علی الصباح ساری بستی کا چکر لگاتے اور بغیر کسی قید کے ہر چھوٹے بڑے مریض کے گھر جاکر اُن کو دیکھتے۔

حضرت حکیم واعظ اللہ صاحب حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب قدس اللہ سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کو اکثر بطور الہام مرض کی نوعیت معلوم ہوجاتی تھی۔ کبھی کوئی سخت پیچیدہ مرض درپیش ہوجاتا تو آپ ایک چادر اوڑھکر لیٹ جاتے۔ غوث پاک سے مشرف ہوتے اور صحیح مرض معلوم ہوجاتا۔ اکثر آپ کو حضرت غوث پاک ہی کی مجلس سے دریافت ہوجاتا کہ مریض بچے گا یا مرجائیگا۔ ڈمراؤں، بتیا وغیرہ کے راجگان آپکے بیحد معتقد تھے۔ آپ کو فن جراحی (اپریشن) میں زبردست کمال حاصل تھا۔

اپنی وفات سے سال دو سال پہلے آپ نے مطلب موقوف کردیا تھا۔ اور عزلت

---

[1] حضرت فرد راقم الحروف کے حقیقی پرنانا تھے اور حضرت حکیم واعظ اللہ برادر حکیم غلام جیلانی راقم الحروف کے حقیقی پردادا۔ ع "صد شکر کہ ہستم میان دو کریم"

گزیں ہو کر ہمہ دم یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے تھے۔ انتقال آپ کا موضع گھگھٹہ (چھپرہ) میں ہوا اور لاش کشتی پر پھلواری لائی گئی۔

(۳۷)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے جس کو بیہقی نے بھی روایت کیا ہے الغناء تنبت النفاق یعنی گانا بجانا نفاق پیدا کرتا ہے۔ محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے مگر بہر کیف ہم اپنے صوبۂ بہار میں دیکھتے ہیں کہ "حال قال" کی لڑائی جتنی یہاں ہے کہیں نہیں ہے۔

(۳۸)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حضرت شاہ نعمت اللہ پھلواروی قدس اللہ سرہٗ نے اپنے دو فرزندوں یعنی شاہ ابوتراب آشنا اور مولانا محمد امام صاحب سے بڑی سخت ریاضتیں کرائی تھیں اچانک

عہ بالکل صحیح ارشاد ہوا۔ ایک سجادہ نشیں دوسرے سجادہ نشیں کے یہاں مجلس سماع میں نہیں جائیگا اسلئے کہ وہاں اسے مصلی اور گاؤ تکیہ نہیں ملیگا اور اسکی حمیت اس کو گوارہ نہیں کر سکتی کہ اس کا ایک حریف تو گاؤ تکیہ اور جائے نماز بچھائے اپنے حلقے سے دست بوسی کرا رہا ہو اور وہ اَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ کی طرح بیٹھا رہے جس طرح سلاطین اپنا دربار منعقد کیا کرتے ہیں اُسی طرح مجالس سماع کی تقریب بھی اب علی العموم ہمارے گدی نشینوں کا دربار ہے پس جس طرح ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کا درباری بننا گوارہ نہیں کر سکتا اُسی طرح ایک سجادہ نشیں دوسرے سجادہ نشیں کا درباری بننا کس طرح گوارہ کر سکتا ہے۔

پانچ پانچ چلّے چالیس چالیس دن کے کرائے تھے جس میں روزے کھولنے کے بعد صرف ایک مٹھی چنا کھانے کی اجازت تھی جس مقام پر اب حضرت صاحب (حضرت شاہ نعمت اللہ صاحبؒ) کی قبر مبارک ہے۔ اس کے نیچے تہ خانہ تھا وہی چلّے کی جگہ تھی۔ یہ لوگ اپنے احوال قلمبند کرکے حضرت صاحب کے پاس بھیجا کرتے تھے لیکن بعد میں لکھنے پڑھنے کی طاقت بھی باقی نہیں رہتی تھی۔ چلّہ سے نکل کر کئی کئی مہینے تک بیمار پڑے رہا کرتے تھے۔ ایک بار مولانا محمد امام صاحب (چلّے میں تھے اور) اپنے احوال لکھ لکھ کر حضرت صاحب کے پاس بھیجتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک بار آپ نے لکھا کہ ایک گیدڑ دوسرے گیدڑ سے چلا کر کہہ رہا ہے کہ عیسیٰ پور کے قاضی ابراہیم حسین صاحب نے انتقال کیا۔ حضرت صاحب کو بذریعہ کشف معلوم ہوگیا۔ آپ نے آدمی بھیجا کہ محمد امام سے کاغذ لیلو اور خبر کردو کہ واقعی قاضی نے انتقال کیا۔

ایک بار مولانا محمد امام صاحب اپنے چلّہ سے نکلکر باہر آرہے تھے کہ ایک جن نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آپ کو بھی طیش آگیا۔ فرمایا کہ اگر تو ناری ہے تو میری بھی حرارت دیکھ۔ یہ کہہ کر اس پر ایسی توجہ ڈالی کہ "جلا جلا" چلاتا ہوا بھاگ گیا۔

(۳۹)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

ہمارے مولانا رسول نما بنارسیؒ میر زاہد ہروی کے بہ دو واسطہ شاگرد تھے اور حضرت شاہ ولی اللہ بھی بیک واسطہ میر زاہد کے شاگرد تھے۔ مولانا رسول نما نے میر زاہد - میر جلال کی شرح بھی لکھی تھی۔ اس کے کچھ اجزا ابھی تک ہمارے بعض عزیزوں کے پاس موجود ہیں۔ میں ایسی چیزوں کا تبرک میں شامل کیا جانا پسند نہیں کرتا، اسکو

شایع کرنے اُن پر حاشیہ لکھنے بلکہ اس پر اعتراض کرنے کو بہتر سمجھتا ہوں۔

میرزاہد ہروی، جہانگیر و شاہ جہاں کے وقت میں آگرہ کے قاضی تھے، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ان کے براہ راست شاگرد تھے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک کبابی نے اُستاذ محترم کی خدمت میں کچھ بطور ہدیہ پیش کئے۔ آپ نے قبول فرمالیا دوسرے دن پھر اُس نے پیش کیا۔ ایک بار پھر لے لیا۔ جب تیسرے دن پھر آیا۔ تو آپ نے کل کباب کی قیمت ادا کر دی اور ہدیہ لانے کو منع کر دیا اور فرمایا کہ میں قاضی شہر بھی ہوں، میرے لئے تحفے لینا مناسب نہیں ہے۔ شاید کسی موقع پر تم کسی کے سفارشی بن کر آؤ۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ علاّمہ ہروی میرزاہد نے رسالہ قطبیہ میرے ہی لئے لکھا تھا۔

(۴۰)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

آنحضرت صلعم ایک مرتبہ وادی عقیق کو تشریف لے گئے۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے پانچ چھ کوس پر ہے۔ یہ بہت صاف ستھرا مقام تھا اور آب و ہوا بھی بہت اچھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی دل تو چاہتا ہے کہ ہم سب لوگ یہیں آکر اقامت کرلیں۔ مگر مدینہ میں لوگوں نے مکانات وغیرہ بنوالئے اور وہیں بس گئے۔ اور اب یہاں آنے میں دقت واقع ہوگی۔

اس واقعے سے ثابت ہوتا ہے کہ آب و ہوا، صفائی اور حفظانِ صحت کے خیال سے انسان بہتر مقام پر جاکر اقامت اختیار کرے تو جائز اور مناسب ہے۔

(۴۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

مجذوب کے معنی ہیں کھنچا ہوا یعنی اسمائے صفات میں سے کسی خاص اسم کے مراقبہ میں غایت انہماک کی وجہ سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان اس کی طرف کھنچ جاتا ہے اور آپے سے گذر جاتا ہے۔

(۴۲)

حضرت قبلہ نے فرمایا:- (۲ مارچ ۱۹۳۱ء - ۱۱ شوال ۱۳۴۹ھ)

شکر پر ٹیکس عاید کر دیا گیا ہے اس لئے اب اس کا بھاؤ روز بروز بڑھتا جائیگا۔ شکر ہندوستان میں مارشیس جاوا اور جرمنی سے آتی ہے۔ روس نے بھی شکر سازی میں خاصی ترقی کی ہے اور ایران میں اس وقت روسی ہی شکر استعمال کی جاتی ہے اس وقت جن سوداگروں کے پاس مال کافی طور پر موجود ہے وہ تو بہت منافع میں رہیں گے مگر جن کا آڈر دیا ہوا مال ابھی نہیں پہنچا ہے وہ سخت نقصان میں رہے۔

روس اور امریکہ دونوں جگہ لا مذہبیت کا زور ہے مگر فرق یہ ہے کہ حکومت امریکہ مذہبی معاملات میں دخل نہیں دیتی، مگر برخلاف اس کے روسی حکومت مذہب کو مٹانے کی ساعی و سرگرداں ہے حتیٰ کہ بسا اوقات مذہب پرستوں پر حکومت روس کی طرف سے مظالم ہوا کرتے ہیں۔

(۴۳)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

پٹھانوں کے عہد حکومت میں بہار کا دارالسلطنت پٹنہ نہ تھا بلکہ موجودہ بہار شریف تھا۔ یا رہتاس۔ سلطنت مغلیہ کے دور کا بڑا حصہ بھی ایسا ہی گذرا جبکہ یہی مقامات دارالسلطنت اور پٹھانوں کی سرکوبی کے مرکز بنے رہے، پٹھانوں کو دبائے رکھنے کے خیال سے رہتاس و راجگیر کے درمیان بہت مغل آباد کئے گئے تھے۔ اور شرفا کے بہت نئے خاندان آباد ہوئے۔ اس وقت رہتاس سے لیکر راجگیر تک ضلع گیا کے دکھن دکھن جو اسلامی آبادی نظر آتی ہے۔ وہ تقریباً سب کی سب مغلوں کے وقت کی ہے۔

بنگالہ میں لکھنوتی مغلوں کے وقت میں ویران ہوا اور شاہ شجاع نے اول اول راج محل کو دارالسلطنت قرار دیا۔

——— ۴۴ ———

حضرت قبلہ نے فرمایا :- (۱۱ر شوال ۴۹ھ)

حضرت اسما بنت عمیس عرب کی بڑی عاقلہ عورت تھیں۔ ان کا پہلا نکاح حضرت جعفر طیارؓ سے ہوا اور آپ کے بطن سے جناب عبداللہ جعفرؓ کے ایک فرزند علی پیدا ہوئے، حضرت علی ابن عبداللہ کے صاحبزادے محمدؒ کی اولاد سے اس وقت پھلواری کے کل جعفری و زینبی حضرات ہیں۔ حضرت زینب کے ساتھ آپ کے شوہر حضرت عبداللہ کے دو بیٹے عونؔ و محمدؔ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے یہ دونوں صاحبزادے حضرت زینب کے بطن سے نہ تھے جیسا کہ عام طور پر مرثیہ نویسوں اور ذاکروں کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت جعفر طیارؓ کے بعد اسما بنت عمیسؓ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے نکاح کیا اور حضرت محمد ابن ابی بکر پیدا ہوئے، یہ گود ہی میں تھے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے وفات پائی اور جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ نے اسماء بنت عمیس سے نکاح کیا۔ محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی پرورش حضرت علی ہی نے کی۔ اسی لئے محمد بن ابی بکر کو جناب علی مرتضیٰ سے اس قدر لحوق و لزوق رہا۔ چونکہ فرزند تھے۔ محمد بن ابی بکر کے فرزند حضرت قاسم ہوئے۔ جن کے نواسے امام جعفر صادق علیہ السلام تھے۔ قاسم داماد حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے تھے۔ یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام کی نانی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی بیٹی تھیں۔ اسی لئے امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ولدنی ابوبکر مرّتین یعنی ابوبکر صدیق کا میں دوہرا فرزند ہوں۔ یہ عبارت اصول کافی کی ہے۔ اور عمدۃ الطالب فی آل ابی طالب میں بھی ہے۔

(۴۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

میں نے بعض متعصب بد دینوں کی تحریریں دیکھی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ نعوذ باللہ جناب ابوبکر صدیق میں زنا کا خون تھا۔ تف ہے اُن لوگوں پر۔ دراصل وہ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام و دیگر ائمہ اطہار و تمام سادات امامیہ میں۔ عیاذ باللہ۔ زنا کا خون ہے۔

(۴۶)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

جتنے جعفری و زینبی آج عقد بیوگاں کو عیب سمجھتے ہیں اُن کی دادی اسماء بنت عمیس نے تین تین نکاح کئے تھے۔

(۴۷)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

امام جعفر صادق کے بڑے فرزند حضرت اسمٰعیل تھے جن کا اپنے والد ماجد کی حیات ہی انتقال ہو گیا۔ امام جعفر صادق کے دوسرے فرزند حضرت موسیٰ کاظم تھے یہیں سے شیعوں کے دو فرقے ہو جاتے ہیں۔ اسماعیلی اور اثنا عشری، اسمٰعیلی کہتے ہیں کہ "امامت حضرت امام جعفر صادق کے بعد حضرت اسمٰعیل میں آئی، جیسا کہ خود حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے قول سے ثابت ہوتا ہے" اثنا عشری بدر کے قائل ہیں، یعنی اس کے قائل ہیں کہ منشا رالٰہی بدلا اور امامت موسیٰ کاظم کو ملی، اثنا عشری بارہ امام تک امامت کو ختم سمجھتے ہیں، مگر اسماعیلیوں کے امامت (مع عقائد جدیدہ کے) تا ایں دم قائم ہے اور درجہ بدرجہ منتقل ہوتی ہوئی ہز ہائی نس سر آغا خان کو پہنچی ہے۔ اس وقت اسمٰعیلی دُنیا میں کم از کم ایک کروڑ ہیں۔ اسماعیلیوں کی تقریباً دو سو برس تک مصر و حجاز میں حکومت رہی ہے جنت البقیع کے دروازے کے قریب ہی ایک بہت بڑا گنبد حضرت اسمٰعیل کا تھا جس کو اوّل مرتبہ نجدی اوّل نے ڈھا دیا تھا اور اس مرتبہ ابن سعود نے مسمار کر دیا۔

(۴۸)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حضور نظام شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد سے ہیں جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اولاد سے تھے حضور نظام شاہ جہاں کے وزیر سعد اللہ خان کی بیٹی کی اولاد سے ہیں۔ اور متعدد طرق سے سادات کا خون بھی آپ میں پہونچا ہے۔

(۴۹)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

ابن بطوطہ جس وقت بنگالہ پہونچا ہے اُس وقت گوڑ کی آبادی آٹھ لاکھ تھی اور اُس نے تعجب کے ساتھ لکھا ہے کہ ایک روپیہ میں اتنا غلہ ملتا ہے کہ ایک انسان سال بھر تک کھائے۔

(۵۰)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

مہاراجہ دربھنگہ کے اجداد میں ایک شخص سنسکرت کے بڑے عالم فاضل تھے وہ حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کے دربار میں رسائی حاصل کرنے کی غرض سے دہلی چلے۔ بادشاہ کو خبر ملی کہ بنگالہ سے کچھ لوگ آئے ہیں۔ موسم سخت سردی کا تھا۔ اور یہ لوگ میدان میں درخت کے نیچے ٹھہرے ہوئے تھے اور دہی چوڑا کھا رہے تھے۔ بادشاہ کو اُن کے طرز زندگی پر تعجب ہوا۔ بُلا بھیجا۔ اُن میں کے ایک شخص نے جو میر قافلہ تھا اور موجودہ مہاراجہ کے مورث تھے سنسکرت زبان میں نظمیں تیار کی تھیں بادشاہ خود سنسکرت سے واقف تھے اور بہتیرے درباری بھی۔ بادشاہ کو وہ اشعار بہت پسند آئے اور شاعر کے علمی جوہر کھلے۔ بادشاہ نے برہمن کی درخواست پر ازگنگ تا سنگ یعنی مکامہ گھاٹ سے سرحد ہمالیہ تک کا علاقہ دینا منظور کیا۔ اور عامل حاجی پور کو اس کی تعمیل کا پروانہ بھیجا۔ بعد میں عمال حکومت کی کاٹ چھانٹ کا نتیجہ ہے کہ جو یہ علاقہ موجودہ دربھنگہ راج کے اندر محدود ہے۔

اورنگ زیب جس زمانہ میں دکن میں تھے اُسی زمانہ میں پرچہ نویسوں کے ذریعہ

اطلاع ملی کہ ایک ہندو رئیس نے ایک قصاب کو جان سے مار ڈالا ہے۔ بادشاہ نے سرکاری طور پر اس کی تحقیق کرائی۔ معلوم ہوا کہ واقعہ صحیح ہے۔ بادشاہ نے دہلی فرمان بھیجا کہ پانی پت سے قصابوں کے سو گھر لیجا کر دربھنگہ میں آباد کرو۔ اور راجہ کو خط لکھا تھا کہ چونکہ قانونی طور پر کافی ثبوت اس خون کے متعلق میرے پاس موجود نہیں ہے اس لیے میں تمہارے خلاف کوئی عدالتی کاروائی نہیں کر سکتا مگر چونکہ واقعہ بالکل صحیح ہے اس لیے قصابوں کے حق شہریت کو بہت واضح طور پر قائم کرنے کے لیے میں نے وہاں قصاب آباد کرنے کا حکم کیا ہے۔ دربھنگہ میں اس وقت جو اس قدر قصاب آباد ہیں ان سب کی اصل پانی پت ہے:

(۵۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

جون پور کی بڑی مسجد کے پشت پر جو مقبرہ ہے وہ حضرت شیخ عیسیٰ تاج کا مقبرہ ہے۔ ابراہیم شرقی آپ کا بہت معتقد تھا۔ اور آپ ہی کی خوشنودی کیلئے مشرق کی یہ عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔ حضرت عیسیٰ تاج کی اولاد جون پور سے سارن آئی اور سارن سے حوالی پٹنہ میں آئی۔ مولوی فاضل صاحب مرحوم خسرو پور کا خاندان شیخ عیسیٰ تاج کی اولاد سے ہے۔

(۵۲)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

ایک بار کلکتہ کے کچھ دو سار اجمیر شریف جاتے ہوئے ہم سفر ہو گئے۔ اٹاوہ اسٹیشن پر ان لوگوں نے اپنا ڈبہ بدلنے کے لیے کل اسباب اتارا اور پھر دوسرے

ڈبہ میں سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ اتفاقاً ان میں سے ایک صاحب کا بکس جس میں نقدی اور دیگر سامان تھے پلیٹ فارم پر چھوٹ گیا، وہ بہت گھبرائے، میں نے کہا کہ آپ خواجہؒ کے یہاں جا رہے ہیں مطمئن رہیے وہ بکس غائب نہیں ہو سکتا، مگر اُنہیں اطمینان نہ تھا۔ مجھ سے کہنے لگے کہ حضرت میں تو اپنا بکس آپ سے لوں گا۔ چونکہ مجھے یقین تھا کہ وہ بکس ضرور ملجائیگا، میں نے کہدیا "بہت خوب"۔ اجمیر شریف پہونچنے کے بعد اٹاوہ سے ایک صاحب نے میرے نام تار بھیجا کہ آپ کا بکس اسٹیشن پر چھوٹ گیا ہے وہ میں اپنے ساتھ فلاں تاریخ کو لاؤنگا۔ میں وہ تار اپنے دوست کے پاس بھجوا دیا۔ پھر وہ بکس آیا اور کھولا گیا۔ کل چیزیں جوں کا توں اُس میں موجود تھیں۔ [۵]

(۵۳)

ایک بار میاں ہی میاں شریف اعظم اجمیر شریف حاضر ہوئے۔ میاں شریف اعظم کی جیب میں دو واپسی ٹکٹ کانپور تک کے تھے اور کچھ مختصر سی نقدی تھی۔ وہ آستانہ شریف پر مراقب بیٹھے تھے کہ کسی نے ان کی جیب سے سب چیزیں نکال لیں۔ میرے پاس دس روپے تھے وہ بھی کسی نے نکال لئے۔ اب ہم دونوں کانپور جانے کے لئے پا بر کاب تھے۔ مگر کوئی سامان نہ تھا۔ ہم دونوں اپنی قیام گاہ پر جا کر سو رہے۔ صبح کو جناب مولوی انوار اللہ صاحب (فضیلت جنگ) تشریف لائے اور ساٹھ روپے نذر کئے۔ میں نے دل میں کہا کہ بھئی دس

---

[۵] یہ کرامت تو غریب نواز کی تھی مگر اس کا ظہور ہمارے حضرت قبلہ کے ذریعہ ہوا۔

گئے تھے اور اُس کا شش گُنا مل گیا۔ ایسی چوری کون نہ پسند کریگا۔ بس فوراً ہم لوگ کان پور کے لئے روانہ ہوگئے۔

(۵۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

حضرت مولانا فخر رحمۃ اللہ علیہ صدیقی شیخ تھے اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد سے تھے۔ آپ اپنے والد ماجد مولانا نظام الدین اورنگ آبادی کے مرید و خلیفہ تھے۔ مولانا نظام الدین اودھی تھے۔ یہیں مولانا فخر کی ولادت بھی ہوئی۔ حضرت کلیم اللہ جہان آبادیؒ نے حضرت شیخ نظام الدین کو رشد و ہدایت کے لئے اورنگ آباد (علاقہ دکن) میں بھیجا تھا۔ آپ حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی چشتی نظامی کے مرید و خلیفہ تھے اور آپ عمر بھر دکن ہی میں رہے۔ اور وہیں آپ کا وصال بھی ہوا۔ مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد کچھ دنوں اورنگ آباد میں رہے پھر وہاں سے دہلی آئے اور عرصہ دراز تک حضرت سیدنا قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ کے آستانۂ پاک پر چلّہ کش رہے پھر وہاں سے شہر دہلی تشریف لائے اور ایک دائرہ میں بیٹھ کر درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ شہر دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کے علم و فضل و عرفان و زہد کا غلغلہ بلند تھا۔ مولانا فخر کے علم و کمال اور کثرت کرامات کو دیکھ دیکھ کر لوگ جوق جوق آپ کے حلقہ میں داخل ہونے لگے حتیٰ کہ قلعہ تک آپ کی شہرت پہونچی شہزادگان و اعیانِ سلطنت حتیٰ کہ خود بادشاہ بہادر شاہ ظفر آپکے مُرید ہوگئے۔ بہادر شاہ

نے آپ ہی کی منقبت میں یہ شعر لکھا ہے۔ ؎

اے ظفر میں کیا بتاؤں تجھ سے جو کچھ ہوں سو ہوں ٭ لیکن اپنے فخر دیں کے کفش بردار وں میں ہوں

مولانا فخرؒ کا حلقہ اس قدر وسیع ہوا کہ نہ فقط تمام ہندوستان بلکہ بیرون ہندوستان پر بھی محیط ہوا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور آپ سے ایک مسئلہ میں اختلاف بھی ہوا تھا۔ یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے ایک رسالہ میں تحریر فرمایا تھا کہ حضرت حسن بصریؒ کی جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ سے (ملاقات) لقا ثابت نہیں ہے۔ حضرت مولانا فخر نے اس کے جواب میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور نہایت مدلل و مبرہن طور پر واضح کیا کہ لقا ثابت ہے۔ حضرت مولانا فخرؒ نے اس رسالہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نام کے ساتھ نہایت شاندار اور بہتر الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مولانا فخر کے اس رسالے کا نام "فخر الحسن" ہے۔

مولانا فخرؒ کا زمانہ جب اخیر ہوا تو آپ نے اپنے تمام بڑے بڑے خلفاء کو بلا بھیجا انہیں میں آپ کے ایک خلیفہ اجل حضرت نور محمد ملتانی (مہٹن کا کوٹ) تھے جب سب خلفا آئے، تو آپ خلوت سے باہر تشریف لائے، ہاتھ میں ایک پنکھا تھا۔ آپ نے سب پر اس پنکھے سے ہوا کی۔ آپ نے اسی طرح سب پر توجہ ڈالی۔ سب ادباً خاموش بیٹھے رہے۔ الامر فوق الادب پھر فرمایا کہ جس کو میں ڈھونڈھتا ہوں وہ ان میں نہیں ہے۔ خواجہ نور محمد سمجھ گئے اور عرض کی کہ میں اسے بھیجتا ہوں۔ پھر سب خلفا اپنے اپنے مقام پر روانہ ہو گئے۔ حضرت خواجہ نور محمد نے ایک نوجوان کی تعلیم و تربیت کی اور جو بعد میں حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی

کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ ملتان سے تیس کوس پر ایک مقام سنگڑھ کے رہنے والے تھے جسے اب عام طور پر تونسہ شریف کہتے ہیں۔ خواجہ نور محمد مہاروی ملتانی نے انہیں مولانا کی خدمت میں روانہ کیا۔ وہ راستہ ہی میں تھے کہ حضرت مولانا فخر مجدد اسلام نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ خواجہ سلیمان واپس نہیں ہوئے۔ بلکہ دلی آئے اور مدتوں مزار مبارک سے استفادہ کرتے رہے اور پھر کامل و مکمل ہوکر اور چشتیت کی تمام نعمت باطن سے مالامال ہوکر اور در اصل بلاواسطہ حضرت فخرالاسلام کے خلیفہ ہوکر سنگڑ واپس ہوئے۔ حضرت خواجہ سلیمان اس آخری دور میں اتنے بڑے شیخ گذرے ہیں کہ دُنیا میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ کے آٹھ سو کامل و مکمل خلفا ہوئے جو ہندوستان، افغانستان تا لیکر بغداد تک پھیلے ہوئے تھے اور آپ کے علم و فضل اور کشف و کرامات سے ایک عالم متحیر تھا۔

حضرت مولانا فخرؒ نے اپنے ایک پوتے کو چھوڑا جن کا نام محمد تھا، مگر رنگت کالی ہونے کی وجہ سے آپ شاہ کالے صاحب کے نام سے مشہور ہوگئے۔ اُن کی شادی قلعہ کی ایک بیگم سے ہوئی تھی اور آپ میں ریاست آگئی۔ آخر میں شاہ کالے صاحب نے حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا اور اپنی آبائی دولت فقر سے مالامال ہوئے۔

(۵۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حضرت شاہ نیاز احمد صاحب سبعۃً قادری تھے۔ آپ کو بیعت حضرت سید عبداللہ

بغدادی سے ہے اور اُن کے بعد حضرت شاہ صاحب نے مولانا فخر کی طرف رجوع کیا اور چشتی ہوئے۔ حضرت شاہ نیاز احمد صاحب نے اپنی قادریت و چشتیت کو اس شعر میں ظاہر کیا ہے۔ ؎

فیض یاب بارگاہ شیخ عبد القادرم
زیں نمط از فخر مارا عزّ و جاہ دیگرست

سید عبد اللہ بغدادی حضرت غوث پاک کی اولاد سے تھے، عراق میں سخت زبون طاعون پھیل جانے کی وجہ سے بغداد چھوڑ کر آپ ہندوستان آئے، یہ زمانہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث، حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور مولانا فخر کا تھا۔ دہلی میں ان تمام اکابر نے آپ کا بڑا اعزاز کیا۔ دہلی میں ایک مشاعرہ ہوا جس میں سید صاحب بھی تشریف فرما تھے، حضرت مرزا صاحب نے اس رعایت سے اپنے مقطع میں فرمایا تھا۔ ؎

گفت مظہر غزلے بہر جگر گوشۂ تو
غوث اعظم کرمے، قبلۂ پاکاں مددے

اس غزل کا ایک شعر ایسا بہتر ہوا تھا کہ تمام شعراء نے اپنے اپنے قلم رکھ دئے وہ شعر یہ ہے۔ ؎

رفتم از میکدہ اما بدعا می خواہم
کہ ازیں درّہ رہِ دم لغزش مستاں مددے

لغزش مستاں کو کسی نے اس انداز سے نہیں باندھا ہے۔ شیخ علی حزین بھی اس مشاعرے میں موجود تھے۔ سید عبد اللہ صاحب پھلواری بھی تشریف لائے،

اور ہمارے بڑے حضرت (حضرت شاہ مجیب اللہؒ) کے مہمان ہوئے تھے، حضرت نے آپ کو کوٹھے پر ٹھہرایا تھا تاکہ "حضرت غوث پاک کے فرزند کا قدم میرے سر پر رہے"۔

پٹنہ میں حضرت مخدوم منعم پاکؒ نے بھی شاہ صاحب کا بیحد احترام کیا۔ ایک مجلس میں جبکہ صدر جگہ پر حضرت سید صاحب تشریف فرما تھے اور آپ کے سامنے حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ، حضرت شاہ مجیب اللہ پھلواروی قدس سرہٗ وغیرہ سب مؤدب بیٹھے تھے، کسی مصور نے تصویر بھی کھینچ لی تھی۔

(۵۶)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حضرت شاہ نظام الدین صاحبؒ (ابن حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بلویؒ) میرے مواعظ و مجالس میں تشریف لایا کرتے تھے اور مجھ پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ میں نے ایک بار عرض کیا کہ حضور اس قدر ضعیف و نحیف ہو کر وعظ میں آنے کی کیوں تکلیف گوارہ فرماتے ہیں تو جواب میں فرمایا کہ "بھئی یہ زمانہ اب لامذہبیت اور بے دینی کا آگیا ہے اور دینی و روحانی بیانات کی قدر لوگ کم کرنے لگے ہیں۔ اس لیے میں خاص کر آتا ہوں تاکہ اور لوگ بھی شرما شرمی شریک ہو جائیں اور مجالس وعظ کی رونق زیادہ ہو"۔

میں نے ایک بار اُن کے آگے نذر پیش کی تو فرمایا "بھئی تم نے ایک بار کہا تھا کہ میں ماں کی طرف سے قریدی ہوں۔ لہذا تم میرے پیرزادے بھی ہو۔ اس لیے میں نذر تو لے لوں گا مگر اس طرح کہ میں اپنا ہاتھ نیچا کرتا ہوں

اور تم اپنا ہاتھ اوپر کر کے مجھے دیدو۔[سے]"

(۵۷)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

جب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا انتقال ہوا تو آپکے فرزند حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کمسن تھے۔ لوگوں نے جب آپ کو سجادہ پر بٹھانا چاہا تو آپنے اپنی کمسنی کا عذر کر کے انکار کیا۔ مگر جب بہت اصرار ہوا تو آپنے فرمایا کہ اس وقت دہلی کے دو شیخ کامل ہیں ایک مولانا فخرؒ دوسرے حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ ہیں یہ دونوں بزرگوار اگر خود تشریف لاکر اپنے ہاتھوں سے میری دستار بندی کر دیں تو البتہ مجھے اس ذمہ داری کا برداشت کرنا منظور ہے یہ دونوں حضرات بوجہ کبرسنی و مشاغل دینی جمعہ کے علاوہ عام طور پر اپنی خانقاہوں سے بہت کم نکلتے تھے، مگر اس واقعہ کی اطلاع جب مولانا فخرؒ کو ہوئی تو آپنے مرزا صاحب کو کہلا بھیجا کہ یہ لڑکا مانتا نہیں ہے چلئے ہم لوگ پگڑی باندھ آئیں۔ آپ تیار رہیئے میں آتا ہوں۔ چنانچہ یہ دونوں بزرگوار حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے گھر پہونچے اور فرمایا کہ کیوں میاں لڑکے بڑے ضدی ہو، پگڑی کیوں نہیں باندھتے؟ آپنے عرض کی کہ آپ اگر باندھیں تو مجھے منظور ہے، مولانا فخرؒ نے دستار لی اور حضرت مرزا جانجاناںؒ سے کہا کہ اسے آپ اپنے ہاتھ سے باندھیں۔ کیونکہ آپ دونوں ہم طریقہ بھی

[سے] واقعی متقدمین کا ادب موجودہ مشائخ کرام کے لئے درس عبرت ہے، بالخصوص اُن مشائخوں کے لئے جو دوسروں کی طرف نذر بڑھانا شرک خفی سمجھتے ہیں۔

نقشبندی۔ مجددی) ہیں۔ مگر مرزا صاحب نے کہا نہیں آپ اپنے ہاتھوں سے باندھیں۔ بالآخر حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں بزرگوں کے ہاتھوں کو پکڑ کر دستار اپنے سر پر رکھ لی۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب اس کے بعد بھی برابر ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے حلقہ کے لوگوں کو یہ بات ناگوار ہوتی تھی۔ اور بعض لوگ خفا ہو کر کہتے تھے کہ اپنے والد کی عزت وآبرو کو خراب کر رہے ہیں۔ مگر آخر کار جب مولانا فخر اور حضرت مرزا صاحب نے انتقال فرمایا تو تمام لوگوں نے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب ہی کی طرف رجوع کیا۔ اور آپ دراصل ساری دہلی کے شیخ الکل ہو گئے۔ حضرت شاہ صاحب کا آخری زمانہ تھا جبکہ دہلی پر انگریزوں کا عمل ہوا۔ حضرت شاہ صاحب نے فتویٰ دیا کہ ہندوستان دار الحرب ہو گیا۔ اب یہاں سے ہجرت واجب ہے، اگر ہجرت علی الفور واجب نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحب خود تو بالکل معذور ہو چکے تھے مگر اپنے نواسے اور جانشین مولانا محمد اسحٰق صاحب کو وصیت کر دی تھی کہ میرے بعد ہجرت کر کے حجاز مقدس چلے جانا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مولانا محمد اسحٰق صاحب اپنے خاندان کے ساتھ چلے گئے اور مکہ معظمہ میں اقامت اختیار کر لی۔ وہاں آپ نے درس وتدریس کے ذریعہ علم کا ایک دریا بہا دیا۔ تمام عالم اسلام سے لوگ آکر آپ کے حلقہ علم وعمل میں داخل ہوتے۔ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب نے بھی آپ سے حدیث پڑھی تھی۔

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے اجل خلفا میں تھے جب مرزا صاحب کا انتقال ہوا تو آپ کی اہلیہ محترمہ سے قاضی ثناء اللہ صاحب نے عرض کی کہ پانی پت تشریف لے چلیں، چنانچہ آپ وہیں تشریف لے گئیں۔ مرزا صاحب نے عمر بہت پائی تھی آپ کی صرف ایک صاحبزادی تھیں لڑکا ان سے بھی نسل چلی نہیں۔ حضرت مرزا صاحب کے خلفا میں ایک اور کامل و مکمل بزرگ حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ لوگوں نے آپ ہی کو خانقاہ میں بٹھا دیا۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب کے اہل و عیال نہ تھے۔ اس زمانہ میں سرہند شریف کو سکھوں نے لوٹ لیا تھا اور حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد وہاں سے منتشر ہو گئی کچھ لوگ ملتان کی طرف گئے اور کچھ رامپور میں آگئے۔ انہیں میں شاہ ابوسعید اور شاہ محمد سعید دو باپ بیٹے تھے۔ ان حضرات نے حضرت شاہ غلام علی صاحب کی طرف رجوع کیا۔ حضرت نے انہیں کو اپنا جانشین نامزد کیا۔ چنانچہ حضرت شاہ غلام علی صاحب کے بعد شاہ ابوسعید صاحب خانقاہ کے سجادہ نشین ہوئے۔ آپ حج کو گئے اور واپسی میں بمقام ٹونک انتقال کیا لاش دہلی لائی گئی۔ اب دور شاہ محمد سعید صاحب کا تھا۔ اور آپ کے بھائی شاہ عبدالغنی صاحب کا۔ ان دونوں حضرات نے بھی انگریزی حکومت آجانے کے بعد ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا اور ہجرت کرکے مدینہ منورہ چلے گئے۔ اور وہیں اقامت کرلی۔ حضرت شاہ عبدالغنی کے ذریعہ طریقہ مجددیہ کی عالم اسلام میں بڑی اشاعت ہوئی۔ مولانا آل احمد صاحب پھلواروی نے

آپ سے تبرکاً دلائل الخیرات کی اجازت لی تھی۔ جب میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اُس سے ایک سال پہلے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب انتقال فرما چکے تھے۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

(۵۹)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

اکابر صوفیہ میں کوئی شخص دھمال نہیں کھیلتا تھا۔ صرف مانگنے والے فقرا کی ایک جماعت چلی آتی ہے جو آگ پر چلنا مشق کرتی ہے اور یہ صرف پیسوں کے لئے ہے میں نے بھی کئی بار دھمال کھیلتے کچھ لوگوں کو دیکھا تھا مگر وہ آگ پر اس زور سے پیر مارتے تھے کہ آگ بجھ جاتی تھی۔

سدا سہاگ طبقہ کی ابتدا حضرت موسیٰ احمد آبادی سے ہے، یہ سہروردیہ طریقہ کے بزرگ تھے آپ پر ایک وقت میں محبوبیت کا بہت زیادہ غلبہ ہوا اور اُسی حالت میں آپ نے چوڑیاں پہن لیں۔ سدا سہاگ جو عورتوں کا لباس پہنے رہتے ہیں اس کی اصل یہی ہے۔ وہ حال تو باقی نہیں رہا محض نقل ہی نقل رہ گئی ہے۔ سہاگیہ طریقہ کے بہت سے بزرگان دین گذرے ہیں مگر وہ لوگ چوڑی دوڑی نہیں پہنتے تھے۔ مجھ سے خود حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ مدینہ منورہ میں اس طریقہ کے کئی کامل بزرگ تھے۔

(۶۰)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کی ہمشیرہ محترمہ (اجودھیا) اودھ میں بیاہی

ہوئی تھیں اور بڑی بُوا کے لقب سے مشہور تھیں، آپکے دو صاحبزادے تھے حضرت شیخ کمال الدین علامہ۔ و شیخ زین الدین علامہ۔ حضرت بڑی بُوا کا مزار پُرانوار فیض آباد ہی میں ہے۔ عیسیٰ پور والے حضرات یعنی قاضی علی امام و حکیم عبدالشکور وغیرہ وغیرہ سب حضرت زین الدین علامہ کی اولاد سے ہیں۔

—— (۶۱) ——

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

حضرت مخدوم شعیب قدس سرہٗ نے اپنی کتاب خزینۃ الاصفیا میں امام نووی کی کتاب تہذیب الاسماء والرجال سے ان کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کو جناب امیرالمومنینؑ سے لقائے صوری حاصل نہ تھی۔ اس کتاب (تہذیب الاسماء) کو چھپے ہوئے بہت دن نہیں ہوئے ہیں اور ہم لوگوں کو اب جاکر یہ کتاب ملی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قلمی نسخے عالم اسلام میں اسی وقت شائع ہو چکے تھے اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مخدوم شعیب و دیگر اکابر صوبہ بہار بڑے اہل علم اور علم دوست تھے اور کتابوں پر ان کی بڑی وسیع نظر ہوتی تھی۔

—— (۶۲) ——

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

میرے والد کی عمر ۵۱ برس کئی مہینے کی ہوئی تھی۔ ۱۲۳۵ھ ہجری میں ولادت ہوئی اور ۱۲۸۶ھ میں وفات ہوئی۔ ایک بار حضرت نے کٹہل کے کوئے کھالئے تھے تو ایک تسو دست آگئے تھے۔ یہ اسہال افزائی مرض ہے۔

(۶۳)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

فیروز تغلق کے وقت میں دہلی کی آبادی بائیس لاکھ تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ دنیا امنڈ آئی ہے۔ دہلی کے مختلف حصے مختلف شہر کی حیثیت رکھتے تھے اور دہلی انہیں دلیوں کا مجموعہ تھی۔ دہلی اور آگرہ کے درمیان کی سڑک اس قدر آباد تھی کہ یہ دونوں شہر گھر آنگن تھے۔

(۶۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

" بھئی خلیفہ، جانشین اور مجاز دراصل ایک ہی چیز ہیں۔ جانشین یا سجادہ نشین کا جو مفہوم اب صوبۂ بہار میں سمجھا جاتا ہے وہ محض بعد کا ایجاد ہے۔ شمس المعارف میں میرا ایک مکتوب بھی اس بارے میں ہے۔

(۶۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

جب حضور شاہ علی حبیب صاحب بڑے حضرت کا گنبد بنوا رہے تھے تو ڈیڑھ سو روپے ہمارے والد نے گیا سے بھیجے تھے، والد نے اس موقع پر بڑے حضرت کو خواب میں دیکھا تھا۔

(۶۶)

حضرت قبلہ نے فرمایا :

حضرت قطب الاقطاب کے مزار مبارک پر جو مٹی ہے وہ وہی ہے جو حضرت بابا

صاحبؒ نے اپنے سر مبارک پر لا لا کر ڈالی تھی۔ اب چونا اور عطر وغیرہ لگا لگا کر اسکو خدام نے ایسا سخت کر دیا ہے کہ پتھر سے بھی زیادہ کڑی ہوگئی ہے۔

روایتوں میں آیا ہے کہ ایک بار حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاؒ کے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ میں حضرت قطب الاقطاب کے مزار مبارک پر حاضر ہوا کرتا ہوں۔ نہ معلوم حضرت کو میری طرف کچھ توجہ بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ اس خطرہ کے بعد جب آپ حاضر ہوئے اور کچھ دور ہی تھے کہ قبر مبارک سے یوں آواز آئی۔

میندار مارا چو از خویشتن ❊ من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

بہشتی دروازہ جو پاکپٹن شریف میں ہے اس کی کوئی اصل اکابر صوفیہ کے ملفوظات و مکاتیب سے نہیں ملتی مگر واقعہ اس طور سے مشہور چلا آتا ہے کہ محبوب الٰہی نے حضور سرورِ کائنات صلعم کو دیکھا کہ کھڑے ہیں۔ کچھ لوگ وہاں پر بول رہے تھے محبوب الٰہی نے دستک دیکر انہیں چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ دروازے سے گذرتے ہوئے تالیاں بجاتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت بابا صاحبؒ کی وفات کے وقت کا ہے۔ مگر یہ امر متحقق ہے کہ اُس وقت حضرت محبوب الٰہی وہاں موجود نہ تھے۔

(۷۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

ہوا مفتی محمد حنیف صاحب کا رسالہ "غذائے رُوح" ابتک میں نے نہیں دیکھا ہے ابتک جتنے رسائل متاخرین کے میں نے پڑھے ہیں۔ فریق مجوّز و فریق مانع دونوں کے رسائل کا یہ حال ہے۔ اصل مسئلہ پر روشنی ڈالنا کسی کا مقصود

نہیں۔ ہاں امتناع اس مسئلہ میں سب سے قدیم کتاب ہے، اس سے بہتر کوئی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی اور جن لوگوں نے جواز یا عدم جواز میں استدلال کیا ہے وہ سب اسی کی خوشہ چینی ہے۔

۲۔ حضرت حسن رسولنما قدس سرہٗ کے قلمی ملفوظات جو ان کے بعض خلفاء نے لکھے ہیں وہ میں نے مطالعہ کیا ہے۔ حقائق و معارف سے مملو ہیں۔ اندھے مولوی جن کو نور بصیرت نہیں ہے وہ بیشک اس کے برکات سے محروم ہیں۔ فوائح العرفان۔ جو میرے نام کی تمہارے پاس ہے وہ بذریعہ پوسٹ میرے پاس بھیجدو۔ حضرت حسن رسولنما قدس سرہٗ سے مجھے نہایت ہی حسن عقیدت ہے اور اُن سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔ میرے مکتوبات میں اکثر ان کا ذکر ہے۔ بس وہ رسالہ ضرور بھیجدو۔

۳۔ میں نے جو رسالہ سماع کے بارے میں لکھا ہے وہ حقیقت میں ایک مولوی صاحب کے شبہات رکیکہ کے جوابات ہیں مگر اس سے مسئلہ سماع اور مزامیر پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اور بعض فقہائے حنفیہ کا تعصب و عناد اور صوفیوں کی طرف سوءظنی اور پھر اُن کی بدزبانی و لعن طعن، یہ سب باتیں بھی اس رسالہ میں آشکارا ہو جاتی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ میرا وہ رسالہ بوجہ غفلت میاں حسن مثنیٰ سلمہ اللہ تعالیٰ نامکمل اور غیر صاف شدہ رہا مع ہذہ پھر بھی اُسے تمہارے پاس بھیجے دیتا ہوں۔ اس لیے بہت علمی مسائل تم پر ہویدا ہونگے۔

۴۔ "احتیاطی ظہر" خاص کر حنفی مذہب میں فرضیت جمعہ کے بارے میں بہت شرطوں جو سب و شرط ادا ہیں مع اختلافاتہم فیہا و مناطہا و فی حدودہا و تعریفاتہا

کما ہی مسترحۃ فی زبرہم الفقہتہ۔ پس انہیں وجوہات سے بعضے شرائط کے
فقدان کی وجہ سے احتیاطی ظہر کا مسئلہ اختراع کیا گیا ولکن لا اشارۃ
مِنَ الکتاب وَالسُّنۃ وَلا اشارۃ فیہ مِنَ المجتہدین بعضے اکابر علما بھی
اس احتیاط کو پسند کرنے لگے تھے، مگر علمائے محققین متاخرین مثل علامہ
طحاوی وغیرہ نے اس احتیاطی ظہر کو محض لغو اور بے ضرورت سمجھا۔ یہ عبارت
جو تم نے لکھ بھیجی ہے یہ بھی علامہ طحاوی کی ہے اور ایسا ہی انہوں نے
دُرِ مختار کی شرح میں بھی لکھا ہے اور یہی مسلک ہمارے شیخ مولانا
محمد علی حبیب شعر قدس سرہٗ کا ہے جیسا کہ شواہد جمعہ میں انہوں نے لکھا
ہے اور اس فقیر کا بھی یہی مسلک ہے۔ پس جہاں جمعہ فرض ہے ظہر بالکل
ساقط فمن یجمع بینھما فقد اختلط۔

۵ے "زکوٰۃ بنی ہاشم" اگرچہ بعضے متاخرین نے اُن کے لیے جواز اخذ زکوٰۃ کا
فتویٰ دیا ہے مگر میں اس سے متفق نہیں۔ بے ضرورتا نص کی تاویل کرنا
اور مَا دَرَدَ بِہ الشرع کو خواہ مخواہ مُعَلَّل قرار دینا میں پسند نہیں کرتا۔
ہاں! امام ابو یوسفؒ کی رائے ایک حد تک تسلیم کرتا ہوں۔ اور اگرچہ میں
حنفی ہوں، مگر بنی ہاشم کے خمس کو اب تک میں ساقط اور منسوخ نہیں
سمجھتا ہوں۔ قوم پر ضرور ان کا حق ہے۔

۶۳

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔ (عشرہ محرم الحرام ۵۰ھ)
واقعات کربلا کا اصل ماخذ مُقتل ابو مِخنَف ہے یعنی حضرت ابو مخنف تابعی رضی

اللہ عنہ کی کتاب موسوم بہ "مقتل" ابو مخنف نے بڑی ہی تحقیق و تدقیق کے بعد واقعات اکٹھا کئے ہیں۔ ان لوگوں کی شہادتیں اس میں اکثر ہیں جو خود اس جنگ میں شریک ہو کر امام ہمام سے برسرپیکار تھے۔ بعض لوگوں نے ابو مخنف کو متہم بہ رفض کیا ہے مگر واقعات کربلا جب نقل کرتے ہیں تو مقتل ہی سے۔ تہذیب الکمال میں مزی نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ علامہ مزی ابن تیمیہ کے معاصر تھے اور اکابر محدثین میں مانے جاتے ہیں۔

(۶۹)

کربلا کو ارض نینوا بھی کہتے ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس زمین کو امام حسین علیہ السلام نے خرید فرمایا تھا۔ اور غرباء و مساکین کے لئے وقف کر دیا تھا اور ایک وقت ایسا آیا کہ وہیں جناب امام کا مقتل ہوا۔ کربلا کو ارض طف بھی کہتے ہیں۔ یہ نواح انبیاء یہود کا ہے۔

(۷۰)

ماثورہ درود وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا اور جس کے پڑھنے کی حضور نے تلقین فرمائی۔ کوئی دوسرا درود اس درود کی عظمت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر یہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ بزرگان دین کے معمولات سے جو درود ہوتا ہے اس کو ہم معمولی تصنیف کردہ نہیں کہہ سکتے وہ ماثورہ تو نہیں ہوتا۔ مگر مثل ماثورہ کے ہوتا ہے کیونکہ اس کی کبھی بارگاہ نبوی سے پسندیدگی ہو لیتی ہے۔

(۷۱)

تذکرۃ الکرام کی روایتیں چنداں قابل وثوق نہیں ہیں۔

(۲)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام جمہور کے نزدیک اول المومنین ہیں۔

(۳)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

حضرت قاسم ابن امام حسن علیہ السلام بروایت معتبرہ بالغ نہیں ہوئے تھے۔ حضرت سکینہ سے آپ کے نکاح کا واقعہ ایک بے سروپا افسانہ ہے۔ حضرت امام زین العابدین کی عمر تیئیس۲۳ یا چوبیس۲۴ برس کی تھی۔ امام محمد باقر سلام اللہ علیہ چار برس کے کربلا میں موجود تھے۔ حضرت علی اکبر امام زین العابدین سے چھوٹے تھے چونکہ علیین شہیدین میں آپ بڑے تھے اس لیے علی اکبر کہلائے۔ معتبر روایت یہ ہے کہ حضرت شہربانو کربلا میں موجود نہ تھیں بلکہ اس واقعہ سے بہت پہلے آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت امام زین العابدین۔ حضرت علی اکبر اور حضرت علی اصغر تینوں تین ماؤں سے تھے۔ حضرت شہربانو امام زین العابدین کی والدہ ماجدہ تھیں۔

(۴)

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ کربلا سے ستر ہزار آدمی ایسے اٹھائے جائیں گے جو بے حساب و کتاب بخشے جائیں گے۔ سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ مسجد ابلہ کے نواح میں ایسے شہدا ہیں جن کا مقابلہ شہدائے بدر ہی ہو سکتا ہے۔ ابلہ کربلا سے قریب ایک مقام ہے۔ میں وہاں حاضر ہوا ہوں۔ ان شہداء سے مراد یقیناً شہدائے کربلا ہیں۔

(۷۵)

عینی محدث حنفی شارح بخاری لکھتے ہیں کہ یوم عاشورہ خوشی کا دن نہیں ہے اس طرح کی حدیثیں بنی اُمیہ نے گڑھی ہیں۔

(۷۶)

ابن شہاب زہری سے عبدالملک ابن مروان نے پوچھا کہ کوئی عجیب غریب واقعہ بیان کرو جو تم نے دیکھا ہو آپ نے فرمایا کہ جس دن حسینؑ کو قتل کیا گیا میں بیت المقدس میں تھا اور مجھ کو خبر نہ تھی میں نے اتفاقاً ایک پتھر اٹھایا اسکے نیچے خون پایا پھر جس پتھر کو اٹھایا خون نکلا عبدالملک بہت گھبرایا کہ مبادا یہ واقعہ لوگوں کو معلوم ہو۔ اس نے زہری سے وعدہ لیا کہ آپ کبھی یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرینگے۔

(۷۷)

امام احمد ابن حنبل یزید کو کافر فرماتے ہیں۔

(۷۸)

یہ دُعا جو ہمارے خاندان میں پابندی کے ساتھ پڑھی جاتی ہے ملہمات امام ترمذی میں ہے۔ الٰھی بحرمة الحسین وَاخیه وَاُمه وَابیه وَجَدہ وَبنیه فرّج عن ما نحن فیه۔

(۷۹)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔
موجودہ حضور نظام جب اجمیر شریف حاضر ہوئے تو اپنے مدرسہ معینیہ عثمانیہ کے ملاحظہ کیلئے بھی تشریف لائے اور لڑکوں سے کچھ امتحان بھی لیا۔ اتفاق سے اسوقت لڑکے مسلم شریف میں حدیث ثقلین پڑھ رہے تھے۔ سرکار نظام نے غدیر خم کی جغرافیائی پوزیشن اور تاریخی اہمیت لڑکوں سے دریافت فرمائی مگر اس طرح کی تعلیم ہی نہیں ہوتی کوئی صحیح جواب نہ دے سکا۔ میں نے کہا حضرت میں بھی طالب العلم رہ چکا ہوں اگر اجازت ہو تو میں بہ تفصیل عرض کروں۔ مولانا انوار اللہ صاحب (استاذ حضور نظام)

نے ہنسکر فرمایا کہ حضرت آپکی طالب العلمی بہت پرانی ہوگئی آپ کیوں نہ بتائیں گے ؟ ضرورت ہے کہ جب اس طرح کی حدیثیں پڑھائی جائیں تو اسکی تاریخی اہمیت اور جغرافیائی حیثیت بھی بوضاحت بتلا دیجایا کرے ۔ بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث ثقلین کو نہیں درج کیا ہے ۔

(۸۰)

حدیث ثقلین میں جہاں ہے انی تارك فیکم الثقلین ...... کتاب اللہ وعترتی ، ہاں دوسری روایت میں عترتی کے ساتھ اھلبیتی کا لفظ بھی ہے یعنی کتاب اللہ وعترتی اہلبیتی دونوں ہم معنی لفظ ہیں اور ایک کی دوسرے سے تفسیر ہوتی ہے ۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کسی نبی بلکہ کسی ریفارمر لیڈر کے شایان شان ہے کہ وہ برسرمنبر اعلان کرے کہ لوگو! ہم اپنے بعد تمہارے تمسک کیلئے اپنی بیویوں کو چھوڑے جاتے ہیں ؟ اور بالفرض اگر آنحضرت صلعم نے واقعی یہ اعلان اپنی بیویوں ہی کیلئے کیا تو اب سوال یہ ہے کہ لوگوں نے ازواج سے تمسک کیا بھی ؟

(۸۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

بیع چار چیزوں کے ملنے سے مکمل ہوتی ہے ۔ بایع یعنی بیچنے والا مُشتری یعنی خریدنے والا مَبیع یعنی وہ چیز جسکو بیچا جائے اور ثمن یعنی قیمت ۔ اب سنئے اللہ تعالیٰ ایک عجیب و غریب بیع و شرار کا ذکر فرماتا ہے ارشاد ہوتا ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ اس تجارت میں اللہ تعالیٰ مشتری ہے ۔ مومنین بائع ہیں مبیع مومنین کی جانیں ہیں اور ثمن جنت ہے ۔ کیسی مکمل تجارت کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ اور اسکی راہ میں قتل ہونیوالے شہدا کے درمیان واقع ہوتی ہے ۔ اب ان بائعین کا ذکر آگے چلکر یوں ہوتا ہے یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ یعنی جو اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں ، قتل کرتے ہیں اور قتل ہو جاتے ہیں ۔ عربی معانی کے رو سے یَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ کے معنی کامل یہ ہوتے ہیں کہ سبھوں نے قتال کیا اور سب شہید ہو گئے ۔ پس یہ معنی کامل اگر سب سے بہتر طور پر صادق آسکتا ہے تو شہدائے کربلا ہی پر صادق آسکتا ہے ۔

نہ تن بیچتا ہوں نہ جاں بیچتا ہوں

میں ہستی کی اپنی دکاں بیچتا ہوں

(۸۲)

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

عرب کے واقعات میں تاریخوں کا ہمیشہ اختلاف رہا کیا۔ حتی کہ تاریخ اسلام کوئی واقعہ ایسا نہ ملے گا جس میں کچھ نہ کچھ تاریخ کا اختلاف نہ ہو۔ آنحضرتؐ کی ولادت و وفات کی تاریخوں میں بھی اختلاف ہے۔ اگر کسی واقعے کی تاریخ میں کوئی اختلاف نہیں ہے تو وہ صرف یوم شہادت جناب امام حسین علیہ السلام ہے۔ تمام مؤرخین اور تمام عالم اسلام اس امر پہ متفق ہے کہ یہ واقعہ دسویں محرم کو ہوا۔

(۸۳)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ عاشورہ کے جس روزہ کے متعلق آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے وہ روزہ نویں محرم کا روزہ ہے۔ یہ روایت صحیح مسلم کی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس عاشورہ سے مراد یوم التاسوعا لیتے ہیں۔

(۸۴)

حدیث ثقلین میں کتاب اللہ اور اہل بیت کو ایک پلے میں رکھا گیا ہے اگر کوئی شخص قرآن کے اوراق کو چاک چاک کرے، یا اس کو پیروں سے روندے تو وہ مسلمان رہے گا؟ مگر اہل بیت کے ساتھ تو ایسا ہی کیا گیا۔

(۸۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

آیۂ تطہیر میں اہلبیت سے کون مراد ہیں، اس کی تفسیر کا حق رسول خدا صلعم سے بڑھکر کس کو ہوسکتا ہے۔ حضور نے اس کی تفسیر فرمادی۔ کساء اڑھانے کا واقعہ (جو روایتہ سیاہ

اور یہ روایت مخلوط بھی، تمام سنن و مسانید میں مروی ہے۔ خود ام المومنین عائشہ صدیقہ بھی اس کے راویوں میں ہیں۔ مگر ہمارے صوفیہ بھی خوب نکتہ نکالتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کیوں نہیں کرتے۔ بیت کا لفظ ایک دوسری جگہ یوں آیا ہے ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ۔ بیت سے مراد کعبہ ہے، پس اہل بیت وہی ہو سکتا ہے جس کا اس بیت پر پیدائشی حق ہو۔

(۸۶)

عکرمہ شاگرد و غلام حضرت عبداللہ بن عباس کا تھا۔ مگر آخر میں خارجی ہو گیا تھا۔ امام مالک اس سے روایت نہیں کرتے، مگر بخاری اس سے حدیث لیتے ہیں، وہ کہا پھرتا تھا کہ آیہ تطہیر سے مراد ازواج مطہرات ہیں۔

(۸۷)

میری جب خانہ کعبہ کے اندر حاضری ہوئی تو رونے رونے آنکھ کھلی۔ سامنے ایک پتھر پر لکھا ہوا نظر آیا کہ ھذا مولد علی ابن ابی طالب۔

(۸۸)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

حدیث میں آیا ہے کہ من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا۔ اس حدیث میں عام طور پر چھوٹوں پر رحم کرنے اور بڑوں کی توقیر کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ مگر صغیرنا اور کبیرنا میں مضاف الیہ یعنی ضمیر نا پر غور فرمائیے تو آپ پر یہ معنی ظاہر ہوں گے کہ حضور نے اپنے بزرگوں کی توقیر کرنے اور اپنے خردوں اور جگر گوشوں پر رحم کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ع

ع خاکسار ان پر رحم کھانے کی جو بالکل خورد سال اور شیرخوار ہوں۔

اب آپ سمجھیے کہ امام حسین علیہ السلام جناب علی اصغر کو گود میں لیکر صف اعداد کے سامنے کس لئے آئے تھے۔ یہی حدیث من اہل یحب صنا یرنا ان کو یاد دلانا مقصود تھا۔

(۸۹)

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا کہ تلوار سے علی اصغرؑ کی قبر کھود رہے ہیں۔ کربلائے معلّٰی میں اس وقت الگ سے جناب علی اصغر کا مزار نہیں ہے۔ گنج شہیدان میں ہوگا۔

(۹۰)

امام ہمام فرماتے تھے کہ بھی اگر تم میں سے کوئی شخص مجھکو نہیں جانتا تو ابھی انس، ابو سعید الخدری زید بن ارقم موجود ہیں۔ کم از کم ان سے پوچھو کہ میں کون ہوں؟۔

(۹۱)

بنی اُمیہ نے ایسا پروپگینڈا کیا تھا کہ درود میں آل محمد سے مراد اولاد ابوسفیان گیا۔

(۹۲)

مسلم ابن عقیل نے اپنی شہادت کے وقت عمر بن سعد سے وصیت کی تھی کہ امام حسین کو لکھدو کہ یہاں کا قصد نہ فرمائیں۔

(۹۳)

مولانا عبد الغنی پھلواروی فرماتے ہیں:۔

در فضل علی ہر اسند شد پیدا ۔۔۔ برہان قوی و معتبر شد پیدا
کافیست دریں بیان بصر ع غنی ۔۔۔ در خانۂ لم یلد ولد شد پیدا

حضرت نزد پھلواروی فرماتے ہیں:۔

باشیر خدا کسے چہ محرم باشد ذاتش بہ نبی قریب ہمدم باشد
سرّے است دریں کہ لفظ مع نوشتند یعنی کہ علی امام عالم باشد

(۹۴)

کہنا صبا سلام جناب امام سے
یعنی مرے حسین علیہ السلام سے فرد

یہ لفظ "مرے" دل کے اندرونی جذبات کا آئینہ ہے۔ میں نے یہ شعر مولوی صفی لکھنوی کو بھی سنایا تھا۔ اس ایک لفظ "مرے" نے انہیں بھی متاثر کر دیا۔

(۹۵)

یہ کام زبان کا ہے دہن میں
گویا رہے مدح پنجتن میں عاذق

(۹۶)

عرفی نے ایک شعر کہا تھا کہ:۔

بکاوش مژہ از گور تا نجف بروم اگر بہ ہند ہلاکم کنی و گر بہ تتار

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عرفی لاہور میں مرے اور وہیں دفن ہوئے۔ شہزادے کے دھوکے میں انہیں کی قبر کھودی گئی اور ان کا تابوت نجف پہنچ گیا۔

(۹۷)

حضرت علی مرتضیٰ کے کل چودہ بیٹے اور سولہ یا سترہ بیٹیاں تھیں۔

(۹۸)

لفظ اعراب کا کوئی مفرد نہیں۔

(۹۹)

حضرت محمد بن الحنفیہ کو اس قدر طاقت تھی کہ لوہے کی زرہ کو ہاتھ سے توڑ دیتے تھے، امام حسن علیہ السلام سے زمین کے متعلق آپ کی دلچسپ شکر رنجی کافی میں درج ہے۔ امام حسین علیہ السلام کے مدینہ چھوڑنے کے بعد آپ بے حد روئے تھے۔

(۱۰۰)

کربلا کی جنگ ماہ مارچ کے اواخر میں ہوئی تھی، حضرت قاسم اس وقت بالغ نہیں ہوئے تھے۔ کربلا اب دریائے فرات سے چھ کوس پر ہے۔ اس کو ارض نینوا بھی کہتے ہیں نینوا یونس علیہ السلام کے وقت سے ایک قصبہ تھا۔ قبیلہ غادریہ وہاں پر آباد تھا۔ ذہبی نے بواسطہ عطا ابن رباب لکھا ہے کہ صفین جانے کا وہی راستہ تھا۔ چونکہ وہ زمین وقف تھی اہلیٰ اس کی بیع وشرا حرام ہے۔

(۱۰۱)

جس وقت امام حسینؑ کربلا کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس کی دونوں ظاہری آنکھیں جا چکی تھیں۔

(۱۰۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایک بار جناب امام حسین کے منہ میں اپنی زبان مبارک ڈال دی تھی۔ پیاس ہی کے موقع پر۔ یہ نانا کی سنت تھی، جو امام ہمام نے اپنی زبان جناب علی اکبر کے منہ میں ڈالی تھی۔

(۱۰۳)

واللہ کس کے ذہن میں یہ بات آسکتی تھی کہ رسول اللہ کے فرزند کے ساتھ ایسا

سلوک کیا جاسکتا ہے، دنیا میں تصور سے تصدیق حاصل ہوتی ہے مگر یہاں تو تصدیق کے بعد ہی انسان تصور کرسکتا ہے۔

(۱۰۴)

حضرت علی مرتضیٰ نے ینبوع میں تھوڑی زمین غلوں کے لئے خرید فرمائی تھی۔ زمانۂ خلافت میں صرف وہیں کا اناج اور زیادہ تر ستو نوش فرماتے تھے۔ ایک بار حضور کے پاس تہمد نہ تھا تو آپ نے تین درم میں اپنی وہ تلوار فروخت فرمادی جس سے رسول خدا کی معیت میں کفار کو قتل کرتے تھے۔

(۱۰۵)

بخاری کی حدیث ہے کہ جناب علی مرتضیٰ سے پوچھا گیا کہ کوئی الگ بات آنحضرت صلعم نے آپ کو بتائی ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بجز قرآن اور اس کے سمجھنے کا نہج۔ چنانچہ بالاتفاق آپ اعلم صحابہ تھے۔

(۱۰۶)

اس امام باڑے یعنی جماعت خانہ میں محرم شریف کی مجلس میں پھلواری کے تمام اکابر علماء و مشائخ شریک ہوتے آئے ہیں۔ بڑے حضرت حضرت شاہ نعمت اللہ قادری قدس سرہٗ آپ کے ساتوں فرزندان ذی احترام۔ مولانا احمدی وغیرہ وغیرہ سبھی سب یہاں کی مجلس میں شرکت فرماتے تھے۔ اب کچھ لوگ خود کو ان بزرگوں سے بھی زیادہ مقدس سمجھتے ہیں۔ خیر ان کے آنے نہ آنے کی مجھ کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں اپنا کام کئے جاتا ہوں۔

(۱۰۷)

حضرت قبلہ نے فرمایا۔—

عرصہ دراز ہوا ایک بار میں سخت بیمار ہوا۔ محرم شریف آگیا۔ ایک رات لوگوں نے ڈنکے ڈنکے جو بجائے تو مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ رات کو میں جناب امام حسن علیہ السلام سے خواب میں مشرف ہوا۔ میں نے عرض کی کہ حضور ان ڈنکے والوں نے مجھے بڑی اذیت پہنچائی جواب میں ارشاد ہوا کہ "تمہیں اس سے کیا کام۔ تم اپنا کام کئے جاؤ" دوسرے دن جمعہ تھا میں نے اپنے بدن میں ایک خاص طاقت پائی یہاں تک کہ جامع مسجد گیا، جمعہ کی نماز پڑھائی اور حسب معمول وعظ بھی بیان کیا۔ اس خواب کو بھی بیان کر دیا اور کہا کہ یہ معجزہ اہلبیت ہے جو آج یکا یک مجھ میں اس قدر طاقت آگئی۔ اس مرتبہ بھی باایں ضعف و نقاہت میں محرم کی مجلسیں پڑھ رہا ہوں۔ یہ محض کرامت اہل بیت ہے۔

(۱۰۸)

میرے پیر و مرشد کا ایک شعر ہے جو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خاص میرے ہی لئے لکھا گیا ہے، ہم روز حضرت امام خراسان کی مجلس شریف میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور اس شعر کو پڑھتے ہیں۔ ؎

لے نصیر سلیمانم لے نصیر سلیمانم
چوں بندۂ درگاہ سلطان خراسانم

(۱۰۹)

امام حسین علیہ السلام کی آخری نماز کو کوئی صلوٰۃ خوف کہتا ہے کوئی کچھ کوئی کچھ مگر صوفیہ اس کو صلوٰۃ عشق کہتے ہیں۔

(۱۱۰)

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

بخاری میں درود اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد بھی ہے اور بغیر علی کے بھی ہے۔ دلائل الخیرات میں بھی ایسا ہی ہے۔ نماز کا درود بھی مع علی اور بغیر علی دونوں طور سے مروی ہے۔ شرح وقایہ کے خطبے میں درود بغیر علی کے ہے اور طاھرین کا لفظ بھی موجود ہے۔

(۱۱۱)

شیخ ابن عربی لکھتے ہیں کہ امام مہدیؑ سب سے پہلے تقلید کو اُٹھا دیں گے اور جو کچھ فرمائیں گے الہام سے فرمائیں گے۔

(۱۱۲)

کوثر کے معنی کثرت کے بھی ہیں انا اعطینٰک الکوثر کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ ہم آپ کی ذریت کو اس عالم میں بہت کثرت کے ساتھ پھیلائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۱۱۳)

پیغمبر کا معصوم ہونا قطعی ہے۔ گرچہ بعض بعض موقعوں پر تاویل کرنی ہوگی۔ جیسے ادم علیہ السلام کے متعلق لفظ غوی کی۔ پس جو نائب رسول ہو۔ اسکو بھی دراصل مثل معصوم ہونا چاہیئے۔ معصوم ومحفوظ میں بہت کم فرق ہے یعنی جس کی فطرت میں یہ ہو کہ گناہ ہو ہی نہ سکے وہ معصوم ہے۔ اور اگر گناہ کسی سے سرزد نہ ہو وہ محفوظ ہے۔ گر فیہ ما فیہ۔ حقیقت یہ ہے کہ نائب رسول کی فطرت ہی گویا عصمت پر ہو جاتی ہے۔

(۱۱۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

حضرت غوث پاکؒ فرماتے ہیں کہ اتبعوا ولا تبتدعوا۔ اصل اتباع یہ ہے کہ تخلقوا باخلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ صوفی کی غرض اتباع سے صرف

قربت رسول ہوتی ہے نہ کہ جنّت۔

(۱۱۵)

کامل کی روایت ہے کہ راوی بیان کرتا ہے کہ امام حسینؑ علیہ السّلام حضرت قاسم رضؓ کی لاش پر اس طرح جھپٹے، جس طرح باز شکار پر جھپٹے۔ اور حضرت قاسم کے جسد مبارک کو اپنی پیٹھ پر اس طرح لاد کر لائے کہ پیر جناب قاسم کا زمین پر گھسٹ رہا تھا۔

(۱۱۶)

تاریخ سے ثابت ہے کہ جس وقت امام ہمام دغا کے لیے خیمہ سے نکلے ہیں اس وقت آپ کے دست مبارک میں ڈھال اسد اللہ حضرت حمزہ رضؓ کی تھی۔ تلوار (ذوالفقار) جناب امیر المومنینؓ کی تھی اور عمامہ سرکار دو جہاں جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا تھا۔

(۱۱۷)

سر مبارک کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ ؎

باآنکہ سر ہے نیزے پہ ہوئے زمیں ہے رو
یعنی ہے اُن کو سجدۂ ثانی کی آرزو

(۱۱۸)

امام جعفر صادق علیہ السّلام کا قول ہے کہ کل جزع مکروہ الا علی الحسین یعنی رونا پیٹنا مکروہ ہے سوا حسین پر۔

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔ (۱۱۹)

جناب امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ اے اللہ میں تیری عبادت ہرگز کسی لالچ کی وجہ

سے نہیں کرتا ہوں، بلکہ اس لئے کہ تو عبادت کے لائق ہی ہے
اور میں بُری باتوں سے بچتا ہوں اس لئے نہیں کہ میں
دوزخ سے ڈرتا ہوں بلکہ اس لئے کہ تونے اس سے منع کیا ہے۔ یہ روایت احیاء العلوم
کی ہے، اور صوفیہ کا یہی مسلک ہے۔

(۱۲۰)

"لیلۃ القدر خیر من الف شہر" کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ بنی اُمیہ جو ہزار مہینوں
تک حکومت کریں گے۔ اس سے ایک شب یعنی شب قدر کی عبادت آپ اور آپ کی ذریت
کے لئے بہتر ہے۔

(۱۲۱)

قرآن شریف میں جہاں جہاں خلافت کا لفظ ہے مثلاً انی جاعل فی الارض
خلیفہ یا لیستخلفنھم وغیرہ تمام اللہ تعالیٰ نے نصب خلیفہ کو خاص اپنے ذمہ رکھا ہے۔
اسی لئے اصل روحانی خلافت اسی کو حاصل ہے، جو منصوب من اللہ ہو، جیسے بعد
دوازدہ ائمہ کی خلافت منصوص ہے۔ مسند امام احمد حنبل کی حدیث ہے کہ آنحضرت
صلعم نے حضرت علی سے فرمایا۔ انت ولی من بعدی ...... اور مسلم شریف کی حدیث
ہے۔ لایزال ھذا الدین قائماً حتی یکون علیھم اثنا عشر خلیفہ کلھم من قریش۔

(۱۲۲)

حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں لکھا ہے کہ والشمس وضحٰھا
سے مراد شمس نبوت ہے اور والقمر اذا تلاھا سے مراد نور ولایت جناب علی مرتضیٰ ہے۔
سنن کی حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا یا علی انت سید العرب۔ عرب کے معنے

اگر بولنے والے کے لو تو حضرت علیؑ بس قرآن ناطق ہی تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابھا۔ پس جس کو فیضان رسالت لینا ہو اُسے باب ولایت مرتضوی سے ہو کر گزرنا پڑے گا۔ یہ ہمارے صوفیہ کا ایک مسلمہ ہے۔ چنانچہ جمیع سلاسل صوفیہ کی ابتدا جناب مرتضیٰ ہی سے ہوتی ہے سلسلۂ نقشبندیہ بھی اصل نسبت و ارادت کی حیثیت سے علویہ ہی ہے۔ اس کی صرف ایک نسبت جناب صدیق اکبرؓ کی طرف ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صدیقی نسبت نہیں لیتے، اس لئے کہ اس سلسلے میں لقا مسلسل نہیں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ روحانی فیضان جناب صدیق کا اس میں پہنچا ہےعہ۔

(۱۲۳)

جامی فرماتے ہیں۔

گشت روشن چراغ من زین زیت

ہمچوں سلمان شدیم ز اہل البیت

(۱۲۴)

حضرت ابن عباسؓ کا یوم شہادت امام حسینؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیشۂ خون دست مبارک میں لئے اشعث و اغبر خواب میں دیکھنا مسند امام حنبل میں مروی ہے۔

(۱۲۵)

بخاری نے اپنی تاریخ صغیر میں حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان ابنی ھذا یقتل بارض یقال لہ کربلا فمن شھد ذلک منکم فلینصرہ۔

عہ مکمل بحث اس کی شمس المعارف میں ہے۔ مکتوب بنام مولانا نورالحسن پھلواروی

(۱۲۶)

امام احمد حنبل نے اپنی مسند میں شہر ابن جوشب سے روایت کی ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ نے قاتلین حسینؑ پر لعنت کی جس کو ابن جوشب نے سنا۔ ام المومنین نے فرمایا قتلوہ قتلھم اللہ عزوجل و ذلوہ لعنھم اللہ۔

(۱۲۷)

مولانا یعقوب چرخی نے اپنی کتاب تفسیر سورہ فاتحہ میں یہ واقعہ لکھا ہے "حضرت فاطمہؓ کا رونا کہ میرا گھر بے صبروں میں نہ لکھا جائے۔

(۱۲۸)

مسند امام احمد حنبل کی روایت ہے کہ حضرت جبرئیلؑ سے واقعہ شہادت کی خبر سن کر آنحضرت صلعم اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔

(۱۲۹)

مختلف روایتوں میں اور ملفوظات حضرت باباصاحب میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے شہادت امام حسین علیہ السّلام کی خبر پا کر جبرئیل سے پوچھا کہ کیا ہم ہونگے؟ کیا فاطمہ ہونگی؟ کیا علیؑ ہوں گے؟ کیا حسنؑ ہوں گے؟ جب جبرئیل نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان میں سے کوئی نہ ہوگا تو آپ نے پوچھا" آخر ان غریبوں کی ماتم پرسی کرنے والا کون ہوگا۔؟" جبرئیل نے عرض کیا کہ یا" رسول اللہ قیامت تک دنیا ان کا ماتم کرتی رہے گی"۔ جبرئیل کا قول جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ ان یادگاروں کو مٹانے کی ہزاروں کوششیں کی گئیں اور کی جاتی رہتی ہیں، مگر یہ یادگاریں نہ مٹ سکیں اور نہ مٹ سکیں گی۔

(۱۳۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امام حسن علیہ السلام کے لئے مرکب بن جانے کا واقعہ ترمذی نے روایت کیا ہے

(۱۳۱)

کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے آٹھ بھائی شہید ہوئے تھے۔

(۱۳۲)

صحیح روایت یہ ہے کہ امام ہمام دوسری محرم کو ارض نینوا میں پہنچے تھے۔

(۱۳۳)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

اب مجھے مشغولی اور خواب میں نیند کم ہوتی ہے"

(۱۳۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

حضرت امیر عطاء اللہ کے متعلق تو یہ خاندانی روایت ہے کہ یہ ہمایوں کے وزیر تھے۔ میں نے اس کے متعلق تاریخی طور پر بہت تحقیق کی مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ ممکن ہے کہ وہ دربار ہمایوں میں کوئی عہدہ دار ہوں اور لوگ انہیں وزیر سمجھے ہوں۔ یا ممکن ہے کہ کچھ دنوں کسی وزارت پر ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت امیر عطاء اللہ صاحب کے والد ماجد شاہ سعد اللہ۔ حضرت نورالدین ملک یار پراں کی بیٹی کی اولاد سے تھے۔ اس بات کا قرینہ نہیں کہ براہ راست نواسے تھے۔ کیونکہ حضرت نورالدین بہت پہلے کے بزرگ ہیں اور آپ کا زمانہ کم و بیش التمش اور غیاث الدین بلبن کا زمانہ تھا۔ اور حضرت امیر عطاء اللہ اور آپ کے والد ماجد

کا دور بابر و ہمایون کا دور تھا۔

(۱۳۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

"حضرت تاج العارفین سال میں دو عرس کیا کرتے تھے۔ ایک ربیع الاول کا اور ایک ربیع الثانی کا۔ عرس نام تھا طعام داری کا اور اصل عرس یہی ہے بھی۔ حضرت تاج العارفین (شاہ مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ) کے یہاں عرس کے موقع پر سماع نہیں ہوتا تھا کبھی کبھی عرس کے دوسرے دن حضرت سماع سن لیتے تھے، وہ بھی خانقاہ میں نہیں بلکہ اس کے پچھم کے ایک کمرے میں بند ہو کر گانے والے قوال نہیں ہوتے تھے، بلکہ اخوان طریقت کچھ حمد و نعت کی غزلیں گا لیا کرتے تھے۔

کبھی کبھی سماع سن لینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، مگر یہ ہنگامہ آرائی جو اب جاری ہو گئی ہے" مفید نہیں ہے۔

(۱۳۶)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

صوفیہ کے یہاں یہ کائنات اسماء وصفات باری تعالیٰ کی تجلی کا نام ہے۔ اسی لئے میں یہ نہیں کہتا کہ غوث وقطب وغیرہ اس زمانے میں نہیں ہیں، مگر پہلے یا ظاہر کی تجلی تھی اور اب اس زمانے میں یا باطن کی تجلی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بزرگان دین اب بطون وخفا میں ہیں۔ اپنے ایام جوانی میں اکثر ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی جن کے حالات معلوم کر کے سخت تعجب ہوا۔ ایک بار میں اجمیر شریف حاضر ہوا تو ایک شخص کو دیکھا کہ پشت پر مشک لادے ہوئے لوگوں کو پانی پلا رہا ہے، اور اس کے سامنے دو ایک آدمی اور ہیں، جو اسی کی طرح

حضرت شاہ مجیب اللہ قادری پھلواری

صفائی کر رہے ہیں، مسجد میں بھی نماز کے وقت وہ حاضر رہتے ہیں۔ میرے قلب کو ایک خاص مناسبت ان سے پیدا ہوئی اور میں بار بار تعجب سے دیکھتا تھا کہ یہ کون شخص ہے۔

یہ واقعہ گزر گیا اور ایک مدت دراز کے بعد فیض آباد میں ایک بار میں وہاں کے رئیس خان بہادر صاحب کے یہاں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک مقطع شخص لکھنوی پلے کی خوبصورت ولائی اوڑھے ہوئے مجھ سے ملنے آئے، میں نے بالکل نہیں پہچانا۔ وہ کہنے لگے کہ حضرت میں وہی ہوں جس کو آپنے اجمیر شریف میں صفائی کرتے دیکھا تھا اور بار بار مجھے گھور گھور کر دیکھتے تھے۔ میں نے تعجب سے کہا کہ جناب اب یہ رنگ کب سے اختیار کیا۔ انہوں نے کہا کہ میرے پیر و مرشد نے کئی خدمتیں میرے سپرد کی تھیں، انہیں میں تین برس صفائی کرنا بھی تھی۔ بحمد اللہ کہ ان خدمتوں کو میں انجام دے چکا اور اب ایک مسجد کی خدمت میں مصروف ہوں۔ یہ کپڑے اور پوشاک لوگوں نے مجھ کو پہنا دیئے ہیں، میں نے انکار بھی نہیں کیا مگر کل پھر یہ آپ کسی دوسرے کے بدن پہ دیکھیں گے۔ میں اس وقت آپ سے ایک فتویٰ پوچھنے آیا ہوں۔ میں نے کہا ارشاد ہو، انہوں نے فرمایا کہ میرے پیر و مرشد نے مجھے ایک مراقبہ بتایا ہے اور وہ اس حدیث کا مراقبہ ہے اذا سئلت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ یعنی جو کچھ مانگنا ہو صرف خدا سے مانگو اور جو کچھ مدد چاہنا ہو وہ اللہ ہی سے چاہو۔ پس ہمارے یہاں سوال عن غیر اللہ حرام ہے۔ یہی مراقبہ میں نے اپنے شاگردوں (یعنی مریدوں) کو بھی بتایا ہے۔ میرا ایک مرید تھا جس کو میں نے صفائی کے کام پر مامور کیا تھا، ایک بار وہ پانی بھر رہا تھا کہ پیر پھسلا اور کوئیں میں جا نارہا۔ پانی اس کے سر تک نہ تھا، اس لئے وہ اس میں جاکر کھڑا ہو گیا۔ چونکہ ہمارے مسلک میں کسی غیر سے مدد مانگنا درست نہیں ہے، اس لئے وہ بغیر چیخے چلائے خموش اس میں کھڑا رہا، یہاں تک کہ کامل تین دن تک وہ کھڑا رہا۔ یکایک کسی پانی بھرنے والے کا ڈول اس کے سر سے ٹکرایا، اور اس نے آدمی

دیکھ کر اس کو باہر نکالا۔ اب مجھے آپ سے یہ فتویٰ پوچھنا ہے کہ جو خدمتیں ہم نے اس کے سپرد کی تھیں اس کو جاری رکھیں، یا اب اُسے آزاد کر دیں۔ میں نے کہا کہ حضرت یہ عجیب و غریب استفتار ہے۔ جو نہ درمختار میں ملے گا نہ ہدایہ میں۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے ہدایہ و درمختار کا فتویٰ درکار نہیں ہے، بتلاؤ کہ غزالی و ابوطالب مکی کیا کہتے ہیں۔ پھر میں نے اپنی رائے ظاہر کی کہ اب اُسے آزاد کر دیجئے، اور رشد و ہدایت کے کسی منصب پر بٹھلا دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں میں بھی ایسا ہی پسند کرتا ہوں ــ

(۱۳۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا ــ

مثنوی شریف جس لہجے میں پڑھتا ہوں اور جس کو اب عام طور پر واعظوں نے اختیار کر لیا ہے وہ خود بخود ایک بار مجھ پر القا ہوا ورنہ اس سے پہلے میں سادے طور پر مثنوی شریف پڑھا کرتا تھا۔ اس لہجے کے قلب پر وارد ہونے کے بعد سب سے پہلے میں نے پھلواری کی سنگی مسجد میں بعد جمعہ وعظ بیان کیا، اور اس میں مثنوی شریف جدید انداز سے پڑھی۔ پھلواری کے اکثر بزرگان دین جو میرے بزرگ تھے موجود تھے۔ ان سبھوں پر بہت رقت طاری ہوئی۔ [ص]

ص اس گفتگو کے بعد آپ دیر تک بتاتے رہے کہ دنیا کے مختلف حصوں میں مثنوی شریف کن کن لہجوں سے پڑھی جاتی ہے جب آپ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے درس مثنوی میں بیٹھتے تھے تو مثنوی جس لے سے پڑھی جاتی تھی اسکو آپ نے ادا فرمایا۔ پھر بتایا کہ آپ کے جد بالیب استاذی المثنوی حضرت دریائی شاہؒ کس لے و لہجے سے مثنوی پڑھتے تھے۔ حضرت دریائی شاہ نے مثنوی شریف قونیہ میں سجادہ نشین آستانہ مولانا رومؒ سے پڑھی تھی اور فرماتے تھے کہ ان کا لہجہ دیا ہے جس لہجہ میں میں (حضرت دریائی شاہ) پڑھتا ہوں۔ پھر حضرت قبلہ نے بتلایا کہ قوالان پھلواری اگلے زمانہ میں مثنوی شریف کے ابیات کس طرح گایا کرتے تھے اور پچھان کے قوال اب تک کس سر سے گاتے ہیں ــــ

(۱۳۸)

حضرت قبلہ نے فرمایا:—

میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ بست ونہم رمضان مبارک کو بڑے خلوص وعقیدت کے ساتھ جناب امیر المومنین کی فاتحہ کرتے تھے۔ سادگی کا عالم تھا۔ ایک بار آپ نے مٹی کے ایک برتن میں جسے یہاں کی اصطلاح میں مٹیا کہتے ہیں، گڑ کا شربت نیاز کیا۔ اصل شے دل کا خلوص ہے' دوسرے دن ابوالحیات نانا صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز نے جو میرے والد ماجد کے حقیقی پھوپھی زاد بھائی تھے فرمایا کہ کبھی رات میں جناب امیر المومنین کی مجلس شریف میں مشرف ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے ایک مٹیا میں گڑ کا شربت رکھا ہے اور جناب امیر المومنین فرماتے ہیں کہ یہ میاں داؤد کا تحفہ ہے۔ ہمارے والد ماجد بہت روئے اور اپنی نیاز کا واقعہ بیان فرمایا اور عمر بھر بست ونہم کی نیاز کو قائم رکھا۔

(۱۳۹)

لکھنؤ کے ایک شیعہ مولوی صاحب جو مثنوی مولانائے روم کے بڑے مخالف تھے، ایک بار نخاس کے ردی بازار میں گئے، جہاں پر بہت سی کتابیں بک رہی تھیں۔ ایک مطلّا و مذہب نسخہ مثنوی شریف کا بھی تھا، مولوی صاحب نے پوچھا کہ یہ کون کتاب ہے. جواب ملا مثنوی، آپ نے کہا مشنوی۔ یعنی مت سنو۔ پھر اٹھا کر دیکھنے لگے۔ پہلے شعر پر جو نظر پڑی تو یہ تھا۔ ؎

اے سگ با دنیا چہ عو عو می کنی — مثنوی را تو خوانی مشنوی

(۱۴۰)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔ ؏

؏ میں اور شاہ رشید جب بہار شریف اور چند احباب بھی موجود تھے. عرس مخدوم الملک کے سلسلے میں ہم لوگ بہار شریف گئے تھے۔

جب میں حج کو گیا تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز نے مجھ پر غیر معمولی شفقت فرمائی، اجازت و خلافت بھی دی اور مجھے سب سے پہلے آپ ہی نے وعظ گوئی کی طرف توجہ دلائی۔ ایک دن فرمایا کہ میاں تم تذکیر (وعظ و نصیحت) کیا کرو۔ میں اس وقت گویا طالب العلم تھا اور کبھی اس میدان میں گامزن ہونے کا خیال تک نہ تھا۔ مگر حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشاد نے میرے دل میں ایک چٹکی لی، اور میں کعبۃ اللہ جا کر غلاف کعبہ تھام کر بہت رویا اور کہا کہ پروردگار اتنا بڑا شیخ مجھے تذکیر کے لئے کہتا ہے اور مجھے بولنا تک نہیں آتا۔ خداوندا تو مجھے اثر بیان کی نعمت سے مالا مال فرما، اس کے بعد سے خدا جانے کیا تائید غیبی ہوتی رہی کہ میں نے یہ سلسلہ خدا کا نام لے کر شروع کیا۔ پھلواری میں سب سے پہلے سنگی مسجد میں جمعہ کے دن ہم نے وعظ بیان کیا۔ جس میں وہ مثنوی بھی پڑھی "گفت معشوق نام لیلی می کنم"۔ شاہ وحید الحق صاحبؒ وغیرہ بھی اس وقت موجود تھے، وہ تمام لوگ بہت متاثر ہوئے اور زار زار روئے۔ اور مجھے دو معمر بزرگوں نے دعائیں دیں۔ اسی سلسلے سے میں کانپور گیا ہوا تھا اور ایک مسجد میں (بغرض اعتکاف یا کیوں) ٹھہرا ہوا تھا۔ اور چونکہ وعظ گوئی کا آغاز تھا سوچتا کہ معلوم نہیں اب آگے کچھ ترقی کرسکوں گا یا نہیں۔ مجھے نیند آگئی تو خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا۔ (ان بزرگ کا نام مجھے یاد نہیں رہا) کہ فرما رہے ہیں کہ تم گھبراؤ مت۔ تم سے بڑھ کر اب صرف ایک واعظ اور پیدا ہوگا۔

(۱۴۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا:—

مجھ سے ایک صاحب کہنے لگے کہ کیوں صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ترکہ کیوں نہ تقسیم ہوگا، حالانکہ ترکہ تقسیم ہونے کے متعلق نص قرآنی ہے۔ میں نے کہا کہ میرے

نزدیک رسول مردہ ہی نہیں ہیں۔ وہ تو حی و قائم ہیں پھر نزکہ کس کا؟

(۱۴۲)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

ایک بار شاہ علی حسین صاحب (کچھوچھہ) مولانا فضل رحمٰن قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب خوبصورت وجیہہ آدمی ہیں اور زرق برق لباس پہنا کرتے ہیں، اسی صورت سے حاضر ہوئے۔ مولانا نے فرمایا کہ اللہ تمہارے باطن کو بھی ویسا ہی حسین کر دے، جیسی صورت حسین دی ہے۔ شاہ صاحب نے عرض کی کہ حضور دعا فرمائیں، اسی لئے تو حاضر ہوا ہوں کہ ویسا ہی بنا دیجئے۔ مولانا نے فرمایا کہ بھئی اپنے بزرگ کی طرف متوجہ رہو، وہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ سب کچھ تم کو وہیں سے مل جائے گا۔ اور سنو میں درود پڑھتا ہوں کہ اللھم صل علی محمد و علی سید اشرف جہانگیر سمنانی۔

(۱۴۳)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

مولانا فضل الرحمٰن قدس اللہ سرہ و طیب ثراہ نے ایک بار مجھ سے دریافت کیا کہ بھئی تم لکھنؤ جاتے ہو تو پیر جلیلوں میں حاضر ہوتے ہو۔ بڑے بزرگ ہیں اور بڑا فیضان ہے میں ادھر سے گزرتا ہوں تو مجھ کو دیکھ کر رشک فرماتے ہیں۔ (یعنی پیر ہے سلسلے میں کیوں نہ ہوا۔)

(۱۴۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حضرت شبلی مذہباً مالکی تھے۔ موطا امام مالک آپ کو پوری حفظ تھی۔ قرآن کریم کے حافظ تھے ہی۔ آپ درس بھی دیتے تھے، مگر کبھی کبھی حالت جذب میں چھ چھ مہینے تک جنگلوں میں غائب ہو جاتے تھے۔ حضرت شبلی کے بعد بعض شجروں میں براہ راست حضرت ابوالفضل عبدالواحد بن

عبد العزیز یمنی کا نام ہے اور بعض شجروں میں حضرت عبد العزیز یمنی کا نام درمیان میں ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبد الواحد اپنے والد حضرت عبد العزیز یمنی کے بھی صحبت یافتہ تھے۔ اور براہ راست حضرت شبلی کے بھی۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی جو بیک واسطہ سیدنا غوث پاک کے مرید ہیں۔ اپنے شجرے میں حضرت عبد العزیز یمنی کا نام نہیں لکھتے ہیں۔ مگر امام یافعی اور دوسرے اکابر نے لکھا ہے۔

حضرت معروف کرخی کی ایک نسبت حضرت داؤد طائی سے ہے اور دوسری نسبت حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے ہے۔ حضرت معروف کرخی کے متعلق روایت ہے کہ آپ امام علی رضا علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام تھے۔ پہلے عیسائی یا مجوسی مذہب پر تھے، پھر امام علی رضا علیہ السلام کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ابن تیمیہ حضرت معروف کرخی کی اس نسبت سے سخت انکار کرتے ہیں اور دکھلاتے ہیں کہ آپ کو امام علی رضا علیہ السلام کی صحبت نہیں حاصل ہے، مگر امام یافعی بدلائل اس کو ثابت کرتے ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ اس طرح کی باتیں محض اس لئے کرتے ہیں کہ یہ دکھلائیں کہ صوفیا کا سلسلہ منقطع ہے یا کم از کم ائمۂ اہلبیت سے نہیں ملتا ہے، یا شاید ائمۂ اطہار ہی کی کسر شان مقصود ہو اور اصل بات بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔ مگر اہل بیت کی نسبت چھوٹ کہاں سکتی ہے۔ خود حضرت داؤد طائی بھی تو امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحبت یافتہ وفیض یافتہ ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ستر ہزار آدمیوں نے حدیث روایت کی ہے۔ حضرت داؤد طائی فقہ میں امام ابو حنیفہ کے شاگرد تھے۔

ہمارے سلسلۂ چشتیہ کی نسبت ائمۂ اطہار تک اس طرح پہنچتی ہے کہ سیدنا فضیل بن عیاض حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حلقہ میں بیٹھے تھے۔

(حاشیہ بر صفحہ ۱۰۰)

اصل بات یہ ہے کہ بنی اُمیہ اور بنی عباس کے خوف سے ممتاز اور نمایاں لوگ ائمہ اطہار سے چھپ چھپ کر ملا کرتے تھے کہ کہیں شاہی عتاب نہ نازل ہو۔ اسی لئے اکثر بڑے لوگوں کی نسبت اہل بیت اطہار کے ساتھ پردہ خفا میں رہی۔ ائمہ اطہار حدیث بہت زیادہ اخبرنا ابی عن ابیہ کر کے روایت کیا کرتے تھے، اکثر لوگ یہ بھی عرض کرتے کہ حضور کسی دوسری سند سے بھی اس حدیث کو روایت فرمائیں۔ امام محمد باقر علیہ السّلام یا دیگر ائمہ اس طرح کے سوال سے کبھی رنج کا اظہار بھی فرما دیتے تھے۔ لوگ دوسری سند اس لئے دریافت کرتے تھے، تاکہ عام طور پر وہ حدیث روایت کر سکیں، امرائے اموی و عباسی کے سطوت و جبروت کے خوف سے وہ ائمہ اطہار کے واسطے سے حدیث روایت کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔

بنی عباس جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی عظمت کے تو قائل تھے اور آپ کو احق بالخلافہ سمجھتے تھے، مگر آپ سے نیچے اُتر کر ائمہ میں سے کسی کی منقبت میں کوئی رطب اللسان ہوتا تو بگڑ جاتے تھے۔

—— (١٢٥) ——

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

ایک بار منصور نے امام جعفر صادق علیہ السّلام کو اپنے دربار میں بلایا۔ دربار میں آپ کو اپنے قریب ایک طرف بٹھایا، اور آپ کو یہ دکھلانے کے لئے کہ عراق میں کیسے کیسے علماء ہیں۔ امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ کو بلایا۔ امام اعظم (نظر نیچی کئے) تشریف لائے۔ اور معمولی تعظیم کے بعد ایک جگہ بیٹھ رہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔ اس کے

؏ تہذیب التہذیب میں ہے کہ حضرت فضیل ابن عیاض امام جعفر صادق علیہ السّلام کے شاگرد تھے اور امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ہی حدیث روایت کرتے ہیں۔

بعد منصور نے امام اعظم سے کچھ مسائل دقیقہ دریافت کئے، آپ اس کا جواب دیتے رہے۔ اُسی درمیان میں امام جعفر صادقؑ علیہ السلام نے باآوازِ بلند دریافت کیا کہ "اے نعمان اس مسئلہ میں تم کیا کہتے ہو؟" امام جعفر صادقؑ کو یکایک دیکھ کر امام اعظم چونک پڑے اور فرطِ تعظیم سے فوراً کھڑے ہو گئے۔ عظمتِ خاندانِ رسالت کی ہیبت سے آپ کے بدن میں کپکپی آ گئی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کرنے لگے کہ "اے ابن رسول اللہ اس مسئلہ میں حضور کے گھر سے مجھے یہ علم ہوا ہے۔" آپ نے فرمایا کہ صحیح کہتے ہو، خاندانِ رسالت کی اس جلالت کو دیکھ کر گھبرا گیا۔

(۱۴۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

بھئی یہ بالکل غلط اصول ہے کہ مرید اپنے پیر سے بڑھ نہیں سکتا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ افضلیت کثرتِ ثواب سے حاصل ہوتی ہے۔ جس قدر خدماتِ دینی اور اجرائے طریقت خواجہ غریب نواز سے ہوا ایمان کی بات یہ ہے کہ حضرت سیدنا عثمان ہارونی سے نہیں ہوا۔ یا جو احیائے دین حضرت غوث پاک سے ہوا وہ ظاہر ہے کہ حضرت ابوسعید مبارک مخزومی سے نہیں ہوا۔ ادب اور چیز ہے، مگر کثرتِ ثواب میں مرید شیخ سے بڑھ سکتا ہے۔

خود ہمارے صوبہ میں جو جامعیت چشتیت، قادریت، فردوسیت اور ابو العلائیت کی حضرت مخدوم منعم پاک میں تھی، اُن کے شیخ میں کہاں تھی؟۔

شیخ دراصل درمیان میں ایک واسطہ محض ہوتا ہے۔ اس کا یہ کام نہیں کہ اپنے سے اُلجھا رکھے ورنہ پھر تو وہ بجائے شیخ کے طاغوت ہو جائے گا۔ جیسا کہ ہمارے شیخ نے اپنی کتاب "اسوۂ حسنہ" میں قول امام جعفر صادق علیہ السلام کا نقل کیا ہے کہ مَا شَغَلَكَ عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ طَاغُوتُكَ۔ حدیث بدء الوحی کو جو صوفیہ کے علم سینہ بہ سینہ کا منبع و مبدء ہے پڑھو اور غور کرو

تو معلوم ہوگا کہ جبرئیل امینؑ کی حیثیت معلّم اور شیخ کی تھی۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے تین بار معانقہ کیا۔ ہر معانقہ ایسا تھا جس کو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ حتی بلغ منی الجھد اور اس کا اثر مابعد یہ تھا کہ یجف فوادہٗ۔ ہمارے صوفیہ فرماتے ہیں کہ پہلے معانقہ میں جبرئیل نے آنحضرتؐ کو اس عالم ناسوت سے نکال کر عالم ملکوت میں اور دوسرے معانقہ میں ملکوت سے جبروت میں اور تیسرے میں جبروت سے لاہوت میں پہنچا دیا، جہاں پھر کوئی واسطہ باقی نہیں رہتا۔

کہنے کا مقصود یہ ہے کہ جبرئیلؑ امین بیچ میں ایک واسطہ تھے، کون نہیں جانتا کہ حضور سرورِ کائنات صلعم کا جو درجہ تھا، جبرئیل وہاں نہیں پہنچ سکتے۔ ؎

اگر یک سر موئے برتر پرم

فروغ تجلی بسوزد پرم (سعدی)

توجہ کی مختلف صورتیں احادیث سے ثابت ہیں۔ کبھی معانقہ کے ذریعہ (جیسا کہ حدیث بدء الوحی سے ظاہر ہے) کبھی آنکھ کے ذریعہ اور کبھی سینے پر یا سینے کی طرف ہاتھ مار کر۔ حضرات چشتیہ میں معانقہ کا رواج زیادہ ہے۔

میری بیعت کے بعد شیخ نے مجھ سے معانقہ کیا تھا۔ پھلواری میں زیادہ تر آداب چشتیہ برتے جاتے ہیں۔

~~~~~~(۱۴۷)~~~~~~

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

جب میں پیدا ہوا تو ہمارے حضور شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ نے میرے سر پر بزرگوں کا تاج رکھا۔ میری بڑی نانی بی بی بتول صاحبہ نے خواب دیکھا کہ بڑے حضرت یعنی حضرت شاہ مجیب اللہ قدس سرہٗ نے مجھ کو اٹھا کر حضور شاہ علی حبیبؒ کی گود میں دے دیا ہے۔ جب میں

(نوٹ بر صفحہ ۱۰۳)
~~~~~~

حضور سے مرید ہوا تو سمجھا کہ اس خواب کی یہی تعبیر ہے، ایک عرصہ کے بعد حضور کی لڑکی سے میری شادی ہوئی تو اس خواب کی دوسری تعبیر سمجھ میں آئی۔ مگر میری غلامی کی نسبت زیادہ قوی ہے۔ حضور کی وفات کو آج ۴۵ برس ہوئے۔ آج حضور کے عرس کا دن ہے (۲۷ ربیع الاول سنہ [illegible]) رات میں نے خواب میں حضور کو دیکھا کہ یہاں تشریف لائے ہیں، صحن میں تل کا تیل ایک برتن میں رکھا ہے۔ حضور نے اس میں سے تیل لیکر میرے سر پر ڈال دیا۔ میں نے حضور کے قدم کو پکڑ لیا، نہ معلوم اس کی تعبیر کیا ہے۔

(۱۴۸)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

علامہ ابن عابدین شامی کا زمانہ لگ بھگ وہی ہے جو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا تھا۔ علامہ شامی ایک عالم بے مثل ہونے کے علاوہ ایک عارف کامل بھی تھے۔ آپ طریقۂ نقشبندی مجددی تھے اور اپنے ماموں حضرت شیخ خالد کردی سے طریقہ اخذ کیا تھا۔ وہ حضرت غلام علی کے خلیفہ تھے، جو حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

علامہ شامی کی رد المحتار شرح ہے الدر المختار کی اور در مختار تنویر الابصار کی شرح ہے۔

(۱۴۹)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

علامہ ابن حجر مکی طریقۂ چشتی نظامی تھے۔ یعنی آپ نے طریقہ حضرت سید علی متقی ہندی چشتی نظامی سے حاصل کیا تھا۔ حضرت سید علی متقی جب مکہ معظمہ چلے گئے تو اس وقت علامہ

عہ یعنی حضرت قبلہ

ابن حجر مکی کے علم و فضل کا شہرہ تھا۔ ان کا حلقۂ درس حدیث و فقہ بہت وسیع تھا۔ حضرت سید علی متقی بھی علامہ کے حلقۂ درس میں بیٹھنے لگے اور علمی استفادہ کرنے لگے۔ حضرت علی متقی اور علامہ ابن حجر کے باہمی تعارف کی یہیں سے ابتدا رہی، جس کی انتہا یہ ہوئی کہ خود علامہ ابن حجر حضرت سید علی متقی کے حلقۂ ارادت میں بیٹھنے لگے۔

(۱۵۰)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ یعنی جس نے علی کو سبّ کیا (برا کہا)۔ اس نے مجھ کو سبّ کیا۔ امام ترمذیؒ اس حدیث کو حَسَنٌ غَرِیْبٌ کہتے ہیں، مگر حاکمؒ اس کو حَسَنٌ صَحِیْحٌ کہتے ہیں۔ بہر کیف یہ حدیث حَسَنٌ ہے بالاتفاق

(۱۵۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حنفی مذہب کے رو سے حضرات ائمہ اثنا عشر علیہم السلام اکابر امت میں ہیں۔ یہ حضرات علیہم السلام اپنے وقت کے بہترین علماء و صلحاء و حامیان دین متین میں تھے، ان میں بعض صحابہ تھے۔ بعض تابعی اور بعض تبع تابعی۔ یہ ائمہ امت محمدی صلعم میں نہایت بلند و ارفع پایہ رکھتے ہیں۔ ان عظیم شخصیتوں کی سیادت و کرامت مسلم ہے۔ امام آخر الزماں کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

فقہ حنفی تو اسی قدر کہتی ہے مگر صوفیہ کے عقیدہ میں یہ ائمہ علیہم السلام قطب مدار و قطب الاقطاب تھے۔ یہ ایک روحانی منصب ہے، جو قطب مدار ہوتا ہے۔ اسی کے ماتحت تمام ولایتیں ہوتی ہیں، اور ہر ولی اپنے وقت کے قطب مدار کا نائب ہوتا ہے۔ اسی لئے جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ کو فاتح باب ولایت کہتے ہیں۔

(حاشیہ بر صفحہ ۱۰۵)

تم اس کا ثبوت مانگو گے تو میں کہوں گا کہ حقیقت حال یہی ہے کہ تمام سلاسل کی انتہا جناب امیر المومنین تک ہوتی ہے، یہ سب سلسلے آپ ہی سے جاری ہوئے۔ ان سلسلوں کو نقل کرنے والے اور ائمہ علیہم السّلام کو قطب مدار ماننے والے ایسے ایسے لوگ ہیں، جن کی تکذیب کی ہی نہیں جا سکتی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جنید و شبلی نے جعل بنایا ہے۔ معروف کرخی۔ داؤد طائی۔ ابراہیم ادھم جیسے احبار اُمت نے جھوٹ کی سازش کی ہے۔ عبدالقادر جیلانی ابو النجیب عبدالقاہر۔ بہاء الدین نقشبند معین الدین اجمیری (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے اقوال کو کون جھٹلا سکتا ہے؟ یہ وہ اولیائے اُمت اور حاملان دین ہیں جن کے علم و فضل و عرفان اور جن کے زہد و ورع پر سارے محدثین و فقہا کا اتفاق ہے، پھر ہم کیسے کہہ دیں کہ انہوں نے جو اپنا روحانی سلسلہ قائم کیا ہے وہ محض من گھڑت ہے۔

(۱۵۲)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ نبوت و ولایت کے درمیان ایک مرتبہ امامت کا ہے اور یہ قطبیت سے بلند مرتبہ ہے اور اسی بلند مرتبہ پر حضرات ائمہ علیہم السّلام تھے اور وہ اپنے اپنے وقت کے قطب مدار بھی تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ منصب قطبیت امام حسن عسکری علیہ السلام تک آکر آپ میں اس وقت تک مستقر رہا، جب تک کہ سیدنا غوث پاک کا دور نہ شروع ہوا، پھر وہ منصب حضرت غوث پاک میں منتقل ہوگیا اور تا ظہور امام آخر الزماں وہ آپ ہی کی ذات پاک میں مستقر ہے اور جتنے ولی ہوئے یا ہوں گے وہ سب آپ کے نائب ہیں۔

عہ۔ (حاشیہ صفحہ ۱۰۴) سلسلہ نقشبندیہ میں یا نسبت صدیقی کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔ نیز نفس المعارف میں مفصل درج ہے کہ یہ سلسلہ بھی دیگر سلسلوں کی طرح علویہ ہی ہے۔ اس کی ایک نسبت جیسی جناب صدیق اکبر کی طرف ہے۔

(۱۵۳)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

فیضان کے لئے اصل شئے نسبت قلبی ہے اگر یہ مناسبت نہ ہو تو فیضان کسی شیخ کا نہیں آسکتا ہے اور یہ نسبت جتنی قوی ہوگی اسی قدر زیادہ وہ شیخ سے قریب ہوگا۔ روایت ہے کہ ایک بار حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی اپنے شیخ کی زیارت کے لئے اجودھن جارہے تھے ایک مقام پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا، آپنے پکارا "شیخ حاضر باش" دیکھا کہ فوراً شیخ الاسلام حضرت باباصاحب نمودار ہوئے اور ڈاکوؤں کو بھگا دیا۔

اسی جناب کے متعلق ایک دوسری روایت ہے کہ اجودھن جاتے ہوئے بہ مقام "سرسی" ایک سانپ نے آپ کو ڈس لیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میرا جذبہ صادق ہے تو کسی نہ کسی طرح شیخ کی خدمت میں پہنچ ہی جاؤں گا، اور اگر ایسا نہیں ہے تو بس مر ہی جانا بہتر ہے۔ دوا دارو سب فضول ہے' یہ فرماتے ہوئے حضور آگے بڑھے' یہاں تک کہ اجودھن حاضر ہوئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ بھئی خوب آئے۔ سنو ایک مرید تھا وہ اپنے شیخ کی زیارت کے لئے چلا۔ رستے میں سانپ نے کاٹ لیا، اس نے یہ کہہ کر اپنے سفر کو جاری رکھا، کہ اگر طلب صادق ہے تو ضرور پہنچ جاؤں گا۔ ورنہ مرجانا ہی بہتر ہے' چنانچہ وہ اپنی طلب میں صادق نکلا۔ اور شیخ تک پہنچ گیا۔ حضرت سلطان المشائخ نے اٹھ کر دوبارہ قدمبوسی کی اور عرض کیا کہ اس غلام کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔

(۱۵۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

ایک دن میں اور لکھنؤ کے مولوی فتح محمد تائب مرحوم حضرت مولانا فضل الرحمٰن قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے گنج مرادآباد روانہ ہوئے۔ ریل سے اتر کر کافی مسافت بیل گاڑی پر طے

کرنا پڑتی تھی، رات کا وقت تھا۔ ہم دونوں کے دل شوق وولولہ سے لبریز تھے۔ میں بآواز بلند عراقی کی اس غزل کو گانے لگا جس کا مطلع ہے ؎

صنمارہِ قلندر سزدار بمن نمائی　　　که درازو دور دیدم رہ ورسم پارسائی

ہم دونوں پر ایک خاص کیفیت طاری رہی۔ گنج مرادآباد پہنچ کر ہم دونو مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک مستفیض ومستفید ہوتے رہے، پھر مولانا نے میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ سنو۔ اور اسی شعر کو خوش الحانی کے ساتھ ادا فرمایا کہ ؎

صنمارہِ قلندر سزدار بمن نمائی　　　که درازو دور دیدم رہ ورسم پارسائی

مجھ پر وجد طاری ہوگیا اور مولوی فتح محمد تائب پھپک پھپک کر رونے لگے۔

(۱۵۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

میں نے مدراس میں مولوی شریف اعظم صاحب اور حسین میاں دونوں سے یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کی زکوٰۃ دلوائی۔ حسین میاں کو اس سے زیادہ مناسبت نہیں پیدا ہوئی۔ مگر میاں شریف اعظم نے اس سے بہت فائدہ اٹھایا۔ اس خاندان کے شغل درود کی طرف حسین میاں کو بہت مناسبت ہے۔

میں روزشب کو یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کا ملاحظہ کرتا ہوں، اس طرح کہ جمال مبارک بالکل میرے سامنے ہوتا ہے، پھر وہاں سے خواجہ غریب نواز کے دربار میں حاضر ہوتا ہوں اور یا حبیب اللہ شیئاً للہ کا ملاحظہ کرتا ہوں۔ یہاں کا فیض زیادہ جلدی آتا ہے۔ حبیب اللہ خواجہ غریب نواز کا خطاب ہے۔

(۱۵۶)

پہلے میں اپنے قلب کو شام کے ڈوبتے ہوئے آفتاب کی طرح دیکھتا تھا۔ مگر اب ہر رنگ میں دیکھتا ہوں حتیٰ کہ سیاہ رنگ میں بھی دیکھتا ہوں اور اسی میں انوار و تجلیات نظر آتے ہیں۔ اور کبھی سب رنگ مٹ جاتے ہیں۔

در دیار بے رنگی عالم خدائی ہست

مگر یہ باتیں بولنے کی نہیں ہیں، اور ان چیزوں کو دنیا داری سمجھنا یا دنیا کے لئے کرنا خدا کی لعنت ہے۔

(۱۵۷)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

فضیلت شیخین رض کا اقرار عقائد کا جزو نہیں ہے، مگر پیچھے لوگوں نے ایسا بنا لیا۔ خود عقائد نسفی سے بھی ایسا ہی کچھ پتہ لگتا ہے۔ حضرت عثمان غنی کے متعلق تو بہت زیادہ اختلاف ہے کہ ان کو جناب علی مرتضیٰ پر فضیلت ہے یا نہیں۔ اہل کوفہ تمام حتیٰ کہ امام اعظم بھی اسی کے قائل ہیں کہ حضرت عثمان پر حضرت علی کو ضرور فضیلت ہے۔

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کا مسلک تو یہ ہے کہ جس کو جس سے زیادہ محبت ہوگی وہ اس کو افضل سمجھے گا۔

شیخین کی فضیلت حضرت علی مرتضیٰ پر اس وجہ سے ہے کہ تعظیم اسلام ان سے زیادہ ہوئی۔ یعنی مسلمانوں کو ان کی وجہ سے زیادہ عظمت حاصل ہوئی۔ بہ نسبت حضرت علی مرتضیٰ کے اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ جملہ صفات میں مثل نسب، علم، شجاعت وغیرہ میں بھی شیخین رض حضرت علی سے افضل ہیں۔

تفہیمات الٰہیہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ

"عالم روحانیات میں میں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا واقعی شیخین کو جناب مرتضیٰ پر فضیلت ہے، درآنحالیکہ جناب مرتضیٰ شرف نسب۔ فضل و علم و شجاعت میں زیادہ تھے، اور تمام صوفیوں کا سلسلہ آپ ہی تک منتہی ہوتا ہے۔ پس جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے میرے قلب پر یہ جواب وارد کیا گیا کہ جناب سرورِ کائنات میں دو حیثیتیں تھیں، ایک صاحب شریعت ظاہریہ کی یعنی اوامر ونواہی کی نگہداشت اور دین کی اشاعت وتدبیر کرنے والے کی اس کام میں شیخین آنحضرت سے زیادہ قریب تھے، اور آنحضرت کی دوسری حیثیت یہ تھی کہ آپ کی بعثت کی غرض طہارت باطن تھی جس سے فنا و بقا کی منزلیں طے ہوتی ہیں پس اس کام میں جناب علی مرتضیٰ آنحضرت سے زیادہ قریب تھے"۔

(١٥٨)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ "میں بندرابن گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں کے درختوں اور دیواروں سے محبت کی بو آرہی ہے۔ کرشن جی مہاراج کے عشق و محبت کا اثر ہے جو اب تک باقی ہے"۔

(١٥٩)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

میں بالکل نوجوان تھا۔ اپنے چچا حکیم غلام قادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے

گھگھٹ کی مسجد میں قصیدہ غوثیہ کی زکوٰۃ دے رہا تھا۔ دوپہر کے وقت فوادالفواد (ملفوظات محبوب الٰہی) کا مطالعہ کرتے کرتے نیند آگئی۔ فوادالفواد کو سینہ پر رکھ کر سوگیا۔ خواب میں حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ سے مشرف ہوا، آپ کا قد بلند تھا اور کرتہ زیب تن فرمائے کھڑے تھے۔ میں نے عرض کی کہ اے حضور میں جنتی ہوں یا نہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ بے شک تو جنتی ہے اور اس کی دو وجہ ہے ایک وجہ تو یہ کہ تیری ساتویں پشت میں ایک حافظ پیدا ہوگا[۵۵]۔ (جو وسیلہ ہے اپنی ساتوں پشت کی بخشائش کا) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تو شاہ مجیب اللہ کا مرید ہے جو مرید ہیں "مسلسل بہ سلسلۂ قصیدہ لامیہ کے" یہ الفاظ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہیں۔ قصیدہ لامیہ سے مراد قصیدہ غوثیہ شریف ہے جس کا شعر کی ردیف لام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شاہ مجیب اللہ کا سلسلہ بیعت حضرت غوث پاک تک پہنچتا ہے۔

:(۰۱۱):

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

شاہ عالم ثانی نے جب انگریزوں کو دیوانی عطا فرمائی تو اس میں یہ شرط بھی تھی کہ عدالت کی زبان فارسی رہے گی، تمام اسلامی تعطیلات علیٰ حالہ قائم رہیں گی، اور مسلمانوں کے تمام مقدمات اسلامی قانون کے روسے مسلمان قاضی ومفتی کے ذریعہ فیصل ہوں گے۔ انگریز کافی عرصہ تک اس صلحنامہ کی پابندی کرتے رہے۔ مگر رفتہ رفتہ تمام شرطوں کو کالعدم کر دیا اور مسلمان خواب غفلت میں پڑے رہے۔ ابتدا میں تمام انگریز حکام کو فارسی پڑھنا اور جاننا بہت ضروری

۵۵ یہ روسیاہ گناہگار بندہ غلام حسنین بصد منت عرض پرداز ہے کہ اگر یہ روایت کسی شکل سے اس آنے والے حافظ تک محفوظ رہے تو ان تک میرا سلام پہنچا دیا جائے اور دعائے مغفرت کی درخواست کی جائے۔ کم از کم اسی لحاظ سے کہ میں ایک گنہگار فرزند ہوں، اس شخص کا جن کو آنے والے حافظ کی بشارت دی گئی ہے۔

تھا۔ صاحب سیر المتاخرین نے لکھا ہے، کہ انگریز یہاں کی زبان اور رواج سے واقف نہ تھے اور اپنے ماتحت ہندوستانی عملہ پر بھروسہ کرتے تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ رشوت ستانی کا وہ بازار گرم تھا کہ خدا کی پناہ۔

شاہ عالم ثانی اور انگریزوں سے جو معاہدہ ہوا اس کو انگریزوں نے بالکل چھپا دیا۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب مرحوم مجھ سے کہتے تھے کہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرانے کاغذات میں اس عہدنامہ کی ایک موثق نقل میں نے دیکھی۔ بعد میں میں نے اس کی نقل طلب کی، مگر معلوم ہوا کہ وہ کاغذ ہی غائب کر دیا گیا۔ ؏۵ ایسٹ انڈیا کمپنی کے وقت میں انگریزوں کو فارسی و عربی پڑھانے کے لئے پھلواری کے بہت سے علماء ملازم تھے اور اسی ذریعہ سے وہ خود اور ان کے بہت سے اعزہ سرکاری ملازمت پر مامور رہے۔ کوئی مفتی عدالت، کوئی قاضی، کوئی پیشکار، کوئی سررشتہ دار، کوئی منصف، کوئی صدر امین، کوئی ڈپٹی بندوبست، کوئی صدر اعلیٰ وغیرہ وغیرہ۔ اس وقت صدر اعلیٰ سے زیادہ اونچی نوکری ہندوستانیوں کو نہیں ملتی تھی۔ پھلواری کے چھ چھ سات سات آدمی ایک وقت میں صدر اعلیٰ ہوئے ہیں۔

اس وقت بہت سے انگریزوں نے ہندوستانی تمدن اختیار کر لیا تھا۔ زبان تو فارسی و اردو تھی ہی۔ رہائش اور لباس میں بھی ہندوستان کے نوابوں کا سا تمدن اختیار کر لیا تھا۔ میرے ایک نانہالی بزرگ کمشنر صاحب بہادر کے یہاں حقہ برداری کی خدمت پر بمعاوضہ دو روپیہ ماہوار مقرر ہوئے۔ صاحب کے حقہ پینے کا خاص خاص وقت مقرر تھا۔ اس وقت پیچوان درست کر کے صاحب کے آگے رکھ دیتے۔ پھر شب کو جب صاحب پلنگ پر جاتے تو حقہ لگا دیتے، اور پھر پیدل وہاں سے پھلواری آکر مرثیہ خوانی کرتے۔ پھر علی الصباح دانا پور

؏۵۔ پٹنہ کی گزشتہ عظیم الشان تاریخی دستاویزات کی نمائش میں وہ اصل مسودۂ معاہدہ بھی میز پر رکھا گیا تھا

پہنچ جاتے، اور جس وقت صاحب اُٹھتے فوراً پیچوان حاضر کر دیتے، ایک دن صبح کو حسب معمول پیچوان لگا کر سامنے کھڑے تھے کہ اونگھ آگئی۔ صاحب نے اپنے منشی کو بلا کر کہا کہ دیکھو حقہ بردار کو کوئی بیماری ہو گئی ہے، اس کا علاج کراؤ۔ منشی نے عرض کیا کہ حضور یہ رات بھر جاگتے ہیں۔ پیدل پہلواری جاتے ہیں اور مرثیہ پڑھتے ہیں، اور یہ پڑھے لکھے آدمی ہیں، صاحب نے اپنے سرہانے سے گلستاں اُٹھا کر انہیں دی اور چند اشعار کا مطلب دریافت کیا۔ پھر منشی سے کہا کہ یہ حقہ برداری نہیں کرے گا۔ اس کو محرری کی جگہ دو اور پندرہ روپیہ مشاہرہ کر دو۔ ہمارے بزرگ نے وہ کارگزاری دکھلائی کہ صدر امین منصف اور پھر صدر اعلیٰ ہو گئے۔

(۱۶۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

لارڈ میکناٹن فلکیہ کے لفٹنٹ گورنر نے مولوی سید محمد اسلم صاحب بلگرامی کو فارسی پڑھانے کے لئے نوکر رکھا۔ مولوی صاحب کو مار پیٹ کرنے کی پرانی عادت پڑی ہوئی تھی، صاحب نے کچھ غلطی کی آپ نے ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ صاحب بہادر خموش ہو گئے۔ مولوی صاحب اپنی قیام گاہ پر آئے اور ایک استعفا نامہ لکھ کر لفٹنٹ گورنر بہادر کے حضور میں بھیج دیا۔ صاحب نے پالکی منگوائی اور مولوی صاحب کی قیامگاہ تک خود تشریف لے گئے اور کہا کہ آپ کیوں استعفا دیتے ہیں۔ مولوی اسلم صاحب نے فرمایا کہ حضور میں جیسے کو پڑھانے کو موزوں ہوں۔ اس لائق نہیں کہ آپ جیسے لوگوں کو پڑھاؤں۔ میں نے مانا کہ آپ نے تحمل کر لیا مگر یہی حرکت اگر کسی دوسرے لفٹنٹ بہادر کے ساتھ سرزد ہوئی تو وہ مجھے پھانسی ہی دیدے گا۔ صاحب نے کہا کہ آپ اس کا ہرگز خیال نہ کریں، مگر انہیں اتنی ندامت تھی کہ کسی حال میں اپنا استعفا واپس نہ لیا، اور کلکتہ سے لکھنؤ واپس چلے آئے۔

پہلے انگریز اپنے استادوں کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔

(۱۶۲)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

حضرت مولانا عبدالغنی پھلواروی قدس سرہٗ سے ملاقات کرنے پٹنہ کے کمشنر صاحب آئے۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کا شاگرد ہوں، مولانا نے تعجب سے فرمایا کہ "بھئی ہم نے تو کبھی کسی فرنگی کو نہیں پڑھایا ہے" صاحب بہادر نے کہا کہ میں آپ کے فلاں شاگرد کا شاگرد ہوں، تو مولانا سمجھے۔ پھر صاحب نے خواہش ظاہر کی کہ مولانا کوئی عہدہ سرکاری قبول فرمائیں، مگر آپ نے فرمایا کہ میں نصاریٰ کی نوکری نہیں کروں گا" پھلواری کے علما ایسے بھی گزرے ہیں، جنہوں نے پوری عسرت کے ساتھ اپنی زندگی گزار دی اور انگریزوں کی پیش کردہ نوکری کو قبول نہ کیا حتی کہ جن لوگوں نے ان کے قول کے مطابق "نصاریٰ کی نوکری" قبول کرلی تھی، ان کے یہاں کے کھانے پینے کو بند کردیا۔

(۱۶۳)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

"تذکرہ[۱] ابوالنجیب سہروردی کو مولوی سید علی بلگرامی اور صاحبزادہ آفتاب احمد خاں نے حرفاً حرفاً پڑھا تھا، اور پڑھ کر دونوں نے بہت داد دی تھی۔ مولوی سید علی صاحب نے کہا کہ بھئی تذکرہ لکھا جائے تو اسی اصول پر کہ جو کچھ کہا اس کا ثبوت پیش کردیا۔ ان دونوں حضرات نے تذکرہ ابوالنجیب اس وقت پڑھا تھا، جب کہ ہم لوگ مسلم یونیورسٹی قائم کرنے کے سلسلے میں یوپی پنجاب اور سندھ کا دورہ کر رہے تھے۔ میں اور مولوی سید علی بلگرامی اور صاحبزادہ آفتاب احمد خاں ایک ڈبہ میں رہتے تھے اور راجہ صاحب محمودآباد اپنے مصاحبوں

[۱] مصنفہ مولانا حسن نیانی مرحوم۔

کے ساتھ دوسرے ڈبہ میں۔ مگر کھانا وانا اکثر وہ ہمارے ہی ڈبہ میں آکر کھاتے۔

مولوی سید علی بلگرامی بڑے ظریف آدمی تھے، ایک بار وہ دوا کھا رہے تھے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ "میں کتنے دنوں اور زندہ رہوں گا" میں نے کہا "بہت تھوڑے دن" وہ کہنے لگے کہ نہیں میں اپنے قوی اور صحت کا اندازہ کر کے کہتا ہوں کہ ابھی دس برس اور زندہ رہونگا۔ مگر عجیب اتفاق کہ وہ ہماری اور ان کی آخری ملاقات تھی۔ وہ حیدر آباد گئے اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد لکھنؤ میں یہ اطلاع آئی کہ مولوی سید علی بلگرامی نے انتقال کیا۔

)۱۶۴(

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

ایک بار چھپرہ میں گاندھی جی نے میرے پیروں کو پکڑ کر کہا کہ مسلمانوں سے گائے کی قربانی موقوف کرا دیجئے۔ میں نے کہا بیشک بشرطیکہ آپ اپنی قوم سے بت پرستی موقوف کرا دیجئے، وہ ہنس کر کہنے لگے اس کو کوئی نہیں مان سکتا۔

ایک بار گاندھی جی نے مجھ سے کہا کہ آپ لوگ جوگ اور ریاضت فقط اپنی نجات کے لئے کرتے ہیں اور میں قوم کے لئے کرتا ہوں۔ ؎

؎ حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ راقم الحروف سے فرماتے تھے کہ میں نے گاندھی صاحب سے کہا کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں اس کا پھل آپ کو اسی دنیا میں مل جائے گا۔ اور آپ اپنی کامیابی یا ناکامیابی کو یہیں دیکھ لیں گے۔ مگر مجھے اپنی کامیابی یا ناکامیابی کا یہاں کوئی پتہ نہیں مل سکتا۔ مجھے تو اس کا پتہ اسی وقت معلوم ہوگا، جب میں خدا کے حضور میں حاضر کیا جاؤں گا۔ آپ کی کامیابی یہ ہے کہ آپ کو سوراج مل جائے، مگر میری کامیابی یہاں پر ختم نہیں ہوتی، جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ میرا خدا مجھ سے راضی ہوا یا نہ ہوا۔ میں اپنی کامیابی کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میری آپ کی مثال دو ایسے ہمسفروں کی سی ہے جو ایک ساتھ لکھنؤ سے روانہ ہوئے، مگر ایک کا مقصود

(۱۴۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

کوامتہ کے سادات میر غلام علی آزاد بلگرامی کے خاندان سے ہیں۔ مولوی غلام علی آزاد سُنی تھے، مگر بعد میں ان کی اولاد شیعہ ہوئی۔ بلگرام میں اس خاندان کے تین چار گھر اب تک سنی ہیں اور قدیم تبرکات انہیں لوگوں کے قبضہ میں ہیں، جن کی سال میں ایک بار زیارت کرائی جاتی ہے۔ ان تبرکات میں ایک تلوار حضرت زید شہید کی ہے۔ یہ لوگ زیدی سید ہیں ایک اور تلوار حضرت زید شہید کی امروہہ میں ہے اور یہ شیعہ خاندان کے قبضہ میں ہے۔ اس کی زیارت نہیں کرائی جاتی ہے۔ بہت خاص خاص لوگوں کو مشکل سے اس کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ میں نے اور نواب مشتاق صاحب (وقار الملک مرحوم) نے کوشش کے بعد اس کی زیارت کی۔ یہ بہت ہی وزنی اور بہت لمبی چوڑی تلوار ہے، جس کے قبضہ کو میں اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اُٹھا سکا۔ اس کے متعلق بہت سی کراماتیں بھی میں نے سنیں، منجملہ انکے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۴) گنگا کا پانی پیتا ہے اور ایک کو آب زمزم۔ پس آپ کا نپور میں مجھ کو چھوڑ دیں گے مگر مجھے اپنا سفر جاری رکھنا پڑے گا۔

حضرت مولانا عبدالباری رحمۃ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ گاندھی صاحب سے میں نے ایک بار کہا کہ آپکا مسلک عدم تشدد میری سمجھ سے باہر ہے۔ میرے خیال میں یا تو آپ اتنے عقلمند ہیں کہ آپ کا مسلک میری سمجھ سے بالکل بلند و بالا ہے، یا یہ کہ آپ سب سے زیادہ بے وقوف ہیں، جو ایسی لغو بات کہتے ہیں۔ گاندھی صاحب نے مسکرا کر کہا "مگر دوسری بات غلط ہے"۔

حضرت مولانا عبدالباری نے ایک بار مجھ سے ارشاد فرمایا کہ آپ گاندھی صاحب کو کیا سمجھتے ہیں، میں ان کو ایک سیاسی فقیر سمجھتا ہوں۔

اُن کے ایک یہ ہے کہ جب کوئی آفت آنے والی ہوتی ہے تو اس تلوار پر زنگ آجاتا ہے۔

(۱۶۶)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

مؤطا امام مالکؒ میں یہ حدیث ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گوشت زیادہ نہ کھایا کرو۔ اس لئے کہ فیہا ضراوۃ کضراوۃ الخمر یعنی اس میں شراب کی سی چاٹ ہوتی ہے۔

(۱۶۷)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ ایک دن میں حضرت شاہ احمد سعید صاحب (خانقاہ دہلی) سے ملنے گیا۔ دیکھا کہ در و دیوار سے وجد و مستی ٹپک رہی ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ اس وقت چشتیت کا غلبہ ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں میں گیا تو دیکھا کہ آپ پر مستی غالب ہے۔ میں نے کہا کہ اس وقت چشتی فیضان بہت غالب ہے۔ شاہ صاحب نے وجد کی حالت میں سینے پر ہاتھ رکھ کے زور زور سے کہنا شروع کیا کہ "ہیں چشتی ہیں چشتی" (چشتی کا تلفظ چیشتی کر رہے تھے۔)

(۱۶۸)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

امام بخاری نے باب التوکل والصابرین میں یہ حدیث روایت کی ہے۔ اذا سئلت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ۔ جب سوال کرو تو اللہ ہی سے کرو اور جب مدد چاہو تو اللہ ہی سے مدد چاہو)۔ یہ مقام صبر توکل کا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے اس کے لئے باب باندھا ہے۔ صحابہ میں ایسے لوگ بھی تھے کہ گھوڑے پر جا رہے ہیں، اگر کوڑا گر گیا تو کسی سے

مانگتے نہ تھے بلکہ خود اُتر کر کوڑا اُٹھاتے تھے۔ مگر اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ کسی سے سوال کرنا یا اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے کسی سے کسی موقع پر کچھ مانگنا حرام ہے' بالکل غلط ہے خود صحابہ ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے اور موقع بموقع ایک دوسرے سے مدد مانگتے تھے۔

(۱۶۹)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔ع

اللہ تعالیٰ کے فیض کے بہت سے دروازے ہیں۔ جب جس کو جس دروازے سے چاہتا ہے مستفیض کرتا ہے۔ رات میں نے خواب دیکھا کہ خانقاہ میں قوالی ہو رہی ہے۔ اور ہمارے حضور (حضرت شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ) کو وجد ہے اور مجھے بھی بہت جوش و خروش ہے اور قوال گا رہا ہے کہ......

دل ربود از من جمال شیخ عبدالقادرم

میں وجد کی حالت میں معانقہ کے لئے ہاتھ پھیلا کر حضرت کی طرف بڑھا۔ حضرت نے مجھ سے معانقہ کیا اور ایک نور سفید رنگ کا حضرت کے قلب سے نکل کر میرے قلب میں چلا آیا۔ حضرت خسرو نے خوب فرمایا ہے۔ ؎

دو چشمش کہ تیر بلا می زند
کجا می نشاید کجا می زند

(۱۷۰)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

حضرت شاہ پیر محمد سلونی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے اکابر علمائے صاحب درس

ع ۱۷ رجب ۱۳۸۵ھ بوقت صبح، ان دنوں حضرت قبلہ ہمہ تن خواجہ غریب نواز کی طرف متوجہ تھے۔

میں تھے اور تمام ملک کے طلبہ آپ کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ انہیں شاگردوں میں بہت ایسے بھی ہوتے تھے جو آپ سے مرید ہو جاتے اور اخذ طریقہ کرتے تھے۔

حضرت شاہ معز الدین کرجوی بھی ایسے ہی طلبہ میں تھے۔ آپ حضرت شاہ پیر محمد سلونی رح کے شاگرد اور خلیفہ دونوں تھے۔ سلون شریف میں حضرت شاہ پیر محمد صاحب رح کے خلفا میں سے جن لوگوں کے نام لکھے ہوئے ہیں، ان میں حضرت شاہ معز الدین صاحب کرجوی کا نام درج نہیں ہے، اکثر خلفا کے نام لکھنے کے بعد تذکرہ نویس نے "وغیرہم" لکھ کر اکتفا کیا ہے۔ مگر قدیم زمانہ سے پھلواری اور سلون کے مشائخ سے باہمی خط و کتابت رہی ہے، اور وہ خط و کتابت اس تعلق کی بنا پر ہوتی گئی ہے کہ سلون شریف کا سلسلہ پھلواری پہنچا ہے اکابر مشائخ سلون برابر اس کو تسلیم کرتے آئے ہیں۔

حضرت شاہ معز الدین کرجوی نے جس وقت حضرت تاج العارفین پھلواروی کو اپنے طریقہ چشتیہ کی اجازت دی تھی۔ اس وقت حضرت شاہ معز الدین صاحب رح یقیناً بہت معمر اور ضعیف ہو چکے ہوں گے۔ کیونکہ حضرت شاہ پیر محمد سلونی قدس سرہ کی وفات سنہ ۱۰۹۹ھ میں ہوئی ہے اور حضرت شاہ معز الدین صاحب نے تاج العارفین شاہ مجیب اللہ پھلواروی کو سنہ ۱۱۲۵ھ میں اجازت دی ہے، جیسا کہ یہاں کی نوشتوں سے ظاہر ہے۔ اگر حضرت شاہ معز الدین صاحب کی عمر اجازت و خلافت پاتے وقت ۲۵ برس کی تھی تو سنہ ۱۱۲۵ھ میں جب کہ آپ نے حضرت شاہ مجیب اللہ صاحب رح کو اپنا خلیفہ بنایا آپ کی عمر ۷۰ برس کی تھی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت شاہ معز الدین کرجوی کی وفات سنہ ۱۰۹۲ھ میں ہوئی جس کے ایک برس کے بعد حضرت تاج العارفین پھلواروی پیدا ہوئے، پھر اجازت و خلافت کیسی۔ اگر اس سنہ کو صحیح مانا جائے

تو ماننا پڑے گا کہ یہ شاہ معزالدین کوئی دوسرے بزرگ ہیں، اور ہمارے حضرت تاج العارفین کے مرشد حضرت شاہ معزالدین کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔ افسوس ہے کہ ہمارے اگلوں نے حضرت تاج العارفین کے مرشد شاہ معزالدین کرجوی کا کوئی حال جمع نہیں کیا۔ اس لئے اب ہالوگوں کے پاس تو انکے سوانح حیات ہی موجود ہیں نہ اب کرجی میں انکی قبر مبارک ہی کا کوئی پتہ ہے۔ بقرینہ غالباً مزار دریا برد ہو گیا۔

حضرت تاج العارفین نے اپنے دست خاص سے اپنے مرشدوں میں حضرت شاہ معزالدین کرجوی کا نام لکھا ہے اور یہ تحریر ہمارے خاندان میں موجود ہے، اور خاندان کے زیادہ تر لوگ ایسے ہیں جو حضرت تاج العارفین کی تحریر کو خوب اچھی طرح پہچانتے ہیں، اور حضرت تاج العارفین کے بعد سے اب تک تمام اکابر علما و مشائخ پھلواری شریف اس شجرے کو اپنے دوسرے شجروں کے ساتھ نقل کرتے آئے ہیں۔

(۱۷۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی حضرت خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ العزیز کے مرید تھے۔ آپنے حضرت خواجہ احرار کی جانب اپنے متعدد اشعار میں اشارہ فرمایا ہے۔ مولانا جامی نے اپنے شعر ؎

بمیخانہ جامی نہ از خود رود
دلے ہمت شیخ جامش برد

میں شیخ جام سے حضرت سیدنا احمد جام رح کی طرف اشارہ کیا ہے، جن کی عظمت و بزرگی ہر طبقہ و گروہ کے لوگوں کے نزدیک مسلم ہے۔ مولانا جامی کی پیدائش جام میں ہوئی تھی، اسی رعایت سے آپ جامی کہلائے۔ آپ کی اقامت جام میں نہیں رہی ہرات میں

رہی۔ مولانا جامی بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ شرح ملّا ان کی ایک ادنیٰ درجہ کی تصنیف ہے۔ ریاضی میں آپ کا بہت بڑا پایہ تھا۔ آپ علامہ قوشجی کے حلقۂ درس میں بھی بیٹھے تھے۔ جو اپنے وقت میں فن ریاضی کے دنیا میں سب سے بڑے ماہر تھے۔ علامہ قوشجی نے انکی اعلیٰ صلاحیت کو دیکھ کر فرمایا کہ تم نفوس قدسیہ سے ہو۔

(۱۶۳)

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

حضرت شاہ نعمت اللہ پھلواروی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی جب وفات ہوئی تو اس وقت آپکے عزیزوں اور خلفائے اہل میں مولانا احمدی سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ آپ ہی کو نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھایا گیا۔ آپ پیچھے ہٹے اور فرمایا کہ حضرت صاحب پر دین ہے میں مدیون کی نماز نہ پڑھاؤں گا۔ حضرت فرد جو حضرت صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے، آگے بڑھے اور کہا کہ کل قرض میں اپنے ذمہ لیتا ہوں اور میں ادا کردوں گا۔ اس کے بعد مولانا احمدی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت صاحب پر کم و بیش آٹھ سو روپے کا قرض تھا۔

(۱۶۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

ہمارے حضور (حضرت شاہ علی حبیب نصر قدس اللہ سرہٗ العزیز) حضرت شاہ میاں جان صاحبؒ کے متعلق فرماتے تھے کہ ان کا جوش و خروش بے مثل ہے۔ حضرت منشی محمد سجاد صاحبؒ۔ داناپوری کے متعلق فرماتے تھے کہ ان کو ایک آن بھی غفلت نہیں ہوتی۔ اور حضرت میر ولایت علی صاحبؒ اسلامپور کے متعلق فرماتے تھے کہ ان

سے بہتر سالک دیکھنے میں نہیں آیا۔

حضرت شاہ ولایت علی صاحب کے متعلق تقریباً اسی طرح کے الفاظ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے بھی مجھ سے فرمائے تھے۔

(۱۶۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

اگلے سلاطین عموماً اپنے مدفن کی جگہ متعین کرکے اپنی زندگی ہی میں اس پر عمارتیں بنوا لیتے تھے، علمائے کرام نے بھی ایسا کیا ہے، چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بھی اپنا قبہ خود ہی بنوالیا تھا، اور وہاں برابر بیٹھ کر تلاوت کلام پاک کیا کرتے تھے۔ یہ دراصل ایک حیلہ شرعی تھا کہ اگر حدیث لا یبنیٰ علیہ سے مراد حرمت بنا حول القبر ہے تو وہ ان قباب پر صادق نہ آئے، کیونکہ وجود قبر سے پہلے ان کی بنا ہوگی، اور بنا کے اندر دفن ہونا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت شیخین رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔

(۱۶۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

اورنگ زیب کی پہلی بیوی جن کا بیاہ شاہ جہاں کے اہتمام سے ہوا تھا۔ دل رس بانو تھیں۔ ان کا انتقال دکن میں ہوا۔ یہ دربار شاہ جہاں کے ایک سردار شاہ نواز صفوی کی بیٹی تھیں۔ یہ سردار صفوی خاندان سے تھے عجب اتفاق کہ یہ ہمیشہ دارا شکوہ کے طرفداروں میں رہے، چنانچہ اورنگ زیب ہی کی فوج نے اجمیر کی جنگ میں انہیں قتل کیا۔ عالمگیر نے صحن آستانہ شریف میں ان کو دفن کرایا۔

―――(۱۵۴)―――

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

پھلواری میں اخبار بینی کی ابتدا، تقریباً اسی وقت سے ہے جب سے اُردو اخبار نویسی کی ابتدا ہے۔ آج سے تقریباً پچاس ساٹھ برس ہوئے کانپور سے ایک ہفتہ وار اخبار نورالانوار نکلنا شروع ہوا تھا۔ یہ اخبار ہمارے حضور (حضرت شاہ علی حبیب نصر رح) کے پاس آتا تھا، اور حضور اُسے دیکھتے تھے، اس میں زیادہ تر مذہبی مضامین ہوتے تھے۔ روم و روس کی لڑائی کے زمانہ سے اخباروں میں سیاسی مضامین زیادہ ہونے لگے اور پھر پھلواری میں آوده اخبار لکھنؤ۔ اخبار دور بین اور اُردو گائڈ کلکتہ پڑھے جانے لگے، پھر جوں جوں اُردو زبان کی صحافت ترقی کرتی گئی، اُردو صحافت کا ذوق بھی یہاں بڑھتا گیا۔

―――(۱۵۵)―――

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

محمد ابن عبدالوہاب نجدی ابن تیمیہ و ابن قیم وغیرہ کی تصانیف و تالیفات پر پورا عبور نہیں رکھتے تھے، ورنہ وہ اس قدر زیادہ متشدد نہ ہوتے، ان کے اس حیرت انگیز تشدد کا بڑا سبب ان کا قصور نظر تھا۔

―――(۱۵۶)―――

جو مسئلہ مختلف فیہ ہو اس پر نکیر نہیں کی جا سکتی، خود صحابہ بہت سے مسائل میں آپس میں مختلف تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ علانیہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ جو شخص رمضان میں شب کے وقت جنب ہو اور صبح سے پہلے تک غسل نہ کرلے، اس کا روزہ ٹوٹ جائیگا۔

مروان حاکم مدینہ تھا۔ اس نے حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ سے کہا کہ ابو ہریرہؓ کو ڈانٹو کہ وہ ایسا نہ کریں۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا کہ مجھے ہمت نہیں ہو سکتی کہ میں ابو ہریرہؓ کے ساتھ ایسا کروں۔ ایک موقع پر یہ لوگ آپس میں اکٹھا ہوئے اور دوران گفتگو میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ بات کہی گئی، حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ میں نے اسامہ ابن زید اور فضل ابن عباس (رضی اللہ عنہم) سے ایسا سنا ہے، میں ہرگز اپنی رائے بدل نہیں سکتا۔ چنانچہ پھر کسی نے ابو ہریرہؓ پر کوئی نکیر نہیں کی۔

اسی طرح متعہ کا مسئلہ ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس۔ عبد اللہ ابن جابر اور ایک جماعت اس کی حلت کی قائل رہی۔

نبیذ اہل کوفہ کے نزدیک جائز تھی، اس میں اس حد تک افراط کر دی گئی تھی۔ کہ روایتوں میں ہے کہ اس طرح کی نبیذ لوگ استعمال کرنے لگے تھے، کہ جس کے پینے کے بعد پیر ڈگنے لگیں۔ حضرت امام مالک سے استفتا کیا گیا کہ کیا ان لوگوں پر حد جاری کر دی جائے؟ مگر آپ نے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ مسئلہ اور تحقیق کا اختلاف ہے۔ ہم اس وجہ سے ان پر نکیر نہیں کر سکتے۔ حضرت امام مالک سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا متعہ زنا ہے۔ آپ نے فرمایا اے نعم (یعنی بیشک) اس نے دریافت کیا کہ کیا متعہ کرنے والوں پر آپ حد جاری کرنے کے لئے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا "نہیں" اس لئے کہ یہ مسئلہ اکابر کے اجتہاد میں پڑ چکا ہے۔

———— (۱۶۹) ————

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

ابن تیمیہ و ابن قیم کے علم سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر ان میں سخت عیب

یہ تھا کہ مختلف الروایۃ اور مختلف القول بہت زیادہ تھے - ابن قیم نے ایک جگہہ ایک ہی کتاب میں حدیث مواخاۃ سے انکار کیا ہے، چونکہ یہ ثابت کرتا تھا کہ آنحضرت صلعم کی جناب امیرالمومنین علی مرتضیٰ سے مواخاۃ نہیں ہوئی تھی، لیکن اسی کتاب میں دوسری جگہہ اسی حدیث مواخاۃ کو پیش کرتے ہیں، چونکہ دوسرے دو صحابہ کے درمیان انہیں مواخاۃ ثابت کرنی تھی -

(۱۸۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بار نیورہ تشریف لائے ، اس وقت میری واعظانہ زندگی کی ابتدا نہ ہوئی تھی - میں مطب کرتا تھا - میں تازہ حج سے واپس آیا تھا - میں حضرت سے ملنے کے لئے حاضر ہو رہا تھا - شرف الدین مرحوم (جسٹس شرف الدین صاحب مرحوم جو حضرت حاجی صاحب کے غالی مریدوں میں تھے) نے حضرت سے کہا کہ حکیم سلیمان آرہے ہیں - حضرت اُٹھ کر میری طرف دوڑے اور مجھ سے معانقہ کیا اور گلے سے لگائے ہوئے اپنی جگہہ تک لائے اور ساتھ بٹھایا - حضرت کے اس غیر معمولی استقبال سے مجھے حیرانی اور خجالت ہو رہی تھی ، اور تمام لوگ اس تماشا کو دیکھنے کے لئے دوڑ پڑے - یہاں تک کہ ایک بھیڑ لگ گئی - حضرت مدینہ منورہ کا حال پوچھنے لگے - پھر فرمایا کہ تم بڑے مولانا ہو - میں نے عرض کی کہ نہیں میں تو حضرت کا ادنیٰ خادم ہوں - فرمانے لگے نہیں تم بڑے مولانا ہو - پھر حضرت نے تمام لوگوں کو جو اکٹھا ہو گئے تھے فرمایا کہ بھئی اب اپنے اپنے بستر پر جاؤ - سب لوگ چلے گئے - تھوڑی دیر کے بعد میں نے بھی رخصت طلب کی - حضرت نے فرمایا کہ ہاں جاؤ - بستر پر جاؤ - اس وقت تک لوگ مجھے حکیم صاحب کہتے تھے - مگر اتفاق کہ اس کے تھوڑے دنوں کے بعد مجھے مونگیر کی طرف جانا ہوا اور لکھنیہ وغیرہ میں ایک جماعت نے مجھ سے بیعت کی اور

لوگ مولانا صاحب کہنے لگے، میں اپنے پیر و مرشد حضور شاہ علی حبیب صاحب کے بعد سے پہلے حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب ہی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، لیکن چونکہ میں سلوک کا طالب تھا اور یہ چیز مجھے وہاں نہ مل سکتی تھی، اس لئے اس خیال سے اور نیز میری مولویت اور حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی و مولانا نذیر حسین دہلوی کی شاگردی نے مجھے آپ کی صحبت ارادت میں بیٹھنے سے باز رکھا۔ بہرکیف حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب کا معاملہ مجھ سے باہر ہے، مگر صوفیہ کا ہر گروہ آپ کی تعظیم کرتا ہے۔ میں نے خود شیخ العالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب طیب اللہ رمسہٗ کو فرماتے سنا کہ بھئی حاجی وارث علی کی توحید بے مثل ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت وہ نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں یہاں حرم میں بھی میں دیکھتا تھا کہ کعبہ کے سامنے اس طرح سے (تشریح فرما کر) بیٹھے رہتے تھے اور جماعت ہوتی رہتی تھی حضرت یہ فرمانے کے بعد مسکرانے لگے۔ واللہ اعلم کیا معاملہ تھا اور حضرت حاجی وارث علی صاحب کہاں کے لئے مامور تھے۔

میرے دوست .... حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب کے خاص قرابتمند تھے۔ انہیں حاجی صاحب سے اعتقاد نہ تھا۔ گنج مراد آباد حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کی خدمت میں بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوئے۔ مولانا نے فرمایا کہ تم حاجی وارث علی صاحب سے مرید نہ ہوئے؟ کہنے لگے حضرت مجھے آپ ہی سے اعتقاد ہے۔ مولانا نے فرمایا "تم انہیں سے جا کر مرید ہو، کنوئیں کی مٹی کنوئیں میں" وہ واپس آئے۔ حضرت حاجی صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا "آؤ آؤ کنوئیں کی مٹی کنوئیں میں، کل کل مرید کریں گے" چنانچہ دوسرے دن وہ حضرت حاجی صاحب کے مرید ہوئے

(۱۸۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا۔ (۱۱ر رمضان سنہ ۵۸ھ)

میں نے پرسوں شب کو حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا سر پر عمامہ۔ دوش پر عبا اور دست مبارک میں عصا۔ چہرہ بے حد نورانی، اور میں نے عجیب باتیں دیکھیں۔

(۱۸۳)

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

ہمارے حضرت صاحب (حضور شاہ علی حبیب قصر پھلواری) ستار خوب بجاتے تھے اور گانے کا بھی ذوق تھا، مگر یہ سلسلۂ سجادگی سے پہلے ہی تک رہا۔

(۱۸۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

انگریزی مورخ مسلمان بادشاہوں کی تاریخ کا تاریک پہلو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالتے رہتے ہیں اور ان کے مظالم کے افسانے ہندوؤں کو سنایا کرتے ہیں، مگر ان کی خوبیوں کو پس پردہ رکھتے ہیں۔ محمد علی شاہ بادشاہ اودھ کا ایک قصہ سنو۔ محمد علی شاہ کو بہت زمانہ نہیں گزرا ہے، ان کے میر بخشی لالہ حسین بخش رائے کایستھ تھے جن کو بخشی الملک کا خطاب تھا، محرم کی عزاداری کایستھ لوگ بالخصوص اور ہندو علی العموم مسلمانوں کے ساتھ مل کر کرتے تھے اور لکھنؤ میں کایستھوں کی عزاداری اب تک قائم ہے، ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ ہولی محرم کے ساتھ ساتھ پڑی۔ شیعوں کی حکومت تھی۔ سارا شہر عزاخانہ بنا ہوا تھا۔ ہندو بھی اسی طرح علی العموم عزاداری کرتے تھے۔ عاشورہ کی شام کو بادشاہ

کے ذہن میں ہولی کا خیال ہوا بخش الملک کو بلایا اور پوچھا کہ کبھی ہولی کب ہے؟ بخش الملک نے جواب دیا کہ "پیر و مرشد! ہولی کے دن تو یہی ہیں، مگر ابھی امامؑ کا سیوم بھی نہیں ہوا ہے ہولی کی خوشی کس طرح منائی جاسکتی ہے"۔ بادشاہ نے فرمایا کہ "عشرہ ختم ہو چکا۔ بس۔ کہہ دو کہ حسین آباد مبارک پر شادیانے کی نوبت بجادی جائے۔ محرم ختم۔ اب آج سے ہولی ہے" چنانچہ نوبت بجائی گئی اور بادشاہ کے محل سے لے کر سارا شہر ہولی منانے لگا۔

بخش الملک بہت بوڑھے ہو کر مرے، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ایک عجیب و غریب واقعہ بیان فرماتے تھے۔ کہنے لگے بادشاہی محل میں شاہزادگان کنکوے اُڑا رہے تھے۔ میرے مکان کی چھت پر میرے لڑکے بھی کنکوے اُڑا رہے تھے، اتفاق سے دونوں میں پیچ پڑا۔ میرے لڑکوں نے شرارت سے اُسے کھینچ لیا۔ شہزادوں کو غصہ آگیا، فوراً پیادے بھیجے، وہ میرے گھر میں آئے اور سختی کا برتاؤ کیا، اور کنکوے سب لے گئے، اتفاق سے بادشاہ کو اس کی خبر پہنچ گئی۔ دوسرے دن جب شہزادے دربار میں مجرا کے لئے آئے تو بادشاہ نے مُنہ موڑ لیا، میں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ خداوند! شہزادوں پر کیوں خفگی ہے؟ بادشاہ اپنے لڑکوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "کیوں صاحب! اپنے کھیل کود میں اور کنکوؤں کی خاطر آپ رعایا کو بے عزت کریں گے؟۔ جائیے دس دن آپ لوگوں کا مجرا بند۔ دس دن تک آپ لوگ میرے سامنے نہ آئیں"۔

(۱۸۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

اُلھن پور چھپرہ کا ایک تاریخی گاؤں ہے۔ سیر المتاخرین میں وہاں کے پٹھانوں کا ذکر ہے، جو مرشد آباد کی فوج میں ملازم تھے، وہاں کے سادات حضرت عبدالوہاب ابن

غوث پاکؒ کی اولاد سے ہیں۔

(۱۸۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

پرگنہ پھلواری بہت قدیم پرگنہ ہے۔ اکبر کے وقت میں بھی یہ ایک پرگنہ تھا، چنانچہ ابوالفضل نے آئینہ اکبری میں پرگنہ پھلواری کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہاں شیوخ، مغل اور راجپوت آباد ہیں۔

خاندان جعفری چونکہ اسی زمانہ میں یعنی کچھ پہلے یہاں آباد ہوا تھا جس کے بعض چندہی گھر ہوں گے، اس لئے اس کا تذکرہ نہیں ہے۔

اکبر کے وقت کا سروے کس قدر مکمل تھا؟ آئینہ اکبری میں پرگنہ پھلواری کا پورا رقبہ دے کر یہ بھی درج ہے کہ کتنے بیگھے مزروعہ ہیں اور کتنے غیر مزروعہ و مسکونہ

شیوخ تو پھلواری میں اب تک آباد ہیں، مگر مغل اور راجپوت کے خاندان یہاں باقی نہیں رہے۔ میرے بچپن تک چند مغل و راجپوت یہاں آباد تھے۔

(۱۸۶)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

ایک سفر کے موقع پر جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب عورتیں بھی تھیں حضرت انجشہ صحابی بڑے درد انگیز لہجہ میں حدی خوانی کر رہے تھے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا یا انجشہ رویدك بالقوارير لے انجشہ رُکے ہوئے، ایسا نہیں کہ کانچ پر ضرب لگ جائے یعنی عورتوں کا دل مثل شیشے کے کمزور ہوتا ہے۔ تمہاری درد انگیز آواز سے کہیں وہ مضطرب نہ ہو جائیں۔

اب میر انیس کا ایک شعر سنو اور ان کے علم کی داد دو:۔ ھ

خیال خاطر احباب چاہیئے ہر دم
انیسؔ ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

(۱۸۷)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔ عہ

ضلع دربھنگہ میں شہر سے بہت دور ایک گاؤں ایکھتہ نامی ہے' اس گاؤں کو کوردہ سمجھنا چاہیئے' جب میں وہاں گیا تھا تو تعلیم کی کوئی روشنی وہاں نہ پہنچی تھی' وہاں میں نے تسلیط کا ایک عجیب وغریب واقعہ دیکھا۔ اس زمانہ میں وہاں تسلیط کی وارداتیں بہت ہورہی تھیں اور عجیب عجیب طور سے۔ ایک بار میں وہاں گیا، اتفاقاً ایک زمیندار کے یہاں ایک لڑکی تھی، نہ تو صاحب خانہ ہی پڑھے لکھے تھے نہ وہ لڑکی۔ اس لڑکی پر تسلیط ہوئی اور بڑی شدت کے ساتھ۔ اس حالت میں وہ بہت صاف شستہ فصیح اردو بولنے لگی یعنی ایسی زبان جس سے اس کے کان کبھی آشنا نہ تھے، لوگ میرے پاس دوڑے ہوئے آئے۔ ہمارے حضرت مولینا فضل رحمٰن صاحب قدس اللہ نفسہٗ کا معمول تھا کہ جب اس طرح کوئی تسلیط کی خبر لاتا تو فرماتے کہ اچھا ان کو میرا سلام کہو۔ مولانا کا قول تھا کہ بھئی اگر جن کوئی مسلمان ہوں گے تو صرف سلام سے خود ہی چلے جائیں گے۔ ان لوگوں کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں، اگر عمل کے زور سے ان کو بھگایا گیا تو ممکن ہے کہ وہ ہماری اولاد سے اگر وہ قوی عامل نہ ہوں تو بدلہ لیں اس لئے ان کو رضا و خوشی کے ساتھ روانہ کرنے کی فکر کرنی چاہیئے۔

چنانچہ اس لڑکی پر تسلیط ہونے کی اطلاع جب لوگ میرے پاس لائے تو میں نے

عہ بتاریخ ۵ ؍ دسمبر ۳۱ ء مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی سے اپنی خلوت واقع پھلواری شریف میں۔

بھی کہا کہ جاؤ، ان کو میرا سلام کہو۔ لوگوں نے جا کر کہا کہ "مولانا صاحب" آپ کو سلام کہتے ہیں
اس لڑکی نے پوچھا "کون مولانا؟" لوگوں نے کہا "مولانا سلیمان صاحب پھلواری شریف کے"
یہ لوگ مجھے مولانا صاحب ہی کہتے تھے، مگر اس لڑکی نے سن کر بڑی خندہ پیشانی سے کہا "اہا
شاہ صاحب آئے ہیں! میں ان سے خوب واقف ہوں۔ الہ آباد میں مولوی محمد حسین صاحب کے
کے یہاں مجھ سے ان سے ملاقات ہوتی تھی۔ میں وہاں طالب العلم تھا۔ شاہ صاحب نے میرا
امتحان بھی لیا تھا، اگر شاہ صاحب کہیں تو میں چلا جاؤں گا، مگر وہ نہیں کہیں گے۔" الغرض
لوگ میرے پاس دوڑے آئے۔ میں نے کہا کہ طالب العلم صاحب کا نام پوچھو۔ اس نے کہا
میرا نام خالد ہے۔ اس نام کا کوئی شخص اس کی برادری میں یا گاؤں میں نہ تھا نہ اس لڑکی
نے فتوح الشام پڑھی تھی۔ بہرکیف یہ بالکل صحیح ہے کہ میں مولانا محمد حسین صاحب علیہ الرحمۃ کے
کے یہاں الہ آباد جایا کرتا تھا، طلبہ کا امتحان بھی لیتا تھا، طلبہ میری خدمت میں رہا کرتے تھے۔ خاص
خالد مجھے یاد نہیں ہے۔

گاؤں والوں نے مجھے بہت دق کیا، کہ آپ جن کو چلے جانے کے لئے کہہ دیجئے، مگر
مجھے مولانا فضل رحمٰن قدس اللہ نفسہٗ کی نصیحت یاد تھی، اس لئے میں نے صریح لفظوں میں
ایسا کہنے سے قطعاً پرہیز کیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ تسلیط خود بخود موقوف ہوگئی۔ اس کے بعد
میں نے گاؤں کا حصار کیا اور کچھ اعمال کئے جس کے بعد سے سات آٹھ برس تک امن رہا۔ مگر
اس کے بعد پھر تسلیط کی، واردات اس گاؤں میں ہونے لگیں، مگر مجھے جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔

(۱۸۸)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

مسلم شریف کی روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے

مدینہ منورہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے مغرب کی نماز میں اس قدر تاخیر
کی یعنی اس وقت پڑھی کہ تارے چمکنے لگے، اور فوراً آپ نے عشاء پڑھی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس
فرماتے ہیں کہ حضور نے دونوں نمازوں کو بلا مطر و بلا عذر جمع فرمایا۔ اسی حدیث کے روسے
ایک جماعت مسلمانوں کی بلا عذر سفر یا بارش عذر جمع بین الصلاتین کے جائز ہونے کی قائل ہے۔

(۱۸۹)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

امام مالک کے نزدیک سنت مؤکدہ صرف پانچ نمازیں ہیں۔ کسوف و خسوف،
عیدین، وتر۔ سنت صبح قبل الفرض۔ ان کے علاوہ باقی سب نوافل ہیں۔
مالکی لوگ نماز میں سلام صرف ایک ہی طرف پھیرتے ہیں، اور بس نماز ختم۔

(۱۹۰)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

ام ہانیؓ آنحضرت کی چچازاد بہن اور جناب علی ابن ابی طالب کی حقیقی بہن
تھیں، ان کا مکان کعبہ سے بہت ملحق تھا۔ اسی لئے بعض روایتوں میں ہے کہ معراج کی
شب حضور کا صعود تحت جدار کعبہ سے ہوا تھا۔
حضرت ام ہانی نے ہجرت نہیں کی تھی۔ ایمان آنحضرتؐ کی ہجرت سے پہلے
لا چکی تھیں۔

(۱۹۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

میری تحقیق میں حضرت زینب حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم۔ تینوں حضرات ان

جنّت فاطمہ زہرا رضؓ کی حقیقی بہنیں تھیں۔ آنحضرت صلعم کی ربائب میں نہ تھیں جیسا کہ بعض روایتوں میں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شرف و فضیلت و اہمیت حضرت خاتون جنّت کو عطا فرمائی، یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ حضرت رقیہ و حضرت کلثوم یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنیؓ سے بیاہی گئیں، مگر ان صاحبزادیوں سے نسل نہیں چلی۔ حضرت عثمان کو ذوالنورین انہیں صاحبزادیوں کی رعایت سے کہتے ہیں[ع۵]۔ حضرت زینب ابوالعاص سے بیاہی ہوئی تھیں حضرت ابوالعاص گو بہت آخر میں ایمان لائے تھے، مگر شروع سے آنحضرت صلعم کے پاسداروں میں تھے چنانچہ جب قریش نے آنحضرتؐ سے مقاطعہ کیا اور حضور اپنے لوگوں کے ساتھ شعب بنی ہاشم میں پناہ گزیں تھے تو غلہ وغیرہ چپکے چپکے حضرت ابوالعاص وہاں پہنچا دیا کرتے تھے۔ جب آنحضرتؐ نے ہجرت کی تو حضرت زینب نے ابوالعاص کے پاس رہنا نہ چاہا، کیونکہ وہ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت زینب مدینہ چلی آئیں، ابوالعاص مدینہ آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے تو آنحضرتؐ نے حضرت زینب کو ان کی طرف لوٹا دیا اور فرمایا کہ وہی پہلا نکاح کافی ہے۔ دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ حضرت زینب کے بطن سے ایک صاحبزادی امامہ پیدا ہوئیں، جن کو حضرت خاتون جنّت بہت مانتی تھیں اور جناب علی مرتضیٰ سے وصیت کی تھی کہ میرے بعد امامہ سے نکاح کر لینا چنانچہ حضرت علی نے ایسا ہی کیا مگر تحقیق یہ ہے کہ امامہ سے بھی نسل نہ چلی، حضرت خاتون جنّت کے سوا آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تینوں صاحبزادیوں نے آپ کے سامنے ہی انتقال کیا اور آنحضرتؐ کی نسل دنیا میں بجز خاتون جنّت کے کسی سے نہ چلی۔ استیعاب میں ہے کہ جناب امیرالمومنین نے اپنی رحلت کے وقت امامہ کو وصیت فرمائی، کہ مجھے خوف ہے کہ میرے بعد کہیں معاویہ تم سے خطبہ نہ کریں، اس لئے تمہیں اگر نکاح کرنا ہو تو مغیرہ بن نوفل ابن حارث ابن عبدالمطلب سے نکاح

ع۵ بعض علماء دو ہجرتوں یعنی ہجرت حبشہ و ہجرت مدینہ کے باعث بھی ذوالنورین کہتے ہیں۔

کرلینا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ معاویہ نے مروان کے ذریعہ ایک لاکھ دینار مہر کے ساتھ پیغام بھیجا۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا اور مغیرہ سے نکاح کرلیا۔ روایت ہے کہ مغیرہ بن نوفل سے آپ کے ایک فرزند یحییٰ نامی پیدا ہوئے۔ مگر آپ کی حیات میں ہی وفات پا گئے ——— حضرت ابوالعاص اموی تھے۔

———(۱۹۴)———

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

جناب امیرالمومنین کو سخت کہتے کہتے حضرت امیر معاویہ کی زبان خشک ہوگئی تھی۔ ان کی گورنروں کی طرف سے دُعاۃ و نقباء تمام اطراف و جوانب میں سبّ علی کے لیے مقرر تھے۔ مغیرہ ابن شعبہ کوفہ کے گورنر تھے، انہوں نے ایک صحابی کو اس کام کے لئے مقرر کرنا چاہا، انہوں نے تامل کیا اور حضرت علی کے فضائل بیان کئے۔ مغیرہ نے کہا "چپ رہ اے شخص! میں علی کو تجھ سے بہت زیادہ جانتا ہوں، مگر تو سلطنت کا اقتضا نہیں دیکھتا"

مغیرہ بن شعبہ سے امیر معاویہ ایک بار خفا ہوئے اور معزول کردینا چاہا۔ مغیرہ دربار میں حاضر ہوئے اور اوّل اول انہوں نے ہی یزید کو جانشین بنانے اور اس کی بیعت لینے کا مشورہ دیا۔ امیر معاویہ نے خوش ہو کر ان کی گورنری کو بحال رکھا۔

ایک بار امیر معاویہ اپنی بادشاہت کے زمانہ میں حج کو آئے۔ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ سے ملاقات ہوئی۔ معاویہ نے پوچھا آما تسبّ اباتراب (کیا تم ابوتراب پر لعن نہیں کرتے؟) حضرت سعد ابن ابی وقاص نے کہا معاذ اللہ۔ علی کی تین فضیلتیں ایسی ہیں کہ ان کو کوئی نہیں پاسکتا۔ ایک تو یہ کہ فاطمہ بنت النبی صلعم ان کی بیوی تھیں، دوسرے یہ کہ خیبر کے دن رسول خدا صلعم نے ان کے متعلق فرمایا تھا، کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا کہ اللہ

اس کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتا ہے۔ تیسرے یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ (تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لیئے ہارونؑ تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تقریر کو سنکر حضرت معاویہ خاموش رہ گئے یہ روایت صحیح مسلم میں ہے اور نووی نے اس کی شرح میں امیر شام کی پوزیشن کو اس طرح صاف کرنا چاہا ہے، کہ ان کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ اے سعد! کیا تم بھی علی پر سب کرنے والوں میں ہو؟۔

(۱۹۳)

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

جب آنحضرت صلعم مسجد نبوی کی تعمیر فرما رہے تھے، اور تمام اصحاب اینٹیں ڈھو رہے تھے، اس وقت آنحضرت صلعم نے عمار یاسر کو دیکھا کہ کل لوگ تو ایک ایک اینٹ ایک بار میں ڈھوتے ہیں، مگر یہ دو اینٹ کرکے ڈھو رہے ہیں۔ آنحضرت نے ان کے اس جذبۂ ایمان کو دیکھا اور فرمایا ویحک یا عمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ تدعوھم الی الجنۃ و یدعونک الی النار۔ وائے اے عمار تجھ کو باغیوں کا ایک گروہ قتل کر دے گا، تو ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ تجھ کو جہنم کی دعوت دیں گے۔

عمارؓ صفین کے دن جناب امیر المومنینؑ کی طرفداری میں حضرت معاویہ سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ بعض مفسرین حدیث نے جنت و نار کی تاویل یوں کی ہے:۔

تدعوھم الی الجنۃ ای الحق ویدعونک الی النار ای الباطل۔

یہ حدیث متواترات کا درجہ رکھتی ہے۔ تمام صحاح وسنن میں موجود ہے، بخاری

میں بھی ہے، بخاری نے جہاں پر عمار کے فضائل بیان کیے ہیں، وہاں اس حدیث کو نقل کیا ہے، مگر اس کا آخری حصہ یعنی تدعوھم إلی الجنة ویدعونك الی النار نہیں درج کیا ہے لیکن دوسری جگہ جہاں پر تعمیر مسجد نبویؐ کا حال ہے، وہاں اس آخری ٹکڑے کو بھی درج کیا ہے، عمار اس وقت ایمان لائے تھے، جب کہ یہ قریش مکہ کے غلام تھے اور ان کے اسلام کی وجہ سے ان کو جتنی اذیتیں دی گئیں وہ عام طور پر حدیث وسیر کی کتابوں میں درج ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اِن کو خرید کر آزاد کیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے خاص معتمدوں میں تھے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کے وقت میں کوفہ میں ناظم بیت المال تھے جس وقت آپ جنگ صفین میں شہید ہوئے ہیں، اس وقت آپ کی عمر ۹۰ برس کی تھی، آپ کو پاسداران علی مرتضیٰؓ میں دیکھ کر امیر معاویہ اور ان کے خاص لوگ بہت گھبراتے تھے، اس لئے کہ حدیث تقتلك الفئة الباغیة الخ شام میں بھی عام طور پر مشہور تھی اور ان کو سخت خدشہ تھا کہ لوگ ان کو پہچان کر ہم سے علیحدہ نہ ہوجائیں۔

(۱۹۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

مراقبہ داخلی کعبہ کی تعلیم مجھے شاہجہاں پور کے ایک نقشبندی بزرگ نے کی تھی۔

(۱۹۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

میں ایک بار سردی کے زمانہ میں حضرت مولانا فضل رحمٰن قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے سر پر عمامہ نہ تھا، جوان تھا، اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا "مولوی سلیمان تم عمامہ نہیں باندھتے؟" میں خاموش رہا۔ کیا بولتا

مولانا نے اپنے سر مبارک سے عمامہ اُتارا اور میری طرف بڑھا کر ارشاد فرمایا "لو صافہ باندھ لو" میں نے حسب ارشاد اس کی تعمیل کی۔ واللہ کیا لوگ تھے۔ ؎

میں نے دیکھی ہیں وہ آنکھیں ساقی
جام مے کی مجھے حاجت ہی نہیں

(۱۹۶۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

سب سے پہلی وحی آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی تھی کہ اقرءَ باسم ربک الذی خلق یعنی پڑھیے اس اللہ کے نام کے ساتھ جو خالق ہے، پھر آگے چل کر ارشاد ہوا کہ علّم بالقلم علّم الانسان ما لم یعلم یعنی وہ خدا ایسا ہے جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی۔ انسان کو اس بات کی جس کو وہ نہیں جانتا تھا، اب اس میں نکتہ یہ ہے کہ اسلام کی سب سے پہلے تعلیم پڑھنے اور لکھنے کی ہوئی، گویا تعلیم اسلام کی گھٹی میں ہے۔ اسلام کے سب سے بڑے موذی دشمن عمرو بن ہشام کو آنحضرت صلعم نے ابوجہل کا خطاب دیا، یعنی جہالت کا باپ ابوالکفر نہیں فرمایا اور اسلام کے سب سے بڑے دوست یعنی علی مرتضیٰ کے بارے میں فرمایا انا مدینة العلم وعلی بابها۔ یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں، حضور نے اپنے قوة بازو اور محبوب بھائی کو باب العلم فرمایا اور اپنے دشمن شقی کو ابوجہل۔

مسلمانو اب تم کو اختیار ہے کہ یا تو جاہل رہ کر ابوجہل سے اپنا سلسلہ ملاؤ یا پڑھ لکھ کر اور علم کے ذریعہ علی مرتضیٰ سے اپنا سلسلہ جوڑو۔

(۱۹۷)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

عبادت دو قسم کی ہوتی ہے، ایک تو جوارح کو متحرک کرکے مثلاً اُٹھنا بیٹھنا وغیرہ اور دوسرا طریقۂ عبادت کا مراقبہ اور دھیان ہے، اسلام نے ان دونوں طریقوں کو ملا دیا۔ نماز میں جوارح تو حرکت کرتے ہی ہیں، اس کا مراقبہ بھی بڑے ہی اعلیٰ درجہ کا ہے۔ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ یعنی نماز میں اس بات کا مراقبہ کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم سے کم اس بات کا مراقبہ کرو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

(۱۹۸)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

مزاروں پر یہ کہہ کر نہ جانا کہ وہاں بدعات ہوتی ہیں، درست نہیں ہے، اسلئے کہ حکم فزوروھا ہے یعنی قبروں کی زیارت کیا کرو۔ بدعت کا گناہ تو بدعت کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔

آنحضرت صلعم نے نبوۃ کی تیرہ برس کی زندگی مکہ معظمہ میں گزاردی اور صحاح وسنن سے باتفاق ثابت ہے کہ حضور خانۂ کعبہ میں نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے درآں حالیکہ پورا حرم بتوں سے بھرا ہوا تھا، وہاں بت پرستی اور ہر طرح کا شرک ہوا کرتا تھا۔

(۱۹۹)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

ہمارے مولانا فضل رحمٰن صاحبؒ کے مزاج کا پتہ لگانا کہ کس وقت کس بات سے رنج ہو جائیں گے، بہت دشوار تھا، ایک وقت میں کسی نے کہا کہ حضور بزرگ ہیں، بس

بس خفا ہو گئے کہ میں کیسے بزرگ ہوا، بزرگ جنیدؒ تھے، بزرگ شبلیؒ تھے، بزرگ محبوب پاک تھے۔ میں کیونکر بزرگ ہو سکتا ہوں، ایک وقت تو یہ رنگ رہتا اور دوسرے وقت کبھی ایسا ہوتا کہ خود اپنی کرامت اپنی ہی زبان مبارک سے بیان فرما دیتے۔

ایک بار مجھ سے فرمایا کہ تم نے پریاں دیکھی ہیں۔ میں نے عرض کی "حضور نہیں" فرمایا جانتے ہو کیسی ہوتی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ان کے پر ہوتے ہیں، فرمانے لگے لا حول ولا قوۃ اجی پریاں جنوں کی جورواں ہوتی ہیں۔ پریاں یعنی جنوں کی جوروان۔ ایکبار جو میں اپنے حجرے میں آیا تو دیکھا کہ بڑی خوبصورت خوبصورت عورتیں جمع ہیں۔ میں نے کہا ارے نکالو ان مردار کو، تو کہنے لگیں کہ ہم لوگ جنوں کی عورتیں ہیں، آپ سے مرید ہونے کو یہاں آئے ہیں تم نے سنا؟ میں نے سب کی بیعت لے لی۔ سب مجھ سے بیعت کر کے چلی گئیں۔

ایک موقع پر فرمایا...... میں فلاں جگہ جا رہا تھا۔ راستے میں ایک کنوئیں پر بیٹھ گیا اور کچھ پڑھنے لگا اتفاق سے میری تسبیح اس کنوئیں میں گر پڑی۔ تم نے سنا؟ اس کا پانی میٹھا ہو گیا پہلے کھاری تھا۔ اس کے بعد مولانا داد لینے لگے اور لوگوں سے پوچھا "کیوں جی ٹھیک ہے نہ؟" لوگوں نے کہا "جی ہاں حضرت۔ ٹھیک ہے"۔

(۳۰۰)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

ایک بار حضرت مولانا کے یہاں حدیث شریف کا درس ہو رہا تھا، اور اس میں میں بھی شریک تھا۔ مولانا اپنی چھوٹی پلنگڑی پر جلوہ افروز تھے۔ سامنے ایک چھوٹا سا تخت بچھا تھا اس پر ہم چند لوگ تھے۔ مولانا نے فرمایا کہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ کرو۔ کسی نے کہا کہ اللہ کی رحمت ہو ان پر کسی نے کہا سلامتی ہو ان پر علی ہذا القیاس۔ مولانا نے فرمایا نہیں جی ترجمہ

یوں کرو کہ اس سے محبوبیت مترشح ہو کیونکہ حضور ہمارے محبوب تھے۔ اس کا ترجمہ یوں کرو" پیار کرے اللہ ان کو سلامت رکھے"۔ یہ سنتے ہی مجھے وجد آگیا اور زور سے ایک نعرہ لگا کر میں تخت سے نیچے گر گیا۔ کسی نے مجھے اُٹھایا نہیں کہ مبادا مولانا کو ناگوار نہ ہو۔ اتنے میں مولانا نفیس نفیس اُٹھے اور میرے قریب آکر میری پیٹھ پر ایک تھپکی لگائی اور ہاتھ پکڑ کر یہ فرماتے ہوئے اُٹھایا کہ" مولوی ہو کر اتنا چلاتے ہو"۔ حضرت مولانا درس میں بعض اسماء و اعلام کا بھی ترجمہ کرایا کرتے تھے، چنانچہ فرماتے عمر کا ترجمہ کرو۔ جب لوگ چپ رہتے تو فرماتے کہو جیتن میاں فرماتے ہیں۔ اسی طرح جہاں قالت عائشہ ہوتا تو فرماتے کہو جیتی بی بی فرماتی ہیں۔ ایک بار بخاری شریف کی پہلی حدیث باب بدءالوحی آئی فرمایا ترجمہ کرو۔ باب یعنی پھاٹک۔ جہاں لفظ باب آتا یہی ترجمہ کراتے اور باب بدءالوحی کا ترجمہ فرماتے کہ" سندیس کا پہلا پھاٹک

﴿۳۰۱﴾

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

احمد میاں (صاحبزادہ حضرت مولانا فضل رحمن قدس سرہٗ) ایک قتل کے مقدمے میں گرفتار ہوئے، لوگوں نے ہرچند دعا کی درخواست کی، مگر آپ نے فرمایا کہ ہم کاہے کو دعا کریں، جس نے جیسا کیا ویسا پائے گا۔ جب اپیل کے بعد مقدمہ ہائی کورٹ میں پہنچا، اور آخری دن فیصلے کا مقرر ہوگیا تو اس دن ایک خادم نے عرض کیا کہ یا حضرت آج تو احمد میاں کو سزا کا حکم ہو جائے گا۔ بس مولانا کو جلال آیا۔ فرمانے لگے۔ کون کہتا ہے۔ جھوٹا ہے ہرگز احمد کو سزا نہیں ہو سکتی۔ ابھی مولا علیؓ تشریف لائے تھے فرما رہے تھے کہ احمد چھوٹ گیا" چنانچہ دو گھنٹے کے بعد ہی تار آیا کہ احمد میاں صاحب چھوٹ گئے

(۲۰۲)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

ایک بار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ ابھی جب لا الٰہ الا اللہ میں نفی کا مراقبہ کرتے ہیں تو اس میں پیرزادگی اور مولویت کی نفی نہیں ہو جاتی ہے؟۔

(۲۰۳)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔ عہ

ایک بار میں انبالہ میں مقیم تھا، دن کے وقت ذرا آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ ہوا پر اڑتے ہوئے تشریف لائے ہیں۔ میری آنکھ کھلی تو مجددیہ نسبت مجھ پر غالب تھی، اتنے میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے والد تشریف لائے۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور ان سے معانقہ ہوا۔ میں نے پوچھا آپ اس وقت کہاں سے تشریف لا رہے ہیں، تو کہنے لگے سرہند شریف سے۔

(۲۰۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

شجرۂ قلندریہ اور شجرۂ مداریہ میں مختلف طور سے حضرت عبدالعزیز علمبردار مکی رضؓ کا نام آتا ہے۔ اکابر صوفیائے کرام نے جن میں بڑے بڑے علماء ہوئے ہیں، آپ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اور آپ کی عمر تقریباً چھ سو برس کی ہوئی

عہ مولانا سید نورالحسن صاحب نواسہ حضرت سید عالم علی صاحب نگینہ حضرت سے ملنے تشریف لائے۔ انہیں سے مجلس میں بیان فرمایا۔

للہ یعنی مولانا نورالحسن نگینوی کے والد ماجد۔

تھی۔ آپ آنحضرت کے بعد عالم استغراق میں گم رہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ظاہر ہو کر ان سے مستفیض ہوئے، پھر عالم استغراق میں گم رہے، آپ کا مزار پاک پٹن شریف میں ہے، ہمارے محدثین کو حضرت عبد العزیز علیہ دار کی کے وجود سے سخت انکار رہا ہے عــہ۔ مگر بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم الثبوت میں لکھا ہے کہ انکار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی، کیونکہ محدثین و ماہرین رجال میں سے کسی نے بھی احصا کا دعویٰ نہیں کیا ہے، کہ جس قدر ہماری معلومات ہیں بس اسی قدر صحابہؓ تھے اور ان کے علاوہ کسی اور صحابی کا وجود ناممکن ہے۔ عمر کی طوالت پر صوفیائے کرام کو بہت زیادہ تعجب نہیں ہوا کرتا۔ اسی طرح سلسلہ سہروردیہ میں ایک جگہ حضرت علی لالہ غزنوی کا نام آتا ہے۔ آپ ہندوستان میں ایک صحابی سے مشرف ہوئے جن کا نام ابو الرضا بابا رتن ہندی تھا۔ شیخ علی لالہ چھٹی صدی ہجری کے آدمی ہیں، روایتوں میں ہے کہ بابا رتن ہندی ہندوستان کے برہمن عالموں میں تھے، انہوں نے اپنے علمی قواعد اور نشانیوں سے سمجھا کہ پیغمبر آخر الزماں پیدا ہو گئے ہیں، پھر مدینہ منورہ پہنچے اور مشرف بہ اسلام ہوئے، پھر اپنے کو روپوش رکھا۔ آپ کے پاس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک کنگھی تھی، جو آپ نے شیخ رضی الدین علی لالہ کو یہ کہہ کر عنایت فرمائی تھی، کہ یہ تمہارے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت ہے۔ یہ واقعہ مولانا جامی کی نفحات الانس میں بھی ہے۔ حضرت رتن ہندی کا مزار بھٹنڈا ریاست پٹیالہ میں ہے اور میں وہاں حاضر ہوا ہوں۔ عمر کا اس قدر طویل ہونا بھی اللہ کی ایک نشانی ہے تاریخی طور پر ایسے لوگوں کی ایک فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ دیکھو تبت کے لامہ لوگوں کی عمریں اس سے بھی زیادہ ہوئی ہیں

رہا صحابہ کا سیر و رجال کی کتابوں سے اس طرح گم رہنا تو یہ بھی بہت زیادہ

عــہ چونکہ ان کی کتاب اصابہ و استیعاب میں یہ نام نہیں ملتا۔

تعجب کی بات نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے وقت عرب کا بہت بڑا حصہ مشرف بہ اسلام ہوچکا تھا، کیا سبھوں کے نام اور سبھوں کی تاریخ محفوظ ہے؟ عرب تجار اس وقت بھی سمندروں کے ذریعہ بہت بہت دور دور کے ملکوں کے ساحلی مقامات سے تجارتی تعلق رکھتے تھے، عرب اس وقت بھی دنیا سے منقطع نہ تھا، غیر ملکوں کے لوگ عرب جایا کرتے تھے، اور عرب کے لوگ دور و دراز ملکوں میں جایا کرتے تھے۔ اسلام کی تبلیغ عرب تاجروں کے ذریعہ فاتحین اسلام کے کہیں پہلے بحر عرب کے تمام کناروں پر پہنچ چکی تھی۔ شہر مدراس سے متصل سمندر میں ایک جزیرہ ہے، جہاں ایک مزار مرجع خلائق ہے اور صوبہ مدراس کی یہ قدیم روایت ہے کہ وہ حضرت تمیم انصاری صحابی کا مزار ہے، سارے علاقہ مدراس کا یہی عقیدہ ہے، اور صدیوں سے وہ اپنے باپ دادا سے یہی سنتے چلے آئے ہیں، میرے خیال میں یہ کچھ بعید از قیاس نہیں ہے کہ کوئی صحابہ اپنی تجارت کے سلسلے سے اس طرف آ گئے ہوں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ہندوستان کا کوئی بحری سیاح عرب گیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت وہاں نصیب ہوئی ہو۔ اور وہ مشرف بہ اسلام ہو گیا ہو۔

(۲۰۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

حضرت امام حسن عسکریؓ کے ایک چھوٹے بھائی جعفر زکی تھے جن کو شیعہ جعفر کذاب کہتے ہیں، اور بعض جعفر تواب کہتے ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں انہیں کی اولاد سے ہیں، وہ آپ کو جعفر تواب لکھتے ہیں۔ لکھنؤ کے مجتہد سید باقر صاحب۔ سید علی صاحب۔ سید محسن صاحب۔ سید احمد صاحب۔ علامہ ہندی۔ سید علی نقی سلمہ وغیرہ انہیں جعفر زکی کی اولاد سے ہیں۔

حضرت امام عسکریؒ کے صاحبزادہ جن کا نام محمد تھا، تو چھ برس کی عمر میں غائب

ہو گئے اور جن کے متعلق شیعہ مذہب کا عقیدہ یہ ہے کہ وہی امام آخرالزماں ہیں جو اپنے وقت پر ظاہر ہوں گے، ان کے متعلق صوفیہ کی ایک جماعت کہتی ہے کہ وہ قطب تھے، اور ان کو اسی عمر میں قطبیت مل گئی تھی۔

جو لوگ جعفر زکی کو جعفر کذاب کہتے ہیں، اس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ انہوں نے امامت کا دعوی کیا تھا۔ اور حضرت محمد بن عسکری کے متعلق فرمایا تھا، کہ اس بچے کو امامت کیسے مل سکتی ہے، جو لوگ آپ کو تواب کہتے ہیں، ان کا بیان یہ ہے کہ آپ نے اپنے دعوی امامت سے توبہ کر لی تھی۔

(۲۰۶)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

میرے والد نے طب کی کتابیں حکیم علی حسین صاحب لکھنوی سے پڑھی تھیں، میں نے ان کی زیارت کی تھی۔ یہ سُنی تھے اور ان کے حقیقی بھائی شیعہ تھے۔ حکیم محسن صاحب کا نانہالی خاندان ان سے ملتا ہے۔

(۲۰۷)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

آج کل جب میں مراقبہ کے بعد آنکھیں کھولتا ہوں تو روشنی کی متعدد شعاعیں سامنے ادھر اُدھر دھبہ کے طور پر معلوم ہونے لگتی ہیں۔ جاہل صوفی ایسے موقع پر بھٹک جایا کرتے ہیں، چونکہ میں طب کی کتابیں پڑھا ہوا ہوں، اس لئے سمجھتا ہوں کہ یہ ضعف بصارت، کمزوری دماغ اور نزول الماء کی وجہ سے ہے۔

میں مراقبہ اندھیرے میں کیا کرتا ہوں، مگر ایسی کیفیت اکثر آنکھوں کے سامنے

دن کے وقت بھی ہو جایا کرتی ہے۔

(۲۰۸)

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

حضرت دیوان عبدالرشید صاحب جونپوری مرید و مجاز حضرت شاہ حلیم مانکپوری کے تھے لیکن آپ کو اذکار قلندریہ کی تعلیم حضرت شیخ عبدالقدوس قلندر جونپوری سے تھی۔ جس جگہ ان پیران قلندریہ کی خانقاہ تھی اور جہاں اب ان کے مزارات ہیں وہ مقام علن پور کہلاتا تھا۔ حضرت عبدالسلام عرف حضرت علن قلندر کے نام پر۔ یہ پل جو اب گومتی پر قائم ہے اور شہر جونپور کو علن پور سے ملا دیتا ہے اس وقت قائم نہ تھا۔ حضرت دیوان صاحب روز دریا میں تیر کر حضرت عبدالقدوس قلندر کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

حضرت عبدالقدوس کے زمانہ میں خود حضرت شاہ حلیم مانکپوری آپ کی خدمت میں ذکر اسدی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت عبدالقدوس نے فرمایا کہ میں اب بہت ضعیف ہو گیا ہوں۔ مجھ سے پوری طرح ادا ہونا اب مشکل ہے۔ میں نے عبدالرشید کو اس کی تعلیم کی ہے آپ انہیں سے لے لیں۔ حضرت شاہ عبدالحلیم مانکپور واپس گئے، اور جب سالانہ عرس میں پر حضرت دیوان عبدالرشید صاحب وہاں حاضر ہوئے تو ایک شب کو حضرت شاہ حلیم صاحب آپ کے حجرے میں آئے آپ فوراً ادب سے کھڑے ہو گئے، اور تعجب سے پوچھا کہ حضرت نے یہ سرفرازی کیسے فرمائی؟ حضرت نے جواب دیا کہ میں اس وقت تمہارے پاس طالب بنکر آیا ہوں۔ شیخ عبدالقدوس نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے، تاکہ ذکر اسدی اخذ کروں دیوان عبدالرشید صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ذکر کر کے حضرت کو دکھلایا۔ حضرت نے اسے ادا کیا، تو صرف ایک خفیف سی کسر باقی رہ گئی، میں نے دوسری مرتبہ پھر ذکر کر کے دکھلایا۔ دوسری

بہار ۶۵

بار جو حضرت نے ادا کیا تو مجھ سے بہتر ادا کیا۔ اللہ اکبر معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں میں کوئی نفس تھا ہی نہیں۔

ضعیفی میں جب کہ قویٰ بہت مضمحل ہو جاتے ہیں تو اس وقت ذکر اسدی کی غرزنبش وجست کا ہونا بہت مشکل ہے۔ میں خود محسوس کرتا ہوں کہ اب مجھ سے یہ ذکر ادا نہیں ہوتا اور اس کے آدھے کی مشق میں نے کبھی کی ہی نہیں۔

کاکوری کے سفینوں میں غرزنبش کی جگہ پر غُرّ نِیْنش کا لفظ ہے۔ میں نے مولوی حبیب حیدر صاحب سے کہا کہ آپ ہی کے یہاں کا لفظ ٹھیک ہوگا۔ تو انہوں نے کہا کہ نہیں آپ ہی کے یہاں صحیح ہے۔

(۲۰۹)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

لفظ صحابہ کی تعریف میں محدثین و متکلمین و فقہا کے درمیان اختلاف ہے، محدثین تو یہ کہتے ہیں کہ جس کسی نے ایمان کے ساتھ آنحضرت صلعم کو دیکھا اور ایمان پر اس کی موت ہوئی وہ صحابی ہے، ہمارے فقہائے احناف دوسری تعریف کرتے ہیں۔

مسلم الثبوت وغیرہ میں اس پر کافی بحث کی گئی ہے، وہ کہتے ہیں کہ لفظ صحب کے معنی ہیں صحبت میں رہنے کے۔ پس صحابی کا لفظ اُسی پر صادق آسکتا ہے جو آنحضرت صلعم کی صحبت میں رہنے والا ہو۔ بعضوں نے مدت بھی لکھی ہے، یعنی صحابی وہ ہے جس نے آنحضرتؐ کی کم از کم تین چار برس ایمان کے ساتھ صحبت پائی ہو۔ اور ایمان ہی پر اس کی موت ہوئی ہو۔

یہ خیال بھی کہ کل صحابہ مجتہد تھے۔ فقہا کے نزدیک غلط ہے۔ [illegible] کا اور سفیہ تیا گا

سرہانے رکھ کر سونے والے صحابہ بھی تھے۔ کیا ان کو مجتہد کہا جاسکتا ہے، یہ کہنا بھی غلط ہے کہ کل صحابہ معصوم تھے، اس لئے کہ واقعات اس کے خلاف شاہد ہیں۔ بعض صحابہ سے زنا سرزد ہوا بعض پر شرب خمر کی وجہ سے حد جاری کی گئی، اس سے ثابت ہے کہ صحابہ میں بھی کل لوگ بایھم[ع] اقتدیتم اھتدیتم کا مصداق نہیں ہوسکتے۔ اب رہا یہ سوال کہ صحابہ کے کل گناہ معاف ہوگئے۔ قرآن بالکل ساکت ہے۔ قرآن گناہ کی ایک سزا سب کے لئے مقرر کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اگر میری بیٹی بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں۔

لیکن ہاں یہ صحیح ہے کہ صحابہ کے گناہ کی معافی کی اُمید باعتبار اوروں کے بہت زیادہ ہے، فقہاء ہر صحابہ سے عام طور پر حدیث نہیں لیتے، بلکہ ان صحابہ کی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں، جن میں تفقہ تھا۔ اسی لئے ہمارے فقہائے احناف جب کبھی حضرت ابوہریرہ حضرت عبداللہ ابن عباس (یا عبداللہ بن مسعود) کے مقابلہ میں روایت کرتے ہیں تو وہ حضرت عبداللہ کی روایت کو قبول کرلیتے ہیں، چونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ میں ایسا تفقہ نہ تھا۔

(۲۱۰)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

مولانا اسمعیل شہید حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھتیجے تھے، درسی کتابیں جس زمانہ میں پڑھتے تھے اس وقت پڑھنے میں دل نہیں لگاتے تھے، مگر نہایت زیرک تھے۔ ایک

[ع] حدیث ان اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم یعنی میرے صحابہ تاروں کے مثل ہیں جس کسی کی اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے۔ یہاں اصحابی سے مراد یقیناً کچھ مخصوص لوگ ہیں۔

(ٹھیک ہے وہ ستارے جن کے ذریعے راہ یابی ہوتی ہے۔ وہ مخصوص ہی ہوتے ہیں

حضرت شاہ صاحب کی صحبت میں خیالی کا ایک مقام پیش تھا، اس وقت مفتی صدر الدین اور مولانا فضل حق بھی موجود تھے، جن کو حضرت شاہ صاحب اکثر پیار سے صدرو اور فضلو کہہ کر بھی پکارتے تھے۔ خیالی علم کلام کی ایک دقیق کتاب ہے۔ شاہ اسمٰعیل صاحب نے اس مقام پر ایک نہایت بہتر تقریر کی، حضرت نے دریافت کیا کہ میاں اسمٰعیل تم نے یہ کتاب کہاں پڑھی عرض کی کہ میں حضور کے فلاں شاگرد کی قرأت و دور کے وقت سماعت کرتا تھا۔

ذہین و فطین لوگوں کے ساتھ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ان کی مختلف تصانیف میں باہمی تناقض ہوتا ہے، یہی حال شاہ اسمٰعیل صاحب کے ساتھ ہے۔ کتاب تقویۃ الایمان میں تو وہ ابن تیمیہ سے بھی دو قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں، لیکن انہیں کی دوسری کتاب صراط مستقیم پڑھتے پڑھتے کئی جگہ پر مجھ پر رقت طاری ہوگئی، لیکن جب تقویۃ الایمان اٹھائی تو دل پڑھنے کو نہ چاہتا تھا۔

شاہ صاحب کی ایک کتاب تصوف میں عبقات نامی ہے، اس کتاب کو پڑھیئے تو شاہ اسمٰعیل صاحب کوئی دوسری ہی چیز نظر آتے ہیں۔

شاہ اسمٰعیل صاحب سید احمد صاحب بریلوی رح کے نہایت غالی مرید تھے۔ حضرت سید صاحب کو وہ معصوم یا کم از کم مثل معصوم کے سمجھتے ہیں۔ شاہ صاحب نے ایک کتاب منصب امامت لکھی ہے، اس میں حضرت سید صاحب کے متعلق اسی قسم کے الفاظ لکھے ہیں۔

اس وقت پنجاب و کشمیر پر سکھوں کا قبضہ تھا، رنجیت سنگھ کا دور تھا، سکھ اذان سے سخت چڑتے تھے۔ مسجدوں میں مسلمانوں کو اذان دینے سے روک دیا گیا تھا۔ مسلمانوں کی مذہبی آزادی ہر روز زیادہ سے زیادہ سلب کی جا رہی تھی۔ انگریزوں سے اور سکھوں سے تعلقات خوشگوار نہ تھے۔ شاہ صاحب نے سکھوں سے جہاد کرنا چاہا۔ اس کے

لئے شرعی حیثیت سے ضروری تھا کہ پہلے ہجرت کر جائیں اور پھر باہر سے فوج لے کر دار الحرب پر چڑھائی کریں۔ شاہ صاحب مع اپنے مرشد حضرت سید احمد صاحب اور دیگر رفقاء کے ہجرت کر کے سرحد چلے گئے، انگریز کچھ مزاحم نہ ہوئے، وہاں مسلمانوں کی ایک بڑی فوج تیار کی، اور سکھوں پر چڑھائی کی۔ حضرت سید احمد صاحب اس فوج کے امام تھے، جیسا کہ منصب امامت میں شاہ صاحب نے لکھا ہے۔ سیالکوٹ میں سکھوں کو شکست فاش دی، کشمیر پر قبضہ کر لیا۔ مگر بعض افغان فوجیوں ہی کی دغا کی وجہ سے آخر میں شکست ہوئی۔ سید احمد صاحب کا پورا جسم توپ سے اُڑ گیا، ان کی نعش کے ٹکڑے بعض لوگوں نے دیکھے بھی تھے مگر پھر ان کا پتہ نہ لگا، نہ وہ ٹکڑے دفن ہو سکے، شاہ صاحب بھی شہید ہو گئے، اُن کی قبر ہنوز قائم ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس جہاد کا یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ سکھ حکومت خوف زدہ ہو گئی۔ اذانوں کی اجازت ہو گئی اور پہلی سی مذہبی مداخلت باقی نہ رہ سکی۔ شاہ اسمٰعیل صاحب بھی اپنی تصنیف منصب امامت میں ہر جگہ یہی لکھتے ہیں، کہ امام کے لئے ذوالید یعنی صاحب طاقت ہونا ضروری ہے۔

—— ﴿۲۱۱﴾ ——

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

میں جوان تھا جب اول مرتبہ مکن پور شریف حاضر ہوا۔ وہاں ایک بزرگ مداریہ طریقہ کے بڑے کاسب و شاغل اور عابد و زاہد تھے۔ ان کی عمر اس وقت ایک سو برس کی ہو چکی تھی۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم مداری ہو۔ میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے پوچھا کتنے طریقوں سے؟ میں نے کہا تین طریقوں سے۔ فرمایا چھ طریقے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ بقیہ تین طریقے میں آپ سے حاصل کروں گا۔ انہوں نے مجھ کو اپنا مہمان بنایا۔

ان کے پوتے جو جوان تھے، میرے لئے ماش کی دال اور روٹی کھانے کے لئے لائے۔
حضرت نے مجھے اپنے طریقے کا ایک ذکر بتلایا۔ اور پھر فرمایا کہ اپنے خاندانی ہی طریقے پر استوار رہو۔ یہ واقعہ مرے مکتوبات میں شائع ہوگیا ہے، پچھلی مرتبہ جب میں اجمیر شریف سے کانپور واپس آیا تو کمن پور ان بزرگ کے کئی پوتے پڑپوتے میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ میرے دادا کی چیز مجھے تلقین فرمایئے۔ میں سخت گھبرایا، کیونکہ مجھے حضرت نے صرف اس ذکر کی تلقین کی تھی، مگر یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دے سکتے ہو۔ چونکہ میں ان کی طرف سے مجاز نہ تھا، اس لئے آج تک میں نے کسی دوسرے کو نہیں بتایا۔ میں نے ان صاحبزادگان سے بھی اسی بنا پر بڑی معذرت کی۔ میں نے کہا کہ ہمارے طریقے کی اور کئی چیزیں جو مجھے اپنے خاندان سے ملی ہیں اور جن کا میں مجاز ہوں آپ کو بتا سکتا ہوں، مگر جس چیز کا میں مجاز نہیں ہوں خواہ وہ آپ کے دادا ہی کیوں نہ حاصل کی ہو اسے اصولاً دوسروں کو تلقین کرنے سے بالکل مجبور رہوں۔ صاحبزادوں کی سمجھ میں یہ بات آگئی۔ انہوں نے بعض چیزوں کی مجھ سے اجازت لی، اور پھر وطن تشریف لے گئے۔

(۲۱۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

ہندو مسلمانوں کے درمیان موجودہ عداوت و جنگ انگریزی تعلیم کا نتیجہ ہے، اس سے پہلے یہ جنگ نہ تھی۔ ہمارے حضرت شاہ حبیب اللہ صاحبؒ کی خانقاہ میں اور تقریباً تمام خانقاہوں میں ہندو مسلمان دونوں طلبہ رہتے تھے۔ اور ہندو طلبہ کو خشک جنس بجائے پکے ہوئے کھانے کے خانقاہ کی طرف سے دی جاتی تھی، میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے بچپن تک یہ بات دیکھی تھی۔ ایک مولوی صاحب کے یہاں ہندو مسلمان

دونوں پڑھتے تھے۔ شور میور کے منشی جانکی سہائے میرے والد کے بڑے دوست تھے۔ ہولی کے دن وہ زبردستی میرے گھر آکر والد پر رنگ کی پچکاری ڈال لیتے۔ بے تعصبی کا یہ رنگ تھا کہ بقر عید میں دس دس پندرہ پندرہ خصّی قربانی کے لئے اپنے مواضعات سے منگوا کر میرے والد کے یہاں بھیجا کرتے تھے۔ میں ایک بار رمضان شریف میں دن کے وقت شور میور سے گزرا اور سلام کرنے کے لئے ان کے گھر گیا۔ انہوں نے کہا کہ تم افطار کئے بغیر ہرگز نہیں جا سکتے۔ اپنے آدمی کو کہا کہ بھئی دیکھو فلاں جلا ہے کو کہو کہ فوراً مرغ ذبح کرے۔ میں نے بڑی معذرت کی کہ مجھے فوراً چلا جانا ہے تو اُٹھے اور اندر سے چار روپے نکال کر لائے اور کہا کہ لو مٹھائی کھانا۔ میں نے سلام کیا اور لے لیا، پھر رخصت ہوا۔ میں ان کو برابر چچا کہتا تھا۔ ان کے بیٹے منشی ہنومان سہائے مجھ کو برابر بھائی صاحب کہتے تھے۔ پیو رانکا موضع ہے وہ ایک بار اپنے موضع پر آئے، آدمی میرے پاس بھیجا کہ جاؤ بھائی صاحب سے کہو کہ چند کرسیاں ہم لوگوں کے بیٹھنے کے لئے بھیجدیں اور میرا کھانا بھی بھیجدیں۔ میں نے کرسی بھیجدی اور کھانا مع کباب وغیرہ کے ان کے پاس بھیجدیا۔ منشی ہنومان سہائے کے بیٹے چندر نبی سہائے بیرسٹر ہیں، جو اس وضعداری کو اب تک نباہتے ہیں اور مجھ کو چچا کہتے ہیں۔

(۲۱۳)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

مولانا بحر العلوم جب مدراس پہنچے تو نواب والاجاہ نے آپ کی پالکی کو کاندھا دیا۔ اور ایک چابوترے پر بٹھایا۔ جو ایک لاکھ روپے سے بنایا گیا تھا۔ بادشاہ نے اس پر قالین بچھا کر بحر العلوم کو بٹھایا۔ اور عرض کی کہ یہ روپے آپ کی نذر ہیں۔ والاجاہ

کے جانے کے بعد مولانا بحر العلوم نے قالین اُلٹوایا اور طلبہ کو بلا کر کل روپے لٹا دیئے۔
بحر العلوم جب نماز پڑھتے تو فرطِ وجد میں آپ کے پیروں کو جنبش ہونے لگی تھی۔ آپ کے داماد نے عرض کی کہ حضرت فقہ کے رو سے پیروں کا جنبش دینا مکروہ ہے، حضرت نے فرمایا کہ اب اگر پیر جنبش کرے تو کمبخت میں کیلیں ٹھونک دو۔۔۔

بحر العلوم کو جناب صدیق اکبر سے اویسیت تھی اور شیخ محی الدین عربی کے آپ عاشق تھے۔ فرنگی محل میں اس وقت شمس العلما مولوی عبد الحمید صاحب بحر العلوم کی اولاد ذکور سے ہیں۔

۔۔۔۔۔۔۔۔(۲۱۴)۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

حضرت عباسؓ علمدار برادر سیدنا امام حسین علیہ السّلام کی اولاد اس وقت ہندوستان میں سندھ اور پنجاب میں لاکھ ڈیڑھ لاکھ کی تعداد میں موجود ہے۔ لاہور کے حکیم[1] غلام نبی زبدۃ الحکما، مرحوم بھی علوی عباسی تھے۔

ان عباسیوں (یعنی علوی عباسی) کے جدّ اعلیٰ اول اول سندھ میں تشریف لائے، چونکہ آپ بہت گورے تھے، اس لئے آپ کا نام ہی حضرت گوراہ پڑگیا۔

حضرت محمد ابن حنیفہ کی اولاد بہت پھیلی۔ صرف ہندوستان میں اس وقت تین چار لاکھ سے کم آپ کی اولاد نہ ہوگی۔ حضرت غازی میاں رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔

عباسی خاندان (یعنی اولاد حضرت عبداللہ ابن عباسؓ) بھی ہندوستان

---

[1] ہمارے حضرت قبلہ کے مخلص مریدوں میں تھے۔

ہیں بہت پھیلا ہوا ہے، مجھے بھی اِس خاندان کی جزیت پہنچتی ہے ۔میری دادی عباسیہ تھیں ۔
میری دادی کے خاندان سے مولانا فاروق چریاکوٹی کو بھی جزیت تھی جس کا علم مولانا کو تھا
اور وہ مجھ سے قرابت رکھتے تھے ...

ہماری عباسی برادری دراصل خلیفہ مامون کی اولاد سے ہے، مگر عام طور سے
لوگ اپنا نسب امین سے ملاتے ہیں ۔چونکہ امین زبیدہ خاتون کے بطن سے تھے اور مامون
ایک عجمی عورت کے بطن سے تھے ۔

(۲۱۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

ابو لہب کی بیوی کا نام جس کو قرآن میں ۔حمالۃ الحطب کہا گیا ہے حمنہ
بنت حرب تھا ۔ یہ ابوسفیان کی حقیقی بہن تھی ۔

(۲۱۶)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بہت جسیم وشہیم تھے ۔جب بیٹھتے تو دو آدمی کی
جگہ لے لیتے تھے ، بہت خوبصورت تھے ۔ کاکل سینے تک تھی ۔ بڑے ہی فصیح و بلیغ تھے ، ایک
راوی بیان کرتا ہے کہ ہم نے حج کے موقع پر عبداللہ ابن عباسؓ کو دیکھا کہ اپنی اونٹنی پر
بیٹھے سورہ رحمان کی تفسیر بیان فرمارہے ہیں ، ایسی فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان
فرمارہے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ وحی نازل ہو رہی ہے ۔

(۲۱۷)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

مولانا محمد حسین الہ آبادی بڑے دراک تھے اور تصوف میں بڑے عالم تھے۔ وہ اپنے وقت کے مولانا عبدالرحمٰن صوفی تھے، ایک بار میں اُن کی مجلس سماع میں مدعو تھا قوال دیر تک گاتے رہے، لیکن مجھے کیفیت نہ ہوئی۔ مولانا نے قوال سے کہا کہ بھئی نعت اور عاشقانہ رنگ کی غزلیں بہت ہو چکیں۔ اب کچھ آگے بڑھو۔ قوال نے شروع کیا ؎

کسے کہ سر نہان است در علن ہمہ اوست

عروس خلوت و ہم شمع انجمن ہمہ اوست

اس پر مجھے زور کی کیفیت ہوئی۔ اس کے بعد مولانا محمد حسین صاحب فرمانے لگے کہ "بھئی میں جانتا ہوں جب تک مغلظات انہیں نہ سنائی جائے۔ انکی رگوں میں جوش نہیں آتا دیکھئے جب کھلے کھلے الفاظ آپ نے سن لئے تو بپھر پڑے۔

مرحوم مغفور خوب ہی شخص تھے، ایک بار میرے سامنے ان کا ایک عقیدتمند ان کی شان میں قصیدہ لکھ کر لایا۔ کہتے کہتے ایک جگہ کہہ گیا کہ آپ مثل خدا کے ہیں۔ اسکو سن کر مولوی صاحب نے نہایت ہی بلاغت کے ساتھ فرمایا کہ یار شرک نہ کرو۔ "مثل خدا" کے بجائے "عین خدا" کہو پتہ جائے گی۔

(۲۱۸)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

شروع شروع جب میں نے لاہور کی شاہی مسجد کو دیکھا تو اس میں بڑے بڑے پیپل کے درخت تھے۔ یہاں ایک زمانہ میں رنجیت سنگھ کے گھوڑے بندھتے تھے۔ یہ مسجد شہنشاہ

اورنگزیب کی بنوائی ہوئی ہے۔ یہ مسجد اتنی وسیع بنوائی گئی تھی کہ سلطنت عالمگیری سے باہر بخارا میں تو اتنی بڑی مسجد تھی، لیکن اس سلطنت کے اندر کہیں نہیں تھی۔ اس مسجد میں مجھے جمعہ کی نماز پڑھانے اور وعظ کہنے کا بہت بار موقع ہوا ہے۔ ایک مرتبہ عید اضحی کے موقع پر میں لاہور میں تھا۔ قزلباش صاحب انجمن اسلامیہ کے صدر تھے، جس کے زیر انتظام یہ مسجد ہے۔ سردار محمد ایوب خاں شہزادہ کابل کی خواہش پر مجھے عید پڑھانے کے لئے مدعو کیا گیا تھا، چنانچہ میں نے نماز پڑھائی اور خطبہ پڑھا۔ سردار محمد ایوب خاں اٹھارہ سو آدمیوں کے ساتھ نماز میں آئے تھے، وہاں کے دستور کے مطابق بیسیوں شالیں و پگڑیاں رؤسا و انجمن کی جانب سے مجھے پیش کی گئیں۔ سردار صاحب کی طرف سے بھی ایک قیمتی شال مع ایک سو روپیہ نقد پیش کی گئی، لیکن میں نے کوئی ہدیہ قبول نہ کیا، بلکہ یہ کہہ کر کہ یہ سب حق یہاں کے مستقل امام صاحب کا ہے کل شالیں، پگڑیاں اور روپے امام صاحب کے حوالہ کردیئے۔ کچھ لوگوں کو اس پر تعجب ہوا، مگر تمام سنجیدہ طبقہ نے میری اس انصافانہ کارروائی کو بہت اچھی نظر سے دیکھا۔ قزلباش صاحب اپنی شیعہ جماعت میں نماز پہلے ادا کرنے کے بعد شاہی مسجد میں چلے آئے تھے اور بڑی ہی بے تعصبی کے ساتھ انتظام کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

(۲۱۹)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

یتیم خانۂ اسلامیہ کلکتہ کا جب سنگ بنیاد رکھا گیا تھا تو میں بھی بنیاد رکھنے میں شریک تھا۔

(۲۲۰)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

رائٹ آنریبل سید امیر علی مرحوم مغفور جب کلکتہ ہائی کورٹ میں جج تھے۔ اس وقت ایک بار میں کلکتہ میں ان کا مہمان تھا۔ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی مکتوبات صدی کا تذکرہ ہوا ۔جسٹس امیر علی نے اس کتاب کا پورا مطالعہ کیا تھا اور اس کے بڑے مداح تھے۔ مجھ سے دریافت کیا کہ حضرت شیخ کی کچھ یادگار باقی ہے یا نہیں۔ میں نے مخدوم زادگان کا ذکر کیا۔ مجھ سے کہنے لگے کہ ان میں ضرور مکتوبات شریف کو رائج و متداول رکھیے۔

(۲۲۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

امام بخاری کی تاریخ وفات لفظ "نور" سے نکلتی ہے ۔ یعنی ۲۵۶ھ۔

(۲۲۲)

ایک بار حضرت امیر المومنین عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے ذکر خیر پر فرمایا کہ میں جب حضرت ذی النورین کی دو خصوصیتوں پر غور کرتا ہوں تو ان میں ہر ایک خصوصیت کو خلوص، صداقت اور کمال ایمان کا ایک ایسا دریائے بے کنار پاتا ہوں جس کی تہ نہیں ملتی۔

ایک تو یہ کہ جس وقت سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اس وقت سے تا دم زیست کبھی اپنا داہنا ہاتھ اپنے اعضائے ستر پر بھول کر بھی نہ رکھا۔ سبحان اللہ! کیا احترام تھا اور رسول اللہ صلعم کی کتنی عظمت ان کے دل میں تھی۔

دوسری خصوصیت یہ کہ اپنی جان دیدی مگر مسلمانوں میں خونریزی نہ ہونے دی۔ طاقت

مدافعت رکھتے ہوئے صرف اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کے خیال سے مطلقاً مدافعت نہ کرنا اور تمام مخالفین کو ذبح کر دینے کی طاقت رکھنے کے باوجود خود ذبح ہو جانا ایک ایسی اہم خصوصیت ہے جس کی مثال دنیا نہیں پیش کر سکتی۔

(۲۲۳)

بلاد احد میں جو لوگ شہید ہوئے، ان کی شہادت بعد کی شہادتوں پر نمایاں فضیلت رکھتی ہے۔ حضرت حمزہ رسولؐ خدا کے دودھ بھائی بھی تھے اور قریب قریب ہمسن بھی تھے۔ ابتداہی سے حضرت حمزہؓ کو آنحضرت سے بہت محبت و الفت تھی۔

(۲۲۴)

دور اندیشی کے تذکرہ پر فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کے بعد شیخین سے بڑھ کر اسلامی مفاد کی تہ تک پہنچنے والا، اور مسلمانوں میں جو خرابیاں ایک ہزار برس بعد پیدا ہونگی، ان کو سمجھ کر بطور پیش بندی اُن کا سدباب کرنے والا کوئی بھی نہیں۔

(۲۲۵)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ارشاد فرمایا کہ حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ اعلم صحابہ تھے اور ان کے علم و فضل سے دنیا واقف ہے، مگر جب حضرت عائشہ رضؓ کی فقاہت کا مطالعہ کرتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں کہ آپ کا تفقہ بھی کتنا بلند تفقہ ہے، کہ ایسا تفقہ علی مرتضیٰؓ ہی میں مل سکتا ہے۔

(۲۲۶)

ایک بار فرمایا کہ حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ جب دہلی میں حضرت مولانا نور الحق محدث دہلوی صاحب تیسیر القاری سے حدیث پڑھ رہے تھے اس وقت ان کا عنفوان شباب تھا اور شاعرانہ طبیعت داری فطرۃً ملی تھی، حدیث پڑھنے کے لئے جو کتاب کھولی، تو نشان کے کاغذ پر کچھ اشعار لکھے ہوئے تھے۔ مولانا نور الحق محدث دہلوی کی نظر پڑ گئی۔ پوچھا کہ اس ورق پر کس کے اشعار لکھے ہیں؟ حجاب سے نہ کہہ سکے کہ میرے ہی اشعار ہیں، فقط نظر نیچی کر لی اور کچھ جواب نہ دیا، محدث دہلوی نے ورق اُٹھا کر دیکھا تو انہیں کی ایک غزل تھی اور عماد تخلص بھی موجود تھا اشعار اچھے تھے، دیکھ کر خوش ہوئے اور تعریف کی، اس کے بعد فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ ان من الشعر لحکمۃ اس لئے اشعار کہنے کے وقت اس حدیث کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔ تاکہ الشعراء یتبعھم الغاوٗن کے مصداق بننے سے بچو، تمہارے یہ اشعار پر از حکمت ہیں اس لئے بہت اچھے ہیں۔

حاضرین نے پوچھا کہ وہ اشعار فارسی کے تھے یا عربی کے یا اُردو کے تو فرمایا کہ میں نے اس واقعے کو اپنے بڑے ماموں حضرت شاہ نعمت مجیب رحمۃ اللہ سے سنا تھا، مگر انہوں نے زبان کے متعلق جہاں تک مجھے یاد ہے کچھ نہیں فرمایا تھا، عربی کا تو گمان کم ہے، فارسی کا قرینہ غالب ہے، اور ممکن ہے کہ اُردو ہی زبان میں ہو کیونکہ ان کے بعض اُردو کے اشعار مجھے حضرت مولانا علی امیر الحق قدس سرہٗ سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ نے دکھائے تھے، اور ان کی بعض اُردو تصنیفات کا بھی تذکرہ فرمایا تھا۔

(۲۲۷)

ایک بار ایک مستفسر کے جواب میں فرمایا کہ میر اشرف حسین رحمۃ اللہ علیہ کاکو ضلع گیا کے بہت بڑے ذی علم اور ایک متمول زمیندار تھے، پھلواری میں پچیس تیس برس تک رہے، حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ کے شاگرد اور مرید تھے، یا مسترشد۔ حدیث کی ساری کتابیں حضرت خواجہ ہی سے پڑھی ہیں۔

یہ شاعر بھی تھے، اور اپنا کلام بھی حضرت خواجہ ہی کو دکھاتے تھے۔ حضرت مولانا سید شاہ محمد وحید الحق مستمی سجادہ نشین خانقاہ منعمیہ پھلواری قدس سرہٗ سے میں نے ان کا تذکرہ کئی بار سنا تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ ہمارے ہاں ان کے ہاتھ کی بعض تحریریں موجود ہیں اور ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بعض کتابیں بھی۔

(۳۴۵)

ایک بار فرمایا کہ مولوی خدا بخش خان بہادر سی آئی ای مرحوم نے ایک بار اپنے خاص احباب کی دعوت کی، جسٹس شرف الدین مرحوم جو اس وقت بیرسٹری کرتے تھے، مولوی محمد یحییٰ وکیل مرحوم، نواب امداد امام مرحوم، خان بہادر علی محمد شاد مرحوم، خان بہادر مولوی ضمیر الحق رئیس عظیم آباد مرحوم اور شمس العلماء حافظ محب الحق وغیرہم احباب وارباب خلوص مجتمع تھے، میں بھی مدعو تھا، صوبہ بہار کے شعراء کا تذکرہ آگیا خان بہادر علی محمد شاد مرحوم نے راسخ عظیم آبادی کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ ظاہر کیا کہ وہ بھی مذہب امامیہ رکھتے تھے، میں نے زبردست تردید کی۔ اور پورے مجمع نے میرا ساتھ دیا۔ نواب امداد امام مرحوم خاموش مسکراتے اور پُر مذاق چٹکلے چھوڑتے رہے،

خانبہادر علی محمد شاد نے کہا کہ میرے پاس ان کی بعض تحریریں ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام کی منقبتیں ہیں، جن سے صاف ظاہر ہے کہ وہ شیعہ ہی تھے، میں نے کہا کہ جناب امیر علیہ السلام کی منقبت میں بھی لکھتا ہوں، اور کون سا سنی ہے جو اُن کا منقبت خواں نہ ہو۔ یہ کوئی دلیل شیعیت نہیں۔

ہمارے ہاں بھی راسخ مرحوم کی تحریریں موجود ہیں، وہ اپنا فارسی کلام تو پھلواری ہی کے ایک مشہور و معروف بزرگ حضرت تاباں قدس سرہٗ کو دکھاتے تھے، اور ان کی بیعت کی دو روایتیں ہیں، ایک تو یہ کہ وہ مرید تاباں حضرت تاباں رحمۃ اللہ علیہ کے تھے، دوسری یہ کہ ان کی بیعت حضرت مخدوم شاہ نعمت اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ سے تھی۔ صرف مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی قدس سرہٗ سے میں نے یہ سنا تھا کہ ان کو بیعت تو باہر کسی سے تھی، مگر ارشاد پھلواری ہی میں تھا، اور دونوں بزرگوں

سے یعنی حضرت تپاں اور حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہما دونوں ہی سے فارسی کلام خصوصیت کے ساتھ حضرت تپاں ہی کو دکھاتے تھے۔

مگر اسحٰق مرحوم پھلواری کے ہر بزرگ کا بے حد ادب کرتے تھے اور خط و کتابت میں ملنے جلنے میں بالکل ایک مریدی کی طرح یہاں کے ہر بزرگ سے ملتے تھے، چنانچہ ان کے بعض خطوط سے ظاہر ہے جو بعض گھروں میں موجود ہیں۔

خان بہادر علی محمد شاد مرحوم کو آخر ان ہی لینا پڑا۔ میں نے کہا تھا کہ اگر آپ اپنے پاس کی تحریریں کسی دن یہاں لے آئیں۔

اس دن میں بھی اپنے بزرگوں کے ہاں سے ان کی تحریریں حاصل کر کے یہاں لے آؤں۔ مگر اسکی ضرورت ہی نہ پڑی۔

(۲۲۹)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

ہجرت کے موقع پر آنحضرت صلعم نے حضرت مولا علی رضؓ کو اپنے بستر پر سلایا اور حضرت صدیق اکبر کو اپنے ساتھ رکھا، اگر غور سے دیکھا جائے تو دونوں نے کمال جاں نثاری کا اظہار کیا ہے، میں آج تک ترجیح نہیں دے سکا کہ کس کی بہادری بڑھی ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں خطرے میں تھے، لیکن معیت رسول بھی عجیب چیز ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس رفاقت کا ذکر فرمایا ثانی اثنین اذھما فی الغار۔

(۲۳۰)

پھر فرمایا:۔

اگر ہمارے کانوں میں ایک طرف آیۃ تطہیر کی آواز آتی ہے، تو دوسری طرف ہم آیت

رضواں کو بھی دیکھتے ہیں، ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ ؎

بحب علی گرچہ فانی شدم　　زعشق عمر نیز خالی نیم　　اور ؎
ہر دو زلفش کہ مذ ظلہما　　بر سرم سایۂ حمایت اوست

(۲۴۱)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حضرت صدیق اکبرؓ تمام اسرار و فیوض نبوت کے حامل تھے اور حدیث ماصب اللہ شیئا فی صدری الا صببتہ فی صدر ابی بکر کے یہی معنی ہیں، بعض لوگ اس حدیث پر جرح کرتے ہیں مگر صوفی علما اسے صحیح مانتے آئے ہیں، جہانتک معیت رسول کا تعلق ہے سب صحابہ برابر ہیں، لیکن حیات ظاہر نبوی کے بعد بھی جسمانی رفاقت رسول بجز شیخین کے اور کسی کو حاصل نہ ہوئی، یہ ایسا شرف ہے، جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا، ان دونوں بزرگوں کی آرامگاہ کے وجود کا تواتر دنیا میں کسی کی آرامگاہ کو حاصل نہیں۔

(۲۴۲)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

جعفر میاں نے ایک خط میں لکھا تھا کہ میں نے سلطان پور (ریاست کپورتھلہ) میں منجملہ اور چیزوں کے باباگرونانک رحمۃ اللہ علیہ کی دوکان بھی دیکھی ہے، میں نے جواب میں لکھا ہے کہ تم نے باباگرونانک کی دوکان دیکھی ہے، اور میں نے مکہ مکرمہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دوکان دیکھی ہے، جہاں سودائے اسلام کے خریدار جمع ہوا کرتے تھے اور عثمانؓ و طلحہؓ و زبیرؓ جیسے اکابر صحابہ جمع ہوا کرتے تھے ہائے وہ کیا پاک لوگ تھے، جو نقد جان و مال لے کر یہاں حاضر ہوتے تھے ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنہ۔ ان لوگوں کے قطعی جنتی ہونے میں کون شک کر سکتا ہے۔

جنہوں نے جان اور مال دونوں کا اللہ سے سودا کیا۔

مال کی قربانی بھی کوئی معمولی قربانی نہیں ہے، جس کے لیے انسان اکثر اپنی جان بھی قربان کر دیتا ہے۔ ابوبکر صدیق رضؓ کی مکمل مالی قربانی بھی دنیا کے لیے ایک نظیر ہے، ہائے وہ کیا دوکان تھی جو اس وقت اپنے دوکاندار سے خالی ہے، ہمارے مرشد حضرت مولانا فضل الرحمٰن قدس سرہٗ اکثر بڑے درد سے پڑھا کرتے تھے۔

ع وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

(۲۳۳)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

ہمارے مولانا فضل رحمٰن صاحب عجیب بزرگ تھے، ایک بار ہم نے حزب البحر کے کچھ چھپے ہوئے نسخے مرشدی جناب حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں بذریعہ .... بھیجے، وہ مولانا فضل رحمٰن صاحب کے مرید تھے۔ حضرت حاجی صاحب یہ معلوم کر کے کہ حکیم سلیمان نے یہ نسخے بھیجے ہیں، بہت خوش ہوئے، پھر جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ یہ مولانا کے مرید ہیں بہت ذوق سے بولے اہاہا تم ان کے مرید ہو؟ ارے وہ ہمارے چچا پیر ہیں چچا پیر۔ او رہاں ایک بات بتاؤں، مگر دیکھو میری زندگی میں کسی سے نہ کہنا۔ مولانا (فضل رحمٰن صاحب) سے ہر شب جمعہ کو یہاں حرم میں مجھ سے ملاقات ہوتی ہے "۔۔۔ پھر حضرت قبلہ نے فرمایا۔ واللہ اعلم یہ کیا راز ہے۔

(۲۳۴)

حضرت قبلہ نے فرمایا :-

حضرت عائشہ صدیقہ کے استدلالات عجیب وغریب ہوا کرتے تھے، آپ کا پہلا اصول قطعاً قرآن تھا، چنانچہ کسی نے ایک بار متعہ کے بارے میں آپ سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں دو ہی طرح کی عورتیں حلال کی گئی ہیں الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم یعنی ایک تو منکوحہ بی بی

اور دوسرے لونڈی۔ اب بتاؤ کہ متوعہ عورت ان دو میں سے کس میں داخل ہے، لونڈی تو ظاہر ہے کہ وہ نہیں ہے (نہ کسی جہاد میں آئی ہے نہ دوسرے مجاہد سے خریدی گئی ہے) اور منکوحہ بھی نہیں ہے، اس لئے کہ وہ وارث نہیں ہوتی۔ پس جب دونوں حلال قسموں میں سے کسی میں داخل نہیں۔ تو بجز حرام کے اور کیا ہے

(۲۳۵)

حضرت قبلہ نے فرمایا:۔

آں حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ منبر نبویؐ پر ادباً ایک زینہ نیچے اُتر کر خطبہ دیتے تھے، پھر حضرت فاروق اعظمؓ ادباً مع الصدیقؓ ایک زینہ اور نیچے اُتر کر خطبہ دینے لگے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا جب دورِ خلافت آیا تو آپ کھٹا کھٹ پہلے زینے پر (جہاں آنحضرت صلعم کھڑے ہوتے تھے) تشریف لے گئے اور خطبہ دیا، قوم سے بھلا کب ضبط ہو سکتا تھا، فوراً اعتراضات ہونے لگے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو کچھ دنوں کے بعد نہیں کنواں کھودنا پڑتا، آخر کہاں تک ایک ایک زینہ نیچے اُترتے چلے جاتے؟۔ اللہ اکبر کس قدر دور رس نگاہیں تھیں؟

(۲۳۶)

بہت سے کام اللہ تعالیٰ نے حضرت ذوالنورین سے ایسے لئے ہیں جن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کے ذریعہ سے تمام وہمی اور کمزور سلسلے کٹ کر مضبوط بنیادیں قائم ہو گئیں۔ اسی زینۂ منبر کے قصے کو دیکھ لو کہ اگر آپ بھی ایک زینہ اُتر کر خطبہ دیتے تو آئندہ ہر خلیفۂ رسولؐ کے لئے یہ ضروری رسم ہو جاتی اور پھر بڑی دقت ہوتی۔

آپؓ ایک بار کنوئیں پر خاتم نبویؐ سے کچھ شغل فرما رہے تھے کہ وہ انگوٹھی کنوئیں میں گر گئی۔ ہر چند تلاش کی گئی نہ ملی۔ اگر آپ کے پاس بھی وہ انگوٹھی رہ جاتی تو شاید ہر خلیفہ کے لئے اس مہر نبوی کا ہونا ایک لازمی نشانِ صداقت ہو جاتا، حالانکہ انگوٹھی کو کبھی نہ کبھی گھس کر یا کھو کر ختم ہونا ہی تھا، غرض

اصلی بنائے خلافت یعنی اہلیت و طاقت کی جگہ وجود خاتم یا اور ایسی کمزور بنیادیں لے لیتیں۔

یوں ہی شیخین رض نے تقریباً تقریباً عمر نبوی پائی مگر حضرت عثمان رض کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کلیے کو توڑ دیا تاکہ یہ بھی کہیں نشان صداقت خلافت نہ بن جائے۔

(۲۳۷)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

حضرت عثمان غنی رض نے بعد از بیعت اسلام اپنے بیعت کرنے والے ہاتھ (یمین) کو ساری عمر اپنی شرمگاہ سے مس ہونے کا موقع نہ دیا۔ تطہیر ید کا یہی کمال تھا، جس کے باعث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان کی غیر موجودگی میں اپنے دست مبارک کو حضرت عثمان رض کا ہاتھ قرار دیا۔ اور آپ رض کی غیبت میں آپ رض کی بیعت لی۔ رسول کا ہاتھ وہ ہاتھ ہے جسے رب العزت اپنا ہاتھ فرماتا ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ پس جب رسول ؐ اپنے ہاتھ کو عثمان رض کا فرمائے اور خدائے تعالیٰ رسول کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ بتائے تو اس کے یہی معنی ہوئے کہ عثمان رض کا ہاتھ بھی خدا کا ہاتھ ہے، اور جو کام اس مبارک ہاتھ (ید عثمانی رض) سے ہوا وہ کار ہائے دست قدرت کا حکم رکھتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس مبارک ہاتھ کے لکھے ہوئے اور پھیلائے قرآن کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ کام ذوالنورین رض کا نہ تھا بلکہ خدا ہی کا کیا ہوا تھا۔ مولانا روم کیا خوب فرماتے ہیں ؎

چوں قبول حق شود آں مرد راست — دست او در کارہا دست خداست

(۲۳۸)

صوفیہ کے ہاں جو بیعت عثمانی کا رواج ہے وہ حضرت ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی حدیبیہ کی غائبانہ بیعت سے ماخوذ ہے[1]۔

---

[1] جناب مسٹر انعام الرحیم صاحب آئی۔سی۔ایس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ منڈلہ (سی پی) نے حضرت قبلہ سے بیعت بیعت عثمانی کی تھی۔ اس (باقی حاشیہ برصفحہ ۱۶۴)

(۲۳۹)

حضرت قبلہ نے فرمایا:-

صحاح کی روایت ہے کہ اللہ ینطق علی لسان عمرؓ حضرت عمر فاروقؓ کی زبان پر خدا بولتا ہے، واقعات بالکل اس کی تصدیق کرتے ہیں، قیدیان بدر کی بابت جب مشورہ ہوا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے تو سب نے یہی رائے دی کہ انہیں فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے، مگر حضرت عمرؓ نے رائے دی کہ ان کی گردنیں اُڑا دی جائیں کیونکہ "انھم ائمۃ الکفر" اور جس طرح میں نے اپنے ماموں کو قتل کیا ہے اسی طرح حمزہؓ عباسؓ کو قتل کریں اور علیؓ عقیلؓ کو۔ چونکہ کثرت رائے اُدھر تھی، اس لئے حضرت عمرؓ کی رائے پر عمل نہ ہوسکا لیکن وحی الٰہی آپ ہی کی تائید میں نازل ہوئی۔ اسی طرح ازواج مطہرات کا پردہ مقام ابراہیم کو مصلے بنانا منافق کے لئے دعائے مغفرت نہ کرنا اور بہتسی وحی ایسی ہیں جو حضرت فاروق اعظمؓ کی رائے کے مطابق اور بعض اوقات آپ ہی کے الفاظ میں نازل ہوئیں۔ محدثین لکھتے ہیں کہ پندرہ رائیں آپ کی کتاب اللہ کے مطابق وموافق ثابت ہوئیں۔ اللہ ینطق علی لسان عمر کا جو مفصل بیان کیا گیا ہے، وہ بالکل مطابق حقیقت ہے، فیض صحبت نبوی کا یہ اثر تھا کہ جو بات نبیؐ کی زبان سے بذریعہ وحی نکلنے والی تھی، وہ پہلے حضرت عمرؓ کی زبان سے نکل آتی لوکان بعدی نبی لکان عمر اسی لئے فرمایا گیا۔ مولانائے روم کا یہ شعر گویا حضرت عمرؓ ہی پر صادق آتا ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۳ کا) وقت وہ دہلی میں تھے اور انڈر سکریٹری ڈوی گورنمنٹ آف انڈیا کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

فہرست مضامین حصّہ اوّل خاتم سلیمانی

صفحات کتاب خاتم سلیمانی

ٹائیٹل پیج ۴ صفحہ

خاتم سلیمانی حصہ اول مع فوٹو ۱۵۶ صفحہ

خاتم سلیمانی حصہ دوم (مع الف تا ب) ۹۵ - خاتم سلیمانی حصہ سوم (مع الف تا د) ۱۱۲ صفحہ

خاتم سلیمانی حصہ چہارم ۱۴۰ صفحہ - خاتم سلیمانی حصہ پنجم ۱۶ صفحہ - ٹائٹل

فہرست مضامین حصّہ دوم خاتم سلیمانی

فہرست مضامین حصہ سوئم خاتم سلیمانی

فہرست مضامین حصہ چہارم خاتم سلیمانی نمبر ار

مضمون ملفوظ	نمبر ملفوظ	مضمون ملفوظ	نمبر ملفوظ
لفظ صحابہ کی تعریف	۲۰۹	خواجہ عماد الدین قلندر کے اشعار اور انکے استاد	۲۲۶
مولانا اسمٰعیل شہید	۲۱۰	خواجہ عماد الدین کے ایک شاگرد و مرید	۲۲۷
مداریہ سلسلے کے چھ طریقے	۲۱۱	راسخ عظیم آبادی کا مذہب امامیہ نہ تھا	۲۲۸
تعلیم انگریزی کا نتیجہ	۲۱۲	حضرت علیؓ و صدیق اکبرؓ کی جاں نثاری	۲۲۹
بحر العلوم کی پالکی اور نواب والاجاہ	۲۱۳	آئینۂ تطہیر اور آئینۂ رضوان	۲۳۰
عباس علمدار کی اولاد	۲۱۴	صدیق اکبر تمام اسرار و فیوض نبوت کے حامل تھے	۲۳۱
ابو لہب کی بیوی	۲۱۵	حضرت ابوبکر صدیق کی دوکان	۲۳۲
حضرت ابن عباس لحیم شحیم تھے	۲۱۶	مولانا فضل رحمٰن رح کی کرامت	۲۳۳
مولانا محمد حسین الہ آبادی اپنے وقت کے عبدالرحمٰن صوفی تھے	۲۱۷	حضرت عائشہ صدیقہ کے بلند تفقہ کی ایک مثال	۲۳۴
لاہور کی شاہی مسجد اور رنجیت سنگھ کے گھوڑے	۲۱۸	حضرت عثمان غنی اور ممبر رسولؐ	۲۳۵
یتیم خانہ اسلامیہ کلکتہ کی بنیاد	۲۱۹	خاتم نبوی کا کنوئیں میں گرنا	۲۳۶
رائٹ آنریبل سید امیر علی مرحوم		حضرت عثمان کا ہاتھ	۲۳۷
امام بخاری کی تاریخ وفات	۲۲۱	بیعت عثمانی	۲۳۸
امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی دو عظیم الشان خصوصیتیں	۲۲۲	عمرؓ کی زبان سے خدا بولتا ہے	۲۳۹
شہداء بدر و احد کو بعد والوں پر فضیلت ہے	۲۲۳		
شیخینؓ کی پالیسی دور اندیشی	۲۲۴		
حضرت عائشہ کا بلند ترین تفقہ	۲۲۵		

فوٹو نسخہ ولادت حضرت قبلہ [illegible] ۱۲۶۶ھ
[illegible] نواز [illegible]

THE

KHATAM-E-SULAIMANI

Viz

The life of Late His Holiness Hazrat Maulana

SYED SHAH SULAIMAN SAHEB

Of Phulwarisharif (Patna)

Who

Was one of the Coworkers and helpers of Late
Sir Syed Ahmad Khan and his immediate
Successors in the Cause of education,
and who was the first orthodox
theologian to advocate English
education among the
Mussalmans of
India.

Compiled by

Maulana Syed Shah Gholam Hasnain Nadwi
Khanqah Sulaimania, Phulwarisharif, Patna